وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ
قصص الانبیاء
فرید مبین پبلشرز، ناظم آباد کراچی

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب

ترجمہ:۔ بے شک ان قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے

صحیح قصص الانبیاء

مرتبہ

ابو البیان مولانا محمد عبد المنان کراچی

ناشر

فرید مبین پبلشرز۔ ناظم آباد کراچی

صحیح قصص الانبیاء

مرتبہ ——— ابوالبیان مولانا محمد عبدالمنانؒ

بار اوّل ——— اکتوبر ۱۹۷۱ء

تعداد اشاعت ——— دو ہزار

قیمت فی جلد ——— آٹھ روپے

مطبع ——— مشہور آفسٹ پریس کراچی

سول ایجنٹ :-

مدینہ پبلشنگ کمپنی

ایم اے جناح روڈ - کراچی

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱-	بیان پیدائش کائنات و نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	۹
۲-	بیان پیدائش حضرت آدم علیہ السلام	۱۴
۳-	بیان قبول توبہ حضرت آدم علیہ السلام	۱۷
۴-	بیان عزازیل علیہ اللعنۃ کا	۲۳
۵-	بیان حضرت شیث علیہ السلام کا	۳۵
۶-	بیان حضرت ادریس علیہ السلام کا	۳۵
۷-	بیان حضرت نوح علیہ السلام کا	۳۸
۸-	بیان حضرت ہود علیہ السلام کا	۴۵
۹-	بیان شدّاد لعین کا	۴۹
۱۰-	بیان حضرت صالح علیہ السلام کا	۵۲
۱۱-	بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا	۵۵
۱۲-	بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آتشکدے سے نکلنے کا	۶۷
۱۳-	بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر فلسطین میں سکونت اختیار کرنے کا	۷۱
۱۴-	بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مراجعت کا	۷۶
۱۵-	بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا	۷۹
۱۶-	بیان تعمیر کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۸۳
۱۷-	بیان حضرت لوط علیہ السلام	۹۰
۱۸-	بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	۹۶
۱۹-	بیان حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب علیہما السلام	۹۷
۲۰-	بیان حضرت یوسف علیہ السلام	۱۰۱
۲۱-	بیان حضرات اصحاب کہف	۱۵۸
۲۲-	بیان حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام	۱۶۳

۲۳-	بیان حضرت یونس علیہ السلام	۱۶۶
۲۴-	بیان حضرت ایوب علیہ السلام	۱۷۵
۲۵-	بیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا احوال سکندر ذوالقرنین کا	۱۸۲
۲۶-	بیان فرعون علیہ اللعنۃ	۱۹۲
۲۷-	بیان عوج بن عنق کا۔	۱۹۷
۲۸-	بیان پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام	۲۰۰
۲۹-	بیان ہجرتِ مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملاقات حضرت شعیب علیہ السلام	۲۰۵
۳۰-	بیان مراجعتِ مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام	۲۱۱
۳۱-	بیان غرق ہونا دریا میں فرعون اور اس کی قوم کا	۲۲۹
۳۲-	بیان حضرت موسیٰ کے کوہِ طور پر جانے کا اور ان کی قوم کے گئوسالہ پوجنے کا	۲۳۳
۳۳-	بیان گئوسالہ پرستی قوم بنی اسرائیل اور سامری۔	۲۳۷
۳۴-	بیان قارون کے ہلاک ہونے کا	۲۴۱
۳۵-	بیان عامیل مقتول بن سلیمان کا	۲۴۵
۳۶-	بیان ملاقات حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام۔	۲۴۸
۳۷-	بیان وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام	۲۵۲
۳۸-	بیان عابد بلعم ابن باعورا اور حضرت یوشع بن نون اور بنی اسرائیل کا۔	۲۵۴
۳۹-	بیان نبوت کالوت علیہ السلام۔	۲۵۹
۴۰-	بیان خرقیل ابن نوری علیہ السلام۔	۲۶۰
۴۱-	بیان الیاس ابن یاسین بن محاص ابن امام عزار ابن ہارون کا۔	۲۶۱
۴۲-	بیان حضرت حنظلہ علیہ السلام	۲۶۲
۴۳-	بیان حضرت شموئیل علیہ السلام کا۔	۲۶۶
۴۴-	بیان عداوت طالوت کی حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ	۲۶۶
۴۵-	بیان نبوت حضرت داؤد علیہ السلام	۲۶۸
۴۶-	بیان مبتلا ہونا بلا میں حضرت داؤد علیہ السلام کا	۲۶۹
۴۷-	بیان مسخ ہونا بعضے بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں	۲۸۰

نمبر	بیان	صفحہ
۴۸۔	بیان طالوت کے بادشاہ ہونے کا	۲۸۲
۴۹۔	بیان لڑائی طالوت بادشاہ کی جالوت کے ساتھ اور مارا جانا جالوت کا حضرت داؤد کے ہاتھ سے	۲۸۴
۵۰۔	بیان حضرت عُزیر علیہ السلام کا	۲۸۷
۵۱۔	بیان حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔	۲۸۸
۵۲۔	بیان حضرت یحییٰ علیہ السلام	۲۹۱
۵۳۔	بیان حضرت شمعون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔	۲۹۲
۵۴۔	بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔	۲۹۴
۵۵۔	ضیافت کرنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تمام مخلوقات کو۔	۲۹۷
۵۶۔	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملاقات چیونٹیوں کے بادشاہ سے	۲۹۸
۵۷۔	بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور خبر لانا ہدہد کا بلقیس کے شہر سبا سے	۳۰۱
۵۸۔	بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا شہر صیدون میں جانا اور بادشاہ عنکبود کا مارا جانا	۳۰۸
۵۹۔	بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا مبتلا ہونا رنج میں بعض سہواً تقصیرات کی وجہ سے	۳۱۰
۶۰۔	بیان تولد حضرت مریم علیہا السلام۔	۳۱۶
۶۱۔	بیان تولد حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔	۳۱۸
۶۲۔	بیان ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جمجاہ بادشاہ سر بوسیدہ سے اور گفتگو کرنا اس سے	۳۲۴
۶۳۔	بیان وفات حضرت مریم علیہا السلام کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا	۳۳۰
۶۴۔	بیان نور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں آنے کا	۳۳۴
۶۵۔	بیان بادشاہ ابرہہ ملعون و مردود کا	۳۳۶
۶۶۔	بیان جانا عبد المطلب کا واسطے تہنیت بادشاہ سیف ذی یزن ابن دوراں ملک زادہ حمیر کے پاس بعد موت مسروق بیٹے ابرہہ	۳۳۷
۶۷۔	ذکر احوال عبد اللہ والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بعض باتیں آنحضرتؐ کی اپنی ماں کے شکم مبارک میں رہتے وقت جو وقوع میں آئی تھیں۔	۳۳۹
۶۸۔	بیان تولد ہونا جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا	۳۴۱
۶۹۔	بیان عبد المطلب کا پیدائش میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کرامات کا جو انھوں نے دیکھی تھیں۔	۳۴۳

نمبر	مضمون	صفحہ
٧٠	بیان حضرت حلیمہ دائی جنھوں نے دودھ پلایا رسولِ خداؐ کو۔	٣٤٥
٧١	بیان جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماموں کے گھر میں اپنی والدہ آمنہؓ کے ساتھ اور آمنہؓ کا راستہ میں فوت ہونا اور فوت ہونا عبد المطلب کا اور ہمراہ جانا حضورؐ کا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر میں تجارت کو اور ملاقات ہونا ایک راہب سے راستے میں۔	٣٥٢
٧٢	بیان دوسری دفعہ چاک کرنا سینہ مبارک آنحضرتؐ کا اور نکاح کرنا خدیجۃ الکبریٰ سے اور اقوال و افعال آنحضرتؐ کے قبل نکاح کے جو وقوع میں آئے تھے۔	٣٥٥
٧٣	بیان اسمائے و خصائل حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	٣٦٢
٧٤	بیان ازواج مطہرات آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	٣٦٦
٧٥	بیان اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	٣٦٧
٧٦	بیان چاک کرنا سینہ مبارک کا تیسری مرتبہ اور وحی لانا حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔	٣٦٨
٧٧	بیان معراج مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	٣٨٠
٧٨	بیان کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی حقیقت کو اور یہودی کا مسلمان ہونا وغیرہ	٣٩٣
٧٩	بیان معجزات و بزرگی و خصائل حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	٣٩٦
٨٠	بیان ہجرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم	٤٠٦
٨١	بیان جنگ بدر الکبریٰ	٤٠٩
٨٢	بیان احوال جنگ احد	٤١١
٨٣	بیان احوال جنگ بدر الصُغریٰ	٤١٣
٨٤	بیان احوال جنگ خیبر	٤١٤
٨٥	بیان وفات آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	٤١٤
٨٦	بیان فضیلت حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔	٤١٨
٨٧	بیان فضیلت امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ علیہ۔	٤١٩
٨٨	بیان فضیلت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔	٤٢١
٨٩	بیان فضیلت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔	٤٢٣

عرضِ ناشر

قصص الانبیاءؑ ایک معروف کتاب ہے لیکن قدیم سے یہ جوں کی توں چلی آرہی تھی اس کو بہتر انداز میں پیش کرنے کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی تھی۔ الحمدُللہ کہ ہم نے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب سے اسے مرتب کراکر عمدہ کتابت وطباعت سے پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ سرورق بھی عمدہ آرٹ پیپر پر جاذب توجہ بناکر پیش کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی پسند خاطر پر یہ کتاب پوری اترے گی اور ہماری سعی مشکور ہوگی۔

فرید مبین پبلشرز ایک نیا ادارہ ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ ہمیں اپنے قیام سے ہی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری اور اس کتاب کی کتابت وطباعت کو ہر طور سے بہتر بنانے کی کوشش کی۔ پہلی کوشش کے اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ خامیاں رہ گئی ہوں۔ اگر آپ کی نظر میں ایسی کوئی خامی آئے تو آپ اس سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جاسکے۔

آئندہ کے لئے ہمارے سامنے ایک جامع منصوبہ ہے جس میں ادبی وتاریخی کتابیں، افسانے، پاکیزہ ناول، اور ٹیکنیکل کتابوں کی اشاعت شامل ہے۔ اگر ہمیں آپ کا تعاون حاصل رہا تو انشاء اللہ ہم اپنے منصوبے کے مطابق آپ کی حتی الوسع خدمت کرسکیں گے۔

اِس کتاب کی ترتیب، حواشی و تصحیح کے لئے ہم جناب مولانا عبد المنان صاحب کے مشکور ہیں کہ انھوں نے اپنے ایمانی جذبے سے اس کام کو پورے خلوص سے انجام دیا ہے۔

ہم میسرز مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی کے بھی مشکور ہیں کہ انھوں نے قدم قدم پر ہماری معاونت و رہبری فرمائی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر یہ معاونت ہمیں حاصل نہ ہوتی تو ہم اپنے کام کا آغاز نہیں کر سکتے تھے۔

مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کو ہم نے اپنی جملہ کتب کا مستقل سول ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ وہی ہماری کتابوں کی تجارتی معاملت کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم اس مشہور و معیاری دینی ادارے کی سرپرستی میں آپ کی بہتر خدمت کر سکیں گے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ

نیازمندان

فریدالدین

محمد مبین

فرید مبین پبلشرز۔ ناظم آباد۔ کراچی

بیان پیدائش کائنات و نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

روایت کرتے ہیں محمد ابن اسماعیل بن ابراہیم بن آذر بخاری حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے، اور وہ اپنے باپ حضرت امام محمد باقر سے اور وہ اپنے باپ امام زین العابدین سے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے سُنا اپنے والد حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہ سے آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آکر رسولِ خدا سے عرض کی یا رسول اللہ فدا ک ابی وامی۔ مجھے خبر دو کہ اول اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور میرا پیدا کیا تھا۔ ہزار برس پہلے کہ ایک روز اس جہان کا ہزار برس کے برابر ہے اس جہان کے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ط ترجمہ) ایک دن تمہارے رب کے نزدیک ہزار برس کے برابر ہے اس دنیا کے برسوں سے کہ جو تم گنتے ہو، وہ نور میرا قدرت الٰہی سے عظمت اور بزرگی الٰہی کا مشاہدہ کرتا اور تسبیح وطواف اور سجدۂ الٰہی میں مصروف رہتا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہی کہ نور محمد مصطفےؐ نے دو بارہ ہزار برس تک عالم تجرّدی میں خدا کی عبادت کی۔ پھر حق تعالیٰ نے اس نور کو چار قسم کر کے ایک قسم سے عرش کو پیدا کیا۔ دوسری قسم سے قلم کو تیسری سے بہشت کو۔ چوتھی قسم سے عالم ارواح اور ساری مخلوق کو تخلیق کیا۔ اور ان چار میں سے چار قسم نکال کر تین قسموں سے عقل اور شرم وعشق پیدا کیا اور قسم اول سے عزیز ومکرم تر مجھے تئیں پیدا کیا کہ میں رسول اس کا ہوں۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کہ تجھ کو اے محمد صلعم اگر میں نہ پیدا کرتا تو ہرگز نہ پیدا کرتا میں آسمان وزمین اور ساری مخلوق کو اور موافق اس حدیث کے اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنَ النُّوْرِیْ (ترجمہ) حضرت نے فرمایا میں پیدا ہوا ہوں اللہ کے نور سے اور ساری مخلوق کو میرے نور سے پیدا کیا۔ اس کے بعد رب العالمین کا حکم ہوا قلم کو کہ ساق عرش پر اول اس کلمہ کو لکھو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے، اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ قلم نے چار سو برس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک لکھا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ قلم نے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک لکھا تو عرض کی یا رب العالمین تو بے مانند ہے تیرے نام کے ساتھ یہ نام بزرگ کس کا ہے۔ پس جناب باری سے آواز آئی یہ نام میرے حبیب برگزیدہ کا ہے تو لکھ محمد رسول اللہ جب یہ حکم ہوا ہیبت خطاب جل شانہٗ سے قلم کے منہ پر شگاف ہوا۔ تب قلم نے لکھا محمد رسول اللہ تبھی سے قلم کا شگاف مسنون جاری ہوا قیامت تک اس کے بعد عرش کے اوپر اٹھارہ ہزار برج پیدا کیے اور ہر برج میں

اٹھارہ ہزار ستون کھڑے کیے اور ہر ستون کے اوپر اٹھارہ ہزار کنگرے بنائے اور ایک کنگرے سے دوسرے کنگرے تک سات سو برس کی راہ ہے اور ہر کنگرے پر اٹھارہ ہزار قندیل ہیں۔ ہر ایک ایسا بڑا کہ سات طبق زمین و آسمان اور جو کچھ کہ بیچ اس کے ہے اس میں اس طرح سما وے کہ جیسے ایک انگشتری بیچ میدان کے ڈال رکھی ہے۔ اس کے بعد چار فرشتے پیدا کیے۔ ایک بصورت آدمی اور دوسرا بصورت شیر اور تیسرا بصورت گدھا اور چوتھا بصورت گائے کے ہے۔ پاؤں انکے تحت الثریٰ میں پہونچے ہوئے اور مونڈھے انکے نیچے عرش کے لگے ہوئے ہیں۔ اور چلنے کے وقت جب قدم اُٹھاویں ہر ایک قدم سات ہزار برس کی راہ میں جا پڑے۔ خدا کا حکم ہوا ان کو عرش اُٹھانے کا تب ان چاروں نے زور کیا ہرگز عرش نہ اُٹھا سکے۔ بعد اس کے جناب باری سے ارشاد ہوا کہ اے فرشتو! میں نے تم کو ہفت آسمان وزمین اور جو کچھ بیچ اس کے ہے سب کا زور دیا عرش کو اٹھاؤ پھر اُنہوں نے زور کیا تو بھی نہ اُٹھا سکے عاجز ہو رہے۔ پھر جناب باری سے ارشاد ہوا کہ یہ تسبیح پڑھ کر اُٹھاؤ۔ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَمَالِ وَالْجَلَالِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ (ترجمہ) میں تسبیح پڑھتا ہوں اسکی جو بادشاہ اور عالم ملکوت کا صاحب ہے میں تسبیح پڑھتا ہوں اسکی جو صاحب عزت اور صاحب عظمت اور ذیشان ہے اور قدرت والا اور کمال اور جلال اور بزرگی اور تکبری کے لائق ہے۔ میں تسبیح پڑھتا ہوں اس بادشاہ زندے کی جو نہیں سوتا اور نہیں مرتا وہ طاہر اور بہت پاک ہے ہمارا پروردگار اور فرشتوں کا اور ارواحوں کا پروردگار ہے۔ جب اُنہوں نے یہ تسبیح پڑھی خدا کی قدرت سے عرش کو اٹھایا اور ایک روایت میں ہے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ جب ان چار فرشتوں نے یہ تسبیح پڑھی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ (ترجمہ) میں تسبیح پڑھتا ہوں اور حمد کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے اور اللہ بہت بڑا ہے۔ اور نہیں ہے توانائی اور قدرت کسی کو سوائے اللہ کے ایسا اللہ کہ بڑا بزرگ ہے۔ جب یہ پڑھا تو عرش کو اُٹھا لیا۔ اور روایت کی گئی ہے کہ اس تسبیح سے بہشت اور فرشتوں کو پیدا کیا تاکہ چاروں طرف عرش خدا کے تسبیح پڑھیں۔ اور طواف کریں اور مومن بندوں کے لئے آمرزش اور معافی چاہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ؕ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کہ اُٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں۔ اپنے رب کی پاکی اور خوبیوں کو بیان کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے "اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور علم میں سو تو معاف کر انکو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا انکو آگ کے صدموں سے" اور بعد اس کے عرش کے نیچے ایک دانہ مروارید پیدا ہوا اس سے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ

بنایا بلندی اس کی سات سو برس کی راہ اور چوڑائی اسکی تین سو برس کی راہ ہے اور چاروں طرف یاقوت سُرخ جڑا ہوا
اور حکم ہوا قلم کو اُکْتُبْ عِلْمِیْ فِیْ خَلْقِیْ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (ترجمہ) لکھ علم خدا کا موجودات میں خدا کے
اور جتنی چیزیں کہ ذرہ ذرہ بیچ موجودات کے ہونے والی ہیں قیامت تک، پہلے لوحِ محفوظ پر یہ لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم۔ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنِ اسْتَسْلَمَ بِقَضَائِیْ وَیَصْبِرُ عَلٰی بَلَائِیْ وَیَشْکُرُ عَلٰی نَعْمَائِیْ کَتَبْتُهٗ وَبَعَثْتُهٗ
مَعَ الصَّادِقِیْنَ یَقِیْنًا وَمَنْ لَّمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ وَیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ
سَمَائِیْ (ترجمہ) شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت مہربان ہے نہایت رحم والا ہے۔ میں ہوں پروردگار سب کا
نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہوں جو راضی ہے میری قضا پر اور صابر ہے میری بلاؤں پر اور شاکر ہے میری نعمتوں پر جو میں نے
مقدر کی ہیں۔ پس شامل کرونگا میں اسکو صدیقوں میں اور وہ جو راضی نہ ہو میری قضا پر اور صابر نہ ہو بلاؤں پر اور شاکر نہ ہو
نعمتوں پر لازم ہے اسے کہ طلب کرے دوسرے رب کو سوا میرے اور نکل جاوے تحت سما سے میرے بعد اس لکھنے کے لوح محفوظ
خود بخود جنبش میں آیا اور کہا کہ مثل میرے ہستی میں کوئی نہیں اس واسطے کہ علم خدائی کا مجھ پر لکھا گیا۔ پس جناب باری تعالےٰ
کی طرف سے یہ آواز آئی قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (ترجمہ) مٹاتا ہے اللہ اور ثابت
رکھتا ہے جس بات کو چاہتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔ خلاصہ یہ ہے اگر چاہوں مٹادوں یا رکھوں اور اسی کے
پاس اُم الکتاب ہے، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں مقدر کی ہیں ہرگز ان میں
تغیّر و تبدّل نہیں ہوگا۔ مگر چار چیزیں۔ رزق۔ موت۔ سعادت۔ شقاوت۔ اور پھر اس مروارید کو حکم ہوا واسع یعنی
اے مروارید پھیل جا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (ترجمہ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کشادہ ہوئی کرسی اسکی برابر ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے اور نام اس کا کرسی ہوا پھر اسی وقت نیچے کرسی کے ایک
دانہ یاقوت کا پیدا ہوا بعضوں نے کہا کہ وہ دانہ مروارید کا تھا۔ بلندی اس کی پانچسو برس کی راہ ہے اور چوڑائی بھی اسی قدر
تھی، جب اس کی طرف دیکھا ایزد جل شانہ، نے ہیبت سے وہ خود پانی ہوگیا اور بعد اس کے۔ صبا و نور جنوب شمال
ان چار باد کو پیدا کر کے حکم دیا کہ تم ہر چار گوشہ پر اس پانی کے موج مار کر کف نکالو اور ویسا ہی کیا بعدہٗ قدرت الٰہی سے
آگ دھواں دھار پیدا ہو کر اس پانی پر گئی اور اس سے دھواں نکل کر درمیان کرسی اور پانی کے ہوا پر معلّق ہو رہا اور اسی
دھوئیں کو حق تعالیٰ نے سات پارہ کر کے ایک پارہ سے پانی ایک پارہ سے تانبہ اور ایک پارہ سے لوہا اور ایک پارہ
سے چاندی اور ایک پارہ سے مروارید اور ایک پارہ سے یاقوت سُرخ پیدا کیا اور اس پانی سے آسمان اوّل اور پارہ
سے تانبے کا دوسرا آسمان اور پارہ سے لوہے کا تیسرا آسمان اور پارہ سے چاندی کا چوتھا آسمان اور پارہ سے سونے کا
پانچواں آسمان اور پارہ مروارید سے چھٹا آسمان اور پارہ یاقوت سُرخ سے ساتواں آسمان بنایا اور فاصلہ ہر آسمان کا
ایک دوسرے سے پانچسو برس کی راہ ہے پھر اللہ تعالےٰ نے قدرت کاملہ سے اس کف آب سے پشتہ خاک سُرخ پیدا کیا

اسی جگہ پر کہ جہاں اب خانۂ کعبہ ہے اور جبرائیل میکائیل اسرافیل عزرائیل کو حکم ہوا کہ چار گوشہ اس پشتہ خاک کے پھیلاؤ انہوں نے ویسا ہی کیا اور یہ زمین اسی پشتہ خاک سے پیدا ہوئی۔ قولہٗ تعالیٰ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ، (ترجمہ) بنایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں۔ اور روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روز احوال زمین کے دریافت کرنے کے واسطے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو کس چیز سے بنایا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کفِ آب سے۔ پھر پوچھا کہ وہ کف کس سے پیدا ہوا فرمایا پانی کی موج سے پھر سوال کیا موج کس سے نکلی فرمایا پانی سے پوچھا وہ پانی کس سے نکلا ہے فرمایا ایک دانہ مروارید سے کہا مروارید کس سے ہے فرمایا تاریکی سے کہا صدقت یا رسول اللہؐ، پھر سوال کیا یا رسول اللہ زمین کو قرار کس سے ہے فرمایا کوہِ قاف سے کہا کوہِ قاف کس سے بنا ہے فرمایا زمرد سبز سے اور آسمان کی سبزی اسی کے پرتو سے ہے کہا یا رسول اللہؐ اور بلندی کوہ قاف کی کسقدر ہے فرمایا پانچسو برس کی راہ اور گرداگرد اس کے کسقدر ہے فرمایا دو ہزار برس کی راہ ہے اور اس پار کوہِ قاف کے کیا چیز ہے فرمایا سات زمینیں ہیں چاندی کی، اور بعد اس کے کیا ہے فرمایا ستر ہزار علم ہیں اور نیچے ہر علم کے ستر ہزار فرشتے ہیں کہ آدم اس تسبیح سے پیدا ہوئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا صدقت یا رسول اللہؐ اور اس طرف کیا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک اژدہا درازی اس کی دو ہزار برس کی راہ ہے اور یہ سارے عالم اس کے حلقہ میں ہیں۔ کہا صدقت یا رسول اللہؐ ساتویں زمین پر کون ہے۔ فرمایا فرشتے سب اور چھٹی زمین پر شیطان اور فرزندانِ شیطان، اور پانچویں زمین پر وسب اور چوتھی زمین پر سانپ اور تیسری زمین پر جانورانِ گزند اور دوسری زمین پر پریاں و آسیب اور پہلی زمین پر سب آدمی کہا صدقت یا رسول اللہؐ اور نیچے ساتویں زمین کے کیا چیز ہے فرمایا ایک گائے ہے ایسی کہ اس کے چار ہزار سینگ ہیں اور اس کے ایک سینگ سے دوسرے سینگ کا فاصلہ پانچسو برس کی راہ ہے اور یہ سات طبق زمین اسکے دو سینگوں کے درمیان ہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ گائے کس پر کھڑی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ایک مچھلی کے مہرۂ پشت پر اور وہ مچھلی پانی پر ہے اور عمق اور گہرائی اس پانی کے چالیس برس کی راہ ہے اور وہ پانی ہوا پر معلق ہے اور ہوا تاریکی دوزخ پر اور دوزخ ایک سنگ آسمان پر اور وہ سنگ آسمان سر پر ایک فرشتے کے اور وہ تاریکی پر اور وہ ہوا پر کھڑا ہے اور ہوا قدرت خدا سے معلق اور قدرت اسکی بے پایاں ہے اور ذات و صفات اسکی منزہ ہے نقصان اور زوال سے، کہا سچ ہے یا رسول اللہؐ۔ اور روایت کی عبداللہ بن عباسؓ نے کہ ہر آسمان پر حق تعالیٰ نے ایک نور پیدا کیا ہے اس نور سے بیشمار فرشتے پیدا ہوئے ہیں اور حکم ان پر تسبیح و تہلیل اور تقدیس و تعظیم کرنے کا ہے اگر اس سے ایک لحظہ غافل رہیں تو فی الفور تجلی سے خدائے جل شانہٗ کے جل بھن کر خاک ہو جاویں اور ان میں بعضوں کی شکل گائے کی ہے، اور بعض کی صورت سانپ کی اور بعض کی شکل گدھ کی اور بعض کا نصف بدن اوپر کا برف اور آدھا نیچے کا آگ ہے، اور یہ سب کے سب جیتے ہیں اپنے رب کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ سُبْحَانَ مَنْ اَلَّفَ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ، میں تسبیح پڑھتا ہوں اس خدا

کی جس نے ہمیں ترکیب دی ہے برف اور آگ سے نہ برف آگ کو بجھا سکتی ہے نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور یہ سب کے سب کوئی قیام میں ہیں اور کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں اور کوئی قعود میں قیامت تک اور قیامت کے دن سب کوئی عذر خواہی کریں گے اور پھر کہیں گے سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ (ترجمہ) اے پروردگار ہمارے ہم نے نہیں پرستش کی تیری جو حق پرستش تیری کا ہے، اور بعد اس کے خالق نے یہ سات دن پیدا کر کے روز یکشنبہ کو حاملانِ عرش کو بنایا اور دوشنبہ کو سات طبق آسمان اور سہ شنبہ کو سات طبق زمین اور چہار شنبہ کو تاریکی اور پنجشنبہ کو منفعت زمین اور جو اس میں ہے اور جمعہ کے دن آفتاب اور مہتاب اور سب ستاروں کو اور ساتوں آسمان کو حرکت میں لایا اور ساتویں روز تمام جہان سے فراغت کی، کما قال اللہ تعالیٰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (ترجمہ) جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو بیچ اسکے ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ایسا بڑا وہ دن ہے بمصداق اس آیت کے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (ترجمہ) ایک دن تمہارے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہے اس دنیا کے برسوں سے کہ جو تم گنتے ہو یعنی ہزار برس کا کام ایک دن میں کر سکتا ہے۔ پس جان لو اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ ان چند میں ہزار مخلوقات کو ایک طرفۃ العین میں پیدا کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حکمت کاملہ سے اپنے بندوں کو سمجھایا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں تعجیل نہ کریں اور صبر کریں بمصداق اسکے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ یعنی صبر کنجی ہے کشادگی کی، اور بعد اس کے تحت الثریٰ پیدا کیا اور تحت الثرے نام ہے زمین گلِ تر کا، اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ثریٰ ایک سبز پتھر کا نام ہے اور نیچے ثریٰ کے دوزخ کو بنایا اس میں ایک سردار کہ اس کو مالک کہتے ہیں اور دوزخ اس کے تابع ہیں اور اُنیس فرشتے پیدا کر کے انکو مالک زیر حکم کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (ترجمہ) کہ دوزخ کے اندر اُنیس ۱۹ فرشتے ہیں داہنے طرف ہر فرشتے کے ستّر ہزار ہاتھ ہیں اور بائیں طرف ستّر ہزار ہاتھ اور ہر ہاتھ میں ستّر ہزار ہتھیلی اور ہر ہتھیلی پر ستّر ہزار اُنگلیاں اور ہر اُنگلی پر ایک ایک اژدھا قائم ہے اور ہر ایک اژدہے کے سر پر ایک ایک سانپ درازی اس کی ستّر ہزار برس کی راہ ہے اور ہر سانپ کے سر پر ایک بچھّو اگر دوزخیوں کو ایک نیش مارے تو ستّر ہزار برس تک درد سے اس کے لوٹیں اور فریاد وزاری کریں اور بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں پر ایک ایک ستون آتش کا ہے۔ اگر ایک ستون اس کا حشر کے میدان میں ڈالا جائے اور تمامی مخلوقات جن وانس اسے ہلانا چاہیں تو ہرگز جگہ سے نہ ہلا سکیں، اور ان فرشتوں پر حکم ہوا کہ تم دوزخ کے اندر جاؤ اُنہوں نے عرض کیا خدایا ہم بخوفِ آتش دوزخ میں نہیں جا سکتے تب رب العلمین کا حکم ہوا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک خاتم بہشت سے لا کر پیشانی پر ان کی مہر ثبت کر دی اور اس خاتم پر یہ کلمہ لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تاکہ آتش دوزخ ان پر اثر نہ کرے، تب وہ اُنیس ۱۹ فرشتے برکت سے اس کلمہ کی ایک مرتبہ دوزخ کے اندر داخل ہوئے، اس زمانے سے قیامت تک دوزخ کے اندر رہیں گے، اور جو مومن داغ محمدی پیشانی اور دل پر

رکھے گا بمصداق اسکے اُولٰئِکَ فِی قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ (ترجمہ) وہ لوگ کہ لکھا گیا دلوں میں انکے ایمان تو ہرگز الم آتشِ
دوزخ انکو نہ پہونچے گا اور دوزخ کے سات دروازے ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لَہَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ
لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (ترجمہ) دوزخ کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے ان میں سے ایک فرقہ
بٹ رہا ہے طبقہ اوّل جحیم اور دوسرا جہنم اور تیسرا سقر، چوتھا سعیر، پانچواں لظٰی، چھٹا ہاویہ، ساتواں حطمہ، اور مروی ہے
کہ ایک دن جبرائیل علیہ السّلام یہ آیت رسولِ خداؐ کے پاس لائے۔ قولہ تعالیٰ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا
الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (ترجمہ) پھر ان کی جگہ آئے ناخلف کہ انہوں نے قضا کی نماز اور پیچھے
پڑے مزوں کے آگے ملے گی گمراہی اور اسی وقت ایک زلزلہ زمین اور پہاڑوں پر آیا اور اس کے ساتھ ایک آواز آئی کہ
رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہوا آنحضرتؐ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ آواز کس کی ہے اور کہاں سے آئی، انہوں نے کہا
یارسول اللہؐ سات ہزار برس کے آگے سے آدم علیہ السّلام کے ایک پتھر ستر ہزار من کا کنارے پر دوزخ کے پڑا ہوا تھا
وہ پتھر پندرہ ہزار برس سے نیچے کی طرف چلا جاتا تھا ابھی قعر حطمہ میں جا پہونچا یہ آواز اسی کی تھی۔ حضرت نے پوچھا وہ جگہ
کس کی ہے، وہ بولے منافقوں کی، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
(ترجمہ) منافق ہیں سب سے نیچے درجے میں آگ کے اور چھٹے درجہ میں دوزخ کی مشرکین رہیں گے۔ اور پانچویں درجے دوزخ میں
بُت پرست اور چوتھے درجے میں مے نوش اور تیسرے درجے میں ترسا اور دوسرے درجے میں جہود اور اول درجے
میں عاصیانِ امت تمہاری کے رہیں گے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ
وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا۔ (ترجمہ) جو لوگ کہ مسلمان ہیں گنہگار اور جو یہودی اور صابئی جو کہ
بت پرستوں سے ایک فرقہ ہے اور نصاریٰ اور مجوس اور جو شرک کرتے ہیں یہ چھ گروہ دوزخ میں رہیں گے اور دوزخ کے ایک
دروازے سے دوسرے دروازے تک ستر برس کی راہ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ قدرت الٰہی سے جب ہزار برس
آتش دوزخ دہکائی گئی تو سُرخ ہوئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تو سفید ہوئی، پھر ہزار برس سلگائی گئی تو سیاہ ہوئی تا قیامت
تک ویسی ہی سیاہ رہیگی جیسی اندھیری رات ہے اور ایک پارچہ سنگ کہ جس کی چوڑائی پانچسو برس کی راہ ہے دوزخ کے اوپر رکھا
گیا اور وہ قیامت تک رہے گا۔ اور دوزخ کے نیچے ایک پتھر ہے اس کے نیچے ایک فرشتہ مچھر کی پشت پر کھڑا ہے اور اسکے
نیچے ایک مچھلی ایسی بڑی ہے کہ دم اس کی ساق عرش سے لگی ہوئی ہے اور گائے فردوس اعلیٰ کی ستر ہزار سینگ اسکے
ہیں زمین میں سخت گڑی ہوئی اس مچھلی کی پیٹ پر کھڑی ہے اور گائے نے ارادہ کیا کہ جنبش کرے خدا تعالیٰ نے ایک
مچھر کو پیدا کر کے اس کے سامنے رکھا اور مچھر نے اس کی ناک میں کاٹا اور اس گائے نے درد سے لغزش کی بعدہ مستقل ہوئی
اب تک وہ مچھر اس کی ناک میں ہے قیامت تک وہ گائے اس کے خوف کے مارے نہیں ہل سکتی اگر وہ لغزش کرے
تو سارا عالم زیر و زبر ہو جائے، اور شرح اس کی عبداللہ بن سلام کے قصہ میں لکھی ہوئی ہے اور بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے

رنگ کو پیدا کر کے ہوا کو حکم کیا تو ایک حصہ اس کا زمین پر اور ایک حصہ کو زیر زمین لے گئی پیچھے اس کے آتش بے دود پیدا کر کے اس سے قوم جنات کو پیدا کیا جیسا کہ جناب الٰہی نے فرمایا ہے وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ (ترجمہ) اور جنات کو بنایا ہم نے ——— آگ کی لو سے اور جنات سے جہان بھر گیا ——— پھر اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا نام ان کا یوسف تھا کہ ان کو شریعت بتلادے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت کرے انہوں نے ان کو نہ مانا اور مار ڈالا اور زمین پر ظلم و فساد کرنے لگے، تب حق تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو فرشتوں کے ساتھ بھیجا انہوں نے سب کو مار کر جہان خالی کیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ) +

بیان پیدائش حضرت آدم علیہ السلام

راویان معتبر سے روایت ہے کہ جب ارادۂ الٰہی واسطے خلافت حضرت آدم علیہ السلام کے بموجب آیت کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط اور ظہور ریاست بنی آدم کے متعلق ہوا تب حضرت عزرائیلؑ کو حکم ہوا کہ ایک مٹھی خاک ہر ایک قسم کی سرخ اور سفید اور سیاہ زمین سے لائیں۔ حضرت عزرائیلؑ بحکم خداوندی ایک مٹھی خاک رنگا رنگ کی تمام روئے زمین سے جمع کر کے لائے اور بموجب حکم الٰہی درمیان مکہ اور طائف کے رکھی اور اللہ تعالیٰ نے باران رحمت اس مٹی پر برسایا اور اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم کا پتلا اس مٹی کے خمیر سے بنایا اور چالیس برس تک وہ قالب بیجان وہاں پڑا رہا جب عنایت الٰہی نے چاہا کہ ستارۂ اقبال حضرت آدم علیہ السلام کا روشن اور مرتبۂ شرافت بنی آدم کا تمام مخلوق پر ظاہر ہو روح پاک کو حکم صادر ہوا کہ بدن آدمؑ میں داخل ہو لیکن روح لطیف نے خاک کثیف میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ خطاب رب الارباب کا روح کو پہونچا۔ اُدْخُلْ اَیُّهَا الرُّوْحُ فِیْ هٰذَا الْجَسَدِ یعنی اے جان داخل اس بدن میں ہو۔ جب روح قالب میں آدم کے سر مبارک کی طرف سے داخل ہوئی، جس جگہ روح پہونچتی تھی بدن خاکی جو مانند ٹھیکرے کے تھا گوشت اور پوست سے بدلتا جاتا تھا۔ جب روح سینۂ مبارک تک پہونچی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ارادہ اُٹھنے کا کیا وہیں زمین پر گر پڑے اس واسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ط یعنی ہے انسان جلد باز۔ اور اسی حالت میں حضرت آدم علیہ السلام نے چھینکا اور الہام الٰہی سے کہا الحمد للہ اس کریم اور رحیم نے اپنی رحمت سے فرمایا يَرْحَمُكَ اللّٰهُ سب سے اوّل جلوۂ رحمت الٰہی کا شامل حال حضرت آدم کے ہوا اور بھید سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ کا ان کے طفیل سے نصیب بنی آدم کے ہوا بعد اس کے ایک فرشتہ بموجب حکم الٰہی کے ایک جوڑا مع تاج فوراً بہشت سے لایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ساتھ تشریف خلعت الٰہی سے

مشرف کیا اور تخت عزت اور عظمت پر بٹھایا۔ نقل ہے کہ فرشتے ابتدائے پیدائش آدم علیہ السلام سے آپس میں کہتے تھے کہ جس کو خدائے تعالےٰ خاک سے پیدا کر کے مسندِ خلافت پر بٹھائے گا تو وہ ہم سے خدا کے نزدیک زیادہ عزیز نہ ہوگا۔ اور ہم جو بارگاہِ علام الغیوب میں دن رات رہتے ہیں علم ہمارا اس سے زیادہ ہوگا حق تعالیٰ نے بموجب آیت عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ تمام چیزوں کے نام حضرت آدم کو الہام کر کے حکم کیا کہ فرشتوں سے ان چیزوں کے نام پوچھو! جب حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ یعنی خبر دو میرے تئیں ان چیزوں کے نام سے اگر تم سچے ہو تب فرشتے جواب سے عاجز ہوئے اور اپنے قصور کے معترف ہو کر بولے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ یعنی پاک ہے تو اور نہیں علم ہمارے تئیں مگر جو جو تو نے سکھایا ہم کو اور جو عالم اور دانا ہے تب اللہ تعالیٰ نے آدم کو کمال ظاہر اور باطن سے آراستہ کر کے واسطے زیادتی تعظیم اور تکریم کے ملائک عظام کو جو آدم علیہ السلام کے تخت کے گرداگرد صف باندھے مؤدب کھڑے تھے حکم کیا۔ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ یعنی سجدہ کرو آدم علیہ السلام کے تئیں بمجرد حکم الٰہی کے سب فرشتوں نے بلا عذر و تکرار حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ مگر ابلیس ملعون نے انکار کیا اور بولا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ اس واسطے کہ میرے تئیں آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس نافرمانی سے شیطان ملعون ابدی ہو کر راندہ گیا اور فرشتوں سے نکالا گیا۔ حضرت آدمؑ بہشت میں رہنے لگے۔ طبیعت ان کی مشتاق جلیس ہمدم اور انیس محرم کی ہوئی۔ تب حضرت آدمؑ پر خواب نے غلبہ کیا۔ وقت خواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدم علیہ السلام کے پہلوئے چپ سے حضرت حوّا کو پیدا کیا۔ جب حضرت آدمؑ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک عورت پاکیزہ ان کے پاس بیٹھی ہے ان کی طبیعت ہمایوں اور صورت میموں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے۔ حضرت حوّا نے کہا کہ میں تیرے بدن کا جزو ہوں کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے تیری پسلی سے مجھ کو پیدا کیا ہے۔ نقل ہے کہ حسن اور جمال حضرت حوّا کا اس قدر تھا کہ تمام عالم کی خوبی سو حصے تھی اس میں سے نوّے حصے حسن حضرت حوّا کو اور دس حصے باقی عالم کو عنایت فرمایا تب آدمؑ سجدہ شکر بجالائے۔ جناب الٰہی نے ان کا عقد نکاح روبرو حاملانِ عرش اور ساکنانِ سمٰوٰت کے باندھا۔ اور دونوں کو حکم ہوا کہ اے آدم علیہ السلام و حوّا تم دونوں اس بہشت میں رہو اور سب میوے اس بہشت کے کھاؤ۔ مگر اس درخت کے نزدیک مت جانا۔ یعنی گیہوں کے درخت میں سے کچھ مت کھانا۔ جب ابلیس لعین نے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور راندہ گیا اور فرشتوں سے نکالا گیا۔ اس سبب سے آتش کینہ اور حسد اس کے باطن میں شعلے مارتی تھی اور وہ ہمیشہ اس تدبیر میں رہتا تھا۔ کہ کسی صورت سے بہشت میں بیٹھے اور آدم کو وہاں سے نکالے۔ پہلے تو طاؤس سے دوستی کی کہ میری دوستی کے حق تیرے اوپر ثابت ہیں اور آگے ہم تم ایک مکان میں رہتے تھے، یہ التماس تجھ سے ہے کہ مجھ کو اپنے بازو پر بٹھا کر بہشت میں پہونچا دے تاکہ میں اپنے دشمن سے بدلہ لے سکوں۔ طاؤس نے اس بات سے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ بات تو سانپ سے کہو۔ تب شیطان سانپ کے

پاس گیا اور اپنے فریب کے منتر سے فریفتہ کیا، سانپ اس کو مُنہ میں لیکر بہشت میں لے گیا۔ اور نگہبان بہشت کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ پھر ابلیس حضرت آدمؑ اور حوّا کے پاس گیا اور رونا شروع کیا، حضرت آدمؑ اور حوّا نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے۔ اور انہوں نے شیطان کو نہیں پہچانا، تب شیطان نے کہا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں مجھ کو تمہارے حال پر رونا آتا ہے اور تم اس بہشت سے نکالے جاؤ گے اور یہ بہشت کی نعمتیں تم سے چھین لی جائیں گی اور لذتِ حیات سے ذائقہ موت کا چکھوگے۔ ان دونوں کو اس بات کے سننے سے بہت غم ہوا۔ ابلیس نے کہا اگر تم میرا کہنا مانو تو میں تم کو ایک درخت بتادوں اگر تھوڑا میوہ تم اس کا کھاؤ تو ہمیشہ زندہ رہوگے اور صورت موت کی ہرگز نہ دیکھوگے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے۔ شیطان نے کہا وہی درخت ہے کہ جس کے کھانے سے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے منع کیا تھا حضرت آدم نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ ہرگز مجھ سے نافرمانی خدا کی نہ ہوگی، جب شیطان نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ۔ بعد اس کے حضرت آدم علیہ السّلام اُٹھ کر چلے گئے اور شیطان نے حضرت حوّا کی خدمت میں جاکر اسی طرح انکے دل میں وسوسہ ڈالا اور سانپ نے شیطان کے کہنے پر گواہی دی حضرت حوا نے حضرت آدمؑ سے عرض کیا کہ سانپ تو خادم بہشت کا ہے اور وہ بھی موافق اس شخص کے یعنی شیطان کے گواہی دیتا ہے اب تو میں پہلے اس درخت کا پھل کھاتی ہوں اگر کچھ خلل ہو تو میرے واسطے خدا سے معافی مانگیو اور نہیں تو تم دونوں تمام عمر بہشت کی نعمتیں چین سے کھایا کروگے۔

بیان قبول توبہ حضرت آدم علیہ السّلام

توبہ آدمؑ بہ شفاعت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول ہوئی الہام ہوا اے آدم تم اور تمہاری بیوی سراندیپ میں جا رہو تو فرزند تمہارے پیدا ہوں، آدمؑ برضائے الٰہی خطۂ ہندوستان میں آئے اور بود و باش اختیار کی۔ ایک روز جبرئیل علیہ السّلام سات ٹکڑے لوہے کے لیکر ان کے پاس آئے تاکہ ان کو آہن گری سکھلادیں حاجت آگ کی ہوئی آواز آئی اے جبرائیل آگ مالک دوزخ سے مانگ لے جب اُنہوں نے آگ لاکر آدمؑ کو دی گرمی و تپش سے ہاتھ اُنکا جلا آدم نے زمین پر ڈالدی وہ آگ سات طبق زمین کے چھید کر پھر دوزخ میں چلی گئی اور خبر ہے اسی طرح سات دفعہ دوزخ سے لائے پھر دوزخ میں جا داخل ہوئی۔ آواز آئی اے جبرائیل سات دریائے رحمت سے دھوکر اسے لاؤ تب ٹھہرے گی، اور کعب الاحبار نے لکھا ہے کہ جب جبرائیلؑ آگ لانے میں عاجز رہے تب حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا آدم کو اُنہوں نے پتھر سے چقماق جھاڑ کر آگ نکال لی اور جبرائیلؑ نے ان کو آہن گری سکھلائی اور آلات کھیتی کرنے کے درست کیے۔ جبرئیلؑ نے ایک جوڑا بہشت سے بیل کا لادیا، اور بعض نے کہا ہے دو گائیں عین البقر سے لادیں اور ایک مشت

گندم بہشت سے لادیا اور کہا کہ تو اپنے ہاتھ سے زراعت کرکے اس سے اپنی غذا حاصل کر۔ تب آدم نے وہ دانہ زمین پر چھڑک دیا اور ہل جوتا، جب بیل کج چلنے لگا تب حضرت آدمؑ نے اس پر ایک لکڑی ماری۔ بیل نے کہا اے آدمؑ مجھ کو تو کیوں مارتا ہے اگر تجھے عقل ہوتی تو اس دنیا میں تو نہ پھنستا۔ آدمؑ نے اس بات کو سن کر غصے میں آکر اس بیل کو چھوڑ دیا اور خود وہاں سے چلدیئے۔ پھر حضرت جبرائیلؑ حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ حضرت آدم نے کہا کہ بیل نے مجھے سرزنش کی حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ رنج میں گرفتار رہے گا اب تم کو رنج و عذاب برداشت کرنا ہے۔ تبھی نعمت کھاؤ گے۔ پھر حضرت آدمؑ نے دوسری دفعہ ہل جوتنا شروع کیا۔ پھر بیل کجی کرنے لگا۔ پالان گردن جسکو ہندی زبان میں جوا کہتے ہیں وہ نیچے کرلیا اور کھڑا ہوگیا پھر حضرت آدم نے اس کے لکڑی ماری تب بیل نے روبسوئے آسمان کیا اور رویا۔ پس آدم نے اس کو دق ہوکر چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ پھر جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ وہ بولے کہ بیل نے آزردہ ہوکر خدا کی درگاہ میں تضرع کیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو سلام کہا اور فرمایا کہ تم نے بھی بہشت میں ایسا ہی کیا تھا۔ اب اس وقت تم پر اذیت ہوگئی اگر تم بیل پر سختی کروگے تو پھر درست نہ ہوگا، تم جلد جاؤ اور اپنے کام میں مصروف رہو۔ میں بیلوں کی زبان پر مہر کردوں گا تاکہ وہ بات نہ کرسکیں، تب اچھی طرح سے ان سے کام لو۔ پھر آدم کھیتی کرنے میں مشغول ہوئے زمین پر گیہوں بکھیرا وہ بار لایا اور پختہ ہوا تب کاٹ لیا۔ یہ سب سات گھڑی میں تیار ہوگیا۔ زمین نے کہا اے آدم مجھے معاف رکھو کہ میں ضعیف ہوں ورنہ اس سے بھی جلدی تمکو گیہوں دیتی۔ آدمؑ نے جب گیہوں کو ئل کر صاف کرکے کھانا چاہا تب جبرائیلؑ نے فرمایا کہ اول گیہوں کو پیس کر پانی کے کے ساتھ خمیر کرکے آگ میں سینک، تب حوا نے ان سے تعلیم پاکر اپنے ہاتھ سے پیس کر پانی کے ساتھ خمیر کرکے روٹی پکاکر آدم کے سامنے لارکھیں، آدمؑ نے چاہا کہ کھاویں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ذرا تامل کیجئے آفتاب غروب ہونے دو کہ تم روزہ دار ہو، جب شام ہوئی آدم و حوا دونوں نے ساتھ مل کر روٹی کھائی پھر دوسرے روز جب اشتہا کھانے کی ہوئی تو آدمؑ نے دیکھا کہ ایک خال سیاہ سینے پر میرے نمودار ہے اور جلدی بڑھ گیا یہانتک کہ ہفت اندام انکے سیاہ رنگ ہوگئے اور وہ ڈرے اور معلوم کیا کہ شاید مجھ پر دوسری ذلت آگئی، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے آدم روزہ رکھو آج کچھ مت کھا کہ تیرے بدن کی سیاہی مٹ جائے، آدمؑ نے اس دن کھانا نہیں کھایا روزہ رکھا تو کچھ بدن ان کا سفیدی پر آیا پھر دوسرے دن جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا دو روز تم روزہ رکھو تو اللہ تعالیٰ تمکو شفائے کامل بخشے اور ان روزوں کا نام ایام بیض ہے کہ تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ ہر مہینہ کی حضرت آدم پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تھا۔ اور اس زمانے سے لیکر حضرت موسیٰ کے زمانہ تک اس پر عمل تھا۔ پس جب حضرت آدمؑ نے خطۂ ہندوستان میں آکر مسکن کیا تو حواؑ حاملہ ہوئیں اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی جنی بیٹے کا نام قابیل اور بیٹی کا نام اقلیمہ رکھا وہ نہایت خوبصورت تھی پھر حواؑ حاملہ ہوئیں اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی جنی۔ بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام غازہ رکھا مگر یہ خوبصورت

نہ تھی۔ مروی ہے کہ حوا ایک سو بیس بار جنی تھیں ہر دفعہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی جنتیں، اور دوسری روایت ہے کہ ایک سو اسی بار جنی تھیں اور روایت کی گئی ہے کہ قابیل ماں کے بطن میں بہشت میں تھے پیدائش انکی دنیا میں ہوئی اس واسطے کہ بہشت جائے پاک ہے نہ جائے آلودگی خون کی جب ہابیل اور قابیل دونوں بڑے ہوئے تب جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آدم علیہ السلام سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے تم پر سلام بھیجا اور کہا ہے کہ دونوں بھائیوں کو دونوں بہنوں کے ساتھ یعنی قابیل کی بہن کو ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کو قابیل کے ساتھ شادی کر دو۔ تب اُنہوں نے حال شادی کا اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہہ دیا۔ اس بات کو سُن کر قابیل نے انکار کیا اور کہا کہ میری بہن اقلیمہ صاحبِ جمال ہے میں اس کو نہیں دوں گا آدمؑ نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو مان لے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ مگر تم ہابیل کو دوست رکھتے ہو اور یہ بسبب دوستی کے تم کہتے ہو۔ پہلے جس نے عدولِ حکمی اپنے ماں باپ کی کی وہ قابیل ہی تھا۔ آخر ش آدم نے بموجب حکم خدا کے قابیل کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کی شادی قابیل کے ساتھ کر دی۔ بعد اس کے قابیل نے حسد سے ہابیل کو کہا کہ تو میری بہن اقلیما کو طلاق دے تو میں اپنی خدمت میں رکھوں گا۔ ہابیل نے کہا کہ یہ میری بیوی ہے میرے باپ نے اس کے ساتھ شادی کر دی ہے، مَیں ہرگز اپنے والد کا حکم رد نہ کرونگا اور خدا کا حکم بجا رکھونگا۔ آدم نے جب یہ ماجرا سُنا واسطے تشفی خاطر دونوں بیٹوں کے یہ انصاف کر کے فرمایا کہ دونوں بھائی کوہِ منا پر دو قربانیاں کر کے رکھ دو۔ جس کی قربانی خدا کی درگاہ میں مقبول ہوگی اس کی بیوی اقلیما ہوگی۔ پس دونوں بیٹوں نے حسبِ حکم باپ کے کئی بکریاں لاغر ذبح کر کے کوہِ منا پر رکھ دیں بمصداق اس آیت کے وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَأَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ (ترجمہ) اور سنا ان کو تحقیق احوال آدم کے بیٹوں کا جب نذر مانی دونوں نے کچھ نذر پھر قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے غرض دونوں بھائیوں نے قربانی کوہِ منا پر رکھ کر دعا مانگی کہ یا الٰہی قربانی ہماری قبول کر۔ وہیں آتشِ بے دود مثال سیمرغ نے آکر قربانی ہابیل کی جلا دی اور قربانی قابیل کی قبول نہ ہوئی، تب قابیل ہابیل سے بولا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ (ترجمہ) قابیل نے ہابیل کو کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالونگا کہ قربانی تیری قبول ہوئی، ہابیل نے کہا قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۰ (ترجمہ) ہابیل بولا کہ اللہ تعالیٰ قربانی قبول کرتا ہے پرہیزگاروں کی۔ اگر تو ہاتھ چلا دے گا مجھ پر مارنے کو میں ہاتھ نہ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو مَیں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو صاحب ہے سارے جہان کا اب وہ کوہِ منا حاجیوں کا محل مناجات ہے قربانی اب تک اسی جگہ پر ہوتی ہے۔ آدمؑ کے زمانے میں کوہ منا آتش حاکم تھی جو چیز کہ انصاف کے واسطے اس پر رکھ دیتے غیب سے آگ آکر اسے جلا دیتی تو خدا کی درگاہ میں وہ مقبول ہوتی۔ اور حضرت نوحؑ کے ایام میں حاکم کشتی تھی۔ اس میں جھوٹ سچ معلوم ہوتا تھا۔ جو شخص ہاتھ اس پر رکھ دیتا متخاصمین میں سے اگر کشتی ساکن رہتی تو وہ شخص سچا ہوتا اور اگر ہلتی تو دروغ گو ہوتا۔ اور حضرت یوسفؑ کے زمانے میں حاکم صلع تھا جو اس پر ہاتھ رکھتا اگر آواز نکلتی تو وہ جھوٹا ٹھہرتا اور اگر آواز نہ نکلتی تو وہ شخص سچا ہوتا۔ اور حضرت

داؤدؑ کے وقت میں حاکم زنجیر تھی۔ آسمان سے لٹکتی ہوئی، جو متخاصمین میں سے اس پر ہاتھ ڈالتا وہ زنجیر اس کے ہاتھ میں آجاتی تو وہ راست گو ہوتا اور اگر نہ آتی تو جھوٹا ٹھہرتا۔ اور حضرت سلیمانؑ کے عہد میں حاکم سوراخ صومنہ کا تھا۔ متخاصمین پر کر پاؤں اسمیں ڈالتے اگر پاؤں اس میں نہ اٹکتا تو وہ شخص سچا ہوتا اگر پھنس جاتا تو وہ دروغ گو ٹھہرتا۔ اور حضرت ذکریاؑ کے زمانے میں قلم آہنی تھا۔ قلم کو حکم ہوتا کہ نام اپنا لکھ کر پانی میں ڈال دو اگر وہ پانی پر تیرتا تو وہ آدمی سچا ہوتا۔ اگر ڈوب جاتا تو وہ جھوٹا ٹھہرتا۔ اور جب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا وقت پہونچا تب حق تعالیٰ نے ان سب احکام گزشتہ کو منسوخ کر کے گواہوں پر رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ اے محمد صلعم! جھوٹے اور سچے کو میں خوب جانتا ہوں جو سچا ہوگا اسکو جزا نیک ملے گی۔ اور اگر کاذب ہوگا جزا اس کی بدلے گی بمصداق اس آیت کے جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ترجمہ) یہ بدلہ ہے پورا جو عمل کرتے ہیں دنیا میں، پس حاصل کلام ہابیل وقابیل دونوں بھائی گوہ منا پر قربانی دیکر باپ کے پاس آئے آدم نے فرمایا اے قابیل تیری بہن اقلیما اب ہابیل پر حلال ہوئی اور تجھ پر حرام، قابیل اس بات کو سن کر اس کے مار ڈالنے کی تدبیر میں رہا اور وقت فرصت پر نگاہ رکھتا تھا کہ کیونکر اس کو دفع کریں اور اس زمانے تک کسی نے کسی کی خوں ریزی نہیں کی تھی مگر قابیل نے ہابیل کو ناحق مارا تھا۔ ایک روز قابیل نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا اس واسطے کہ تیرے سب فرزند کہیں گے کہ قربانی ہمارے باپ کی قبول ہوئی تمہارے باپ کی نہیں۔ ہابیل نے کہا اے بھائی اس میں میری کیا تقصیر ہے۔ خدا عادل ہے۔ اچھا اگر تو مجھے مارے گا میں تجھ کو نہیں ماروں گا حق برادری کا بجالاؤں گا۔ مگر تو روز حشر عنداللہ ماخوذ ہوگا اور مستوجب دوزخ ہوگا۔ اور میں خلاصی پاؤں گا وہ اس بات کو سنتے ہی اور بھی اس کا دشمن جانی ہوا ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت آدم حج کو گئے قضاءِ الٰہی سے ایک روز قابیل نے ہابیل کے بکری خانے کے پاس جا کر دیکھا اور وہ منگل کا دن تھا کہ ہابیل اس میں سوتا ہے۔ اس میں متردد ہوا کہ اس کو کس طرح سے مار ڈالوں۔ قضاءِ الٰہی سے گریز نہ تھا۔ اس میں شیطان ملعون بصورت ایک شخص کے ایک سانپ ہاتھ میں لیکر سامنے قابیل کے آکر ایک پتھر زمین سے اٹھا کر سانپ پر مارا سانپ مرگیا اور وہ وہاں سے غائب ہوگیا، تب قابیل نے ابلیس لعین سے تعلیم پا کر ایک پتھر زمین سے اٹھا کر ہابیل کے سر پر مارا ہابیل مرگیا اور وہ مردود خدائی درگاہ میں عاصی و کافر ہوا۔ بعدہٗ گدھ اس پر آگرے۔ قابیل متردد ہوا کہ اس کو کیا کرنا چاہئے۔ آخر اس لاش کو کاندھے پر لے کر گرد عالم کے پھرنے لگا جس زمین پر لہو اس کا گرا وہ زمین شور ہوگئی۔ پس خدائے تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ اپنے دوست کی فضیحت کرے۔ تب کوّے کو بھیجا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ (ترجمہ) پھر بھیجا اللہ تعالےٰ نے ایک کوّا کریدتا زمین کو کہ اس کو دکھاوے کہ کس طرح چھپاتا ہے عیب اپنے بھائی کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دو کوّے اللہ تعالےٰ نے بھیجے وہ دونوں آپس میں لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا بعدہٗ اپنے چنگل اور منقار سے زمین کو کھود کر قبر کی مثال بنا کر اس میں اس کوّے کو گاڑ چلا گیا۔ پس قابیل نے کہا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ

سَوْأَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ؕ (ترجمہ) قابیل بولا اے خرابی مجھ سے اتنا نہ ہوسکا کہ ہوجاؤں برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں عیب اپنے بھائی کا۔ پھر لگا پچھتانے۔ سورۂ مائدہ میں تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے کوئی انسان نہیں مرا تھا کہ جس سے معلوم ہوتا کہ مُردے کے بدن کو کیا کرنا چاہیئے۔ قابیل ہابیل کو مار کر ڈرا کہ اس کا بدن پڑا رہے گا۔ تو لوگ دیکھ کر مجھ کو پکڑیں گے تب اس کو مانند پُشتارے کے باندھ کر کئی روز لئے پھرا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا اس نے اسکو کھا کر زمین کرید کر دوسرے مردہ کوے کو دفن کیا تو اس نے دفن کرنے کا طور دیکھا اور بھائی کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں دیکھی تب وہ اپنی حمالی سے پشیمان ہوا۔ اس نے کوّے کا حال دیکھ کر قبر کھودی اور ہابیل کو دفن کیا، بعدہٗ جانے کا قصد کیا۔ اِسی وقت جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی اے زمین قابیل کو داب لے۔ تب حکم الٰہی سے زمین نے اس کو زانوں تک داب لیا۔ جب قابیل نے روبسوئے آسمان کیا اور کہا خدایا! ابلیس بھی تیری درگاہ میں مردود ہے اس کو بھی زمین داب لیتی۔ آواز آئی اے ملعون ابلیس نے اپنے بھائی کی خونریزی نہیں کی تھی۔ وہ پھر بولا۔ خدایا میرا باپ بھی گندم کھا کے عاصی ہوا تھا اس کو بھی زمین میں دفن کردیتے۔ پھر جناب باری سے اس پر عتاب ہوا۔ اے مردود تیرے باپ نے قطع علاقۂ رحم کب کیا تھا جیسا تونے کیا۔ پھر قابیل کو سینے تک زمین نے دبا لیا۔ جب اس نے کہا یارب قسم ہے تیری کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا کہ میری توبہ اس کلمہ کی برکت سے قبول ہوئی جو میں نے عرش پر لکھا دیکھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کلمہ کی برکت سے گناہ میرے بخش دے۔ پھر ندا آئی اے زمین اس کو چھوڑ دے تب اس نے چھوڑ دیا۔ بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو سوار کی صورت پر قابیل کے پاس بھیجا اس نے اس کو نیزے سے مارا۔ پھر اللہ جلّ شانہٗ نے اس کو زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا۔ اسیطرح حال اس کا روز قیامت تک رہیگا۔ جب مکّہ سے حضرت آدمؑ تشریف لائے ہابیل کی بہت تلاش کی مگر نہ پایا بعدہٗ لوگوں سے پوچھنے لگے۔ کسی نے جواب دیا چند روز سے معلوم نہیں کہاں گیا۔ آخر حضرت آدمؑ نے ان کے لئے کھانا پینا سونا سب ترک کیا اور شب و روز ان کے فکر و غم میں رہتے۔ ایک روز صبح کو خواب میں دیکھا کہ ہابیل۔ الغیاث الغیاث اے پدر اے پدر پکارتا ہے۔ حضرت آدمؑ نیند سے چونک اُٹھے اور زار زار رونے لگے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ ہابیل کو قابیل نے مار ڈالا اور فلاں زمین میں دفن کیا ہے۔ یہ سنتے ہی آدم اور حوّا بہت ہی روئے۔ اور حضرت جبرائیلؑ سے کہنے لگے کہ ہم اس کی قبر دیکھنا چاہتے ہیں۔ قابیل سے ہم بہت بیزار ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے کہا کہ تم مت گریہ وزاری کرو۔ خدا تعالیٰ بھی اس سے بہت بیزار ہے۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام ان دونوں کو اسکی قبر پر لے گئے۔ حضرت آدمؑ نے دیکھا اور بولے اگر قابیل ہابیل کو مارتا تو خون اس کا یہاں گرتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے فرمایا کہ لہو اس کا زمین نے کھینچ لیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا لعنت خدا کی ہے اس زمین پر کہ خون میرے فرزند کا پی گئی۔ تب زمین نے خون اس کا اُگل دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت آدم و حوا نے قبر اسکی کھود کر اسے نکالا۔ دیکھا کہ مغز اس کا نکل پڑا ہے اور خون سے تربتر اور آلودہ ہو رہا ہے۔ یہ حال دیکھکر اور بھی بہت ساعت دونوں روئے اور ان کے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی بہت روئے

آخر حضرت آدم علیہ السلام ہابیل کی لاش کو تابوت میں بند کر کے اپنے مکان میں لائے۔ اور روایت کی ہے ابن عباسؓ نے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے چالیس روز تک اس تابوت کو تمام عالم کے گرد پھرایا۔ جس موضع میں وہ جاتے وہ موضع یہ ظلم دیکھ کر ماتم کرتا اور وحوش وطیور اور پرندے بھی اس حال پر گریہ وزاری کرتے اور کہتے کہ بھاگنا چاہئے انسان سے کہ وہ بے وفا ظالم اپنے بھائی کو مار ڈالتے ہیں۔ بعد اس کے حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کو اپنے مکان پر لا کر دفن کیا۔ اور اس وقت ان کے فرزند ایکسو بیس تھے اور اس وقت تک سوائے ہابیل کے کوئی بھی نہ مرا تھا۔ سب بیٹوں نے تب اپنے باپ کے پاس آ کر عرض کی کہ ہم کچھ روپئے پیسے چاہتے ہیں کہ اس سے کماویں اور سوداگری کر کے کھاویں۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک مٹھی سونا اور ایک مٹھی چاندی لا دی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اس قدر چاندی سونے سے ہمارے فرزندوں کا کیا ہوگا کہ وہ اس سے تجارت کر کے کھاویں۔ پس غیب سے آواز آئی کہ سونے چاندی کو پہاڑوں میں ڈال دے تاکہ وہ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نکال کر بقدر حال اپنے تجارت کر کے کھاویں تو وہ قیامت تک کم نہ ہوگا پس بعد ہزار سال کے حضرت آدمؑ بیمار ہوئے اور کھانے کیلئے مختلف اقسام کے میوؤں کی بیٹوں سے فرمائش کی۔ سب بیٹے میوے کے لئے گئے مگر حضرت شیث علیہ السلام تیمارداری میں باپ کی حاضر خدمت رہے۔ جب ان لوگوں کے آنے میں تاخیر ہوئی تو حضرت شیثؑ کو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اس پہاڑ میں جا کر دعا مانگ تو حق تعالیٰ تیری دعا کی برکت سے میرے لئے میوے بھیجے گا۔ حضرت شیثؑ نے کہا کہ آپ میرے والد بزرگ ہیں تو آپ کے دعا مانگنے سے حق تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے بیشک ضرور میوے بھیجے گا۔ اور آپ کی دعا اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں قبول ہے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ میں خدا کی درگاہ میں شرمندہ ہوں باعث گندم خوری کے اور تم پاک صاف ہو تب اُنہوں نے حسب الحکم باپ کے وہاں جا کر دعا مانگی، دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مع ایک طبق زرین اور اسمیں طرح طرح کے میوے جیساکہ امرود وسیب ونارنجی۔ ترنج ولیموں۔ انگور۔ انجیر۔ خربزہ وغیرہ اس میں رکھ کر اور دوسرا طبق زر سرخ کا اس پر ڈھانک کر ایک حور کے سر پر رکھ کر لائے، حور اپنے چہرہ سے نقاب کھول کر سامنے حاضر ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا یہ حور کس لئے ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اس حور کو بہشت سے حضرت شیثؑ کی زوجیت میں بھیجا ہے کیونکہ سب فرزند تمہارے سوائے اس کے جُفت پیدا ہوئے ہیں۔ بعض نے روایت کی ہے کہ وہ حور پھر بہشت میں چلی گئی اور ان کیلئے قیامت تک بہشت میں منتظر رہے گی، اور مصنف اس کتاب کا لکھتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے اس حور کی شادی حضرت شیثؑ سے کر دی اور اس حور کی عربی زبان تھی۔ جو فرزند اس سے پیدا ہوتا وہ عربی بولتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نسل سے ہیں۔ پس حضرت آدمؑ نے اس میوے سے کچھ آپ کھایا کچھ بیٹوں کو دیا۔ جس نے اس میوے کو کھایا فاضل تر اور دانا و بینا ہوا تب حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اب قریب ہے کہ میں دنیا سے کوچ کرونگا حضرت شیثؑ قائم مقام میرا رہے گا تم سب اس کی فرمانبرداری کیجیو۔ اور اس پر ایمان لائیو۔ جب اُنہوں نے حضور میں اقرار کیا اسکے بعد حضرت نے اس دنیا سے رحلت فرمائی بیٹے سب باپ کی مفارقت میں بہت روئے، نماز جنازے کی پڑھکر دفن کیا دو سال

تک باپ کی قبر پر حاضر رہے بعدہٗ جُدا ہو کر اپنے اپنے گھر گئے۔

بیان عزازیل علیہ اللعنۃ کا

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے دو صورتیں دوزخ کے اندر پیدا کیں۔ ایک صورت شیر کی دوسری بھیڑیے کی یہ دونوں صورتیں قدرت الٰہی سے دوزخ سجین میں جاکر باہم جُفت ہوئیں اس سے یہ عزازیل پیدا ہوا۔ اس نے وہاں ہزار سال تک خدائے تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ پھر اس کے بعد ہر طبقۂ زمین پر ہزار سال عبادت کرکے زمین دُنیا پر آیا حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اس کو دو بازو زبرجد سبز کے عنایت کئے تب وہاں سے اُڑکر آسمان اوّل پر گیا۔ وہاں ہزار برس تک خدائے تعالےٰ کو سجدہ کیا تب نام اس کا خاشع ہوا۔ وہاں سے دوسرے آسمان پر گیا پھر ہزار سال خدائے تعالیٰ کو سجدہ کیا وہاں کے رہنے والوں نے اس کا نام عابد رکھا۔ پھر تیسرے آسمان پر جاکر ایک ہزار سال تک رب العالمین کی عبادت کی وہاں اس کا نام صالح ہوا، اور چوتھے آسمان پر بھی ایک ہزار سال تک۔ عبادت کی وہاں اس کا نام ولی رکھا گیا۔ پھر پانچویں آسمان پر بھی ایک ہزار سال تک عبادت کی تو وہاں اس کا نام عزازیل رکھا گیا۔ اسکے بعد چھٹے آسمان پر جا پہونچا وہاں بھی ایک ہزار سال تک عبادت کی اس کے بعد ساتویں آسمان پر جا پہونچا وہاں بھی ایک ہزار سال تک رب العٰلمین کو سجدہ کیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک کفِ دست کے برابر جگہ زمین و آسمان میں باقی نہ رہی تھی اس نے اپنا سر نہ جھکایا ہو۔ بعدہٗ عرش معلےٰ پر جاکر چھ ہزار برس حق تعالےٰ کی پرستش کرکے ایک مقام پر سجدے سے سر اُٹھاکر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ خدایا مجھے لوحِ محفوظ پر اپنے فضل و کرم سے اُٹھالے تاکہ میں تیری قدرت دیکھوں اور تیری عبادت زیادہ کروں، جناب باری سے حکم ہوا اسرافیل علیہ السلام پر کہ اسے اُٹھالے۔ جب وہ لوحِ محفوظ پر گیا نظر اس کی نوشتے پر جا پڑی اس میں لکھا تھا کہ بندۂ خدا چھ لاکھ برس تک اپنے خالق کی عبادت کرے اور ایک سجدہ خدا کا نہ کرے تو خدائے تعالیٰ اس کی چھ لاکھ برس کی عبادت کو مٹاکر سب مخلوقات میں نام اس کا ابلیس مردود و مرجوم رکھے گا۔ عزازیل اسکو پڑھکر وہیں چھ لاکھ برس تک کھڑا ہوکر رویا۔ جناب باری سے آواز آئی کہ عزازیل جو بندہ میری اطاعت نہ کرے اور میرا حکم بجا نہ لائے سزا اس کی کیا ہے۔ عزازیل نے کہا کہ خداوندا جو شخص حکم اپنے خالق کا نہ مانے اسکی سزا لعنت ہے۔ فرمایا اے عزازیل تو اسکو لکھ رکھ۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ عزازیل کے مردود ہونے سے بارہ ہزار برس پہلے یہ امر واقع ہوا تھا۔ حاصل یہ کہ عزازیل نے کہا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ مَّا اَطَاعَ اللّٰہِ (ترجمہ) لعنت خدا کی اس پر ہے جو اطاعت نہ کرے اللہ تعالیٰ کی۔ تب حکم ہوا کہ عزازیل بہشت میں کئی ہزار سال خزانچی بہشت کا رہے اور ایک دن اُس جہان کا اس جہان کے ہزار سال کے برابر ہے۔ پس بہشت میں ایک منبر نور کا رکھوا کر ہزار برس تک درس تدریس اور وعظ و نصیحت کرتا رہا، جبرائیلؑ۔ میکائیلؑ اور اسرافیلؑ و عزرائیلؑ اور جمیع ملائک اس منبر کے نیچے بیٹھ کر وعظ سُنا کرتے تھے۔ ایک روز فرشتے آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اگر ہم لوگوں سے کوئی

گناہ صادر ہووے تو عزازیل کو شفیع کریں گے تاکہ خداوند کریم ہمارا گناہ معاف کرے۔ اتفاقیہ ایک روز فرشتوں کی نظر اس نوشتے پر جو لوح محفوظ میں لکھا تھا جا پڑی اسے دیکھ کر سب رونے اور سر پیٹنے لگے تب وہ کہنے لگا کہ آج تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو روتے بھی ہو اور اپنے اپنے سر کو پیٹتے بھی ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ لوح محفوظ پر لکھا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص معزول و مردود ہو گا۔ اس بات کو سُن کر عزازیل کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے نصیب کرے، سب اس بات کو سُن کر خاموش ہو گئے اور ایک دن عزازیل نے جناب احدیت میں عرض کی کہ یا الٰہی جنوں نے پردۂ زمین پر آپس میں کشت و خون و فساد برپا کر رکھا ہے۔ مجھے ان پر سپہ سالار بنا کر بھیجدے تاکہ میں وہاں جا کر سب کو مار ڈالوں۔ جنابِ احدیت نے قبول فرمایا۔ اے عزازیل تو چار ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لیکر زمین پر جا۔ کسی کو قتل اور کسی کو کوہِ قاف میں ڈال کر روئے زمین کو مفسدوں سے پاک کر، بعدہٗ درگاہِ الٰہی سے خطاب آیا کہ اے عزازیل اور اے جماعت ملائک میں زمین پر ایک خلیفہ بناؤں گا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب بولے کیا تو رکھے گا اس میں اس شخص کو جو فساد اور خون ریزی کرے اور ہم ذکر کرتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات پاک کو۔ کہا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے؛ تب جبرائیل علیہ السلام پر رب العٰلمین کا حکم ہوا کہ ایک مُشت خاک زمین پر سے لاؤ۔ بحکم الٰہی جبرئیل علیہ السلام بلندی سے آسمان کی فوراً اس زمین پر آئے کہ اب جہاں خانۂ کعبہ ہے۔ چاہا کہ ایک مُشت خاک لیں اس وقت زمین نے ان کو قسم دی کہ اے جبرائیل برائے خدا مجھ سے خاک مت لے کہ اس سے خلیفہ پیدا ہو گا اور اس کی اولاد بہت عاصی و گنہگار مستوجب عذاب ہو گی۔ میں مسکین خاکِ پا ہوں۔ طاقت و تحمل عذاب خدا کا نہیں رکھتی ہوں، اس بات کو سُن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام خاک سے باز آئے۔ غرض اسی طرح سے جبرائیلؑ پھر گئے اور میکائیل اور اسرافیل علیہما السلام سے بھی یہ کام انجام کو نہ پہنچا۔ تب عزرائیلؑ کو بھیجا انکو بھی زمین نے منع کیا۔ اُنہوں نے نہ مانا اور کہا کہ جس کی قسم دیتی ہے میں اسی کے حکم سے آیا ہوں میں اس کی نافرمانی نہیں کرونگا تجھ کو لے ہی جاؤں گا پس عزرائیل نے ہاتھ نکال کر ایک مٹھی خاک اسی سرزمین سے لیکر عالم بالا پر چلے گئے اور عرض کی خداوند تو دانا و بینا ہے پس نے یہ حاصل کیا ہے۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے عزرائیل میں اس خاک سے زمین پر ایک خلیفہ پیدا کروں گا اور اس کی جان قبض کرنے کے لئے تجھی کو مقرر کروں گا۔ تب عزرائیلؑ نے معذرت کی کہ یارب تیرے بندے مجھے دشمن جانیں گے اور گالیاں دیں گے۔ جناب باری نے فرمایا اے عزرائیل تو غم مت کر میں خالق مخلوقات کا ہوں ہر ایک کی موت کا سبب گردانوں گا اور ہر شخص اپنے اپنے مرض میں گرفتار رہے گا تب تجھ کو دشمن نہ جانے گا کسی کو درد میں مبتلا کرونگا اور کسی کو تپ میں اور کسی کو پانی میں غرق کرونگا۔ بعدہٗ حکم الٰہی سے فرشتوں نے وہ مشتِ خاک مابین طائف اور مکہ معظمہ کے رکھ دی پس

باران رحمت برسا تب دو برس میں وہ خاک گیلی ہوئی اور چوتھے برس میں صلابہ ہوئی اور چھٹے برس میں فخار ہوئی اور آٹھویں برس میں آدم کی صورت بنی، تو ایک دن ابلیس ستر ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لیکر آدمؑ کے پاس آیا دیکھا تو قالب آدم کا خاک پر پڑا ہوا ہے اس نے بچشم حقارت اس کی طرف نظر کی اور ایک دن فرشتوں نے عزازیل سے کہا کہ اس خاک سے خلیفہ خدا کا پیدا ہوگا وہ بولا سچ ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس صورت کو میرا فرمانبردار کر دیگا تو میں اس کو ہلاک کروں گا اور اگر مجھے اس کا فرمانبردار کرے گا تو میں اسکی فرمانبرداری نہ کرونگا۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ابلیس علیہ اللعنۃ قالب میں حضرت آدم علیہ السلام کے داخل ہو کر ناف تک پہونچا تھا بسبب گرمی و آتش کے وہاں سے نکل آیا اور اس کے سبب حسد و بغض و دشمنی ان سے زیادہ ہوئی اور اپنے منہ کا تھوک ان کے قالب میں ڈال کر چلا گیا اور حق تعالےٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السّلام نے آب دہن ابلیس علیہ اللعنۃ کا کالبد سے آدم کے لیکر کتا اور گل باقی سے آدم کے درخت خرما پیدا کیا۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ جان پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی قندیل میں عرش معلیٰ پر تسبیح پڑھتی تھی اور قطرہ عرق مصطفےٰ کا وہاں سے ٹپک کر اس جگہ میں گر پڑا جہاں اب تربت منورہ خاتم الانبیاء ہے اور حکم الہٰی سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس خاک پاک کو مشک اور عنبر سے ملا کر معطر کر کے پیشانی پر آدم علیہ السلام کی مل دیا تب آدم علیہ السّلام کا نور اس کے ملنے سے دو چند ظاہر ہوا بعد اس کے جب چالیس دن گذرے خلقت روح آدم علیہ السّلام کی ہوئی اس وقت رب جلیل کی طرف سے فرمان آیا کہ اے جبرائیل میکائیل اسرافیل جان آدم کی اس کے قالب میں پہونچا دو ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جان آدم کی ایک طبق نور میں رکھ کر اور طبق پوش نور سے ڈھانک کر آدم علیہ السّلام کے سر پر لا رکھا پھر وہ طبق پوش ان کی جان سے اٹھایا اور تمام ملائک ساتوں آسمان کے دیکھنے کو آئے کہ جان آدم کی قالب میں کیونکر جاتی ہے اسکو دیکھیں اور یہ آواز آئی اَیَّتُهَا الرُّوحُ اُدْخُلِیْ فِیْ هٰذِهِ الْجَسَدِ (ترجمہ) اے جان آدم اس قالب کے اندر جا تب سات مرتبہ ان کی جان پاک نے اطراف میں ان کے قالب کے گشت کیا اور اندر نہ جا سکی اور عرض کی یا خالق میں جسم نورانی رکھتی ہوں اور یہ قالب اندھیرا کثیف ہے میں کیونکر جاؤں، پھر یہ آواز آئی۔ اُدْخُلْ کَرْهًا وَّاخْرُجْ کَرْهًا (ترجمہ) اے جان آدم داخل ہو تن میں نفرت سے اور نکل آ تن سے نفرت سے اسی وقت جان پاک آدم کی ناک کی راہ سے داخل ہو کر چاروں طرف دماغ کے پھرنے لگی۔ جب آدم نے آنکھیں اپنی کھولیں فوراً جان ان کے دماغ سے حلق میں آرہی اور حلق سے سینے میں اور سینے سے ناف تک پہونچی جب وہ گل گوشت پوست ہڈی رگ اور آنت ہو گئی بعدہٗ آدم نے اللہ کی قدرت سے ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر اُٹھنے کا قصد کیا اس میں فرشتے بول اُٹھے کہ یہ بندہ شتاب کار ہوگا کہ اب تک آدھا تن اس کا گل ہے اور چاہتا ہے کہ اُٹھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (ترجمہ) پیدا کیا گیا انسان جلد باز یعنی شتاب کار اور آدم نے اپنے سارے بدن پر نظر کر کے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے کس چیز سے بنایا اور جان آدم کی جوڑوں اور بندوں میں

مانند ہوا کے رگوں میں اور گوشت پوست میں سارے بدن کے پھوٹی تھی۔ تب حق تعالےٰ نے فرشتوں کو بھیجا کہ دماغ آدم علیہ السلام کا سہلادیں اور پیشانی انکی ملیں اور ایسا ہی ہوا۔ تب جان انکی گوشت اور پوست اور رگوں میں قرار پذیر اور مستحکم ہوئی۔ فی الفور چھینک آئی۔ آدم بالہام خدائے تعالیٰ کے کلمہ الحمد للہ زبان پر لائے اور اس کا جواب رب العالمین کی طرف سے یرحمک اللہ ارشاد ہوا۔ اسی لئے اس کا جواب ہوا جو کوئی چھینکے اور الحمد للہ پڑھے تو سننے والے پر واجب ہے کہ اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ بعد اس کے جناب باری سے حضرت جبرائیلؑ کو ارشاد ہوا کہ وہ چھینک لے لے کہ اس سے ایک بندہ عیسیٰ ابن مریم پیدا کرونگا اور جب آدم خاک سے اُٹھے حق تعالےٰ کے حکم سے ایک تخت مکلل پر بہشت میں چالیس میل کا زر وزیور جواہر سے اور حلہ تاج زرین پہن کر جا بیٹھے اور نور ان کی پیشانی کا عرش تک چمکتا رہا۔ اور وہ نور در حقیقت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ تب جناب رب العالمین کا حکم ہوا کہ جمیع ملائک آدمؑ کو سجدہ کریں اور وہ سجدہ تعظیم کا تھا نہ کہ عبادت کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نے نہ سجدہ کیا اور تکبر کیا اور تھا وہ منکروں میں سے۔ فرشتوں نے جب سجدے سے سر اٹھایا تو وہاں ابلیس کو کھڑا ہوا دیکھا اور معلوم کیا کہ وہ ابلیس ہے جس نے سجدہ نہ کیا پھر دوسری دفعہ فرشتے سب سجدے میں آگئے پس سجدہ اوّل حکم کا تھا اور سجدہ ثانی شکر کا تھا۔ تب رب العالمین نے ابلیس کو فرمایا۔ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (ترجمہ) اے ابلیس تجھ کو کیونکر انکار ہوا کہ سجدہ کرے تو اس چیز کو جو میں نے بنائی ہے دونوں ہاتھوں سے یہ تو نے غرور کیا کیا تو بڑا تھا درجے میں۔ ابلیس نے کہا۔ قولہ تعالیٰ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ (ترجمہ) وہ بولا میں بہتر ہوں اس سے کہ مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اُس کو بنایا مٹی سے، اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے سجدہ کیا ہے تجھ کو پھر دوسرے کو کیونکر سجدہ کروں، تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس سے قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ یہاں سے نکل جا کہ تو مردود ہوا اور تجھ کو میری پھٹکار ہے یعنی لعنت ہے قیامت کے دن تک؛ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نکل جا ایمان سے اور بعض کے نزدیک نکل جانے سے مراد یہ ہے کہ جماعت فرشتوں کی سے نکل جا اور ابلیس کی صورت میں ہو جا، تب غضب الٰہی سے اس کی صورت بدل گئی اور آنکھیں اس کی سینے پر آگئیں جو اس کی طرف دیکھتے تو کہتے یہ خدا کی درگاہ سے راندہ گیا اور ملعون اور مردود و مخذول ہوا۔ اس وقت شیطان لعین نے زبان کھولی اور کہا اے پروردگار تو نے مجھے مخذول و مردود کیا آدم کیلئے۔ یہ شامت میری تھی تب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ابلیس تو اپنے نوشتے کی طرف دیکھ۔ جب دیکھا تو یہ لکھا تھا جو بندہ خدا کا حکم نہ مانے سزا اسکی لعنت ہے۔ اس نوشتے کو پڑھ کر خجل و مایوس ہوا۔ اور کہا قولہ تعالیٰ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (ترجمہ) شیطان بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جسدن تک مُردے زندہ ہوں، اور دوسری عرض یہ ہے

کہ گوشت اور پوست اور رگوں میں آدمیوں کے مجھے دخل دے اور انکے دیدوں سے مجھے محجوب رکھے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (ترجمہ) تجھ کو ڈھیل ہے اس وقت تک جو دن کے معلوم ہے۔ جب مراد اسکی حاصل ہوئی کمین گاہ میں آدمی کی جا بیٹھا اور تاک میں رہا۔ پھر کہا شیطان نے قولہ تعالیٰ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ترجمہ) ابلیس نے کہا قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کرونگا اُن سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں چنے ہوئے پس حق تعالےٰ نے فرمایا قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ترجمہ) ٹھیک بات یہ ہے اور ٹھیک ہی کہتا ہوں مجھ کو بھرنا ہے دوزخ تجھ سے اور ان سے جو تیری راہ پر جائیں گے، بعدہٗ جناب باری کے حکم کے تحت آدم کا فرشتوں نے جنت الفردوس میں جار کھا اور سب نعمتیں جو حق تعالےٰ نے ان کو عنایت کی تھیں اس کے ساتھ ہی انکو قرار و تسلی نہ تھی کیونکہ آرام و تسلّی ہر کسی کو اپنے ہم جنس سے ہوتی ہے اور اس عالم تنہائی میں کوئی ہم جنس ان کا نہ تھا۔ اور خالق کی مرضی یہی تھی کہ ان کا جفت و ہمسر پیدا کرے کیونکہ بے جفت و بے مثل و بے مانند و بے حاجت سوا خدا کے کوئی نہیں، جب وہ بیقرار ہوئے تب حق تعالےٰ نے ان کو خواب میں ڈالا اور وہ ایسے سوئے کہ نیند نہ آئی اور نہ بیدار ہوئے۔ اس صورت میں خالق نے جبرائیلؑ سے ایک ہڈی بائیں پہلو سے ان کے نکلوائی اور اس سے انکو درد و الم نہ پہونچا تھا اگر پہونچتا تو ہرگز محبت عورتوں کے دل میں مردوں کی نہ ہوتی۔ اس ہڈی سے حوّا کو بنایا خوبصورتی و نیک روئی و ملاحت و حسن و جمال اور جو کچھ خوبیاں جہان کی عورتوں میں تھیں تمام تر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کو بخشیں اور زیرکی و شرم اور مہر و شفقت کمال ان کو دی اور حُلّہ زرّیں بہشت سے لاکر ان کو پہنائے اور تاج زریں انکے سر پر رکھ کر تخت زرّیں پر بٹھایا۔ بعد اس کے آدم کو نیند سے بیدار کر کے حوّا کے ساتھ جلوہ دیا۔ آدم علیہ السّلام نے حوّا کو اس طرح دیکھ کر بے اختیار چاہا کہ ان پر دست انداز ہوں تب درگاہِ الٰہی سے آواز آئی کہ اے آدم خبردار اسے مت چھو و بے نکاح اس کی صحبت حرام ہے۔ تب آدم نے ان سے نکاح کرنے کی خواستگاری کی، بعدہٗ حق تعالےٰ نے آدم کا نکاح حوّا کے ساتھ کر دیا اور فرمایا سر اور پردے اور حجلے جتنے ہیں لگائے جائیں اور طبق زر و مروارید اور جواہرات نثار کیئے اور ساتوں آسمان کے فرشتے سب درخت طوبیٰ کے نیچے حاضر ہوئے، بعدہٗ حق تعالیٰ نے وہ پردے سب اٹھا لیئے اور ثنا اپنی آپ کو سُنادی۔ اَلْحَمْدُ ثَنَائِيْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ وَالْخَلْقُ عَبِيْدِيْ وَاِمَائِيْ وَاَنْبِيَاءُ رُسُلِيْ وَاَوْلِيَائِيْ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبِيْ وَرَسُوْلِيْ وَخَلَقْتُ الْاَشْيَاءَ لِيُسْتَدَلَّ بِهَا عَلٰى وَحْدَنِيَّتِيْ اَشْهَدُ وَامَلَائِكَتِيْ رَسُكَّانَ سَمٰوَاتِيْ وَحَمَلَتَهُ عَرْشِيْ قَدْ زَوَّجْتُ اَمَتِيْ حَوَّاءَ وَاٰدَمَ بَبَدِيْعِ نَظَرَتِيْ وَمَنِيْعِ قُدْرَتِيْ وَصِدَاقُ اٰدَمَ لِحَوَّاءَ تَسْبِيْحِيْ وَتَنْزِيْهِيْ وَتَحْلِيْلِيْ وَتَقْدِيْسِيْ وَهِيَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ يَا اٰدَمُ يَا حَوَّاءُ اُدْخُلَا جَنَّتِيْ وَكُلَا مِنْهَا وَثَمَرَتِيْ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَیْکُمَا وَرَحْمَتِیْ وَبَرَکَتِیْ۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے نکاح میں آدم وحوا علیہما السلام کے یہ ثنا پڑھی اور کہا حمد میری ثنا ہے اور بزرگی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے اور کل مخلوقات میرے غلام اور لونڈیاں ہیں اور انبیار میرے رسول اور اولیا میرے دوست ہیں اور محمد صلعم میرے حبیب اور رسول ہیں اور پیدا کیا میں نے کل شئی کو تاکہ گواہی دیوے میری وحدانیت پر اور گواہ رہیں میرے فرشتے سب اور سب آسمان کے رہنے والے اور عرش کے اُٹھانے والے، بیشک میں نے نکاح باندھ دیا آدم وحوّا کا ساتھ اپنی بدیع فطرت اور منبع قدرت کے اور آدم کا مہر حوا کے نکاح کا میری تسبیح اور تنزیہ اور تہلیل اور تقدیس ہے نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے ایسا خدا کہ وہ واحد ہے اور نہیں ہے کوئی اس کا شریک اے آدم تم اور تمہاری عورت جنت میں جا رہو اور وہاں کے سب میوے محظوظ ہو کر کھاؤ اور مت جانا اس درخت کے پاس ورنہ پھر تم نا انصاف ہوگے اور میرا اسلام تم پر ہو اور میری طرف سے صحت و برکت ہو۔ بعدہٗ آدمؑ نے خود ثنا کی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ (ترجمہ) میں تسبیح پڑھتا ہوں اور حمد کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالےٰ کے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور نہیں ہے توانائی اور قدرت کسی کو سوائے اللہ تعالےٰ کے ایسا اللہ تعالیٰ جو بڑا بزرگ ہے۔ اللہ جل شانہٗ کو جب خطبہ نکاح خوانی آدم سے فراغت ہوئی تو فرشتے سب خوشیاں منانے لگے اور مبارک بادیاں دینے لگے اور زر وجواہر نثار کئے۔ پس جب آدم علیہ السلام نے قصد مباشرت کا کیا حوّا کے ساتھ وہیں آواز آئی اے آدم خبردار! جب تک کہ ادائے دین مہر حوّا نہ کروگے تب تک وہ تم پر حلال نہ ہوگی۔ آدمؑ نے کہا الٰہی میں کہاں سے ادا کروں۔ فرمایا کہ دس دفعہ درود حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھ۔ آدمؑ یہ نام برگزیدہ سنتے ہی مشتاق دیدار کے ہوئے۔ خدا کا حکم ہوا کہ تو ناخن دست پر اپنے دیکھ جب آدمؑ نے دیکھا صورت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہوئی تو مہر فرزندی اور شفقت پدری دل میں زیادہ ہوئی، تب آدم نے شوق سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر دس مرتبہ درود پڑھا اور انکی رسالت پر ایمان لائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ دس دفعہ درود جو تم نے پڑھا ہے یہ اتنا مرتبہ رکھتا ہے کہ اسکی برکت سے ہم نے تم کو سب نعمتیں بخشیں اور حوّا کو تم پر حلال کیا۔ بعدہٗ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ؕ (ترجمہ) اے آدم تو جنت میں جا اور بیوی تیری بھی اور کھاؤ اسمیں بافراغت ہو کر جہاں سے چاہو۔ مگر ایک درخت کے نزدیک مت جانا ورنہ پھر تم بے انصاف ہوگے۔ مروی ہے کہ اس درخت کی جڑ چاندی کی اور ڈالیاں سونے کی اور پتیاں زبرجد سبز کی تھیں، آدمؑ نے جب اس درخت کی طرف نظر کی نہایت خوش وضع اور خوبصورت دیکھا کہا سُبحان اللہ کیا خوبصورت درخت ہے۔ حق تعالیٰ سے ارشاد ہوا کہ اس کو میں نے تجھے بخشا مگر اس سے میوہ مت کھانا تب وہ بولے الٰہی جب تو نے وہ خوبصورت درخت مجھے بخش دیا تو پھر مجھے اس کے میوے کھانے سے کیوں منع فرمایا۔ تب حکم ہوا

کہ اے آدم تم مہمان ہو میرے گھر کے اور وہ درخت ہے تمہارا۔ اور یہ چیز بعید ہے کہ مہمان میرا ہو کر اپنی چیز کھائے بعدہٗ ایک طرف سے آواز آئی اے آدم صبر کر اور دوسری طرف سے آواز آئی کہ اے صبر تو آدم کے پاس مت جا اور دوسری طرف سے آواز آئی اے ابلیس تو حوّا کو للچا اور اس کی خواہش دلا۔ پس قضا نے کہا کہ الٰہی اس کا کیا سبب ہے حکم ہوا کہ اس میں کچھ بھید ہے۔ اس باغ سے باغِ دنیا میں انہیں بھیجوں گا تاکہ قدرت میری ظاہر ہو اور مرتبہ زیادہ ہو۔ اور کہا گیا اے نمرود تو حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈال اور آگ کو کہا گیا کہ اے آتش تو مت جلا۔ اے ابلیس تو تلقین کر پھر قضا نے عرض کی حکم ہوا کہ مجھے اس میں کچھ تامل ہے مگر آتش کو ریحان سے بدل دوں گا تاکہ خلق میں میرا دوست پیدا ہو اور کہا گیا اے مومنو! تم معصیت سے باز رہو اور اے شیطان تو اُن کو جلوہ دے اور کہا کہ اے دُنیا تو دل میں بندوں کے شیریں بن جا اور بندوں کو کہا گیا کہ اے بندو! تم دنیا سے دور رہو تاکہ جفا کو وفا سے تبدیل کروں اور میری رحمت و مغفرت میں زیادتی ہو انصاف کے دن، اور کہتے ہیں کہ بہشت میں چار چیزیں نہیں ہیں۔ بھوک پیاس سردی۔ دھوپ۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنَّ لَکَ اَنْ لَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَ لَا تَعْرٰی وَ اَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی (ترجمہ) تجھ کو یہ ملا ہے کہ نہ بھوکا ہو تو اس میں نہ ننگا اور یہ کہ نہ پیاسا ہو اس میں اور نہ دھوپ کا صدمہ پاوے اے آدم ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ وہ تیرا دشمن صاف ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ (ترجمہ) پھر کہہ دیا ہم نے اے آدم یہ دشمن ہے تیرا اور تیرے جوڑے کا سو نکلوا نہ دے تم کو بہشت سے۔ آدم نے جب دیکھا کہ بہشت کے سب دروازے مسدود ہیں اور وہ اس چیز سے مطمئن ہوئے کہ شیطان دنیا میں ہے اور میں ہوں بہشت میں اور مجھ سے اس سے کیا لاگ ہے جو مجھے بہشت کے اس درخت کا میوہ کھلا کر جس کے پاس جانے سے خدا نے مجھے منع کیا ہے گنہگار کریگا اپنے مکر و فریب سے اس سے میں بالکل بے پروا ہوں۔ پس، ایک روز ابلیس لعین نے قصد کیا آدم کے پاس بہشت میں جانے کا اور وہ تین اسم اعظم خداوند قدوس کے جانتا تھا۔ انہیں پڑھکر سات طبق آسمان کے طے کر کے بہشت کے دروازے پر جا پہونچا۔ بہشت کے دروازے مسدود دیکھ کر تصور و خیال کرتا رہا کہ کس حیلے سے بہشت کے اندر جانا چاہئے اتفاقاً ایک طاؤس کنگرے پر بہشت کے بیٹھا ہوا تھا اس نے دیکھا کہ وہ اسم اعظم پڑھتا ہے طاؤس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں ایک فرشتہ ہوں فرشتوں میں خدائیتعالیٰ کے، طاؤس بولا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو شیطان نے کہا کہ اُنْظُرَ الْجَنَّۃَ یعنی میں بہشت کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اندر جانا چاہتا ہوں۔ طاؤس نے کہا مجھے خدا کا حکم نہیں کہ کسی کو جنت میں لے جاؤں جب تک کہ آدمؑ بہشت میں ہیں۔ شیطان بولا تو مجھے بہشت میں لے جا تو اس کے صلہ میں تجھے ایک ایسی دعا سکھاؤنگا کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو اس کو تین چیزیں حاصل ہونگی ایک تو وہ بوڑھا نہ ہوگا، دوسرے وہ مریگا نہیں اور تیسرے جنت میں ہمیشہ رہیگا۔ ابلیس نے اس دعا کو پڑھا اور پڑھکر کنگرے

سے بہشت کے دروازے پر دونوں آئے اور طاؤس نے یہ ماجرا سانپ کو سُنا دیا۔ اس بات کو سُنتے ہی خوف سے دروازے بہشت کے بند کر کے اپنے سر کو باہر نکال کر ان سے پوچھنے لگا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے جو یہاں بیٹھا اسم اعظم پڑھتا ہے وہ بولا میں ایک فرشتہ ہوں فرشتوں میں سے، حق تعالیٰ کے۔ سانپ نے کہا وہ دعا مجھے سکھا۔ شیطان نے کہا بشرطیکہ تو مجھے بہشت میں لے جاوے۔ سانپ بولا کہ مجھے خدا کا حکم نہیں ہے کہ کسی کو بہشت میں لیجاؤں جب تک کہ حضرت آدم بہشت میں ہیں۔ ابلیس نے کہا کہ میں قدم اپنا بہشت میں نہ رکھوں گا۔ تیرے مُنھ کے اندر رہونگا اس سے باہر نہ نکلوں گا۔ تب سانپ نے اپنے مُنھ کو پھیلا دیا۔ ابلیس لعین اس کے مُنھ کے اندر جا گھسا تب اسکو بہشت میں لے گیا اور دروازے بہشت کے بند کر دیئے۔ بعدہٗ شیطان نے کہا کہ مجھ کو اس درخت کے پاس لیجا کہ جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منع فرمایا ہے۔ جب ابلیس کو لیکر اس درخت کے پاس پہونچا تب وہ ملعون اپنے مکروفریب سے سانپ کے منھ کے اندر رونے لگا جو شخص کہ پہلے نفاق سے رویا وہ شیطان لعین تھا۔ اور اسکی آواز سُن کر بہشت کی حوریں اور غلمان سب کے سب مجتمع ہوئے اور کہنے لگے ہم سب نے یہ آواز سانپ کے مُنہ سے کبھی نہیں سنی تھی اور سانپ سے حوا پوچھنے لگیں کہ تو کس لئے روتا ہے۔ شیطان نے کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو بہشت سے نکالے گا کیونکہ تم کو اس درخت کے میوہ کھانے سے منع کیا ہے مگر جو اس درخت کے میوے کھائے گا وہ بہشت میں رہیگا نکالا نہیں جائیگا۔ قولہٗ تعالیٰ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰى (ترجمہ) کہا شیطان نے اے آدم میں بتاؤں تجھ کو وہ درخت کہ جس سے زندگی جاوید ملے اور بادشاہی پرانی نہ ہو اور بولا قسم خدا کی میں سچ کہتا ہوں اور تمہاری بُرائی نہیں چاہتا بلکہ میں تو آپ کو نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (ترجمہ) اور شیطان نے ان کے پاس قسم کھائی پس حوا نے اس کے قسم کھانے سے یقین کر لیا کہ یہ جو کہتا ہے سچ کہتا ہے تب اس سے فریب کھا کر اس درخت پر ہاتھ بڑھایا۔ تین دانے گندم کے لئے ایک تو آپ کھایا اور دو دانے حضرت آدمؑ کے لئے لائیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب حوا نے گندم خوشے سے توڑ لئے تو خوشے کی جگہ سرخ ہوگئی اور ایک قطرہٗ خون اس سے ٹپکا تب اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر فرمایا کہ تہاری بیٹیوں کو قیامت تک ہر مہینے میں ایک مرتبہ خون سے آلودہ کروں گا اور اپنے درخت کی داد تجھ سے اور تیری بیٹیوں سے لونگا۔ پس حضرت آدم بہشت میں جب تخت پر جا بیٹھے گندم خود بخود ان کے نزدیک آموجود ہوا۔ اور جب بوئے شیریں اس کی حضرت کو معلوم ہوئی تب حضرت نے تخت سے کہا کہ تو یہاں سے مجھے دور لے جا کر رکھ۔ جب وہ تخت سے نیچے اُترے تو وہاں بھی گندم جا موجود ہوا۔ غرض جہاں کہیں حضرت آدمؑ جا کر بیٹھتے وہیں گندم بھی آجاتا۔ خبر بیان کی جاتی ہے کہ اسی طرح تخت نے ان کو ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر بھی جا پہونچایا مگر وہاں بھی گندم جا موجود ہوا۔ بعدہٗ گندم کہنے لگا کہ اے حضرت آدم جو کچھ خدا نے مقدور کیا ہے سو وہ ضرور پہونچے گا اگر تم لاکھوں برس کی راہ کے فاصلہ پر بھی جا کر رہو گے گندم وہاں پر بھی پہونچے گا حاصل کلام یہ ہے کہ حوا حضرت آدم علیہ السلام

کے لئے دو دانے گندم کے لے گئیں۔ وہ بولے یہ کیا چیز ہے۔ حوا نے کہا یہ پھل اس درخت کا ہے کہ جس درخت کے پھل کھانے سے ہمیں خدا نے منع فرمایا تھا۔ اس میں سے میں نے ایک دانہ کھایا ہے اور دو دانے آپ کے واسطے لائی ہوں۔ حضرت آدم ع نے کہا کہ اس میں کیا لذت ہے؟ وہ بولیں کہ حلاوت و شیرینی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں کھاؤں گا میرا اللہ تعالےٰ سے عہد ہے کہ اس درخت سے میوے نہ کھانا اور حق تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ (ترجمہ) اور ہم نے عہد کر دیا تھا آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت" حوا جب مایوس ہوئیں حضرت آدم کو دانہ کھلانے سے، پہلے ایک پیالہ شراب بہشت سے لاکر پلا دیا تو بیہوش ہو کر ان سے دو دانے گندم کے لیکر کھا گئے اور عہد شکنی کی۔ ہنوز دانے ابھی حلق کے نیچے نہیں اُترے تھے کہ تاج ان کے سر سے اُڑ گیا اور تخت سے بھی نیچے گر گئے اور دونوں ننگے ہو گئے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ۝ (ترجمہ) پھر چکھے درخت سے دونوں نے میوے اور ظاہر ہوئیں شرم گاہیں انکی اور بہشت کے پتے جوڑنے لگے جس درخت کے پاس پتے کے لئے جاتے تو وہ درخت پتے نہ دیتا۔ جب درخت انجیر کے پاس دونوں گئے تو اس درخت نے سر جھکا دیا اور کہا کہ خُذْ مِنِّیْ وَرَقًا یعنی تم مجھ سے پتے ضرورت کے مطابق لے لو۔ اور ان پتّوں سے اپنے ستر کی پردہ پوشی کر لو۔ چنانچہ دونوں نے اس درخت سے پتے لیکر اپنے اپنے ستر ڈھانک لئے اور درخت عود سے بھی پتے لیکر اپنی ستر پوشی کر لی۔ بعدہٗ جناب باری سے آواز آئی اے انجیر کے درخت تو نے ان کے ساتھ سلوک کیا میں نے تجھ سے خرابی و خستگی دور کر کے یہ لذت عطا کی کہ اگر تجھ کو کوئی ستر دفعہ بھی چابے تو وہ نئی نئی لذت تجھ سے اُٹھاوے اور اسی طرح درخت عود کو بھی خطاب ہوا کہ اے درخت عود سب کے نزدیک میں نے تجھے عزیز کیا کہ آگ پر دھر کر تجھ سے خوشبو لیویں۔ بعدہٗ بہشت کے باشندے آواز دینے لگے کہ آدم و حوا دونوں خدا کی درگاہ میں عاصی ہوئے اور دیوانوں کی طرح بہشت میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عاصی ہوئے ندامت اور شرمندگی سے پھر رہے تھے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے تین باران کی پکار ہوئی جواب اس کا کچھ نہ دیا تب حضرت جبرائیل ان کے پاس آئے اور بولے اے آدم تجھے تیرا رب بُلاتا ہے تب آدم ع نے کہا۔ لَبَّیْكَ یارب ہم تجھ سے شرمندہ ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ (ترجمہ) اور پکارا ان کو انکے رب نے اور کہا کہ میں نے تم کو منع نہیں کیا اس درخت سے اور یہ بھی کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تب حضرت آدم اور حوا دونوں روتے ہوئے کہنے لگے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (ترجمہ) آدم و حوا نے کہا اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اگر نہ بخشے تو ہم کو اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ہو جائیں گے نامراد اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (ترجمہ) کہا تم اترو ایک دوسرے کے

دشمن ہوئے اور تم کو زمین پر ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک وقت تک اور کہا اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے نکالے جاؤ گے۔ (یہ مضمون کلام اللہ کا ہے) تب فرمان رب العالمین کا حضرت جبرائیل کو ہوا کہ آدم اور حوا اور سانپ اور شیطان اور طاؤس ان سب کو بہشت سے نکال کر دنیا میں بھیج دو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے یہ حال بیان کیا وہ اس بات کو سنتے ہی گھبرا گئے اور بہشت کی جدائی سے زار و قطار رونے لگے۔ آخر ایک ٹکڑا لکڑی کا مسواک کے واسطے وہاں سے لیا اور وہ لکڑی پشت بہ پشت ان کے خاندان میں چلی آئی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا عصا بنی پس آدم و حوا اور مور و سانپ اور شیطان مردود ان پانچوں کو بہشت سے نکال کر اول آدم کو سراندیپ میں کہ ہندوستان کا ایک جزیرہ ہے ڈالا، اور حوا کو خراسان میں، اور طاؤس کو سیستان میں اور سانپ کو اصفہان میں اور شیطان علیہ اللعنۃ کو کوہ دماوند میں ڈالا اس وقت سانپ کے چار ہاتھ اور پاؤں مثل شتر کے تھے بباعث واقعہ ہونے اس ماجرے کے اللہ تعالےٰ نے اس سے لے لئے تاکہ وہ پیٹ کے بل چلے اور خاک چھانے اور کھاوے۔ آدمؑ کو جب سراندیپ میں ڈالا وہ اپنے گناہ سے چالیس برس تک روتے رہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ تین سو برس تک روتے رہے ایسا کہ آب چشم سے ان کے نہریں جاری ہوئیں اور کنارے پر نہروں کے درخت خرما اور لونگ اور جائفل پیدا ہوا اور حوا کے آنسو سے مہندی اور وسمہ اور سرمہ پیدا ہوا۔ اور جو قطرات ان کے آنسو کے دریا میں گرے اس سے مروارید پیدا ہوئے تاکہ ان کی لڑکیوں کے زیورات بنیں، اور ایک روز جبرائیلؑ آدم کے پاس آئے اور کہا اے آدم قبل موت اپنی کے حج کر لو، وہ موت کی خبر سنتے ہی ڈرے اور اٹھ کھڑے ہوئے اور حج کا قصد کیا۔ جس جگہ پر ان کا قدم جاتا وہاں گاؤں اور بستی ہو جاتی اور جس جگہ پر وہ ٹھہرتے اور اپنی مسافت کی منزل کرتے تو اس جگہ پر خداوند کریم چند روز میں شہر بنا دیتا، اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ تک حضرت آدم علیہ السلام کے تیس قدم ہوئے تھے اور جب وہ مکہ کے نزدیک پہونچے سب فرشتے وہاں حضرت آدم کے پاس آئے اور کہا یا آدمؑ ہزار برس ہوئے کہ ہم اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور اس وقت اس کعبہ کا نام بیت المعمور تھا۔ اور اندر باہر اس کے ظاہر تھا اور اس کے اوپر خیمہ زبرجد کا تھا۔ طنابیں اس کی سونے کی تھیں اور جو میخیں اس کی تھیں آج وہ ستون ہیں اور حرم شریف میں داخل ہیں اور جو شکار اس میں پناہ لیوے اس کا مارنا حرام ہے اور آدم علیہ السلام میدان عرفات میں جبل رحمت پر آرام کے واسطے جب بیٹھے تو حوا کو دیکھا کہ جدے کی طرف آتی ہیں۔ انہوں نے اٹھ کر انہیں گودی میں اٹھا لیا اور دونوں زار زار رونے لگے، چنانچہ ان کے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی روئے، پس دونوں نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور خداوند تعالیٰ نے حجاب کو انکی آنکھوں سے اٹھا لیا تب انہوں نے عرش کی طرف نظر کی جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ الخ (ترجمہ) پھر سیکھ لیں حضرت آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں، پھر متوجہ ہوا اس پر حق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان، اور ساق عرش پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ

تب آدمؑ نے کہا یارب اس کلمۂ مبارک کی برکت سے جو تیرے نام کے ساتھ ہے ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری توبہ قبول فرما فی الحال جبرائیلؑ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالےٰ نے تجھ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تو بہشت میں اس نام کو شفیع بناتا تو تم کو ہر گز دُنیا میں نہ بھیجتا اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی مناجات میں یہ کہتے تھے یَا رَبِّ هَلْ لِلْجَنَّةِ حِيْطَانٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ حِيْطَانٌ قَالَ لِلْجَنَّةِ حُرَّاسٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ حُرَّاسٌ فَقَالَ كَيْفَ دَخَلَ اِبْلِيْسُ وَغَرَّ اٰدَمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا مُوْسٰى لَا نَفْسٌ مِنْ قَضَائِيْ وَقَدَرِيْ (ترجمہ) ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات میں کہتے تھے یارب بہشت میں دیواریں ہیں یا نہیں، حق تعالیٰ نے فرمایا دیواریں ہیں پھر کہا جنت کے دربان ہیں فرمایا ہیں۔ تب موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ ابلیس لعین کیونکر بہشت میں گیا اور آدمؑ کو فریب دیا اے موسیٰ سے تو مت پوچھ کہ مرضی میری یہی تھی۔ اور باری تعالیٰ نے فرمایا۔ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ (ترجمہ) پھر کھینچ لیا ان کو فریب سے پس آدم نے جب حج سے فراغت پائی تو ان کے پاس حکم آیا اے جبرائیل علیہ السّلام حضرت آدمؑ کو وادیٔ نعمان میں جو ایک میدان کا نام ہے لے جا کر اپنے پَروں کو اُنکی پُشت پر مل دے، جب جبرائیلؑ نے ملا تب ذریات بیشماران کی پُشت سے نکلیں اس طرح پر کہ تمام عالم ان کی اولاد سے بھر گیا۔ پس حضرت آدمؑ بولے یہ سب کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے فرمایا یہ سب تمہارے فرزند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اتنی مخلوق کی گنجائش زمین پر کیونکر ہوگی۔ تب آواز آئی اے آدمؑ انکی تدبیریں نے آگے سے کر رکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ یارب العالمین کیا تدبیر ہے۔ حق تعالےٰ نے فرمایا بعضوں کو انکے آباؤں کے اصلاب میں اور بعضوں کو امہات کے ارحام میں کسی کو روئے زمین پر اور کسی کو زیر زمین رکھونگا۔ پھر حضرت آدمؑ نے کہا۔ خداوندا میرے فرزند کے لئے کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کوئی مومن ہے تو کوئی کافر ہے اور کوئی تونگر ہے اور کوئی فقیر ہے کوئی خوش حال ہے کوئی غمناک، پھر کہا یہ سب مساوی ہوتے تو کیا خوب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میں اس سے خوش ہوں جو میرا شکر کرے اس لئے خوش حال کو غمناک اور تونگر کو درویش اور مطیع کو عاصی نہ کیا تاکہ شکر کریں پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ذریات آدمؑ کی کھڑی ہو دیں۔ صف باندھ کر مشرق سے مغرب تک اسی وقت کھڑی ہو گئیں سب کی سب جو لوگ داہنی طرف آدم کے کھڑے تھے وہ سب کے سب مومن تھے اور صف اوّل میں انبیاء اور انبیاء میں سب سے آگے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے اور جو لوگ بائیں طرف ان کے کھڑے تھے وہ سب کافر اور صف اوّل میں ان کے جبّار اور متکبر تھے بعدہٗ امر الٰہی ہوا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰى بولے سب سچ ہے تو بیشک ہمارا رب ہے بعد اس کے حق تعالیٰ نے کہا کہ سجدہ کرو تم اپنے رب کو پس جو لوگ کہ داہنی طرف حضرت آدم کے کھڑے تھے وہ سب کے سب سجدے میں چلے گئے اور جو لوگ کہ بائیں طرف تھے ان لوگوں میں سے کسی نے بھی سجدہ نہیں کیا۔ پھر دوسری دفعہ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اُسْجُدُوْا یعنی سجدہ کرو تم اپنے رب کو جو لوگ بطرف راست تھے ان میں سے سجدہ کسی نے کیا اور کسی نے نہ کیا اور جو کہ بطرف چپ تھے ان میں سے بھی بعض نے سجدہ کیا اور بعض نے نہ کیا، یہ حقیقت دیکھکر حضرت آدمؑ نے جناب باری میں

عرض کیا اے رب اس میں عجیب و غریب جو میں نے دیکھا اس سے تو مجھے آگاہ کر کہ جو لوگ داہنی طرف میرے کھڑے تھے پہلے حکم میں سب نے سجدہ کیا اور ثانی حکم میں ان میں سے بعض نے کیا اور بعض نے نہ کیا اور جو قوم کہ بائیں طرف ہے اول حکم میں سجدہ نہ کیا ثانی میں بعض نے کیا اور بعض نے نہ کیا۔ اس میں کیا راز الٰہی تھا۔ ندا آئی اے آدم جس قوم نے کہ اول و آخر میں سجدہ کیا وہ مومن پیدا ہونگے اور مومن مریں گے اور جنہوں نے اول و آخر میں سجدہ نہ کیا وہ کافر پیدا ہونگے اور کافر مریں گے اور جنہوں نے اول حکم میں سجدہ کیا ثانی میں نہ کیا وہ مومن پیدا ہونگے اور کافر مریں گے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔ اور جس نے ثانی حکم میں سجدہ کیا اور اول میں نہ کیا وہ کافر پیدا ہوگا اور مومن مرے گا۔ قَالَ ھٰٓؤُلَآءِ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ وَھٰٓؤُلَآءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ (ترجمہ) حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم جو لوگ تیری داہنی طرف ہیں سب بہشتی ہیں اس کی مجھے کچھ پروا نہیں اور جو کہ بائیں طرف کھڑے ہیں وہ دوزخی ہیں مجھے کچھ پروا نہیں اے آدم نہ انکی اطاعت سے مجھے کچھ فائدہ ہے اور نہ انکی معصیت سے کچھ ضرر، پس ایک فرشتے کو حکم کیا کہ عہد نامہ یعنی عہد کا جو حکم فرمایا اس کے سوا اور دین قبول نہیں، اور وہی فرشتہ اللہ کے حکم سے پتھر ہو گیا اور وہ پتھر خانہ کعبہ کے داہنے رکن میں رکھا گیا ہے اب اس کو حجر الاسود کہتے ہیں اور سب حاجی اس کو بوسہ دیتے ہیں پھر روز قیامت میں وہی پتھر فرشتہ ہو گا جس صورت پر وہ پہلے تھا اور ہر ایک کا عہد نامہ کھولا جائے گا جو شخص اپنے عہد پر قائم ہو گا اس کو جنت ملے گی اور جو برخلاف ہو گا وہ دوزخی ہو گا اور حق تعالیٰ نے پیغمبروں کے ساتھ روز میثاق میں کہا۔ قولہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝ (ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے اقرار کیا جو کچھ میں نے تمکو دی ہے کتاب اور حکمت پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچ بتادے تمہارے پاس آنے والے کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے، حق تعالیٰ نے فرمایا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا ذمہ لیا۔ سب بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں بے حکم اور فرمایا تم سب گواہ رہو رسالت پر ایک دوسرے کے میں بھی گواہ ہوں تمہارا پھر فرمایا اے آدم تم شیث پر گواہ رہو اے شیث تم ادریس پر گواہ رہو اے ادریس تم نوح پر اور اے نوح تم ابراہیم پر اے ابراہیم تم اسماعیل پر اے اسماعیل تم اسحاق پر گواہ رہو اسی طرح حضرت عیسیٰ تک اور فرمایا اے پیغمبرو تم سب رسالت پر پیغمبر آخر الزماں کی گواہ رہو۔ اور اپنی قوم کو وصیت کیجیو کہ ان کی رسالت پر ایمان لادیں اور نصرت دیویں، اللہ تعالیٰ نے اقرار لیا نبیوں کے مقدمے میں بنی اسرائیل سے۔ **فائدہ** ۔ یہود مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تمہارا نبی ہم کو کہتا ہے کہ بندگی کرو اپنے رب کی۔ ہم تو پہلے سے ہی بندگی کرتے ہیں اسکی مگر وہ چاہتا ہو کہ میری بندگی کرو۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نبی بنائے اور وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر اسلام میں لائے پھر کیونکر ان کو یہ بات سکھائے مگر تم کو یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی جیسا کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں ہے اب میری صحبت سے پھر وہی کمال حاصل کرو۔

بیان حضرت شیث علیہ السلام کا

جب حضرت آدمؑ ہابیل کی مصیبت میں بیقرار رہتے تھے اللہ تعالےٰ نے جبرائیل امین کو انکے خاطرِ غمگین کی تسلی کے واسطے بھیجا کہ حق تعالیٰ تیرے تئیں ایک فرزند رشید عنایت کرے گا کہ اس کی نسل سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردار بنی آدم کا پیدا ہوگا چنانچہ ہابیل کے مرنے سے پانچ برس بعد حضرت شیثؑ پیدا ہوئے اور وہ حسن صورت میں اور خوبی سیرت میں مشابہ حضرت آدمؑ کے تھے اور تمام اولاد سے حضرت آدم کے نزدیک محبوب تھے چنانچہ حضرت آدم نے قبل وفات کے انکو اپنا ولی عہد بنایا اور بطریق وصیت کے فرمایا کہ جب طوفان حضرت نوح کے زمانے میں واقع ہو، اگر تم اس زمانے کو پاؤ تو میری ہڈیوں کو کشتی میں رکھوائیو جو غرق ہونے سے محفوظ رہیں یا اپنی اولاد کو وصیت کرنا کہ اس طرح سے عمل میں لاویں، اور حضرت شیثؑ اکثر اوقات حضرت آدمؑ کی زبان سے احوال بہشت لذت کے ساتھ سنتے تھے اور آسمانی صحیفوں کا مضمون بھی دریافت کرتے تھے اسی واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے تجرد خلق سے اور انس حق سے خلیفہ کیا تھا۔ اور لوگوں سے تنہا ہو کر دنیا کی لذتیں چھوڑ کر اکثر اوقات وظائف اور طاعات میں مشغول رہتے تھے اور نفس کی ریاضت اور تہذیب و اخلاق ہمیشہ ان کے مدنظر رہتا تھا اور حضرت شیثؑ کے زمانے میں بنی آدم دو قسم کے تھے بعض متابعت حضرت شیث کی کرتے تھے اور بعض قابیل کی اولاد کی تابعداری میں مشغول تھے اور حضرت شیثؑ کی نصیحت سے بعض تو راہِ راست پر آئے اور بعض بدستور نافرمانی پر قائم رہے، جب نوسو بارہ ۹۱۲ برس انکی عمر کے گذرے تو روح جسم مبارک سے پرواز کر کے عرش معلیٰ کو پہونچی اور حضرت شیثؑ کی بعض نصیحتوں میں یہ ہے کہ مومن حقیقی وہ ہے کہ یہ خصلتیں اس میں ہوں، اول تو خدا کو پہچاننا دوسرے نیک اور بد کو جاننا تیسرے بادشاہِ وقت کا حکم بجالانا، چوتھے ماں باپ کا حق پہچاننا اور ان کی خدمت کرنا، پانچواں صلہ رحمی یعنی اپنائیت کے لوگوں سے نیکی اور محبت کرنا، چھٹے غصہ کو زیادہ حد سے نہ بڑھانا، ساتویں محتاجوں اور مسکینوں کو صدقہ دینا اور رحم کرنا آٹھویں گناہوں سے پرہیز اور مصیبتوں میں صبر کرنا نویں شکر الٰہی کا ذکر کرنا۔

بیان حضرت ادریس علیہ السلام کا

وجہ نام ادریس کی یہ ہے کہ پڑھانے کی کثرت کے سبب سے لقب آپ کا ادریس ہوا اور علم نجوم آپ کے

معجزات میں سے ہے۔ وہ زمین پر عبادت کرتے ان کو فرشتے سب آسمان پر لے جاتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ؕ (ترجمہ) اور یاد کر کتاب میں ادریس کو کہ وہ تھا سچا نبی۔ ہر روز پیرہن سیتے تھے ہردم سینے میں تسبیح پڑھتے تھے اور وہ اُجرت سلائی کی کسی سے نہ لیتے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے کام سے فراغت پاکر بیٹھے تھے کہ اسی وقت ملک الموت بہ آرزو ئے تمام امر الٰہی سے آدمی کی صورت بن کر مہمان کے طور پر رات کو حضرت ادریس علیہ السّلام کے دروازے پر آپہونچے۔ آنحضرت صائم الدہر تھے جب شام ہوتی افطار کرتے وقت۔ کھانا آپ کا بہشت سے آتا جس قدر چاہتے کھالیتے باقی کھانا بہشت میں پھر چلا جاتا اور اس دن کا کھانا جب بہشت سے آیا تو حضرت ادریس علیہ السّلام نے وہ کھانا اس مسافر کو پیش کر دیا۔ مسافر نے کچھ نہ کھایا قدم پر قدم رکھ کر عبادت کرتا رہا۔ حضرت ادریس علیہ السّلام ان کا یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئے کہ یہ کون شخص ہے۔ جب روز روشن ہوا حضرت ادریس علیہ السّلام نے ان سے کہا کہ اے مسافر تو میرے ساتھ چل کہ خدا کی قدرت صحرا میں جاکر دیکھوں۔ تب دونوں بزرگ گھر سے میدان کی طرف نکلے جاتے جاتے ایک گیہوں کے کھیت میں جا پہونچے حضرت ملک الموت نے کہا کہ چلو اس کھیت سے چند خوشے گیہوں کے لیکر ہم تم ملکر کھالیں۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ عجب ہے کہ تو نے شب گزشتہ کو کھانا حلال نہ کھایا اب حرام کھانا چاہتا ہے۔ پھر وہاں سے دونوں بزرگ ایک دوسرے باغ میں جا پہونچے اور وہاں بھی انگور دیکھکر حضرت عزرائیل نے کھانے کا قصد کیا۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ تصرف ملک غیر میں حرام ہے۔ پھر جاتے جاتے ایک بکری دیکھکر عزرائیل نے کھانے کا ارادہ کیا پھر حضرت ادریس علیہ السّلام نے کہا کہ بیگانی بکری کو ذبح کر کے کھانا ممنوع ہے۔ پس اسی طرح تین روز تک دونوں باہم گفتگو کرتے رہے۔ جبکہ ادریس علیہ السّلام نے معلوم کیا کہ یہ کون شخص ہے اور بنی آدم میں سے معلوم نہیں ہوتا۔ تب حضرت نے فرمایا کہ خدا کے واسطے ظاہر تو کرو کہ تم کون ہو۔ اس نے عرض کیا کہ میں عزرائیل ہوں۔ تب حضرت ادریس علیہ السّلام نے فرمایا کہ بھائی کیا سب مخلوقات کی جان تم ہی قبض کرتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا شاید کہ تم میری جان قبض کرنے کیلئے آئے ہو اُنہوں نے کہا کہ نہیں میں تو تمہارے ساتھ خوش طبعی کرنے آیا ہوں۔ حضرت ادریس علیہ السّلام نے کہا کہ آج تین دن سے تو میرے ساتھ ہے اس عرصے میں بھی تو نے کسی کی جان قبض کی ہے۔ وہ بولے قَالَ كُلُّهَا بَيْنَ يَدَيَّ كَاَنَّمَا بَيْنَ يَدَيْكَ خُبْزٌ۔ (ترجمہ) فرشتے نے کہا کہ کُل جان قبض کرنا ہمارے ہاتھ میں ایسا ہے جیسا کہ تمہارے دونوں ہاتھ کے نیچے روٹی رکھی ہوئی ہے۔ یعنی جس کی اجل آتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں ہاتھ بڑھا کر اُسکی جان قبض کر لیتا ہوں اور بولا اے حضرت ادریس میں چاہتا ہوں کہ تیرے ساتھ رشتہ برادری کا کروں۔ حضرت ادریس علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تیرے ساتھ رشتہ برادری کا تب کروں گا کہ تلخی جان کنی کی ایک بار گی تو مجھ کو چکھا دے تاکہ خوف اور عبرت مجھے زیادہ ہو۔ اور پھر عبادت اپنے خالق کی زیادہ کروں۔ ملک الموت نے کہا کہ بے رضا الٰہی کسی کی جان قبض نہیں کر سکتا ہوں۔ تب

حضرت ادریس علیہ السلام نے خداوند قدوس کی درگاہ میں عرض کی۔ حکم ہوا کہ جان حضرت ادریس علیہ السلام کی قبض کر
اُنہوں نے حضرت ادریسؑ کی جان قبض کرلی۔ پھر ملک الموت نے خدا کی درگاہ میں دعا مانگی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا
اور حضرت ادریس علیہ السلام نے اُٹھ کر ملک الموت کو اپنی گود میں لے لیا۔ دونوں نے آپس میں رشتہ برادری کا لگایا پھر
ملک الموت نے ان سے پوچھا اے بھائی تلخی جان کنی کی کیسی تھی وہ بولے کہ جیسے کسی زندہ جانور کی کھال سر سے
پاؤں تک کھینچی جاتی ہے۔ ملک الموت نے کہا اے بھائی قسم ہے رب العالمین کی جیسا کہ میں نے تیرے ساتھ احسان
کیا ہے۔ ایسا کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی مجھے دوزخ دیکھنے کا شوق ہے تو
مجھ کو اس کے دروازے تک لے چل تاکہ اس کے دیکھنے سے خوف الٰہی زیادہ ہو اور میں پھر عبادت اور بندگی زیادہ کروں
تب ملک الموت نے خدائے تعالیٰ کے حکم سے ان کو سات طبقے دوزخ کے دکھلائے پھر حضرت ادریس علیہ السلام بولے
اے بھائی مجھ کو بہشت دیکھنے کی آرزو ہے۔ کہ اسے دیکھ کر خوشی حاصل کرونگا اور عبادت زیادہ کروں گا۔ پھر ان کو بہشت کے
دروازے پر لے گئے اور اُنہوں نے بہشت کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے پھر کہنے لگے کہ اے بھائی میں تلخی جاں کنی
کی چکھ چکا ہوں اور دوزخ بھی دیکھی۔ مگر جگر میرا مارے پیاس کے جل گیا۔ اجازت ہو تو میں بہشت میں جا کر ایک پیالہ پیوں
تب اس نے کہا کہ تم وہاں سے واپس آنے کا عہد کرو۔ بوجہ شدید پیاس کے حضرت ادریس علیہ السلام نے واپس آنے کا
عہد کیا کہ میں واپس آجاؤں گا۔ اور بحکم الٰہی اپنی نعلین درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ کر بہشت میں داخل ہو گئے۔ کیونکہ عہد
باہر آنے کا کیا تھا اور نعلین کو بھی درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ آئے تھے بہشت سے باہر نکل کر اپنی نعلین کو لیکر بہشت میں
جا کر درخت پر جا بیٹھے۔ کچھ دیر کے بعد ملک الموت نے ان کو آواز دی کہ اے بھائی تاخیر مت کرو۔ اس کے جواب میں
حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا کہ اے مشفق جبار عالم فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (ترجمہ) ہر جی کو موت کا مزا
چکھنا ہے۔ اب میں تو مزا جاں کنی کا چکھ چکا ہوں' اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ اور نہیں
کوئی تم میں سے جو نہ پہونچے گا اس میں سو میں دوزخ میں بھی پہونچ چکا ہوں اور یہی جلیل جبار فرماتا ہے لَا يَمَسُّهُمْ
فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ہ (ترجمہ) نہ پہونچے گی وہاں ان کو کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے گا یعنی جو
بہشت میں گیا پھر وہ باہر واپس نہ آوے گا۔ اے بھائی میں اب ہرگز باہر نہیں آنے کا'' درگاہ باری سے آواز آئی اے
عزرائیل تو حضرت ادریس علیہ السلام کو چھوڑ کر چلا جا۔ میں نے ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام
موت کا مزہ چکھ کر اور دوزخ بھی دیکھ کر جنت میں جا رہے تب عزرائیلؑ بولے اِنَّ الْجَنَّةَ حَرَامٌ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ حَتّٰى يَدْخُلَ خَاتَمُ
الْاَنْبِيَآءِ ہ (ترجمہ) بہشت حرام ہے انبیاء پر جب تک کہ خاتم الانبیاء داخل نہ ہوں بہشت میں۔ پھر آواز آئی اے
عزرائیل میں بہشت کو دریغ نہیں رکھتا ہوں۔ لیکن اول بہشت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے۔ بعدہٗ سب
امت انکی' اور قول دوسرا یہ ہے کہ طواف کرنے والے سب طواف کرتے رہیں بہشت میں اور حق تعالیٰ نے فرمایا۔

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ (ترجمہ) اور اُٹھا لیا ہم نے اس کو اونچے مکان پر پس بہشت میں حضرت ادریس تو جا رہے اور ان کے فرزند سب فراق سے شب و روز گریہ و زاری میں تھے۔ ایک روز ابلیس لعین ان کے پاس آیا اور کہا کہ تم مت رویا کرو۔ میں تمہارے باپ کی سی ایک صورت بنا دیتا ہوں تم اسکو شب و روز دیکھا کرو اور پوجو۔ اس سے تمہارا سب درد دکھ اور غم جاتا رہے گا اور تم سب خوش رہو گے۔ ابلیس علیہ اللعنۃ نے ایک ایسی صورت بنائی کہ ان کی شکل میں اور اس میں کوئی فرق نہ تھا صرف اتنا ہی فرق تھا کہ یہ صورت بات نہ کرتی تھی اور وہ لوگ اس صورت کو پوجا کرتے تھے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بُت پرستی تمام عالم میں پھیل گئی، مشرق سے مغرب تک یہ رواج جاری رہا کوئی آدمی اللہ تعالےٰ کو نہ جانتا تھا۔ علم و عمل ان میں مفقود تھا۔ بعدہٗ خدائے تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ان پر پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ ان کو راہ ہدایت کی بتا دیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۝

بیان حضرت نوح علیہ السّلام کا

حضرت نوح علیہ السّلام کا نام شکر تھا۔ بعدہ نوح نام ہوا۔ اِس واسطے کہ وہ اپنی قوم پر بہت نوحہ کیا کرتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ (ترجمہ) اور بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس پس رہے وہ اپنی قوم کے پاس ساڑھے نو سو برس اور اس مدّت میں چالیس مرد اور چالیس عورتوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ امر الٰہی سے حضرت نوح علیہ السّلام ہر روز پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف خلق اللہ کو دعوت الحق دیتے اور پکار کر کہتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اور انکی آواز خدا کے حکم سے مشرق و مغرب تک پہونچ جاتی اس وقت کے مردود لوگ اس کلمہ کی آواز سُن کر اُنگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے اور بعض ملعون کپڑوں سے اپنے مُنہ کو چھپا لیتے اور بعض کافر یہ آواز سُنکر بھاگ جاتے اور چپکے ہو رہتے۔ جب کہ وہ ان مردودوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تو وہ کافر سب کے سب بے ادبی سے حضرت نوح پر ہاتھ چلاتے اور مارتے مارتے بیہوش کر دیتے اور جب وہ ہوش میں آتے تو پھر پکار کر بولتے۔ اے لوگو! تم کہو خدا وحدہٗ لا شریک ہے اور نوحؑ اس کا برحق رسول ہے۔ اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے گلے میں کافروں نے رسی ڈال کر کھینچا تو اس کے صدمے اور تکلیف سے حضرت نوح علیہ السّلام تین روز شدید بیقرار رہے پھر بھی دعوت الی اللہ میں برابر لگے رہے اور کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی اور اللہ کے واسطے تکلیفیں اُٹھا کر خلق اللہ کو دعوت دیا کرتے یہاں تک کہ طوفان کی نوبت آپہونچی اور حضرت نوحؑ نے کہا قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا (ترجمہ) اور حضرت نوحؑ نے اپنے رب سے کہا کہ اے رب میرے بلاتا رہا میں اپنی قوم کو رات و دن مگر میرے بلانے سے

اور زیادہ بھاگتے ہی رہے اور ہر روز مجھ پر سوائے ظلم و ستم کے کچھ نہیں کرتے اور مجھے ناسزا کہتے ہیں۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دی تو کافروں نے آکر حضرت نوحؑ کو ایسا مارا کہ تمام کپڑے لہولہان ہو گئے۔ تب ان کی بیوی جو کہ کافرہ تھیں کہنے لگیں کہ اے قوم! حضرت نوح دیوانہ ہوئے ہیں تم اتنا مت مارو جو یہ کہتا ہے اپنے دیوانے پن سے کہتا ہے اور وہ کچھ نہیں جانتا ہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی بیوی سے جب یہ باتیں بے ادبی کی سُنیں تب حضرت نوح نے آسمان کی طرف مُنھ کیا اور رو کر کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ فَدَعَا رَبَّهٗ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ (ترجمہ) پھر اس نے پُکارا اپنے رب کو کہ گھِر گیا ہوں کافروں میں اور تو میرا بدلہ ان سے لے! فی الفور جبرائیل علیہ السّلام نے آکر کہا اے نوح تو دعا کر تیری دعا خدا کے درگاہ میں مستجاب ہے یہ قوم کفّار تم پر ہرگز ایمان نہ لاوے گی اور تم اس درخت کو لگاؤ۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جبرائیلؑ نے ایک شاخِ درخت بہشت سے لاکر دی، حضرت نوحؑ نے اس شاخ کو زمین پر لگایا جب چالیس برس گزرے وہ درخت اسقدر بڑا ہوا کہ چھ سو گز لمبا اور چار سو گز موٹا چوڑا ہو گیا اور اس چالیس برس کے اندر تمام بیویاں ان کافروں کی بانجھ تھیں اور نسلیں ان کی منقطع اور باقی عذابِ الٰہی سے معذب ہوئیں۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ وہ اپنے بیٹوں کو نوحؑ کے پاس لے جاکر بولیں کہ اے لڑکو! تم اسکو دشمن جانو اور اس کی بات نہ مانو اس کو ہمیشہ ذلیل و خوار کیجیو کہ وہ دیوانہ ہے۔ حضرت نوحؑ نے جب یہ وصیتیں ان سے سُنیں تب ان لوگوں سے ناامید ہو کر درگاہِ الٰہی میں زاری کی اور کہا وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۔ (ترجمہ) اور کہا نوحؑ نے اے رب میرے اب نہ چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر بھی بسنے والا۔ کہ نسل کافروں کی باقی نہ رہے زمین پر، تب جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نوحؑ اس درخت سے تو ایک کشتی بنا نوحؑ نے کہا کس طرح بناؤں؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ تو اس درخت کو کاٹ اور چیر کر تختے بنا میں تجھے بتاؤں گا۔ نوحؑ نے اس درخت کو کاٹا اور چیر کر تختے بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے روبرو ایک کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ بول یہ تو بیشک غرق ہوں گے۔ تو اس درخت کے تختوں سے کشتی بنا اور شاخوں سے اس کی میخیں لگا۔ حضرت نوحؑ نے بموجب تعلیم حضرت جبرائیلؑ کے درودگری سیکھ کر اس درخت کے تختے بنائے پہلے تختے پر نام آدمؑ کا اور دوسرے تختے پر نام شیثؑ کا اور تیسرے تختے پر نام ادریسؑ کا اور چوتھے تختے پر نام نوحؑ کا اور پانچویں تختے پر نام موسیٰ کا اور چھٹے تختے پر نام صالحؑ کا اور ساتویں تختے پر نام ابراہیمؑ کا اور اسی طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے نام سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے نکالے یعنی ہر تختہ پر ایک۔ ایک پیغمبر کا نام لکھا تھا اور آخری تختے پر نام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اور جو خاتم الانبیاء ہیں حضرت نوحؑ نے جبرائیلؑ کی تعلیم سے کشتی بنائی، طول اس کشتی کا ایک ہزار گز اور عرض اس کا چار سو گز تھا۔ جب کشتی تیار ہوئی تو اس کشتی کو دیکھ کر کافر لوگ

بہت ہنسے اور افسوس کرنے لگے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ (ترجمہ) اور نوحؑ کشتی بناتے تھے اور جب اس قوم کے سردار اس پر سے گذرے تو ہنسی کرتے اس پر حضرت نوحؑ نے ان سے کہا کہ اگر تم ہنسی کرتے ہو ہم پر تو ہم ہنستے ہیں تم پر جیسے تم ہنستے ہو اور اب آگے جان لوگے کہ کس پر عذاب آتا ہے عذاب رسوا کرنے والا اور ہمیشہ رہنے والا۔ یہ فائدہ تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ کافر ہنستے تھے کہ خشک زمین میں غرق ہونے کا بچاؤ کرتا ہے اور حضرت نوحؑ اس چیز پر ہنستے تھے کہ دیکھو ان کے سر پر موت کھڑی ہے اور یہ لوگ ہنستے ہیں، غرض کشتی تیار ہوگئی اور اس میں چار تختے کم ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے حضرت جبرائیلؑ سے کہا تو جبرائیلؑ نے کہا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں چار تختے ان کے چار دوست کے نام سے ان کے نام یہ ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ دوسرے حضرت عمر ابن الخطابؓ۔ تیسرے حضرت عثمان غنیؓ اور چوتھے حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے نام سے لگانا چاہیئے تو پھر کشتی تمہاری اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہیگی اور نجات پائے گی۔ اور جس مومن کے دل میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے چار یار کی محبت ہوگی وہ آتش دوزخ سے نجات پائے گا اور فرمایا اے نوح دریائے نیل میں ایک درخت ہے کسی کو بھیج کر وہاں سے منگوا کر اس سے چار تختے بنام چار یاروں کے نکال کر اس میں لگادو۔ تب نوحؑ نے اپنے بیٹوں کو کہا۔ انہوں نے نہ مانا اور بولے کہ عوج بن عنق کو بھیج دو کہ وہ ہم سے قوت زیادہ رکھتا ہے اور اس کی راہ بھی خوب جانتا ہے۔ اسی وقت حضرت نوحؑ نے عوج بن عنق کو بلوایا اور کہا کہ تو فلانے درخت کو دریائے نیل سے لائے گا تو میں تجھ کو کھلا کر آسودہ کردونگا عوج بن عنق نے کہا کہ تم میرے ساتھ عہد کرو۔ حضرت نوحؑ نے اس سے عہد کرلیا۔ پس عوج بن عنق نے جاکر اس درخت کو جڑ سے اُکھاڑ کر لادیا۔ تب حضرت نوحؑ نے تین روٹیاں جَو کی نکال کر اسے کھانے کو دیں۔ عوج بن عنق انھیں دیکھکر ہنس دیا اور کہا کہ اے حضرت نوح میں بارہ ہزار روٹیاں ایک وقت میں کھا لیتا ہوں اور میں اپنے کھانے کا کیا حساب دوں یہ تین قرص جسے مجھے کیا ہوگا۔ اور ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ عوج بن عنق عمر بھر اکل وشرب سے کبھی بھی سیر نہ ہوسکا۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ اگر تو شکم سیری چاہتا ہے تو بسم اللہ پڑھکر کھا۔ تب اس نے بسم اللہ پڑھی اور کھانا شروع کیا۔ چنانچہ اس نے دوسری روٹی کھانی شروع کی تھی اور لقمے بنا ہی رہا تھا کہ اس کو اب کھانے کی حاجت نہیں رہی اسی میں اس کو شکم سیری ہوگئی۔ بعدہٗ حضرت نوحؑ نے اس درخت سے چار تختے نکال کر اول بنام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اور دوسرا تختہ حضرت عمر ابن الخطابؓ کا اور تیسرا تختہ حضرت عثمان غنیؓ کا اور چوتھا تختہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے لگائے۔ ان چاروں تختوں کے لگانے سے کشتی تیار ہوگئی۔ بعدہٗ جبرائیلؑ نے فرمایا اے نوح تو بیت المعمور کی زیارت کرلے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اُٹھائے گا۔ جب وہ زیارت

کر کے آئے تب اس کو فرشتوں نے آسمان چہارم پر اُٹھا لیا۔ بعدہٗ ترتیب اور نظام کشتی کا کرنے لگے اس میں سات طبقے تھے، اول طبقے میں تابوت آدم اور دوسرے میں حضرت نوح مومنوں کے ساتھ تھے اور تیسرے طبقے میں پرندے اور چوتھے طبقے میں درندے اور پانچویں طبقے میں چرندے اور چھٹے طبقے میں ہر جنس کی چیزیں اور ساتویں طبقے میں گھاس اور میوے سب رکھے تھے پس حضرت جبرائیل نے فرمایا اے نوح علامت طوفان کی یہ ہے کہ تمہارے گھر کے تنور سے گرم پانی اُبلے گا۔ تب ایک روز ان کی بیوی روٹی پکاتی تھی تنور سے گرم پانی اُبل پڑا جلدی سے ان کی بیوی نے انکو خبر دی بمصداق اس آیت کے۔ قولہ تعالےٰ حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ (ترجمہ) یہاں تک کہ پہونچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے۔ کہا ہم نے چڑھا لو اس میں ہر قسم کا جوڑا اور اپنے گھر کے لوگوں کو مگر جس پر کہ پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور نہیں ایمان لائے تھے اس کے ساتھ مگر تھوڑے[1] سے۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اے نوح ایک ایک جوڑا ہر جانور کا کشتی میں رکھ لو۔ حضرت نوح نے کہا کہ کوئی جانور مشرق میں ہیں تو کوئی مغرب میں ہیں کیونکر ان سب کو اکٹھا کروں گا پس خدا کے حکم سے جس کی نسل رہنی مقدر تھی اس جانور کا جوڑا کشتی میں رکھ لیا اور گھر والوں میں سے جس پر بات پڑ چکی تھی یعنی بیٹا اور اس کی ماں ڈوبی اور صرف تین بیٹے بچے جن کی اولاد ساری خلقت ہے اور تنور بھی حضرت نوحؑ کے گھر میں تھا جو حقیقت میں طوفان کا نشان بنا رکھا تھا کہ جب اس تنور سے گرم پانی اُبلے تب کشتی میں سوار ہو جانا اور یہ فائدہ مترجم نے بحوالہ تفسیر لکھا ہے، اور دوسری روایت ہے کہ کشتی میں تین طبقے تھے۔ اول طبقے میں پرندے اور دوسرے طبقے میں نوح معہ اپنے تمام مومنین کے اور تیسرے طبقے میں چارپائے اور فرزندان کے۔ نام ان کے یہ ہیں۔ سام۔ حام۔ یافث کے سب کشتی میں سوار تھے اور ایک بیٹا ان کا کنعان مارے غرور کے جدا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور کہا کہ میں ہرگز تیری کشتی میں سوار نہ ہونگا۔ ہر چند حضرت نوحؑ نے اس کو پکارا کہ اے کنعان تو بے کشتی ہلاک ہو جائے گا، ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھ جا۔ بمصداق اس آیت کے قولہ تعالےٰ وَنَادٰی نُوْحُ ٴابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (ترجمہ) اور پکارا نوحؑ نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے، اے بیٹے سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ منکروں کے۔ اس نے جواب دیا قولہ تعالےٰ قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (ترجمہ) اور کنعان نے کہا کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا اور وہ پہاڑ مجھے پانی کے سیلاب سے بچا لے گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا قولہ تعالےٰ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۝ (ترجمہ) کوئی بچانے والا نہیں آج کے دن سے اللہ تعالےٰ کے حکم کے سوا، مگر جس پر وہ رحم کرے۔ اور فرمایا اے بیٹے آج کوئی باقی نہ رہیگا عذاب الٰہی سے سب غرق ہو جائیں گے۔ مگر وہ شخص کہ خدا ان پر رحم کرے اور وہ مومن ہو۔ اور ماہ رجب کی ۱۰ تاریخ تھی کہ پانی اُبلنا شروع ہوا تھا۔ وَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ

---

[1] یعنی جو روز ازل میں کافر لکھا گیا ہے۔ اس کو اپنے ہمراہ سوار نہ کیجیے۔ ۱۲

بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ (ترجمہ) پھر ہم نے کھول دیئے دہانے پانی کے
ریلے سے اور بہا دیئے زمین سے چشمے پھر مل گیا پانی ایک کام پر جو ٹھہرا تھا آسمان سے گرم پانی برسا اور زمین سے سرد پانی اُبلا۔
یہاں تک کہ پہاڑوں کے اوپر چالیس گز پانی بلند ہوا تھا اور جس پہاڑ پر حضرت نوح کا بیٹا تھا اس پر بھی پانی جا پہونچا۔ یہ کیفیت
دیکھ کر حضرت نوحؑ علیہ السلام کو شفقت پدری دل میں عود کر آئی کہ وہ کچھ دیر میں مارا جائے گا۔ تب آپ نے اپنا مُنہ آسمان
کی طرف کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کی کہ اے میرے رب تو نے وعدہ کیا تھا میرے ساتھ کہ تمہارے اہل بیت
کو ہلاک اور غرق نہ کروں گا، اب یہ میرا بیٹا کنعان مارا جاتا ہے، قولہ تعالیٰ۔ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ
مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور پکارا حضرت نوحؑ نے اپنے رب کو۔ بولے اے
رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں سے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فائدہ۔ یعنی ایک عورت تو ہلاک
ہو چکی اب تو چاہے تو بیٹے کو ہلاک کرے یا اس کو نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ
اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ج (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے اور اس کے کام بالکل
ناکارہ ہیں اور ایمان بھی اس کا تمہارے ایمان کے موافق نہیں ہے، پس کچھ دیر میں ایک موج پانی کی آئی اور اس نے کنعان
کو پانی میں غرق کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے نوح تم کشتی پر سوار ہو جاؤ اور اپنی زبان سے اس کو پڑھو
قولہ تعالیٰ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ
كَالْجِبَالِ ۝ (ترجمہ) اور بولا سوار ہو اس اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا۔ تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان اور وہ بہتی
رہی پانی کی لہروں میں مثل پہاڑ کے؛ یہ آیت جب پڑھی کشتی پانی پر رواں ہو گئی اور بول و براز سے آدمیوں کے کشتی بہت
غلیظ اور گندی ہو گئی۔ حضرت نوحؑ نے الہام الٰہی سے ہاتھی کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ قدرت الٰہی سے دو خوک اسکی ناک
سے پیدا ہوئے اور انہوں نے سب غلاظت کشتی کی صاف کی اور ابلیس علیہ اللعنت نے خنزیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تو اسکی
ناک سے دو چوہے پیدا ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ اے شیطان لعین تجھے اس کشتی پر کون لایا۔ شیطان ملعون بولا اسوقت
کہ تو نے خنزیر کو ملعون کہا اور میں جانتا تھا کہ تم مجھی کو ملعون کہو گے لہذا میں خنزیر کے ذریعہ سے کشتی میں آیا ہوں۔ چنانچہ
چوہے جب کشتی میں سوراخ کرنے لگے۔ تب حضرت نوحؑ نے خدا کی درگاہ میں فریاد کی، حضرت جبرائیلؑ نے آکر حضرت نوحؑ
سے کہا کہ تو شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیر۔ تب حضرت نوح نے شیر کی پیشانی پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس سے دو بلّیاں اس کی ناک سے
پیدا ہوئیں اور ان بلّیوں نے سب چوہے کشتی کے کھا لئے اور اسی دن سے بلّی دشمن ہوئی چوہے کی۔ حضرت نوح علیہ السلام
ماہ رجب کی دوسری تاریخ سے عشرہ محرم الحرام تک تقریباً چھ ماہ آٹھ دن کشتی پر ہی رہے، بعدہٗ جناب باری تعالیٰ سے ندا
آئی قولہ تعالیٰ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ
وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا،

اور سکھا دیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہو قوم جو بے انصاف ہے۔

فائدہ چالیس دن برابر پانی آسمان سے برستا رہا اور اسی طرح چالیس روز تک پانی زمین سے ہر وقت اُبلتا رہا۔ پھر چھ مہینے کے بعد پہاڑوں کے سر کھلے اور کشتی ٹھہری ہوئی تھی جودی پہاڑ پر اور یہ پہاڑ ملک شام میں ہے۔ پھر جب بارش موقوف ہوئی اور زمین خشک ہوگئی اور اتنی خشک ــــــ ہو گئی کہ ایک قطرہ بھی پانی کا زمین پر نہیں رہا۔ اور جب پانی خشک ہو رہا تھا تو کشتی نوحؑ اس دن زمین حجاز میں تقریباً ستر مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر کے ملک شام کی طرف نکل گئی اور جودی پہاڑ پر جا کر ساکن ہوگئی اور پھر اس کے بعد جہاں کہیں پہاڑ تھے وہ سب دکھائی دینے لگے۔ حضرت نوحؑ نے کسی پرندے کو زمین پر بھیجا تاکہ وہ کچھ خبر لائے کہ زمین پر کس قدر پانی ہے۔ وہ پرندہ جو حضرت نوحؑ نے بھیجا تھا وہ زمین پر جا کر دانہ چگنے میں مشغول ہو گیا اور وہ پھر واپس نہ آیا اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اسے اُڑنے سے معذور کیا۔ پھر اس کے بعد حضرت نوحؑ نے کبوتر کو بھیجا وہ زمین پر جا بیٹھا اور کچھ سُرخی تر اپنے پاؤں پر لگا کر کشتی پر آیا۔ تب حضرت نوحؑ نے کبوتر کے حال پر دعا فرمائی کہ پوری مخلوق اس کو پیار کی نگاہ سے دیکھے، اور اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اُنہوں نے سات راہیں پانی کی بنا دیں اور سات دریا روئے زمین پر جاری ہوئے۔ تب سارا پانی جو کچھ زمین میں باقی تھا وہ دریاؤں میں جا گرا اور اس کے علاوہ جو کچھ تھوڑا بہت رہ گیا وہ تمام کا تمام خشک ہو گیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے باہر نکل کر ایک جانور کو بھیجا وہ زمین پر گیا۔ وہ بسبب پانی نہ ہونے کے ٹھہر نہ سکا پھر واپس آیا۔ تب حضرت نوحؑ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اپنی تمام قوم کو کشتی پر سے اُتار لیا۔ اس وقت حکم جل وعلا کا ہوا کہ اے نوح جتنے تخم اور جڑیں ہیں یہ سب زمین پر بو دے چنانچہ حضرت نوحؑ کو تمام قسم کے تخم اور جڑیں مل گئیں لیکن انگور کی جڑ نہ ملی تب جناب باری میں عرض کی۔ آواز آئی کہ اسے ابلیس لعین نے چرا لیا ہے۔ تب حضرت نوحؑ نے اس سے کہا کہ تو نے انگور کی جڑ چرا لی ہے اس کو لا کر دو۔ شیطان نے انکار کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ تو نے ہی اس جڑ کو چرایا ہے۔ تب شیطان نے کہا کہ میں لا دونگا۔ حضرت نوحؑ نے قبول کر لیا۔ پھر کچھ ہی دیر میں اس نے لا کر حضرت نوحؑ کے سامنے پیش کر دی، اور اس نے ایک شرط بھی کی کہ جب تم بو دو گے تو اس کی جڑیں ایک بار تم پانی دو گے اور تین بار ہم پانی دیں گے۔ یہ بھی حضرت نوحؑ نے قبول کر لیا۔ پھر انگور کو زمین میں بو دیا اور بموجب قول کے اپنے عمل میں لائے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے اس کی جڑیں ایک دفعہ پانی دیا اور شیطان لعین نے تین دفعہ۔ یعنی لومڑی اور شیر اور سؤر ان تینوں جانوروں کو مار کر خون ان کا اس کی جڑیں دیا، اور جو شیرینی کہ انگور میں ہے وہ تو حضرت نوحؑ کے پانی دینے کی وجہ سے ہے اور اس سے جو شراب بنتی ہے وہ ابلیس لعین کے پانی دینے کی وجہ سے ہے، اسی واسطے شرابیوں کا مزاج پہلے لومڑی کے مزاج جیسا ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد شیر کا جیسا ہو جاتا ہے اور پھر اس کے بعد سؤر جیسا ہو جاتا ہے کیونکہ نشے کی حالت میں وہ شرابی کسی کو دیکھتا سمجھتا اور کچھ سُنتا سُناتا بھی نہیں۔ اور یہ قاعدہ تقریباً کلیتہً ہے کہ ہر شے میں تاثیر اصل کی ضرور ہوتی ہے،

بمصداق کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِہٖ اور یہ سب شیطان کے فعل سے ہے اور ابلیس نے کہا کہ اے شیخ الانبیاء تیرا
احسان مجھ پر بہت ہے مجھ سے تو کچھ مانگ لے۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ اے ملعون تو ہمارے کس گناہ سے خوش ہوا ہے
بولا تو نے گناہ نہیں کیا تو نے تو ہزاروں کافروں کو خدا کی درگاہ میں دعا کر کے ہلاک کرا دیا وہ سب دوزخ میں
ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے۔ حضرت نوح ؑ اس بات کو سُن کر ترس کھا کر سو برس تک روتے رہے۔ ایک روز
حضرت نوحؑ نے پوچھا کہ اے ملعون کون سا فعل ہے کہ جس کے کرنے سے اولاد آدم دوزخ میں جائے گی وہ بولا کہ
چار چیزیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔ حسد[1] و حرص[2] و تکبر[3] و بخل[4]۔ حضرت نوحؑ نے اس کی شرح اس سے پوچھی۔ اس نے
بیان کیا کہ میں نے ستّر ہزار سال خدائے عزّ وجل کو سجدہ کیا اور اس کی عبادت بجالایا۔ جب آدمؑ کو حق تعالےٰ
نے بنایا اور ان کو سجدہ کرنے کیلئے سب فرشتوں کو حکم دیا۔ سب فرشتوں نے انکو سجدہ کیا تو میں نے حسد کر کے نہ کیا
اس لئے میں سزاوار لعنت کا ہوا اور دوسری یہ ہے کہ پھر حق تعالےٰ نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں
کیا۔ اس وقت پھر میں نے تکبّر کیا اور کہا میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے آدمؑ کو بنایا خاک سے اور مجھ کو بنایا
نار سے، اس لئے حق تعالےٰ نے اپنی درگاہ سے مردود کیا اور تیسری یہ ہے کہ حرص ہوئی آدمؑ کو گیہوں کھانے کی
کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا تاکہ وہ ہمیشہ بہشت میں رہیں اور میں نے ان کو گیہوں کھلایا۔ اس لئے وہ بہشت
سے نکالے گئے اور یہاں گرفتار ہوئے، اور چوتھے بخل ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بخیلوں پر جنّت کو حرام کر دیا ہے
اور وہ ہرگز جنّت میں نہ جائیں گے۔ ابلیس لعین جب یہ ماجرا حضرت نوحؑ کو سُنا کر چلا گیا۔ بعدہٗ آنحضرت پر
جناب باری سے حکم ہوا۔ اے نوحؑ کشتی کی لکڑی سے تو ایک مسجد بنا۔ تب اُنہوں نے جودی پہاڑ پر ایک مسجد بنائی
اور وہاں بستی بن گئی اور نام اس بستی کا ثمانین رکھا۔ یعنی اس کے معنی ہیں اسّی آدمی مومن اور مومنہ، حضرت نوحؑ
کے ساتھ وہاں رہتے تھے اور اس کے چند روز کے بعد حضرت نوح علیہ السّلام نے وفات پائی۔ پھر اولاد ان کی
سام۔ حام۔ اور یافث باقی رہی۔ چنانچہ یہ پوری مخلوقات ان تینوں کی نسل سے ہیں۔ اہل عرب و عجم سام کی اولاد
ہیں اور اہل ہند و حبش حام کی اولاد سے ہیں اور اہل ترکستان یافث کی اولاد سے ہیں اور مروی ہے کہ حضرت
نوح علیہ السّلام ایک روز سو گئے تھے۔ ہوا سے کپڑا عورت کی ستر کا الگ ہو گیا تھا حام کی نظر اس پر پڑی وہ ہنس کر
چپکا ہو رہا اور نظر سام کی جب اس پر پڑی تو اس نے کپڑا اُڑھا دیا۔ جب نوح علیہ السّلام خواب سے بیدار ہوئے تو
ان دونوں کا ماجرا سُنا اور حضرت نوحؑ نے سام کو دعائیں دیں اس واسطے ان کی اولاد پیغمبر ہوئی اور حام کو بد دعا دی
اسی وجہ سے اس کا منہ سیاہ ہوا اور اولاد بھی اس کی سیاہ ہی رہی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حام نے سام کو دعا دی تھی
اس لئے اولاد ان کی پیغمبر ہوئی، اور مروی ہے کہ عمر نوح علیہ السّلام کی چودہ سو برس کی تھی۔ اور ایک دوسری روایت ہے
کہ ایک ہزار بیس برس کی تھی، اور تیسری روایت میں ہے کہ ہزار برس کی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ساڑھے نو سو

برس کی تھی اور غالباً یہی صحیح ہے۔ سورۂ عنکبوت میں مذکور ہے جب نوحؑ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو فرشتوں نے ان سے پوچھا اے شیخ الانبیاء دُنیا کو کیسا دیکھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک دروازے سے گھُس کر دوسرے دروازے سے نکل آیا۔ بعدہٗ اولاد سام میں سے بعض نے کوفے میں اور بعض نے یمن میں اور بعض حجاز وشام میں اور بعض نے مغرب میں جاکر شہر بسائے اور اولاد حام نے ہندوستان میں آکر شہروں کو آباد کیا اور اولاد یافث ترکستان میں جاکر سکونت پذیر ہوئی اور وہاں بہت سے شہر آباد کیے۔ چنانچہ سارا جہان ان ہی تینوں سے آباد ہوا۔ سب سے پہلے شیطان علیہ اللعنۃ نے ہندوستان میں آکر لوگوں کو بُت پرستی کی راہ بتائی۔ پھر اس کے بعد ترکستان جاکر لوگوں کو وہاں بھی بُت پرستی سکھائی۔ بعدہٗ ملک عرب میں جاکر وہاں کے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ اور ایک بادشاہ جس کا نام اس ملک عرب میں جرہم تھا اور وہ قد و قامت میں چار سو گز بلند تھا۔ تمام ملک عرب اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرموت اسی کا نام تھا۔ اس نے وہاں مکانات و باغات اور نہریں بنائی تھیں۔ اور اس کی قوت و شجاعت میں اس کے برابر ملک عرب میں کوئی ثانی نہ تھا۔ تقریباً سات سو برس تک ان میں سے کوئی بھی مرا نہ تھا اور وہ سب موت کو بھول گئے تھے اور زمین ان سے آباد و معمور تھی اور سب کے سب جاہل تھے کوئی بھی اہل علم نہ تھا اور تہذیب و تمدن سے بالکل ناآشنا تھے چنانچہ ایک دن شیطان اُنکے پاس آیا اور اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ کس کی پرستش کرتے ہو۔ ان لوگوں نے شیطان سے کہا کہ ہم لوگوں کو کچھ بھی علم نہیں ہے کہ کس معبود کی پرستش کریں۔ یہ بات ان لوگوں کی سُنکر شیطان نے کہا کہ میں تم کو بتاؤں گا کہ جس کی تمہارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔ تب شیطان علیہ اللعنۃ ان لوگوں میں سے چند کو لیکر خطۂ ہندوستان آیا اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کی پرستش کرتے ان لوگوں کو دکھائی اور ان کو پھر اچھے طور پر بُت پرستی کی تلقین کی اور پورے طریقہ سے بت پرستی کا عادی بنا دیا۔ اور وہ لوگ جو شیطان کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے وہ وہاں سے ان پانچ بتوں کو اُٹھا کر اپنے گھروں میں لے گئے، اور کہا اللہ تعالٰے نے قولہٗ تعالیٰ۔ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ (ترجمہ) اور بولے نہ چھوڑیو اپنے ٹھاکروں کو یعنی وُد کو اور نہ سُواع اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو اور یہ سب کے سب لوگ انکو پوجنے لگے ہیں اور تمام عالم بُت پرست ہوگیا۔ عیاذاً باللہ من ذالک۔

بیان حضرت ہود علیہ السلام

حق تعالٰے نے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد پر بھیجا وہ قوم دراز قد اور چوڑے جسم کی اور نہایت خوفناک تھی۔ سب سے لمبا ان میں سَو گز کا اور ٹھنگنا ساٹھ گز کا اور وہ سب کے سب بت پرستی کرتے تھے اور خدا پرستی سے از حد بیزار تھے اور وہ سنگ کے تراشس کے پہاڑوں میں اپنے مکان بناتے تھے اور اپنی تنگ نظری اور سنگدلی سے بتوں پر

ایمان لاتے تھے مگر ان میں سے ایک فرقہ ایمان نہیں لایا تھا اور وہ ان کافروں کے خوف سے اپنا ایمان چھپاتا تھا جب حضرت ہود علیہ السلام کے پند و نصائح حد سے زیادہ ہوئے تو سب کافر حضرت ہود علیہ السلام کو ایذا دینے کے لئے آمادہ ہوگئے جو لوگ ان پر ایمان لاچکے تھے اُنہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع دی تو حضرت ہود علیہ السلام نے جناب باری میں ان کفاروں کے واسطے بددعا کی اس بددعا کے نتیجہ میں برسات موقوف ہوگئی اور زراعت سوکھ گئی، اور تقریباً سات برس تک وہ کافر قحط کی بلا میں گرفتار ہوئے اور بھوک و پیاس کے مارے اپنی زندگی سے بیزار ہوئے۔
حضرت ہود علیہ السلام نے ان لوگوں سے بہت ہی شفقت و محبّت سے فرمایا کہ تم لوگ سب ایمان لے آؤ، اور اپنے آپ کو دنیا کی آفت اور قیامت کی آتش سے بچاؤ اور یہ سب آفتیں تم کو جو پہونچ رہی ہیں وہ تمہارے کفر کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں اور بُت پرستی خدا کے نزدیک سب سے بُرا کام ہے اس سے بچو! اور وہ لوگ ہمیشہ حضرت ہود علیہ السلام سے بڑی بے ادبی اور گُستاخی سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے بتوں کی پرستش نہ چھوڑیں گے اور اپنے دین باطل سے کبھی مُنہ نہ موڑیں گے۔ اور اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ جس پر کوئی بڑی مشکل آتی تھی اور وہ سخت مہم میں مبتلا ہوجاتا تھا تو وہ حرم میں مکّے کے جاکر التجا کرتا تھا اور جناب الٰہی میں نہایت عاجزی کرتا تھا لہٰذا اس کی دعا قبول ہوتی تھی۔ ان دنوں ایک قوم مکّے میں رہتی تھی اور وہ اپنے تئیں شریف اور رئیس مکہ اور سردار مکہ کہتی تھی، جب لوگ قوم کی ان بلاؤں میں گرفتار ہوئے تو ان میں سے ستّر رئیسوں نے مکّہ جانے کا ارادہ کیا اور وہ سب جانے کے واسطے تیار ہوگئے۔ ساری قوم نے ان کو یہ وصیت کی کہ مکّے میں جاکر دعا استسقاء بارانِ رحمت مانگنے کی ہر شخص کوشش کرے۔ جب یہ لوگ اپنی مسافت کی منزلیں پوری کرکے مکّہ پہونچے اور وہاں جاکر معاویہ ابن بکر کے گھر میں اُترے تو وہ ان سب لوگوں کے واسطے طعام و شراب کی ضیافتیں کرنے و مجلس عیش و عشرت میں راگ گانوں کا سنوانے لگا۔ تو یہ لوگ اپنی بھوک و پیاس کی مصیبت کو بھول گئے کہاں کی دعا اور کہاں کا استسقاء وہ سب کے سب دن رات راگ و گانا سننے لگے۔ اِدھر ساری قوم نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ اے ہود ہم تیرے خدا کو ہرگز نہ مانیں گے، اگر تو ہمکو ڈراتا ہے عذاب سے تو کم از کم ہمکو اپنے خدا کو تو دکھا کہ وہ کیسا ہے جو ہم پر عذاب لائیگا اور اگر تو نے ہم کو اپنے خدا کو نہ دکھایا تو پھر ہم تجھے ضرور مار ڈالیں گے یہ باتیں سُنکر حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے خدا کی درگاہ میں تضرع کی اور کہا کہ خدایا مجھے ان کے ظلم سے بچا کیونکہ مجھے ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ شاید یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ اس قوم کے سردار کا نام عاد تھا، اس کے زمانے سے زمانۂ طوفان تک سات سو برس گزرے تھے اور قوت اس کی اسقدر تھی کہ اگر پتھر پر پاؤں مارتے تو اپنی زانو تک اس میں گھس جاتے لیکن سب کے سب نافرمان تھے۔ اور اپنی زبانوں سے یہ کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً (ترجمہ) یعنی کون ایسا ہے بردۂ زمین پر کہ ہم سے قوت زیادہ رکھتا ہو۔ جناب باری تعالےٰ سے سب کو حکم ہوا ایک حدیث میں ہے۔ کہ اے ہود وہ ستّر آدمی جو تجھ پر ایمان لائے ہیں انکو اپنے ساتھ لیکر پہاڑ پر جا رہو۔ تب حضرت ہودؑ ان کو لیکر پہاڑ پر چلے گئے

اور کہا کہ اے قوم اب تم کو ہوا ہلاک کرے گی۔ اور تم پر غضب الٰہی عنقریب آئے گا۔ وہ بولے کون ایسی ہوا ہے جو ہم پر غالب ہوگی۔ تب خدائے تعالےٰ نے حضرت ہود علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اپنی قوم سے کہدو۔ قولہٗ تعالےٰ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے میری قوم اپنے گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور پھر اپنے کو رجوع کرو اسی کی طرف تاکہ تم پر چھوڑ دے آسمان سے دھاریں اور زیادہ سے زیادہ تم کو دے اور نہ پھر جاؤ تم گنہگار ہوکر۔ کافروں نے کہا کہ ہم تو توبہ نہیں کریں گے اور نہ ہم تم کو اس کا رسول تسلیم کریں گے۔ پس ایک قوم کو بھیجکر مکے میں جاکر پانی طلب کریں پس اس قوم میں سے چھ آدمی مکے کو گئے ان میں سے صرف دو شخص مسلمان تھے لیکن دین اپنا چھپائے رکھتے تھے اور ان دونوں کا نام مرثد اور لقیم تھا اور ان کے سردار کا نام قیلؔ تھا یہ ستر ہزار آدمی لیکر مکے کو گئے۔ مرثد نے ان سے کہا کہ جب تک حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے اس وقت تک تم پر باران کا برسنا موقوف رہے گا۔ یہ بات مرثد کی سُنکر سب نے ان کو جھٹلایا اس کے بعد مرثد اور لقیم نے کہا یا الٰہی یہ لوگ تیری رحمت کے قائل نہیں ہیں تو ہماری حاجتیں پوری کر بارگاہِ الٰہی سے آواز آئی کہ کیا مانگتا ہے مانگ مرثد نے کہا یا الٰہی میں تا قیامت دنیا میں بھوکا نہ رہوں۔ حکم ہوا کہ میں نے تیری یہ حاجت قبول کرلی۔ بعدہٗ لقیم نے کہا۔ یا الٰہی سات دفعہ کی عمر مجھے عطا کر جس کی عمر چاہوں بطناً بعد بطنٍ تین ہزار برس تک زندگانی کروں۔ حکم ہوا میں نے تجھے بخشی اور قیلؔ نے کہا خداوندا کوئی ہماری قوم میں بیمار نہیں ہوا کہ تجھ سے شفا چاہوں اور نہ کسی مشکل میں پڑا ہوں کہ تجھ سے یاری مانگوں مگر پانی مانگتا ہوں واسطے قوم عاد کے۔ اتنے میں تین ساعت کے اندر ابر سیاہ و سفید و سرخ پیدا ہوا اور آواز آئی کہ اے قیل ان تین میں سے جس کو چاہے اختیار کر، تب قیلؔ نے دل میں سوچا کہ ابر سفید و سُرخ میں پانی نہیں ہوتا مگر ابر سیاہ پانی سے خالی نہیں ہوتا۔ لہذا اس کو اختیار کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابر سیاہ ساتھ ساتھ اس کے منزلِ مقصود کو جا پہونچا۔ وہب ابن منبہ نے روایت کی ہے کہ ساتویں زمین پر ایک ہوا ہے اور اس کا نام ریح العقیم ہے اور ستر ہزار زنجیروں سے اسکو باندھ رکھا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس پر محافظ اور موکل ہیں جب قیامت کا دن ہوگا وہ ہوا چھوڑ دی جائے گی اور وہ اتنی تیز ہوگی کہ پہاڑوں کو مانند ریزہ ابریشم کے اُڑا دے گی اور آسمان گر پڑے گا اور اُس کے ٹکڑے ہو جائیں گے اور وہ روئی کے گالے کی مانند اُڑتا پھرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ (ترجمہ) پھر جب پھونکیں گے نرسنگھے میں ایک پھونک اور اُٹھائی جاویگی زمین اور پہاڑ اور پٹکے جاویں ایک چوٹ اس دن ہو پڑے گی ہو پڑنے والی اور پھٹ جاویگا آسمان پھر اس دن وہ سُست ہوگا۔ حکم ہوا کہ اے فرشتو! وہ ہوا قوم عاد پر کچھ دیر کے واسطے چھوڑ دو۔ تب اُنہوں نے عرض

کی کہ اے جبارِ عالم کسقدر چھوڑ دیں۔ حکم ہوا کہ گائے کی ناک کے نتھنے کے انداز سے چھوڑ دو۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ یارب العالمین اس مقدار سے تو سارا عالم ہی برباد ہو جائے گا۔ تب حکم ہوا کہ سوئی کے ناکے کے سوراخ کے برابر چھوڑ دو جب اُنہوں نے تعمیل خدا کو بجالاتے ہوئے اس ہوا کو سوئی کے سوراخ کے برابر سے چھوڑا تو وہ ہوا مانند ابرِ سیاہ کے پہاڑ کی طرف سے نکل کر آئی۔ اس ہوا کو دیکھکر قوم عاد بہت خوش ہونے لگی اور کہنے لگی قولہٗ تعالےٰ۔ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (ترجمہ) بولے یہ ابر ہے ہم پر ضرور برسے گا۔ حضرت ہود علیہ السّلام نے کہا قولہٗ تعالےٰ۔ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهٖ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ترجمہ) کوئی نہیں وہ ہی ہے کہ جس کی تم لوگ شتابی کرتے تھے اور یہ وہ ہوا ہے جس میں دکھ کی مار ہے اور جب ہوا نکلی کافروں نے کہا اے ہود تو نے جو خوشخبری پہونچائی کہ جس سے ہم خنک تر ہوں گے۔ ہود علیہ السّلام نے فرمایا اے کافرو! ذرا صبر کرو اللہ تعالےٰ کی طرف سے تم پر عذاب الیم پہونچا ہے وہ اس خبر کو سُنکر تقریباً سات لاکھ مرد تین پہاڑوں کے دامن میں جا رہے جہاں ہوا کی راہ ایک طرف سے بھی نہ تھی اور یہ سب آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اور اپنے پاؤں کو گھٹنوں تک زمین میں گاڑ کر بیٹھے تھے اور زن و مرد لڑکے بالے چارپایوں کو بیچ میں اپنے لے لیا اور یہ کہتے تھے کہ تین طرف تو ہمارے پہاڑ ہے اور ایک جانب ہم سب ہیں دیکھتے ہیں کہ کون سی ہوا ہے کہ ہمارے بیچ سے گزرتی ہے اور وہ ہم پر کس طرح زور کر سکتی ہے۔ جب متکبروں نے اپنی قوت کا غرور کیا تو اچانک ایک آواز رعد کی آئی اور ہوا نے اسقدر زور کیا کہ پہلے مکانات اور قصر وغیرہ جتنے تھے سب کو جڑ سے کھود کر پھینک دیئے اور تمام تعمیرات برباد ہو گئیں اور ان کی عبرت کے واسطے ان کے پاؤں کے نیچے اور ان کے سامنے سرنگوں کر کے زمین پر ڈال دیا۔ مثال اس کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۔ فَهَلْ تَرٰى لَهُم مِّنۢ بَاقِيَةٍ (ترجمہ) یعنی پھر تو دیکھے لوگ ان میں بچھڑ گئے جیسے وہ جھنڈ ہیں کھجور کے کھوکھلے پھر کیا دیکھا کہ ان میں کا کوئی بچ رہا اور پتھر و دھول و خاک میں ایک برس تک پڑے روتے رہے اور جو شخص بھی ان کے رونے کی آواز سُنتا تو وہ بھی ہلاک ہو جاتا نہایت ہی بھیانک اور خراب آواز انکے رونے کی تھی۔ اور حضرت ہود علیہ السلام نے ایک خطہ زمین پر کھینچ کر مومنوں کو اس کے اندر رکھ لیا ہوا نے بہت زور کیا مگر جو لوگ کہ مومن تھے ان کا سر مو ذرہ برابر بھی اس ہوا سے کچھ نہ بگڑا اور وہ صحیح و سلامت رہے۔ سچ کہا ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ جو شخص کہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا بھی اللہ ساتھی ہوتا ہے۔ بعدہٗ حضرت ہود علیہ السّلام مومنوں کو اپنے ہمراہ لیکر جرہم کے پاس گئے اور کہا کہ عذاب الٰہی تو نے دیکھا اس نے کہا کہ ہاں، تب حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ کہہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هُوْدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ ملعون بولا جب تک کہ تو اس قوم کو زندہ نہ کریگا اس وقت تک مَیں تجھ پر ایمان نہ لاؤنگا، اور وہ مردود یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اسی وقت اس کے قدم کے نیچے ہوا نے اس زور کا تھپیڑا دیا اور سخت عذاب نے آ کر اس کو ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔ پس اسکے بعد حضرت ہود علیہ السّلام تقریباً چار سو برس تک زندہ رہے اور اس کے بعد دنیائے فانی سے رحلت فرمائی اور انکے دُنیا سے

چلے جانے پر تمام مومنین کافی عرصہ تک روتے رہے اور مومنین حضرات نے نہایت احترام کے ساتھ حضرت ہود علیہ السلام کو دفن کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السّلام کے انتقال کے بعد ان کے ماننے والے مومنین ایک سو سال تک زندہ رہے بعدہٗ ان لوگوں نے بھی انتقال کیا۔ اور ان کی اولاد بھی اپنے آبائی دین پر ایک عرصہ دراز تک قائم رہی۔ اور ایک کثیر آبادی سے وہ لوگ آباد ہوئے اور دین و دُنیا کی راہ مخلوقِ خدا کو بتاتے رہے اتفاقاً ایک روز شیطان مردود انکے پاس آیا اور اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم سب کس کو پوجتے ہو۔ اُنہوں نے کہا زمین و آسمان کے خدا کو پوجتے ہیں۔ ابلیس لعین نے کہا کہ کیا تم خدا کو دیکھتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ شیطان نے یہ سُن کر ان سے کہا کہ تم اس پتھر سے ایک بُت بنا کر پوجا کرو تاکہ وہ روزِ قیامت تمہارے لئے شفیع ہووے۔ ان لوگوں نے ابلیس کی باتوں پر یقین کر کے ایک بت پتھر کا بنا کر میدان میں رکھ دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ (ترجمہ) اور کیسا کیا تیرے رب نے قوم ثمود سے جنہوں نے تراشے پتھر واسطے بت بنانے کے اور انکو وادی میں رکھ دیا۔ **فائدہ** وادی میدان ان کے مکان کا نام ہے اور ان لوگوں نے پہاڑوں کو کھود کر اپنے رہنے کے واسطے گھر بنائے تھے اور اسی پتھر سے اپنے پوجنے کے واسطے بت بھی تراشے تھے اور اس بت کے چاروں طرف چھید کر کے اس میں نقرہ پلا دیا تھا اور ایک تخت عظیم الشان بچھا کر اس پر ایک سونے کی کرسی رکھ کر اس بُت کو رکھ دیا تھا۔ بعدہٗ ابلیس نے کہا کہ تم سب اس کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے کہنے سے سب لوگوں نے سجدہ کیا اور وہ سب کافر ہو گئے اور اسی جگہ ایک گنبد عظیم الشان بنا کر اسے معبد خانہ قرار دیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہَا بعدہٗ خدائے تعالیٰ نے ایک مچھر کو بھیجا۔ اس نے اس گنبد کو چھید کر کے بُت کے اندر جا کر خرطوم اپنا اس کے سر میں چبھو کر کرسی سمیت اس کو اُٹھا کر دریائے محیط میں ڈال دیا۔ تمام کافر یہ حال دیکھکر بہت متحیر و پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہم کس کو پوجیں گے، بعدہٗ خدائے تعالیٰ نے اسی قوم کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ بعد قصہ حضرت ہود علیہ السّلام کے قصہ شدّاد لعین کا تحریر کرتا ہوں کیونکہ شداد لعین بھی حضرت ہود علیہ السلام کے زمانے میں تھا اسی وجہ سے حضرت ہود علیہ السّلام کے بعد ہی تحریر کیا گیا۔

بیان شدّاد لعین کا!

اکثر مؤرخین حضرات نے شدّاد کا ذکر بھی حضرت ہود علیہ السّلام کے ذکر کے ساتھ کیا ہے چونکہ وہ بھی قوم عاد سے تھا اور قوم عاد ہی کی طرف حضرت ہود علیہ السّلام کو بھیجا گیا۔ اس واسطے میں بموجب پیروی اہل تاریخ کے اس حال عجیب اور قصہ غریب کو تحریر کرتا ہوں کہ اہل ایمان کو اس احوال سے عبرت ہو اور خداوند قدوس کی

قدرتوں پر یقین واثق ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شدید اور دوسرے کا نام شدّاد تھا۔
اور یہ دونوں ہفت اقلیم کے بادشاہ تھے اور ان دونوں کا مسکن، ملک شام تھا۔ شدید تو تقریباً سات سو برس
تک بادشاہی کر کے مرگیا۔ بعدہٗ شدّاد ملعون بادشاہ ہوا اس نے تمام روئے زمین کو مسخر کرلیا۔ اور جہاں تک اسکی بادشاہت
کا تعلق تھا اسی کا حکم چلتا تھا۔ اور شب و روز اس کو حکومت ہی سے کام تھا اور وہ اسی میں خوش رہتا تھا۔ اور اس کے
ماننے والے اگرچہ کفر و شرک میں مبتلا تھے لیکن اس کے عدل کی وجہ سے شیر و بکری ایک ہی جگہ پانی پیتے تھے۔ ایک
نقل اس کے انصاف کی تحریر کرتا ہوں تاکہ اس کے عدل کی تاثیر ظاہر ہو جائے۔ دو شخص اس کے محکمہ عدالت میں آئے
ان دونوں نے اپنے عجیب احوال سنائے۔ ایک شخص بولا کہ میں نے اس سے ایک قطعہ زمین کا لیا ہے اور پوری
قیمت دیکر اپنا قبضہ کیا ہے۔ میں نے اس زمین میں خزانہ پایا ہے وہ اس کو دیتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تو زمین کو
بیچا ہے، اب میں اس خزانہ کو ہرگز نہیں لیتا۔ دوسرا بولا کہ میں نے تو زمین خریدی ہے نہ کہ خزانہ خریدا ہے۔ اب یہ
اس کے لینے میں بہت حیلہ و بہانہ کرتا ہے۔ جب حاکم وقت نے پوچھا کہ تمہارے دونوں کے کچھ اولاد بھی ہے یا ساری
عمر تمہاری لاولدی سے برباد ہے۔ وہ بولے کہ ایک کی بیٹی اور ایک کے بیٹا ہے۔ حکم کیا کہ دونوں کو آپس میں نکاح
باندھکر یہ مال ان کو دیدو۔ اور بموجب حصے کے ہر ایک کو تقسیم کرو۔ ایسے انصاف سے ان کا قضیہ طے کیا۔ اور
اس نے اپنے تئیں دنیا میں نیک نام کیا۔ بعدہٗ حضرت ہود علیہ السّلام کو اس کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ ہرچند
حضرت ہود علیہ السلام نے اس کو دعوت ایمان دی پر وہ ایمان نہ لایا اور کافر و مشرک مرا۔ حضرت ہود علیہ السلام
نے جب اس کو دعوت ایمان پیش کی اور ایمان لانے کے واسطے اس کو کہا تو وہ کہنے لگا کہ اگر میں تمہارا دین قبول
کرلوں تو ہم کو کیا فائدہ ہوگا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالےٰ تجھ کو اس کے عوض بہشت جاودانی عنایت
کرے گا اور ہمیشہ تجھ پر اپنا فضل و مہربانی مرحمت فرمائے گا۔ حضرت ہود علیہ السّلام نے اسکو اچھی اچھی باتیں بتائیں جو
آخرت میں اس کے واسطے نجات کا سبب بن سکتی تھیں لیکن اس ملعون نے ان بھلی باتوں پر کچھ بھی احساس و خیال نہ کیا
اور مزید کہنے لگا کہ اے ہود تو مجھے بہشت کی طمع دلاتا ہے اور میں نے بہشت کی صفت سُنی ہے۔ میں بھی اسی دنیا میں
مثل اس کے بہشت بناؤں گا۔ اور دن رات عیش و عشرت کروں گا، مجھے تیرے خدا کی بہشت کی کچھ حاجت نہیں۔ اس مکالمہ
کے بعد اس ملعون نے اسی وقت ہر ایک ملک کے بادشاہوں وزیروں اور اکابروں کو خطوط لکھے جو اس کے زیر تابع تھے
اور اس میں لکھا کہ تمہارے ملک میں جس جگہ زمین ہموار اور میدان مسطح نشیب و فراز اس میں نہ ہو اسکی جلد اطلاع ہم کو دو۔ ہم
اس جگہ پر بہشت بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے بعد فوراً ہی اپنے قاصد ہر جگہ بھیجے تاکہ وہ وہاں سے سونا چاندی اور
جواہرات لیکر جلد آئیں۔ و نیز ان قاصدوں سے یہ بھی کہدیا کہ جتنے بھی مشک و عنبر اور مروارید ہاتھ آئیں وہ سب کے سب بہم
ساتھ آویں۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت شداد کے زیر حکم ہزار ملک اور ایک ہزار بڑے شہر تھے۔ اور ہر ملک اور ہر شہر میں

تقریباً ایک ایک لاکھ آدمی موجود تھے بہت ہی شدید جستجو کے بعد خطۂ عرب میں ایک قطعہ زمین جس کی مسافت چالیس فرسنگ کی تھی ملی۔ اسکے بعد فوراً امیروں امراء کو حکم ہوا کہ تین ہزار اُستاد پیمائش کریں اور ہر ایک اُستاد کے ساتھ سَو سَو بہترین کاریگر ہوں یہ حکم مقرر کر دیا گیا اور سارے ملک کا خزانہ وہاں لاکر جمع کریں۔ سب سے پہلے چالیس گز زمین نیچے سے کھود کر سنگ مرمر سے بنیاد بہشت کی رکھو چنانچہ اس کے حکم سے بنیاد درست کی گئی اور اس کی دیواریں چاندی اور سونے کی اینٹوں سے اُٹھائی گئیں چھت اور ستون زبرجد اور زمرد سبز سے بنائے گئے چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شداد لعین کی بہشت کے حال سے اور ستونوں سے اس کے خبر دی کہ دُنیا میں کسی نے ایسی بہشت نہیں بنائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ (ترجمہ کیا تو نے نہیں دیکھا کیسا کیا رب تیرے نے عاد سے جو ارم کے بڑے ستون بناتے تھے جو کسی شہر میں ویسا بنا نہیں۔ فائدہ۔ یعنی عاد ایک قوم تھی اور ارم اس میں ایک قبیلہ تھا اور ان میں سلطنت تھی۔ ان میں عمارتیں وہ اونچی اونچی بناتے اور صفتیں اس کے بہشت کی یہ ہیں کہ درخت اس میں نصف چاندی اور نصف سونے کے بنائے تھے اور پتیاں ان درختوں کی زمرد سبز سے جڑی تھیں اور ڈالیاں اس کی یاقوت سُرخ کی تھیں اور میوے انواع واقسام کے اس درخت پر لگائے تھے اور بجائے خاک کے اس میں مشک وعنبر وزعفران سے پُر کئے تھے اور بجائے پتھر کے اسکے صحن میں موتی اور مونگا ڈالتے تھے۔ اور نہریں اس میں شیر و شراب و شہد کی جاری کی تھیں اور بہشت کے دروازے پر چار میدان بنائے اور اشجار میوہ دار اس میں لگائے تھے۔ اور ہر ایک میدان میں ایک ایک لاکھ کرسیاں سونے چاندی کی بچھی تھیں اور ہر کرسی کے سامنے ایک ایک ہزار خوان میں جملہ اقسام طرح طرح کی نعمتیں رکھی تھیں اور یہ بھی خبر ہے کہ چالیس ہزار خزانے چاندی اور سونے کے بہشت کے خرچ کے واسطے تھے۔ یہاں تک کہ تین سو برس میں اس کا سرانجام ہوا اور وکیلوں کو ہر ملک میں بھیجا کہ درم بھر بھی چاندی کسی ملک میں نہ چھوڑو سب اس بہشت میں لاکر جمع کرو۔ آخر یہ نوبت پہونچی کہ ایک عورت بڑھیا غریب مسکین یتیم کہ اس کی بیٹی کے گلوبند میں ایک درم چاندی تھی۔ ظالموں نے اسے بھی نہ چھوڑا آخر وہ لڑکی رو پیٹ کر کہنے لگی کہ میں غریب فقیرنی ہوں سوائے ایک درم چاندی کے اور کچھ نہیں ہے لہٰذا یہ ایک درم مجھ کو بخشدو۔ مگر اُنہوں نے کچھ نہ سُنا تب اس غریبہ نے خدا کی درگاہ میں فریاد کی کہ یا الٰہی تو اس کا انصاف کر اس ظالم کے شر سے مظلوم کو بچا اور اس کی بے انصافی کا تو انصاف کر اور اسے دفع کر۔ آہ و فریاد اس کی خداوند قدوس کی درگاہ میں قبول ہوئی بمصداق اس حدیث کے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا مَقْبُوْلٌ (ترجمہ) پرہیز کرو مظلوم کی بد دعا سے بیشک وہ مقبول ہوتی ہے۔ خبر ہے کہ شداد نے سارے ملک کے لڑکے اور لڑکیاں خوبصورت وحسین دیکھ کر دمشق میں جو اس کا مکان تھا اس میں جمع کیں کہ مانند حور و غلمان کے بہشت میں اسکی خدمت میں رہیں۔ مکمل دس برس تک وہ کافر شداد قصد کرتا رہا کہ بہشت جا کر دیکھیں۔ لیکن خدائے تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ وہ

اپنی بنائی ہوئی بہشت میں جاوے۔ ایک روز کمال خواہش سے دو سو غلام ساتھ لیکر بہشت کو دیکھنے گیا۔ جب وہ بہشت کے نزدیک جا پہونچا اور اس نے اپنے غلاموں کو چاروں میدانوں میں بھیجا اور ایک غلام کو ساتھ لیکر چاہا کہ بہشت میں جائیں۔ وہیں بہشت کے دروازے پر ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ شدّاد نے کہا کہ تو یہاں کیوں آیا۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ میں یہاں تیری جان قبض کرنے آیا ہوں۔ شدّاد نے اس سے کہا کہ تو ذرا مجھے مہلت دے تاکہ میں اپنی بنوائی ہوئی بہشت کو دیکھوں۔ ملک الموت نے کہا کہ خدا کا حکم نہیں ہے کہ تو اپنی بنوائی ہوئی بہشت میں جاوے کیونکہ تجھ کو دوزخ میں جانا ہے پھر شدّاد نے کہا کہ چھوڑ میں گھوڑے سے اُتروں۔ ملک الموت نے کہا کہ نہیں۔ تب اسی حالت میں اس کا ایک پاؤں گھوڑے کی رکاب میں رہا اور دوسرا پاؤں بہشت کے دروازے پر تھا کہ جان اس کی قبض کرلی گئی۔ وہ مردود بہشت نادیدہ دوزخی ہوا اور ایک فرشتے نے آسمان سے ایک ایسی سخت زور سے آواز کی کہ سب ہاتھی اس کے ہلاک ہوگئے اور ایک کو کھانے کی فرصت نہ ہوئی اسوقت نہ مال رہا نہ ملک، ادنیٰ و اعلیٰ فقیر و امیر سب برابر ہوگئے ملک غارت ہوگئے اور وہ سب دوزخی ہوگئے اور اس کی بہشت کو زمین کے نیچے دبا دیا کہ قیامت تک کچھ اثر اس کا باقی نہ رہے بعدہٗ اللہ تعالےٰ نے حضرت صالح علیہ السّلام کو قوم ثمود کی طرف رسول بناکر بھیجا۔

بیان حضرت صالح علیہ السّلام

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط (ترجمہ) اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح علیہ السّلام کو انہوں نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے ثمود درحقیقت ایک جماعت صاحب مال کی تھی اور وہ بکریوں اور اونٹوں سے آسودہ حال تھے۔ جب قوم عاد کو حق تعالےٰ نے اس دنیا سے غارت کیا تو اس کے بعد قوم ثمود نے انکے شکستہ مکانوں پر قبضہ کرلیا اور ان کو ازسرِ نو تعمیر کرلیا اور یہ قوم بھی کثرت مال و کثرت اولاد سے گمراہ ہوئی وہ اپنی دولت کے غرور پر نازاں رہتے تھے اور بتوں کی عبادت میں مصروف رہتے اور ظلم و فساد کثرت سے کرتے تھے حضرت صالح علیہ السّلام نے قوم ثمود کو دعوت الی اللہ دی اور اس قوم سے کہا کہ اے قوم اقرار کرو کہ خدا ایک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ منکروں نے کہا کہ تمہاری پیغمبری کی کیا دلیل ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ ہودؑ کی قوم کو اللہ تعالےٰ نے بسبب بے ایمانی اور بت پرستی کے ہلاک کیا اور مجھے ان کے پیچھے اللہ تعالےٰ نے خلیفہ بنا کر تم پر بھیجا ہے۔ قوم ثمود کے سردار بولے کہ اے صالح اگر تم اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہو تو ہم کو کچھ معجزہ

دکھلائیں حضرت صالح علیہ السّلام نے کہا کہ تم بتاؤ کیا معجزہ دکھلاؤں؟ یہ بات سُن کر وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے پھر کچھ دیر بعد حضرت صالح علیہ السّلام سے کہنے لگے تم یہ معجزہ دکھاؤ کہ ایک اونٹنی اس پتھر سے نکلے اور اسی وقت وہ بچہ بھی جنے اور دودھ بھی دیوے۔ تب ہم جانیں گے کہ تم رسولِ خدا برحق ہو۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے صالحؑ تم ان سے اقرار کرلو اور ان سے کہو کہ بغیر حکم خدا کے وہ اونٹنی کو نہ مارئیں اور سوائے دودھ کے اس سے کچھ نہ کھاویں کیونکہ ان پر کوئی چیز اس کی حلال نہیں ہے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے اقرار لیا اور اس اقرار کے بعد حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے صالح تم دعا کرو اور میری قدرت کے نظائر دیکھو کہ میں نے تجھ سے چار ہزار برس پہلے ایک اونٹنی اس پتھر کے اندر پیدا کر رکھی ہے تاکہ تیرا معجزہ ظاہر ہو۔ اور تیری پیغمبری کی دلیل مضبوط ہو پس حضرت صالح علیہ السّلام نے خدا کی درگاہ میں دعا کی اور تمام مومنوں نے آمین کہی۔ اتنے میں ایک عجیب آواز اس پتھر سے نکلی معاً ایک اونٹنی نہایت خوبصورت اس پتھر کے نیچے سے نکل آئی وہ اتنی حسین و خوبصورت تھی کہ اس جیسی سارے عالم میں دوسری نہ تھی۔ اور بعد ایک ساعت کے اس نے ایک بچہ دیا اور اسکے پاس تازہ گھاس بھی نظر آئی جو اونٹنی نے کھائی تھی اور خدا کے حکم سے فوراً ایک چشمہ اور ایک چراگاہ پیدا ہوگئی۔ اور اونٹنی اس میں چرنے لگی اور اس قوم میں سات قبیلے تھے اور ساتوں قبیلے اس چشمہ سے پانی پیتے تھے اور پانی کچھ کم نہ ہوتا تھا۔ ساربان اس اونٹنی کو اس چشمہ پر لے گئے۔ اس اونٹنی نے اس چشمہ کا سب پانی پی لیا۔ پھر اس وقت حضرت صالحؑ نے قوم سے کہا کہ تم لوگ اس کا دودھ پیو۔ پس ساتوں قبیلے اس سے دودھ دوہ کر گھڑے اور مشکیں بھر بھر کر اپنے گھر لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنی قوم سے کہدو کہ پانی اس چشمہ کا ایک روز اونٹنی کا ہے جس روز دودھ دوہا جائے اور ایک دن ان کا ہے جس روز دودھ نہ دوہا جائے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ ترجمہ اور کہا یہ اونٹنی ہے اسکو پانی پینے کی ایک دن باری ہے اور تمہاری باری دوسرے دن کی مقرر کی ہے اور اس اونٹنی کو کسی طرح سے چھیڑنا مت ورنہ تم کو ایک بڑے دن کی آفت گھیر لے گی۔ (فائدہ) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اونٹنی پتھر سے پیدا ہو کر حضرت صالح علیہ السّلام کی دعا سے چرتی پھرتی تھی اور جس جنگل میں وہ اونٹنی چرنے جاتی تو اس جنگل کے سب مویشی بھاگ کر کنارے پہونچ جاتے اور جس تالاب سے وہ پانی پیتی سب مویشی وہاں سے بھاگ جاتے اور مویشی وغیرہ پیاسے رہ جاتے۔ تب ایک مشورہ کیا اور یہ بات طے پائی کہ ایک دن پانی پر اونٹنی جاوے اور دوسرے دن ان لوگوں کے مویشی جاویں اور یہ خلاصہ تفسیر سے لکھا ہے۔ اسکے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے کہا کہ خبردار! یہ اونٹنی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کو کبھی بھی مت چھیڑنا اور اس کو کوئی تکلیف بھی مت دینا ورنہ اس کی پاداش میں خداوند کریم تم پر سخت عذاب بھیجے گا۔ یہ بات حضرت صالح علیہ السّلام کی سُن کر وہ لوگ اس اونٹنی کو

پیار کرتے تھے اور بہت ہی حفاظت سے رکھتے تھے۔ اور اس کے دودھ سے مکھن اور گھی جمع کر کے شہروں میں لیجاکر بیچتے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے اور اسی وجہ سے وہ لوگ سب مالدار ہوگئے اور اسی صورت سے تقریباً چارسو سال گذر گئے۔ ایک روز حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اس مہینے کے اندر جس گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اس سے ساری قوم ہلاک وتباہ ہوگی۔ اتفاقاً ان حاضر شدہ لوگوں کی بیویاں سب کی سب حاملہ تھیں۔ مرضی الٰہی سے اسی مہینے میں جنیں تو نو عورتوں نے اپنے بچوں کو مار ڈالا۔ اور ایک عورت نے بسبب اس کے کہ کوئی فرزند اس کا نہ تھا اس لئے اپنے بچے کو نہیں مارا اور زندہ رکھا۔ اور نام اس کا قدار رکھا۔ جب وہ لڑکا بالغ ہوا۔ شہ زور نکلا۔ اور وہ نو عورتیں جنہوں نے اپنے فرزندوں کو مار ڈالا تھا پشیمان ہوئیں۔ اور کہنے لگیں کہ صالحؑ کی بات جھوٹی تھی۔ اس سبب سے ایمان ان لوگوں کا حضرت صالحؑ اور ان کی اونٹنی سے ہٹ گیا اور ایک روز وہ قدار اور ایک شخص کہ نام اس کا مصدع تھا اس کے ساتھ مل کر اور ہر ایک قبیلے سے ایک ایک شخص نے باہم متفق ہوکر اور خوب شراب پی کر اونٹنی کے مار ڈالنے کی صلاح کی اور یہ کہا کہ یہ پانی پینے کے لئے جب کنوئیں کے کنارے پر جائے گی تو ہم لوگ اس کو اسی وقت مار ڈالیں گے۔ بمصداق اس آیت کے قولہٗ تعالےٰ وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَۃِ تِسْعَۃُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ہ ترجمہ اور تھے اس شہر میں نو شخص خرابی کرتے ملک میں سنوارتے دوسرے روز اونٹنی نے پانی پینے کے لئے اپنا سر جھکایا اور قدار بن سالف مردود نے آکر اس کی گردن پر تیر مار کر زخمی کردیا اونٹنی نے اس پر حملہ کیا تو سب بھاگے اور مصدع بن دہر ملعون نے پیچھے سے آکر اس کے پاؤں میں تلوار ماردی اور اونٹنی گر پڑی اور اس کے بعد تمام ملعونوں نے مل کر اس کو جان سے مار ڈالا اور وہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کا یہ حال دیکھکر بھاگا۔ سب مردودوں نے اس کا بھی پیچھا کیا لیکن وہ اس کو پکڑ نہ سکے اور وہ بچہ اس پتھر میں چلا گیا جس پتھر سے اسکی ماں نکلی تھی۔ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ قوم صالح علیہ السلام کی شراب نہ پیتی تو ہرگز اونٹنی کو نہ مارتی اور یہ گناہ کبیرہ محض شراب پینے کی وجہ سے ہوا اور ایک حدیث میں آیا ہے اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثِ ہ یعنی شراب تمام برائیوں کی ماں ہے۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک عورت بدکار کے گھر میں گائے اونٹ بکری وغیرہ بہت تھے اور چارے اور پانی وغیرہ کی تکلیف سے اپنے یار کو سکھایا کہ جاؤ اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالو۔ چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا۔ اور اس واقعہ کے تین دن بعد ان پر دردناک عذاب آیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو خبر دی گئی اور ان سے کہا گیا کہ اس قوم سے کہدو۔ قولہٗ تعالیٰ فَعَقَرُوْھَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ ہ (ترجمہ) پھر اس کے پاؤں کاٹ ڈالے تب کہا فائدہ اٹھاؤ اپنے گھر میں تین دن اور یہ وعدہ جھوٹا نہ ہوگا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کافروں سے کہا۔ حیات تمہاری تین دن سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ حیران ہوکر بولے اس کی کیا علامت ہے۔ حضرت صالحؑ نے کہا کہ پہلے روز رنگ روپ تمہارا سرخ ہوجائیگا اور دوسرے روز زرد ہوجائے گا۔ اور تیسرے روز سیاہ ہوجائے گا۔ جب تین دن کے بعد یہ علامت مذکورہ ظاہر ہوئی تو جن لوگوں نے اونٹنی کو

ارادہ مردود سب کے سب حضرت صالحؑ کے گھر آئے تاکہ حضرت صالح علیہ السلام کو بھی مار ڈالیں۔ تب اس وقت غضب الٰہی نازل ہوا اور جبرائیل علیہ السلام نے آکر ان کے گھروں کی تمام دیواریں ہلا دیں اور وہ تمام کافر اپنے مکانوں سے نکل بھاگے اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نے ایسی چیخ ماری کہ ایک ہی آواز سے سب کے سب خاک میں مل گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ان ساتوں قبیلوں نے حضرت صالحؑ سے پوچھا کہ کس طرح سے ہم لوگ ہلاک ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ہی آواز سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی۔ اور تم سب خاک میں مل جاؤ گے۔ یہ سنکر اسی وقت اس قوم نے ایک کنواں بہت بڑا کھودا اور بیوی بچوں کو اس میں رکھ دیا اور ان کے کانوں کے واسطے روئی کافی تعداد میں دیدی۔ اور اس روئی کو ان کے سروں پر بھی اچھی طرح رکھ دیا کہ آواز کانوں تک نہ پہونچ سکے۔ کیونکہ جب آواز کانوں تک نہ آئے گی تو عذاب سے نجات مل جائے گی، یہ تدبیر کر کے خود بھی اس کے اندر جا رہے بعدہٗ اس کے اسی فرشتہ نے وہاں جاکر ایک ہی آواز سے ساتوں قبیلوں کو فی النار والسقر کیا۔ چنانچہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ (ترجمہ) ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسی روئی دھنی ہوئی گالے کے مانند اور کچھ بھی نام و نشان انکا زمین پر باقی نہ رہا۔ بعدہٗ صالح علیہ السلام ملک شام میں چلے گئے جس کو آجکل شہرستان عوج کہتے ہیں وہاں جاکر سکونت اختیار کی بعدہٗ کافی مدت میں انتقال فرمایا۔ اور جامع مسجد کی داہنی طرف مدفون ہوئے اور ان کے ہمراہ تمام مومنین بھی وہیں جاکر بسے اور وہیں سب مدفون ہوئے۔

بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام

جب کوئی اولاد سام بن نوح بن تارخ کی عرب وعجم میں نہ رہی، ان میں سے بعض لوگ تو طوفان نوح سے ہلاک ہو گئے اور بعض فرشتے کی آواز سے مرے۔ بادشاہ نمرود علیہ اللعنت عجم کے ملک سے نکلا وہ بیٹا کنعان بن آدم بن سام بن نوح علیہ السلام کا تھا۔ اور اس کی زبان عربی تھی اور بعض نے لکھا ہے کہ کیکاؤس بیٹا کیقباد کا اور وہ بیٹا منوچہر بیٹا فریدوں بن جمشید کا تھا۔ لیکن وہ صحیح نہیں ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا نام نمرود تھا اور اس کی بڑی قوت اور حشمت وشوکت تھی بسبب قوت لشکر کے ملک شام میں سلطنت قائم کی۔ بعد اسکے ترکستان فتح کر کے اولاد بن یافث بن نوحؑ کو اپنا فرمانبردار بنایا۔ بعدہٗ ہندوستان میں آکر اولاد حام بن نوح کو مطیع کیا۔ اور ملک روم کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور تمام جہان مشرق سے مغرب تک اپنے قبضہ و دخل میں لے لیا۔ بعد اس کے کوفہ میں جاکر مقام کیا۔ اب جس کو بابل کہتے ہیں۔ وہیں تخت پر بیٹھا ترکستان اور ہندوستان اور روم اور مغرب

مشرق سے خراج اسکے لیئے آتا تھا ایک ہزار سات سو برس اس نے بادشاہی کی ۔ بڑا متکبر تھا ۔ کبھی آسمان کی طرف نظر نہ کرتا اور اپنی حاجت کو کبھی اللہ سے نہیں مانگتا تھا ۔ اور کہتا تھا کہ میں خدا ہوں ۔ اور آسمان کا خدا کیا چیز ہے ۔ نعوذ باللہ ۔ ہاں ۔ ایک مرتبہ اس ملعون نے اس وقت آسمان کی طرف نظر کی تھی جب یہ گدھے پر سوار ہو کر خدا کو تیر مارنے جا رہا تھا ۔ اور تیر کمان میں لگا کر کہتا تھا کہ اگر آسمان میں دوسرا خدا ہے تو اسے تیر سے مار ڈالونگا ۔ اور جب وہ ملعون باہر نکلتا تو اس تخت کے چاروں پائے چار ہاتھی کی پیٹھ پر رکھ کر بیٹھتا اور تخت کے نیچے ایک قبہ دیبائے رومی کا کھنچواتا موتی اور جواہرات سے اُسے آراستہ کرتا اور طنابیں اس میں زربفت کی لگائی جاتیں دن کو اسی تخت پر بیٹھتا اور چار سو کرسیاں اس کے تخت کے نیچے بھی رہتیں ۔ اور ہر کرسی پر جادوگر اور منجم سب بیٹھتے اور امیر و حاجب اس کے گرد رہتے تھے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہفت اقلیم کی بادشاہی صرف چار شخصوں کو ملی اور ان چاروں کے برابر شہنشاہ کوئی نہیں ہوا دو مسلمان ایک ان میں حضرت سلیمان علیہ السّلام اور دوسرے سکندر ذوالقرنین تھے اور دو کافر ایک ۔ نمرود بن کنعان اور دوسرا بخت نصر ۔ ان چاروں کو ہفت اقلیم کی بادشاہی حاصل ہوئی تھی ۔ ایک روز نمرود تخت پر بیٹھا تھا ۔ اور تمام لشکر اس کے گرد حاضر تھا تقدیر الٰہی سے جادوگر اور منجم سب سر اپنا جھکائے ہوئے بیٹھے تھے ۔ نمرود نے کہا ۔ کہ آج تم کو کیا ہوا کہ دل گیر اور غمناک بیٹھے ہو ۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا تمہاری خیر کرے ایک ستارہ عجیب فلک پر نظر آیا کہ کبھی ہم نے نہ دیکھا تھا آج مشرق کی طرف سے نکلا ہے ۔ نمرود نے کہا کہ وہ ستارہ کیسا ہے اُنہوں نے کہا کہ ایک لڑکا باپ کی صلب سے ماں کے رحم میں موجود ہوگا وہ تیری بادشاہت کو تباہ کریگا ۔ نمرود نے کہا کہ کس وقت وہ لڑکا باپ کی پشت سے ماں کے شکم میں آویگا ۔ منجموں نے کہا کہ وہ تین رات و دن میں ۔ پس نمرود نے حکم کیا کہ یہ جتنی عورتیں بالغہ ہیں وہ آج سے اپنے شوہروں کے ساتھ ہم بستر نہ ہونے پائیں ۔ اتفاقاً نمرود کا ایک چوبدار اس کا نام تارخ تھا ۔ اور اس کے بھائی کا نام آذر تھا اور بعد وفات پدر کے یہی زندہ رہا جس کا ذکر مختلف تفاسیر میں موجود ہے ' اور وہ ہمیشہ ایک ہاتھ میں شمع اور ایک ہاتھ میں ننگی تلوار لیکر تمام رات نمرود کے سرہانے کھڑا رہتا تھا ۔ جس دن یہ حکم نمرود نے جاری کیا اسی شب کو مشیت ایزدی سے آذر کو خواہش ہوئی کہ اپنی بی بی کے ساتھ مباشرت کرے ۔ اور اُدھر حضرت ابراہیمؑ کی ماں کو بھی خواہش ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگیں کہ کیونکر اپنے شوہر کے پاس جاکر خوشی حاصل کروں ' اسی پس و پیش میں تھی کہ وفور خواہش سے آدھی رات کو گھر سے نکل کر دروازے پر قصر نمرود کے جا پہونچی ۔ دیکھا کہ دربان و پاسبان سب کے سب غفلت میں ہیں ۔ وہاں سے نمرود کی خوابگاہ خاص میں بے کھٹکے گھسیں اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ نمرود کے سرہانے ایک ہاتھ میں شمع اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لیئے پاسبانی کر رہا ہے ۔ جب دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اسی وقت شہوت ۔ نے غلبہ کیا ۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا اب کیا صلاح ہے دونوں ہاتھ میرے بندھے ہوئے ہیں ' اتنے میں اللہ کے حکم سے کوئی دوسرا آدمی کی شکل میں حاضر ہوا وہ شمع اور تلوار لیکر اسی طرح کھڑا ہو گیا ۔ اور میاں بیوی نے نمرود کے سرہانے مباشرت سے فراغت پائی ۔ اور اسی شب کو اللہ تعالےٰ کے

حکم اور قدرت سے حضرت ابراہیمؑ نے باپ کی پیٹھ سے رحم مادر میں قرار پکڑا۔ آذر نے اپنی بیوی سے کہا۔ خبردار یہ بھید کسی پر ظاہر نہ کرنا اور یہاں سے گھر جانے تک راہ میں کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ یہ فعل اس وقت موجب شرمندگی ہے۔ تب بیوی انکی وہاں سے نکل کر چپکے سے اپنے گھر کو چلی گئیں اور اس آنے جانے کی بجز خدا کے کسی کو خبر نہ ہوئی اور جب صبح ہوئی نمرود لعین نیند سے بیدار ہوا اور آذر کی پیشانی کی طرف نگاہ کی دیکھتا کیا ہے کہ نور اس کے چہرہ پر چمک رہا ہے۔ نمرود نے کہا کہ آذر آج چہرا تیرا نورانی دیکھتا ہوں بخلاف اور دنوں کے۔ آذر نے اسکی ترقی اقبال کی دعا کی۔ بعدہٗ نمرود وہاں سے اُٹھ کر تخت پر جا بیٹھا۔ راہبوں اور منجموں کو بلوا کر کہا کہ اپنے اپنے علم سے دریافت کر کے کہو کہ وہ لڑکا پیدا ہوا یا ابھی نہیں سبھوں نے دریافت کر کے عرض کی کہ جہاں پناہ سلامت، شب گزشتہ کو وہ لڑکا بحکم خدا باپ کے صلب سے ماں کے شکم میں آچکا ہے۔ تب نمرود مردود نے حکم دیا کہ جتنی عورتیں حاملہ ہیں وقت ولادت کے اپنے لڑکوں کو مار ڈالیں۔ اس سبب سے جتنی عورتیں حاملہ تھیں سب نے اپنے بچے مار ڈالے۔ جب ابراہیم کو اپنی ماں کے پیٹ میں نو مہینے گذرے تب ان کی ماں نمرود کے خوف سے اور بچے کی محبت سے گھر سے خاموشی سے باہر شہر کے جا کر میدان میں ایک غار کے اندر جا بیٹھیں اور وہاں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ ان کے نور سے غار یکبارگی روشن ہوگیا۔ اور ان کی ماں رونے لگیں اس خوف سے کہ مبادا یہاں آکر کوئی لڑکے کو مار ڈالے۔ آخر لڑکے کو کپڑے میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ کر گھر کی طرف روتی ہوئی چلی گئیں اسی وقت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور دونوں ہاتھ کے دونوں انگوٹھے بچے کے منہ میں رکھ دیئے۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک انگوٹھے سے شہد اور دوسرے انگوٹھے سے دودھ جاری ہوا اور حضرت ابراہیمؑ اس کو پیتے رہے اور کسی چیز کے محتاج نہ ہوئے۔ اور ہر ہفتے ان کی ماں انکے پاس جاتیں اور ان کی زندگی اور پرورش سے متعجب ہوتیں اور جب وہ وہاں سے یعنی غار کے باہر نکل آتیں تو اسی وقت غیب سے ایک پتھر آکر غار کے منہ کو بند کر دیتا اور جب انکی ماں ان کے پاس آتیں تو اس پتھر کو الگ کر کے انہیں دیکھ بھال کر کے چلی جاتیں۔ اسی طرح سے سات برس گزر گئے۔

ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ماں سے پوچھا۔ یَا اُمِّیْ مَنْ رَّبُّکِ (ترجمہ) اے میری ماں تمہارا خدا کون ہے۔ وہ بولیں تیرا باپ ہے جو مجھے کھانے کو دیتا ہے۔ پھر بولے اس کا خدا کون ہے۔ وہ بولیں کہ کواکب یعنی ستارے۔ پھر پوچھا کہ کواکب کا خدا کون ہے۔ اس بات کو سُنکر ان کی ماں لاجواب ہوئیں اور شرمندہ ہو کر چلی گئیں۔ اور یہ حقیقتیں اپنے شوہر کو سُنائیں، اس نے یہ باتیں سُن کر فوراً ہی کہا کہ یہ لڑکا بادشاہ نمرود کا دشمن ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی فکر میں تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ ایک رات ابراہیم نے غار سے باہر نکل کر آسمان کی طرف نظر کی ستاروں کو دیکھکر کہا کہ میرے ماں باپ ان کو خدا کہتے ہیں بمصداق اس آیت کے قولہ تعالےٰ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ (ترجمہ) پھر جب اندھیری آئی اس پر رات کو دیکھا کہ ایک ستارہ۔ بولے یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولے مجھ کو تمہاری خواہش نہیں۔ چھپ جانے

کی۔ پھر جب چاند نکلا بولے قولہ تعالیٰ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۝ (ترجمہ) پھر دیکھا چاند کو روشن بولے یہ ہے رب میرا، پھر جب وہ غائب ہو گیا تو حضرت ابراہیمؑ بولے کہ اگر نہ راہ سیدھی دے مجکو میرا رب تو بیشک میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں رہوں یعنی گمراہوں میں پھر جب دیکھا آفتاب کو بولے یہ ہے رب میرا قولہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ (ترجمہ) جب دیکھا آفتاب کو بولے یہ ہے رب میرا کہ یہ سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا بولے قولہ تعالیٰ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ترجمہ) پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولے اے قوم میری میں ان چیزوں سے بالکل بیزار ہوں جن کو تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو اور میں اپنے مُنہ کو صرف اپنے معبود برحق کی طرف کرتا ہوں کیونکہ اسی نے آسمان و زمین کو یکطرفہ ہو کر یعنی صرف تنہا ہو کر بنایا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے والا نہیں ہوںؐ۔

فائدہ۔ حضرت ابراہیم جب لڑکے تھے تو قوم کو دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے خالق کو خدا نہیں مانتے اور اپنی تمام حاجتوں اور مرادوں کو اپنی بنائی ہوئی مورتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ قوم میں ایسے بھی ہیں کہ کوئی ستاروں کو اور کوئی چاند کو پوجتا ہے، یہ کیفیت دیکھکر ان کو شرمندہ کرنے کی غرض سے آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ میں بھی ایک کو اپنا رب ٹھہرالوں مورتوں میں سے یا ستاروں کو یا چاند کو یا سورج کو چونکہ وہ پہلے بھی نہایت نادم ہو چکے تھے اور ساری قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ناراض تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے ان کو لاجواب کرنے کے واسطے سب سے پہلے ایک ستارہ کو اپنا رب ٹھہرایا لیکن وہ کچھ دیر بعد غروب ہو گیا تو جانا کہ یہ ایک حال پر نہیں ہے اور کوئی دوسرا اس پر حاکم ہے، اور اگر وہ رب مستقل ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ میں کیوں آتا۔ پھر اسکے بعد چاند و سورج میں بھی عیب پایا تو سب کو چھوڑ کر ایک ایسے خدا کو اختیار کیا کہ جس کو ساری مخلوقات اپنا رب مانتی ہے اور وہی سب سے بڑا رب ہے اور عقل سلیم اس بات پر شاہد ہے کہ اپنا رب ایسی ہستی کو مانا جائے کہ جس سے سب کا کام نکل سکے۔ اور سب پر قادر ہو اس صورت میں کسی دوسرے کو ماننا کچھ ضروری نہیں، یہ فائدہ مختلف تفاسیر میں مرقوم ہے۔ آذر نے کہا اے میرے

لہ اس مقام میں اہل تواریخ سے غلطی ہو گئی ہے کیونکہ یہ واقعہ ابتدا کا نہیں ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نمرود کے سامنے گئے تھے اسوقت ان سے بطور طنز کے کہا تھا کہ تم اس خدا کو مانتے ہو۔ اور اسی کو اپنا معبود جانتے ہو۔ کہا کہ ہرگز نہیں، میرا خدا وہی ہے جو سب کو پیدا کرنے والا ہے اور جن کو تم مانتے ہو وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ تمہارے خداؤں کی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے کبھی طلوع ہوتے ہیں اور کبھی غروب اور میرے خداوند قیوم کی ذات تغیرات سے پاک ہے۔ اور نیز اس واقعہ سے جس طرح کہ یہاں پر ہے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے معبود میں شک تھا کہ کون ہے، آخر میں معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ہے اور حالانکہ انبیاء علیہ السلام کو ولادت کے وقت اپنا معبود معلوم ہوتا ہے جو خالق لیل ونہار ہے اور رزاق کل کائنات ہے اور وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِكَاتِبِهٖ وَالْوَالِدَیْهِ ۱۲

فرزند۔ میرا خدا تو سوائے نمرود کے اور کوئی نہیں لعنت اللہ علیہ۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے میرے ابّا جان نمرود تمہارا خدا کیسے ہو سکتا ہے، اور خدا تو وہی ہو سکتا ہے کہ جو زمین و آسمان کواکب اور جملہ مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہستی بلا شریک ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے باپ کو گمراہ دیکھا تو بہت افسوس کرنے لگے اور کہا۔ قولہٗ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (ترجمہ) اے میرے ابّا جان میں تم کو اور ساری قوم کو بہت بڑی گمراہی میں دیکھتا ہوں، باپ نے بیٹے کی یہ باتیں سُن کر کہا۔ قولہٗ تعالیٰ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (ترجمہ) وہ بولے اے ابراہیم کیا تو ہمارے پاس کوئی سچّی بات لیکر آیا ہے یا ہم سے مذاق اور کھیل کرتا ہے یا کسی اور سے یہ باتیں سُن لی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کی یہ باتیں سُن کر جواب میں کہا قولہٗ تعالیٰ۔ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِىْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (ترجمہ) نہیں اے میرے ابّا جان، بلکہ رب تمہارا وہی ہے جو رب ہے آسمان و زمین کا جس نے ان کو بنایا اور میں اسی بات کا قائل ہوں، اور حضرت ابراہیمؑ کے باوجود سمجھانے سے اور بتانے کے آذر نے کسی طرح بھی نہیں مانا اور اپنی گمراہی کی ضد پر اصرار کرتا رہا آخر مجبوراً حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے قسم کھا کر کہا۔ کہ اے میرے ابّا جان میں تمہارے بتوں کا کچھ علاج کروں گا۔ بمصداق اس آیت کے قولہٗ تعالیٰ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (ترجمہ) قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں فکر کروں گا تمہارے بتوں کی جب تم لوگ کہیں جاؤ گے۔ فائدہ۔ یہ بات اُنہوں نے چپکے سے کہی پھر جب وہ شہر سے باہر ایک میلے میں گئے تب حضرت ابراہیم نے بُت خانے میں جا کر سب بُتوں کو توڑ ڈالا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝ (ترجمہ) پھر ابراہیم علیہ السّلام نے ان کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا مگر ان میں ایک جو سب سے بڑا تھا اس کو ثابت رکھا اس واسطے کہ شاید اس کے پاس وہ میلے سے واپسی میں پھر آویں اور اپنے تمام بتوں کو ذلیل و خوار دیکھیں اور ان کے پوجنے سے باز آجائیں اور نصیحت و عبرت ان کو ہو کہ یہ کیونکر ہمارے معبود ہو سکتے ہیں جو خود آپس میں لڑتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ جس قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے ان میں ہر سال دو مرتبہ عید کا جشن منایا جاتا تھا یعنی ایک روز عرفے کے دن اور دوسرے عید کے دن ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے باپ آذر نے کہا کہ اے بیٹے ابراہیم تم میرے ساتھ میلے میں چلو اور وہ عظیم الشان میلہ ایک بہت بڑے میدان میں لگتا ہے اور ہزاروں آدمی وہاں جشن میلہ میں شریک ہوتے ہیں اور بہت اچھی تمہاری تفریح بھی ہو جائے گی اور اس میلے کے جشن سے بھی واقفیت ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کی فرمائش پر میلے میں جانے سے عذر کیا اور کہا بمصداق اس آیت کریمہ کے قولہٗ تعالیٰ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ (ترجمہ) پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے نگاہ کی ایک بار تاروں پر پھر کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یہ

جواب سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئی بار کہی گئی تاکہ ان کی فہم وسمجھ میں آجائے اور وہ ہمارے ساتھ میلے میں چلیں تاکہ ان پر ہمارے عقائد باطلہ کا اثر ہو اور وہ اپنی باتوں کو چھوڑ دیں لیکن وہ باوجود کثیر اصرار کے برابر نہ جانے پر عذر کرتے رہے اور انکا سمجھانا انکی سمجھ میں نہیں آیا۔ اور آذر اپنے تمام ساتھیوں کو لیکر بڑے میدان کی طرف نکل گئے۔ خلاصہ تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ وہ لوگ اکثر ان میں نجومی تھے۔ اس واسطے ان کے دکھلانے کو تاروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں بیمار ہوں یعنی میں عنقریب بیمار ہو جاؤنگا چونکہ وہ لوگ روزِ عید شہر کے باہر جاتے اور ایک بہت بڑے میدان میں اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے یہ انکا آبائی دستور تھا جس کو کرنا وہ نہایت ضروری سمجھتے تھے اور اپنے بُت خانوں کے معبودان باطل کو چھوڑ جاتے تھے۔ بعدہٗ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ایک تبر لے کر بُت خانے میں جاکر سب بتوں کے ہاتھ پاؤں توڑ تاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک سب سے بڑے بُت کی گردن پر اس تبر کو رکھ کر بُت خانے سے نکل آئے۔ شیطان ملعون یہ حال دیکھکر اس بڑے میدان میں گیا جہاں وہ کافر لوگ اپنا پوجا کا جشن منا رہے تھے۔ شیطان ملعون ان کافروں کے پاس جاکر رونے لگا اور روتے ہوئے کہنے لگا کہ تمہارے معبودوں کے ہاتھ پاؤں توڑ تاڑ کر زیروزبر کر دیا گیا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ کافر مردود سب مغموم ومتحیر ہو کر اپنی اپنی سواریوں کی طرف دوڑے اور انہوں نے چاہا کہ جلد سوار ہو جائیں لیکن ان کی سواریوں کے جانور بھاگ گئے اور وہ ہاتھ نہ آئے۔ تب پشیمان ہو کر پیادہ شہر میں آئے اور سیدھے اپنے بُت خانے کیطرف پہونچے اور وہاں جاکر جب اُنہوں نے اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو بہت زیادہ افسوس اور فکر میں مُبتلا ہو گئے اور کہنے لگے۔ قولہٗ تعالیٰ: قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿ترجمہ﴾ وہ سب کے سب بولے کہ یہ کام کس نے کیا ہے ہمارے معبودوں کے ساتھ، یہ کام جس نے بھی کیا ہے نہایت مذموم ہے اور وہ سخت مجرم وظالم ہے، ہم البتہ اس کا بدلہ اس سے ضرور لیویں گے۔ پھر وہ لوگ آپس میں بہت کچھ مشورے کرنے لگے اور کہنے لگے قولہٗ تعالیٰ: قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ (ترجمہ) وہ سب آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے سُنا ہے ایک نوجوان کو جس کا ذکر کیا جاتا ہے اور نام اس کا ابراہیم ہے ہوسکتا ہے شاید وہی ہو، کیونکہ وہ نوجوان ہمارے پتھر کے جو معبود ہیں ان کا سخت دشمن ہے اس لئے زیادہ گمان اسی نوجوان پر ہے ممکن ہے یہ گمان ہمارا صحیح ہو۔ اس طویل گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بلایا اور سب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا۔ قولہٗ تعالیٰ: قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿ترجمہ﴾ وہ سب کے سب ترش رو ہو کر کہنے لگے کہ اس نوجوان کو سب لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ ہم سب لوگ اس نوجوان کو دیکھیں اس نے یہ جرأت کیسے کی، اگر فی الحقیقت یہ کام اس نوجوان نے ہی کیا ہے تو وہ سخت ظالم ہے اور ہم سب کے سب اس کے ظلم پر گواہی دیں گے تاکہ اس کو اس جرم کی پاداش میں سخت سزا دی جاسکے۔

وہ آیندہ کبھی اس ظلم کا ارتکاب نہ کرسکے۔ یہ خبر بادشاہ نمرود تک بھی پہونچ گئی اور وہ بھی یہ کیفیات سُن کر نہایت حیران و پریشان ہوا۔ اس نے اپنی رعایا میں سے جو سنجیدہ لوگ تھے ان سب کو طلب کیا تاکہ کوئی مشورہ کیا جائے اور اس مجرم کو جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ نازیبا حرکت کی ہے سزا دی جائے۔ چنانچہ بادشاہ نمرود نے بڑے بڑے اپنی قوم کے سرداروں اور چودھریوں کو بلایا اور خوب مشورے کئے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ ایک عام دربار منعقد کیا جائے اور جب تمام لوگ اس دربار میں حاضر ہوجائیں پھر اس نوجوان کو بھی طلب کیا جائے اور اس سے باقاعدہ مکالمہ کیا جائے تاکہ وہ لاجواب ہوکر ہمارے معبودوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے چنانچہ بادشاہ نمرود نے دربار منعقد کرنے کی تاریخ مقرر کردی اور عام منادی کرادی گئی اور اس دربار میں حضرت ابراہیم کو بھی طلب کرلیا گیا۔ جب دربار شاہی کی تاریخ آئی اور اس قوم نے اپنے بادشاہِ وقت کے حکم کی تعمیل کی اور وہ سب کے سب دربار شاہی میں حاضر ہوئے پھر جب مجمع کثیر ہوگیا تو نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو بُلوایا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو سارے مجمع نے اور خود بادشاہ نمرود نے بہت دھمکایا اور ڈرایا اور کہنے لگے یہ کام ہمارے بتوں کے ساتھ تم ہی نے کیا ہے اے ابراہیم افسوس ہے تم نے سب کو ہی توڑ دیا کسی کو بھی ثابت نہیں رکھا، آخر یہ کیا بات تھی۔ یہ باتیں درباریوں کی حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے سُنیں اور پھر بولے میں نے تو ان کو نہیں توڑا۔ یہ جواب حضرت ابراہیم علیہ لسلام کا جب سُنا تو قریب سے ایک آواز آئی کہ میں گواہی دیتا ہوں اے ابراہیم ایک دن تم نے کہا تھا کہ میں تمہارے بتوں کی فکر کرونگا شاید تمہیں نے ہمارے معبودوں کو توڑا ہے۔ پھر کافروں نے بالاصرار حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے پوچھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا قولہٗ تعالےٰ قَالُوٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ (ترجمہ) کافروں نے حضرت ابراہیمؑ سے سخت لہجے میں کہا کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے، اور ہم لوگ زیادہ تر گمان بھی تم ہی پر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر برابر یہ لوگ زور دے رہے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنے جُرم کا اقرار کرلیں، لیکن یہ کام بذات خود حضرت ابراہیمؑ کا نہیں تھا بلکہ یہ کام تو اس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو رسول بناکر بھیجا تاکہ وہ اپنے باطل عقائد پر نادم و پشیمان اور شرمندہ ہوں چنانچہ دربار الٰہی سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم ہوا کہ آپ ان لوگوں سے کہدیجئے کہ کیوں نہیں اپنے بڑے معبود سے دریافت کرتے جو سب سے بڑا ہے اور اسی کے ہاتھ میں کلہاڑا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے قولہٗ تعالےٰ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ (ترجمہ) حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں کو شرمندہ کرنے کے واسطے ان سے کہا کہ یہ چیز مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو تم اپنے سب سے بڑے معبود سے کیوں نہیں دریافت کرتے اگر وہ بولنے پر قدرت رکھتے ہیں تو وہ تمام ماجرا آپ لوگوں کو بتائے گا تاکہ آپ سب اس واقعہ سے مطمئن ہوجائیں۔ اُنہوں نے نہایت ہی شرمندہ ہوکر جواب دیا کہ اے ابراہیم بُت بھی کہیں بولتے ہیں وہ نہ سُنتے ہیں

نہ حرکت کرتے ہیں اور نہ وہ دیکھتے ہیں۔ یہ مایوسی کا جواب جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سُنا تو آپ نے اپنی ساری قوم سے کہا کہ اے میری قوم جو معبود بات نہیں کرتے اور نہ دیکھتے اور نہ سُنتے ہیں پھر ان کو خدا کیوں کہتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ یہ کیسی عقلمندی کے خلاف بات ہے ذرا تو غور کرو۔ یہ جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سُنکر ساری قوم نے اپنا اپنا سر نیچا کرلیا اور آپس میں کہنے لگے یہ نوجوان سچ کہتا اور باتیں اس کی بالکل صحیح ہیں۔ قولہٗ تعالےٰ ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ۝ (ترجمہ) بوجہ شرمندگی کے ساری قوم نے اپنے اپنے سر نیچے کرلئے اور اسی حالت میں کہنے لگے کہ اے ابراہیم یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ نہیں بولتے ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب اپنی ساری قوم کا مایوسانہ جواب سُنا اور یہ خیال کیا کہ سب کے سب لاجواب ہو گئے ہیں پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا قولہٗ تعالیٰ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (ترجمہ) حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو یہ حکم کیا ہے کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ پھر تم ایسی چیزوں کو اپنا معبود بناتے ہو سوائے خداوند قدوس کے جو تمہارا کچھ بھی بھلا بُرا نہ کرسکے میں تو اس معبود سے بالکل بیزار ہوں اور تم سے بھی کہ تم لوگ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے کیونکہ جن پتھروں کو تم نے اپنے معبود بنا رکھے ہیں وہ تو تمہارے ہاتھوں کے خود تراشیدہ ہیں، اس لحاظ سے تو تم خود ان کے خالق ہو۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کہ اے قوم اگر تم کو عقل ہے تو اس ہستی کی عبادت کرو کہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور یہ پتھروں کی بُت پرستی چھوڑ دو، یہ کام بالکل فضول اور عبث ہے اور تم کو ساری عمر عبادت کرنے کے باوجود کوئی نفع بھی نہیں پہونچے گا جب ان کافروں سے کوئی دلیل نہ بن سکی اور ہر بات میں وہ ناکام اور لاجواب رہے تو مجبوراً ان کے سرداروں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو مار ڈالنے کی تجویز دربار نمرود میں پیش کردی تاکہ وہ اتفاق رائے سے منظور ہو جائے۔ اور چونکہ بادشاہ نمرود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیباکی اور صحیح جواب سے عاجز آچکا تھا لہذا اس نے ان سرداروں کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے دوسری مجلس طلب کرلی جسمیں یہ طے پایا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اس طریقہ سے مارا جائے تاکہ ہمیں آئے دن کی شرمندگی اور ندامت سے نجات حاصل ہو۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بادشاہ نمرود کی طرف سے قوم کے سرداروں کی طلبی ہوگئی اور اس میں بہت عجلت کے ساتھ اس تجویز پر جو کہ حضرت ابراہیم کے مار ڈالنے کے متعلق طے کی گئی تھی اسکو کس طرح جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے ہر ہر طر نے اپنی اپنی رائیں دربار شاہی میں پیش کیں اور تمام قوم کے سرداروں نے ہر تجویز پر نہایت غور و خوض کیا لیکن ابھی صحیح نتیجہ پر نہ پہونچ سکے تھے کہ ایک بہت ہی معمر اور ضعیف العمر سردار نے ایک تجویز پیش کی کہ ایسے مجرم کو عام لوگوں کے سامنے سزا دی جائے تاکہ قوم کا کوئی دوسرا فرد اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرسکے۔ اس نے کہا کہ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ ساری قوم لکڑیاں اکٹھا کرے اور بہت بڑے میدان میں جمع کی جائیں۔ اور ہر شخص اس کام کو اپنا قومی فرض سمجھے۔ اور

تھوڑی محنت ومشقت اُٹھاکر لکڑیاں جنگل سے لاکر اس میدان میں رکھے جہاں اکٹھا کی جائیں اور جب کافی تعداد میں لکڑیاں آجائیں تو لکڑیوں میں آگ لگادی جائے جب آگ اپنے شباب پر ہو اور شدید شعلہ مارتی ہو تو اسی وقت اس نوجوان کو کسی بلند جگہ سے بذریعہ منجنیق اس میں پھینک دیا جائے تاکہ پھر یہ نکل نہ سکے اور تمام قوم کو عبرت حاصل ہو ساری قوم اس ضعیف العمر شخص کی بات پر متفق ہوگئی اور حضرت ابراہیمؑ کے واسطے اُنہوں نے یہی علاج سوچا۔ قولہٗ تعالیٰ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ؕ ترجمہ) اور ساری قوم نے بیک آواز کہا کہ اس نوجوان کو شعلہ مارتی ہوئی آگ میں جلاؤ اور اپنے اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے معبودوں کو بچائیں تو پھر صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ چلو جنگل چلیں اور وہاں سے حتی المقدور لکڑیوں کو لائیں تاکہ لکڑیاں کافی تعداد میں جمع ہو جائیں اور جو تجویز پاس کی گئی ہے وہ پایۂ تکمیل تک پہونچے۔ پھر وہ آپس میں کہنے لگے۔ قولہٗ تعالیٰ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ؕ (کہا اُنہوں نے کہ بناؤ اس کے واسطے ایک عمارت یعنی چار دیواری اُٹھاؤ پختہ چاروں طرف سے پھر ڈالو اس کو اس آگ کے ڈھیر میں)، پس بادشاہ نمرود نے اس چار دیواری بنانے کا فوری حکم دیدیا اور اس کی پیمائش کا اندازہ بھی ان بنانے والے کاریگروں کو دے دیا گیا تاکہ پیمائش کے مطابق بنائی جائے۔ اور وہ چار دیواری کی عمارت ایسی بناؤ کہ اس کا احاطہ بارہ کوس کا ہو اور اونچائی اس کی سو گز کی ہو پس ایک دیوار اسی حکم کے مطابق تیار ہوئی۔ بعدہٗ نمرود نے حکم دیا کہ سارے ملکوں میں منادی کرادی جائے کہ ملک بھر میں جتنے ہمارے دوست ہیں لکڑیاں کاٹ کر یہاں لاکر جمع کریں۔ بادشاہ نمرود کے اس حکم کو پاتے ہی ہر شخص نے اپنے حوصلہ کے مطابق لکڑیاں لاکر اس دیوار کے اندر چاروں طرف جمع کیں۔ پھر جب اس میں آگ لگادی گئی تو شعلہ اس کا اسقدر اونچا ہوا کہ وہاں سے تین میل کے فاصلے پر جو جانور اُڑتے تو اس کی تپش سے جل بھُن کر خاک ہو جاتے۔ اس میں سب کافر متردد ہوئے کہ ابراہیم کو کیونکر اس آگ میں ڈالیں۔ اتنے میں ابلیس علیہ اللعنۃ نے آکر کافروں کو حکمت بتائی اور بولا ایک اونچی جگہ تم سب مل کر بناؤ اُنہوں نے منجنیق کے کاریگروں کو بُلایا اور ان کاریگروں نے منجنیق تیار کی اور اس منجنیق کے معنی اُردو زبان میں گوپھن بھی کہتے ہیں اور اس سے پہلے کبھی کسی نے یہ منجنیق نہیں بنائی تھی بلکہ کسی نے دیکھی بھی نہ تھی۔ اور یہ چیز ابلیس علیہ اللعنۃ نے دوزخ میں دیکھی تھی اور یہ خاص طریقہ دوزخی کیواسطے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ کیونکہ جب دوزخی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اسی منجنیق میں رکھ کر ڈالا جائے گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس منجنیق میں رکھکر اس شعلہ مارتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا اور اس ملعون نے منجنیق کو درست کر کے جب ٹھیک ٹھاک کیا تو اسی وقت درگاہِ الٰہی سے آواز آئی اے جبرائیل آسمان کے سب دروازے کھول دو تاکہ سب فرشتے خلیل اللہ کو دیکھیں کہ دشمن کے ہاتھ میں۔ میں نے دیا ہے اور میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ دشمنِ خدا ہمارے خلیل کو کس طرح جلاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کے سب دروازے کھول دیئے

تب تمام ملائک یہ حال دیکھکر سجدے میں آگئے اور کہنے لگے یا الٰہی اس میدان میں ایک ہی موحد ہے جو تیری عبادت کرتا ہے اور ہر وقت تیرا نام زبان پر جاری رکھتا ہے۔ اس کو دشمن کے ہاتھ میں تو نے ڈالا ہے۔ اور وہ اس کو آگ میں جلاتے ہیں۔ اسی وقت باری تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے فرشتو! تم اگر چاہتے ہو تو اس کو امان دو۔ ابلیس نے گوپھن کو درست کر کے چار سو رسیاں اس میں لگائیں۔ وزیر نے نمرود کو کہا کہ پیراہن اپنا اس کو پہناؤ کیونکہ اگر وہ نہ جلے گا تو لوگ کہیں گے کہ ابراہیم پیراہن کی برکت سے نہ جلا۔ یہ صلاح ٹھہرا کر پیراہن نمرود مردود کا حضرت ابراہیمؑ کو پہنا دیا اور ہاتھ پاؤں باندھکر گوپھن میں رکھکر چار سو آدمیوں نے مل کر ایکبارگی زور کیا مگر منجنیق اپنی جگہ سے نہ ہلی اور ابراہیمؑ کے باپ آذر نے بھی آکر کہا کہ مجھے بھی ایک رسی دو کہ اس کو میں بھی کھینچوں اگرچہ وہ میرا فرزند ہے لیکن ہمارے دین کا مخالف ہے اور وہ ایک رسی پکڑ کر کھینچنے لگا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے باپ کو منجنیق کھینچتے دیکھا تو کہا یا الٰہی میرا باپ بھی میرا دشمن ہے۔ اے میرے خدا میں آج سب سے بیگانہ ہوں۔ سوائے تیرے مجھے کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔ پس چار ہزار آدمی مل کر اس گوپھن کو کھینچتے تھے اس میں ابلیس نجس ایک مرد پیر کی صورت بن کر انکے پاس آیا اور کہا کہ اگر تمام آدمی مشرق اور مغرب کے منجنیق کو کھینچیں گے تو بھی ہرگز منجنیق کو نہ اٹھا سکیں گے۔ تب ان لوگوں نے کہا کہ آخر پھر کیا ہوگا۔ شیطان لعین نے کہا کہ میں تم کو ایک راہ بتائے دیتا ہوں تم اگر اس کو عمل میں لاؤ گے تو البتہ اسکو گوپھن سے اٹھا کر آگ میں ڈال سکو گے۔ چاہیئے کہ اوّل کچھ لوگ زنا کریں اس کے بعد پھر منجنیق کو اٹھائیں تو آسان ہوگا۔ پس اس قوم سے چالیس مرد و عورت نے آپس میں مل کر زنا کیا۔ اسی وقت فرشتے اس حرکت قبیح سے نفرت کر کے چلے گئے۔ اور شیطان نے بھی انہی کے ساتھ زنا کر کے منجنیق کو پکڑ کر کھینچا۔ تب کافروں نے حضرت ابراہیمؑ کو اٹھا کر معلّق آتش میں ڈالدیا۔ اسی وقت فرشتے آسمانوں کے یہ حال دیکھکر سجدے میں گر پڑے اور بولے یا رب تیرے خلیل کو کافروں نے آگ میں ڈالا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لیکر ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے ابراہیم! اگر تو چاہتا ہے تو میں ایک پر آگ پر ماروں اور دریائے محیط میں ڈال دوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضرت جبرائیلؑ سے کہا اے جبرائیل یہ بات خدا تعالیٰ نے فرمائی ہے یا نہیں جو آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں۔ اور اے جبرائیل جو خالق برحق نے فرمایا ہے وہ تم کرو، چونکہ میں اسی میں خوش ہوں جس میں میرا رب خوش ہو۔ یہ بات سُن کر حضرت جبرائیلؑ نے کہا اے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تمہارا کیا مطلب ہے فرمایا کچھ مطلب ہے ضرور لیکن تم سے نہیں کوئی حاجت میری ہے۔ تو اس رب العالمین سے ہے جس کا سارا عالم محتاج ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں جا گرے اور وہ جامۂ ناپاک نمرود مردود کا حضرت کو پہنایا تھا اسی گھڑی جل گیا۔ اور اس آگ میں جو زبردست شعلہ زن تھی حضرت ابراہیمؑ کو کچھ بھی گزند نہ پہونچا سکی کیونکہ آپکے ساتھ رب العزّت کا فضل و کرم تھا جس کی وجہ سے آپ آگ جیسی چیز سے بھی محفوظ رہے۔ اور اسی وقت شعلہ مارتی ہوئی آگ مثل گلزار کے ہوگئی اور اس باغ میں بلبل بھی ہزاروں کی تعداد میں اڑتی ہوئیں حضرت ابراہیمؑ کو

نظر آئیں اور ان بلبلوں نے بھی اسی باغِ آتشیں میں نشیمن بنائے اور اسی وقت غیب سے آواز آئی۔ قولہ تعالیٰ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۚ (ترجمہ) ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ سلامتی ہو ابراہیم پر اور جن لوگوں نے ان کا برا چاہا تو ہم نے انہیں لوگوں کو نقصان میں ڈالا۔ پھر اس میں ایک چشمہ پانی کا بھی جاری ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک تخت بہشت سے بھی لا دیا اور ایک حلہ اعلیٰ قسم کا بہشت سے لا کر پہنا دیا اور اسی تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا دیا اور جس رسّی سے ہاتھ و پاؤں باندھ کر کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا وہ رسّی اسی آگ سے جل گئی اور اس آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سرِ مو برابر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آگ کا صدمہ نہ پہنچا، یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی بڑے متحیر ہوئے اور حضرت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت ابراہیمؑ کہنے لگے کہ اے بھائی کیا دیکھتے ہو وہ بولے کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ ایسے وقت پر جو سخت مشکل وقت تھا لوگ اس وقت سخت پریشانی کی وجہ سے نہ معلوم کیا کچھ کرتے ہیں لیکن تم بفضلِ خدا ثابت قدم رہے اور اپنے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آنے دی۔ اور مجھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تعجب آیا اور آپ کا صبر بھی عجیب صبر رہا کہ ایسے اہم مقام میں آپ نے سوائے خداوند کریم کے کسی سے کوئی بھی حاجت طلب نہیں کی اور نہ کچھ مدد مانگی اور نہ اس کے متعلق کسی سے کچھ کہا۔ اس نے یہ معجزہ اور رحمت اللہ تعالیٰ نے تم پر بخشا اور تم سے پہلے ایسی عنایت کسی پر نہ ہوئی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ جو درخت جلے تھے انکی شاخیں تر و تازہ ہو کر میوے لائیں اور حضرت کے چاروں طرف نرگس و بنفشہ پھول رہے۔ اور نمرود علیہ اللعنت نے ایک مینار پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک نگاہ دیکھا وہ دیکھتے ہی بڑا حیران اور پریشان ہوا اور اپنے دلمیں کہنے لگا کہ اتنی کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کی گئیں اور اتنی بلند شعلہ زن آگ میں ڈالا گیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی بھی آگ سے گزند نہ پہونچی اور آپ گل ریحاں کے بیچ میں سایہ دار درخت کے نیچے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھکر اس مردود نے کہا کہ افسوس میری محنت برباد ہوئی۔ تب وہ ملعون حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتھر پھینک پھینک کر مارنے لگا اور بحکم خدا وہ پتھر جو نمرود مردود پھینک رہا تھا ہوا پر معلق ہو گئے اور ایک گہرے ابر نے آپ پر سایہ بھی کر دیا اور اس ابر سے اتنا پانی برسا کہ اس پانی سے آتش نمرود بالکل بجھ گئی اور اس کا وزیر ہامان اس بلند مینارہ پر چڑھ کر بآواز بلند کہنے لگا۔ اے ابراہیم نِعْمَ رَبُّكَ یعنی راست، نیک ہے پروردگار تمہارا کہ ایسی آگ سے تمہیں نجات بخشی اور تمام عالم میں بزرگ بنایا نمرود بادشاہ نے کہا۔ اے ابراہیم! تیرا خدا بڑا بزرگ ہے کہ اس نے اتنی شدید شعلہ مارتی ہوئی آگ سے تمہیں محفوظ رکھا اور یہ کہتا ہوا نمرود مردود اپنے گھر چلا گیا۔ اور چند روز اسی فکر میں رہا اور کسی سے نہ بولا۔ اور نمرود بہت زیادہ متفکر رہنے لگا اور اپنے دل میں ہر وقت سوچتا کہ میں مسلمان ہو جاؤں اور حضرت ابراہیم پر ایمان لے آؤں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام فی الحقیقت سچے نبی اور رسول معلوم ہوتے ہیں پھر اس بات سے بھی خوف کرتا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا

تو میری کل بادشاہی برباد ہو جائے گی اور پوری قوم میری دشمن ہو جائے گی۔ پھر کچھ اپنے دل میں احساس کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور کہا کہ میں تمہارے خدا کے واسطے کچھ قربانی دینا چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تمہاری قربانی منظور نہیں ہوگی اس وقت تک جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ۔ نمرود کہنے لگا کہ میں قربانی کرونگا چاہے قبول ہو یا نہ ہو۔ اس کے بعد اس نے فوراً اپنے کارکنوں کو حکم دیا کہ چار ہزار گائیں لاؤ۔ چنانچہ وہ چار ہزار گائیں لائی گئیں، پھر اس نے ان سب کو قربان کیا۔ پھر بولا کہ دس ہزار خزانے سے زرِ سرخ اور دس ہزار گنج سیم کے تم کو دیتا ہوں کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے جو تمہارا حال دیکھا وہ نہایت ہی تعجب والی بات ہے اور تم کو اس نے اتنی بڑی کرامت بخشی جو آجتک کسی کو بھی عنایت نہیں کی گئی۔ نمرود کا خیال سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اے ملعون میرا خدا جو دیتا ہے وہ بے عوض دیتا ہے اور جو مال تیرے پاس ہے اسی کا دیا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیمؑ اسکے پاس سے چلے گئے۔ پھر وزیر ہامان نے نمرود بادشاہ سے کہا کہ ابراہیم نے وہ بزرگیاں بہ سبب آتش پرستی کے پائیں اور اسی طرح کی چند باتیں اس نے کہیں کہ آگ ایک فرشتہ ہے جسے وہ چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نہیں کرتا۔ ہامان کے کہنے کے مطابق اگر خیال کیا جائے تو ابراہیم علیہ السلام نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ آتش پرست ہوئے۔ وزیر ہامان ملعون یہ باتیں نمرود سے کہہ ہی رہا تھا کہ ذرا سی آگ کہیں سے اُڑ کر اس کی آنکھ میں جا گری اس سے مردود کی آنکھ جل گئی اور وہ اس آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے سخت پریشان ہو گیا۔ اور وہ آنکھ اس کی بالکل روشنی سے محروم ہو گئی۔

نمرود کی بیٹی بالاخانہ پر سے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھ رہی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام ایسی حشمت و رونق کے ساتھ آگ میں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کنارے پر اس کے چشمے جاری ہیں اور چاروں طرف ان کے تخت کے گل و بنفشہ و نرگس و ریحان کھل رہے ہیں اور جو پتھر کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوپر پھینکے تھے وہ تمام پتھر حضرت ابراہیمؑ کے سر پر معلق مانند ابر کے ایستادہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کا بلند آواز سے نام پڑھ رہے ہیں۔ نمرود ملعون نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تو نے ابراہیمؑ کو دیکھا۔ وہ بولی ہاں میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا اور میں حیرت میں رہ گئی۔ پھر نمرود نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تو نے وزیر ہامان کو بھی دیکھا؟ یہ بات سُن کر اس نے ہامان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ خاک میں پڑا ہوا اپنی آنکھ کی سوزش سے لوٹ رہا ہے۔ یہ کیفیت دیکھکر اس نے اپنے باپ نمرود سے کہا کہ اے میرے ابّا جان حضرت ابراہیمؑ اس مرتبے پر اور ہامان اس عذاب میں مبتلا ہے۔ اے میرے ابّا جان آپ کیوں چپکے بیٹھے ہیں کیوں نہیں کہتے کہ ابراہیمؑ کا خدا برحق ہے۔ تب نمرود ملعون نے اپنی بیٹی کو جھڑک کر کہا چُپ رہ۔ اور یہ کہہ کر وہ ملعون اپنے وزیر ہامان کے پاس چلا گیا۔ اور اس کے بعد نمرود کی بیٹی حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئی اور حضرت ابراہیمؑ سے بولی۔ اے ابراہیم تو مجھ پہ کرم کر میں تیرے خدا پر ایمان لاتی ہوں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ایمان کی راہ

بتائی اور یہ کلمہ پڑھایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمُ رَسُوْلُ اللّٰہِ - جب اس نے یہ کلمہ پڑھا تو وہ لڑکی مومنہ ہو گئی
اور کہنے لگی کہ میں اپنے باپ کو بھی اس کلمہ کی دعوت دوں گی یہ سُنکر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا بہت بہتر ہے
وہ اپنے باپ سے جاکر بولی کہ کیوں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے خدا پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ میں ان کے دین سے
مشرف ہو چکی ہوں اور حضرت ابراہیم کا خدا برحق ہے۔ اور تمہارا خدا باطل ہے۔ تب اس کے باپ نے اس کو
مارنا چاہا اچانک ایک ابر آیا اور اس کو وہاں سے اُٹھا کر کوہ قاف کے پاس لیجا کر رکھا۔ اور دوسرا قول یہ بھی
ہے کہ ہوا اُٹھا کرلے گئی اور وہ لڑکی اسی دن سے خدا کی عبادت میں مشغول ہے۔ خلق اللہ جب اس ماجرے سے
آگاہ ہوئی۔ ہدایت ازلی جس کے ساتھ تھی وہ اپنا پاؤں اس آگ میں رکھ دیتا وہی حضرت ابراہیمؑ کے خدا پر
ایمان لے آتا اور مسلمان ہو جاتا تھا۔

بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آتشکدہ سے نکلنے کا

راوی کہتا ہے کہ مسلسل چالیس دن آتشکدہ نمرود میں رہنے کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آتشکدہ
سے باہر آئے اور ملک شام کی طرف چلدیئے اور وہاں جاکر ایک شہر جو جزائن الوجہ کہلاتا ہے آپنے وہاں قیام کیا
اس شہر میں پہونچنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی نفیس لباس پہن کر ایک عظیم الشان میدان کی طرف
چلے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دیکھکر وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ سب کے سب نفیس نفیس
لباس پہن کر کہاں جاتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ یہاں ایک بادشاہ کی شہزادی ہے اور وہ صاحب جمال ہے اور خیال یہ کیا
جاتا ہے کہ اس جیسا آج سارے عالم میں کوئی نہیں ہے۔ اور ہر ملک کے بادشاہ اور شہزادے سب اسکی خواستگاری
کرتے ہیں اور وہ شہزادی کسی کو قبول نہیں کرتی۔ اور وہ یہ کہتی ہے کہ میں اپنی پسند سے شادی کروں گی۔ آج تقریباً
سات دن ہو رہے ہیں لوگ برابر وہاں جاتے ہیں۔ اور اس کا طریقہ عمل یہ ہے کہ جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو وہ
شہزادی خود نکل کر دیکھتی ہے لیکن پسند کسی کو نہیں کرتی ہے۔ یہ بات جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سُنی تو
انہی لوگوں کے ساتھ ہولئے اور اسی میدان کے ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ جب دوپہر ہوئی اور تمام لوگ حاضر ہو گئے
تو وہ شہزادی اپنے ساتھ ستر خواصیں لیکر اور تاج زریں سر پر رکھ کر اور نقاب چہرے پر ڈال کر اور ایک ترنج زریں
جواہرات سے جڑا ہوا ہاتھ میں لیکر میدان میں جاکر ایک سرے سے سب کی طرف دیکھنے لگی۔ جب حضرت ابراہیمؑ
کے پاس پہنچی دیکھا کہ ایک نور انکی پیشانی پر چمکتا ہے وہ نور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ وہ شہزادی اس
نور کو دیکھکر ان کے حسن وجمال پر عاشق ہو گئی اور ترنج زریں کو حضرت ابراہیمؑ کی گود میں ڈال دیا اور خود

تخت پر جا بیٹھی، اس کے بعد بادشاہ وقت کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ درحقیقت وہ نور جس پر شہزادی عاشق ہوئی وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشانی پر نمودار ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسے دیکھکر اپنی بیٹی کی طرف نگاہ کی اور کہا۔ کہ اے بیٹی نیک شوہر تو نے پایا مگر مرد غریب ہے کچھ فائدہ نہیں (آخر الامر) سب اُمراؤں نے مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسکی شادی کردی اور تمام رسومات بادشاہانہ ادا کیں اور سارے شہر میں خوشی و خرمی ہوئی، اور یہ بھی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مانند سائرہ خاتون اور حوا علیہما السلام کے نہ کوئی حسن وجمال میں ہوا ہے اور نہ ہوگا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ اور شادی کے چند ماہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف جانے کا قصد کیا۔ سائرہ خاتون نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلونگی اور بغیر تمہارے میری زندگی محال ہے لہٰذا مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے چلو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا باپ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ سائرہ خاتون بولیں کہ میرے باپ کی قدر تمہارے وجود کے سامنے میرے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے اگر چھوڑے گا تو فبہا ورنہ بے حکم اس کے تمہارے ساتھ چلونگی، کیونکہ تمہارے بغیر زندگی محال اور وبال ہوگی۔ پھر سائرہ خاتون نے اپنے باپ سے رخصت مانگی، اس نے ان کو اجازت دیدی۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام سائرہ خاتون کو لیکر شہر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی تھا۔ راستے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ اے حضرت ابراہیمؑ مصر کا بادشاہ بڑا ظالم ہے اور عورتوں کی خواہش بہت رکھتا ہے اور بالخصوص عروس نو کا بہت زیادہ شائق ہے اور بہت جلد اس طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کے ہر راستہ پر دس دس آدمی متعین رہتے ہیں جو کوئی مال واسباب مصر سے لے جاتا ہے تو اس کو پکڑ کر اس سے اس مال کا محصول لیتا ہے اور اگر کوئی سوداگر اپنی عورت کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے تو وہ اس عورت کو اس سے چھین لیتا ہے۔ یہ سُنکر حضرت ابراہیم علیہ السلام اندیشہ کرنے لگے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ ناموس میں بزرگ تھے اور سائرہ خاتون کے برابر حسینہ سارے جہان میں کوئی عورت نہ تھی اور اس راہ کے سوا جانے کے واسطے کوئی دوسری راہ بھی نہ تھی۔ آخر الامر ناچار ہو کر ایک صندوق بنا کر سائرہ خاتون کو اس میں چھپا کر قفل لگا دیا اور صندوق کو اونٹ پر کسوا دیا۔ جب شہر میں جا پہونچے تو محصول والے آکر صندوق کو کھولنے لگے تاکہ اس کی جنس کو دیکھکر اسکے موافق اس کا محصول لیویں۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ صندوق مت کھولو اور اس کا محصول جو ہوگا وہ میں دونگا اگر تم یہ چاہو کہ صندوق کے وزن کے برابر سونا چاندی لو تو بھی تم کو دیدی جائے گی۔ یہ سُن کر اور بھی زیادہ اشتیاق ہوا کہ نہ معلوم اسمیں کیا چیز ہے ضرور کھولنا چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے بالاصرار اس صندوق کو کھولا تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک عورت صاحب جمال حسن سے مملو آفتاب کے مانند اس میں بیٹھی ہے جس کا ثانی اگر تلاش بھی کیا جائے تو ملنا ناممکن ہے پس اس عورت کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واسطے فرمایا کہ اَشَرُّ خَلْقِ اللّٰہِ الرَّاصِدُوْنَ (ترجمہ) بدترین آدمیوں میں راہ کے نگہبان ہوتے ہیں یعنی مراد اس سے ہے محصول

لینے والے جب محصول والے حضرت ابراہیمؑ اور سائرہ خاتون کو بادشاہ کے نزدیک لیگئے تو اس بادشاہ ملعون نے پوچھا کہ یہ عورت تمہاری ہے حضرت ابراہیمؑ نے اس بادشاہ کو جواب دیا جو اسلامی جواب تھا آپنے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے اور بیوی کو بہن کہنا از روئے شریعت درست ہے۔ یہ جواب سُنکر اس ملعون نے کہا کہ تم اپنی بہن کو مجھے دیدو۔ تب حضرت نے فرمایا کہ وہ اپنی ذات کی مالک ہے۔ سائرہ خاتون نے کہا کہ معاذاللہ یعنی پناہ مانگتی ہوں میں اللہ تعالیٰ سے۔ وہ ملعون یہ سُنکر ہنسا اور حکم کیا کہ ان کو حمام میں لے جاؤ اور نہلا دھلا کر اور لباس فاخرہ پہنا کر خوشبو سے معطر کر کے میرے پاس لاؤ۔ بحکم اس ملعون کے ایسا ہی کیا گیا۔ جب وہ تمام کام سے فراغت پا چکی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ پردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے سے اُٹھا دیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ تمام گفتگو جو ملعون حضرت سائرہ خاتون کے ساتھ کرے سُن سکیں اور اُنکے تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ جب جمال مبارک حضرت سائرہ خاتون کا اس ملعون نے دیکھا تو فوراً اس نے دست درازی کا قصد کیا۔ اسی وقت ہاتھ اس کا شل اور خشک ہوگیا۔ پھر اس نے چاہا کہ بے ادبی کرے تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے زانو تک زمین میں دھنس گیا۔ جب اس کا کوئی بس نہ چل سکا تو فوراً کہنے لگا یہ عورت تو جادوگر ہے۔ حضرت سائرہ خاتون نے اس ملعون سے کہا کہ اے بدبخت میں جادوگر نہیں ہوں۔ لیکن خاوند میرا خداوند قدوس کا دوست ہے جو سب کی نگہبانی کرنے والا ہے اور میرا خاوند خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرتا ہے تاکہ تو مجھے بے عزت نہ کر سکے۔ یہ سُن کر اس نے توبہ کی۔ فی الفور ہاتھ اس کا درست ہوگیا اور زمین نے بھی اسکو چھوڑ دیا پھر جب دوسری مرتبہ سائرہ خاتون کی طرف نگاہ بد سے دیکھا تو وہ اسی وقت اندھا ہوگیا۔ تب اس ملعون نے کہا۔ کہ اے بی بی معصوم میرے حال پر دعا کرو اور میں اس کام سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ جب آپنے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کے حکم سے اس کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ پھر جب حالات ٹھیک ہوگئے تو غلبۂ شیطانی سے عہد شکنی کرنی چاہی کہ میں حضرت سائرہ خاتون پر دست دراز ہوں تو اسی وقت تمام بدن اس کا خشک اور شل ہوگیا اور پھر آنکھیں جاتی رہیں۔ پھر کہنے لگا۔ اے بی بی پاک دامن میرے واسطے اپنے خدا سے دعا کیجئے۔ حضرت سائرہ خاتون بولیں کہ اے بدبخت یہ دعا میری نہیں ہے بلکہ میرے شوہر جو میرے ساتھ ہیں انکی دعا ہے اور وہ خداوند کریم کے دوست ہیں۔ اگر وہ چاہیں تجھے معاف کریں یا نہ کریں۔ تب اس نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو یہاں لاؤ۔ پھر اُسکے بُلانے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے۔ وہ بادشاہ بولا اے ابراہیمؑ مجھے معاف کیجئے میں نے آپ پر بڑا ظلم کیا اور میں اب توبۃ النصوح کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بادشاہ سے کہا کہ یہ میرے حکم سے نہیں ہے یہ سب خداوند قدوس کے حکم سے ہوتا ہے جو تمام جہان کا رب و مالک ہے۔ دیکھو خدا کی مرضی کیا ہوتی ہے اسی کے مطابق کرنا ہوگا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ اے ابراہیم خلیل اللہ خدا تعالیٰ نے تمہیں سلام کہا اور فرمایا ہے کہ

جب تک یہ تمام ملک اور خزانہ اپنا تم کو نہ دیدے تم ہرگز اس سے راضی نہ ہونا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس بادشاہ سے یہ بات کہی کہ میرا رب ایسا فرماتا ہے۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے جب یہ باتیں سُنیں سُنتے ہی تمام سلطنت اور اپنا خزانہ حضرت ابراہیمؑ کو دیدیا۔ یہ کیفیت ہونے پر پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس بادشاہ کے حال پر دعا کی اور اس نے اس دعا کی برکت سے صحت و تندرستی پائی۔ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس مملکت کے دو حصّے کر کے آدھا حصّہ جو جانب کنعان کے تھا آپ نے خود لے لیا اور باقی جو کچھ بچا اسی کو واپس دیدیا۔ پس بادشاہ نے ایک صاحبزادی دوشیزہ نیک رو، خوبصورت، صاحب جمال لاکر حضرت سائرہ خاتون سے کہا کہ اے نیک بخت بی بی میں نے تمہاری بے حُرمتی کی کوشش کی اور میں نے تم کو دیکھکر اندیشہ بد کیا۔ پس تمہارے عفو و معاف کے شکرانہ میں یہ بی بی ہاجرہ کو تمہیں دیتا ہوں اور جو گناہ و تقصیریں مجھ سے ہوئیں معاف کیجئے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السّلام سائرہ خاتون اور بی بی ہاجرہ کو لیکر کنعان کو چلے۔ راستہ میں حضرت سائرہ خاتون اپنا حال جو بادشاہ کے یہاں گزرا تھا وہ بیان کرنے لگیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اے سائرہ خاتون تم خاطر جمع رکھو، اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری آنکھوں کے سامنے سے پردۂ غیب اُٹھادیا جو جو باتیں تجھ پر گزرتی تھیں مجھ پر سب ظاہر ہو جاتی تھیں اور جو تم کرتی اور کہتی تھیں سو وہ میں دیکھتا اور برابر سُنتا تھا۔ بعد اس کے سائرہ خاتون نے بی بی ہاجرہ کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں دیدیا۔ یہاں ایک سوال ہے یعنی باوجود اس کے کہ جناب سرورِ عالم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے درجے اور حضرت ابراہیمؑ کے درجے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس اس میں کیا راز تھا کہ جب منافقوں اور کافروں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تھی تو اس وقت اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے درمیان سے پردہ نہ اُٹھایا بلکہ حضرت عائشہؓ کی تہمت اور پاکدامنی کی خبر دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ عزّ و جل مابین انکے پردہ نہ رکھتا تو حضرت عائشہؓ کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو اس وقت منافق لوگ حضرت رسولِ خدا صلعم پر طعن کرتے اور کہتے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بی بی حضرت عائشہؓ کی عصمت کے حال سے آگاہ تھے، لیکن باوجود اسکے ان کے حال کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ اور خداوند قدوس کو یہ منظور تھا کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی عصمت کو بذریعہ وحی آسمانی سے ثابت اور متحقق کردے تاکہ اُم المؤمنین پر جنہوں نے تہمت لگائی تھی وہ جھوٹے اور روسیاہ ہوں اور منافق پھر ان پر کسی قسم کا کوئی طعن نہ کر سکیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے سے اللہ تعالیٰ نے پردہ اُٹھا لیا اور کہا کہ اے ابراہیمؑ تو اپنی بی بی کو بچشم خود دیکھ لے اور جناب رسولِ خدا صلعم کو فرمایا کہ اے سیّدِ عالم صلعم غائب میں میں خود عائشہؓ کا نگہبان ہوں۔ پس ان دونوں کے درمیان میں از روئے مرتبہ اتنا فرق ہوا کہ حضرت سائرہ خاتون کے نگہبان حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا پاسبان رب العالمین تھا۔

بیان حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا شہر فلسطین میں سکونت اختیار کرنیکا

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السّلام شہر مذکورہ سے نکل کر بیت المقدس کی طرف چلے گئے جسکو فلسطین بھی کہتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ بیت المقدس پہونچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آکر فرمانے لگے کہ اے حضرت ابراہیمؑ زمین کی طرف جتنا دیکھو گے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے زمین کی طرف دیکھا تو اس جگہ سے آب رواں جاری ہوگیا۔ پھر اسکے بعد دیکھتے کیا ہیں کہ نرم زمین میں میوہ دار درخت لگے ہوئے ہیں اور بغیر پانی کے فصل پیدا ہوتی ہے۔ اور سائرہ خاتون نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں بی بی ہاجرہ کو دیا تھا۔ ہاجرہ نام بھی اسی واسطے ہوا کہ جب بادشاہ سائرہ خاتون کے ساتھ بُرا قصد کرتا تھا تو اسی وقت اس کا ہاتھ خشک ہو جاتا تھا۔ اسکے بعد اس نے توبہ کی اور حضرت سائرہ خاتون سے کہا کہ میرے پاس ایک خادمہ ہے آپ اس کو اپنی خدمت میں لے جائیے کہ جس وقت میں اس سے بُرا قصد کرتا تھا اس وقت بھی ہاتھ میرا ایسا ہی خشک ہو جاتا تھا اور نسلی اعتبار سے بی بی ہاجرہ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوتی ہیں اور ان ہی کے بطن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل منسوب ہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے شہر مذکور میں قیام کیا اور عمارتیں بنوائیں۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص سام بن نوح کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے تک بقید حیات موجود تھا، چنانچہ انہوں نے بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ مل کر ملک آباد کیا اور بہت کثیر تعداد میں لوگوں کو شرعی احکامات بتائے۔ جب کچھ لوگ آپ کے ہم عقیدہ ہو گئے تو ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اے حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہم کو ایک قبلہ چاہیئے تاکہ ہم سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر خدا کی عبادت کیا کریں۔ یہ گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اپنی قوم سے ہو رہی تھی کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لے آئے اور رضائے الٰہی سے ایک پتھر بہشت سے لاکر اب جہاں بیت المقدس ہے وہاں رکھ دیا اور کہا اے ابراہیمؑ هٰذِهٖ قِبْلَتُكَ وَقِبْلَةُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ بَعْدِكَ (ترجمہ) کہا حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے اے خلیل اللہ یہ تمہارا قبلہ ہے اور تمہارے بعد انبیاؤں کا قبلہ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ چالیس ہزار پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے ہیں، ان سب انبیاؤں میں سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور سب سے آخر میں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس اس پتھر کی طرف قبلہ رو ہو کر خدا کی عبادت کرتے تھے اور اس پتھر کا نام صخرۃ اللہ ہے پس حضرت ابراہیمؑ وہاں رہے اور اولاد بھی ان کی وہاں پیدا ہوئی اور فرمان الٰہی ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السّلام تم نمرود کے پاس جاؤ اور اس کو تمام لشکر سمیت میری طرف بلانے کی دعوت دو۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خدا کے حکم سے زمین بابل میں جاکر نمرود لعین سے کہا کہ اے

نمرود کہہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمُ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ نمرود نے کہا اے ابراہیمؑ تیرے خدا سے مجھے کچھ حاجت نہیں۔
اور تو یہ بھی دیکھنا کہ آسمان کی مملکت بھی میں تیرے خدا سے چھین لوں گا۔ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے کہا کہ اے ملعون تو آسمان پر کس طرح جائیگا۔ وہ بولا کہ میں آسمان پر جانے کی تدبیر کرتا ہوں۔ تب اس ملعون نے
اپنے درباریوں کو حکم کیا کہ چار گدھوں کو پالیں، جب وہ بڑے ہو گئے تو ایک تابوت بنوایا۔ لیکن اسکی سمجھ میں نہیں
آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے بڑا ہی متردّد ہوا کہ اب کیا کروں۔ شیطان مردود بھی اس کے ہم نشینوں میں آکر بیٹھ گیا
اور کہنے لگا کہ تابوت کے چاروں کنارے چار گدھوں کو باندھو اور ایک رات تک ان کو بالکل بھوکا رکھو، بعد
اس کے ہر ایک کے سامنے اوپر کی طرف گوشت باندھ کر لٹکا دو۔ جب یہ چاروں گدھ گوشت کھانے کا قصد کریں گے
تب تجھ کو آسمان کی طرف لے اُڑیں گے اور تھوڑے ہی عرصہ میں تابوت سمیت تجھے آسمان پر پہونچا دیں گے
جب تو وہاں پہونچ جائیگا تو ابراہیم کے خدا سے سلطنت فوراً چھین لینا اور پھر اپنا تسلّط وہاں پر قائم کر دینا اور اپنے
ہمراہ ایک مصاحب کو بھی لے لینا۔ جب ایک روز اوپر گذرے گا ٹیلے اور پہاڑ روئے زمین کے یکساں معلوم ہوں گے
پھر دوسرے دن تمام عالم دریا کے مانند نظر آوے گا اس وقت سمجھنا کہ میں اب آسمان پر پہونچ گیا ہوں۔ اس ابلیس
علیہ اللعنۃ نے جو کہا اور نمرود بادشاہ نے اس کو سُنا اور پھر ویسا ہی کیا۔ اور ایک مصاحب کو اپنے ساتھ لیکر اس تابوت
پر سوار ہو کر آسمان کی طرف چلا۔ جب کچھ بلند ہوا تو اپنا تیر کمان سے لگا کر چاہا کہ آسمان کی طرف لگا دے۔ اس وقت
اس کے مصاحب نے کہا کہ اے نمرود بادشاہ تو یہ کیا کرتا ہے۔ اس مردود نے کہا کہ آسمان کے خدا کو تیر لگا کر ملک آسمان
اس سے چھین لیتا ہوں۔ اُس نے کہا اے نمرود تو جس کو تیر لگانا چاہتا ہے وہ خدا اس لائق نہیں ہے ارے وہ سچا خدا ہے کہ جسکو
حضرت ابراہیم پوجتا ہے اور نام اس کا قہّار و جبّار بھی ہے اور تو سب سے بدبخت ہے۔ تب نمرود پلید نے غصّہ میں آکر اس کو وہاں
سے دھکیل کر گرا دیا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السّلام آکر اس کو بے حساب و کتاب بہشت میں لے گئے
پس نمرود نے آسمان کی طرف تیر لگایا اس وقت جناب باری سے حکم آیا اے جبرائیل نمرود کے تیر کو لیکر مچھلی کی پشت پر لگا کر
نمرود کی طرف ڈال دو تا کہ کوئی دُشمن بھی میری درگاہ سے محروم نہ جاوے۔ تب جبرائیل علیہ السّلام اس تیر کو لے کر مچھلی کے
پاس آئے، مچھلی نے کہا۔ اے جبرائیلؑ اس کو کیا کرو گے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ اس تیر کو
تیری پیٹھ کے خون سے آلودہ کر کے نمرود کی طرف ڈال دوں تا کہ وہ خدا کی درگاہ سے ناامید نہ ہو جاوے۔ یہ سُنکر مچھلی نے
درگاہ الٰہی سے نہایت مؤدبانہ التماس کی کہ یا الٰہی تو اس بے گناہ کو دشمن کے تیر سے مارتا ہے۔ تب ندا آئی کہ اے مچھلی اسوقت
جو رنج تجھ کو ہوتا ہے دوسری بار تجھ کو ہرگز نہ ہوگا اور نہ تجھ کو کوئی تکلیف ہوگی۔ پس حضرت جبرائیلؑ نے نمرود کے تیر میں مچھلی
کا خون لگا کر اس ملعون کی طرف پھینک دیا۔ جب نمرود نے اپنے تیر کو خون آلود دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میرا
جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ اب آسمان کے خدا کو میں نے مار ڈالا پس جو گوشت کہ اوپر کی طرف باندھا تھا اب وہی گوشت

تابوت کے نیچے کی طرف باندھ دیا۔ جب گدھوں نے گوشت نیچے کی طرف دیکھا تو انہوں نے نیچے کی طرف قصد کیا۔ فوراً زمین پر آپہونچا اور جب تمام لوگوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو بہت سے لوگ بوجہ خوشی کے بیہوش ہو گئے اور بعد ایک ساعت کے ہوش میں آئے تو سب کے سب علیحدہ علیحدہ اپنا اپنا خیال بیان کرنے لگے اور ان میں کوئی بھی ایک دوسرے کی باتیں سنتا ہی نہیں تھا جبکہ بوجہ خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے اور اصل حقیقت کو بھی پوچھتے نہ تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جودی پہاڑ پر جب کشتی پر سے اُترے تو جو لوگ کہ حضرت کے ساتھ کشتی پر تھے اُنہوں نے ایک ایک گاؤں جُداگانہ آباد کیا تھا اور اس علاقہ کا نام ثمانیہ تھا۔ وجہ تسمیہ اس کی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہو چکی ہے ان لوگوں کو حضرت نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی اپنی آبادی میں جاکر بسے اس بات کو کسی نے نہ مانا پس حضرت نے دعا کی تب ہر قوم کی علیحدہ علیحدہ زبان پیدا ہوئی کوئی کسی کی بات نہ سمجھتا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اسی وجہ سے متفرق ہو کر اطراف جہاں میں شہر آباد عمارت بنا کر بسے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کشتی نوحؑ کے ساتھ کسی نے دشمنی پیدا کی تھی وہ بولے جب نوحؑ کشتی سے اُترے گا تو ہم اس کو مار ڈالیں گے وہ لوگ کشتی سے باہر نکلے تب خدائے تعالیٰ نے ہر ایک کی زبان مختلف کر دی تاکہ کسی کی بات کوئی نہ سمجھے اور حضرت نوح علیہ السلام سے دشمنی نہ کر سکے اسوقت ہر شخص اپنے اپنے حال پر رہ گیا۔ القصہ جب نمرود لعین آسمان پر سے زمین پر آیا تو حضرت ابراہیمؑ سے کہا دیکھ تیرے خدا کو میں نے مار ڈالا۔ میرے تیر میں جو خون لگا ہوا ہے یہ اسی کا نشان ہے اب تیرے خدا سے میں نے ملک آسمان چھین لیا۔ یہ باتیں سُننے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے مردود میرے خدا کو کوئی نہیں مار سکتا اور نہ وہ کبھی مرنے والا ہے اور وہ سب پر قادر ہے وہ قہار ہے اور سب مقہور اور وہ رزاق ہے سب مرزوق، اور وہ خالق ہے سب مخلوق۔ پھر اس لعین نے کہا کہ اے ابراہیمؑ تیرے خدا کا لشکر کتنا ہو گا، میں تیرے خدا کو تو آسمان پر مار چکا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے لشکر کو بھی مار ڈالوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا کہ میرے خدا کے لشکر کی خبر کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (ترجمہ) اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کا لشکر مگر وہی۔ پھر نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں تو بھی اپنے خدا کا لشکر جمع کر تاکہ میرے ساتھ مقابلہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے مردود تو اپنا لشکر جمع کر میرا خدا کُنْ فَیَکُوْنُ میں جمع کر دیگا۔ تب اس مردود نے مشرق اور مغرب اور روم اور ترکستان اور ہند سے تمام لشکر و فوج بُلا کر جمع کیا۔ تین سو فرسنگ یعنی نو سو کوس تک اس کے لشکر کی چھاؤنی پڑی تھی، اور وہ مردود تقریباً ساٹھ برس تک اسی خیال باطل اور فکر بیہودہ میں پڑا رہا۔ تمام لشکر و فوج زمین بابل میں لا کر جمع کرتا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے پلید خدا سے شرم کر کہ وہ تمام مخلوقات کا خالق و رازق ہے اس سے ذرا تو ڈر اور اپنا خالق جان کہ اس نے تجھے دُنیا میں سلطنت دی اور آخرت میں بھی دینے والا ہے۔ اس پلید و ناپاک نے کہا کہ مجھے تیرے خدا سے کچھ حاجت نہیں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خُدا سے دعا مانگی۔ اے بارِ الٰہا یہ ملعون نافرمان

تیرے ساتھ مقابلہ کیا چاہتا ہے تو اس کو ہلاک کر، تب حضرت جبرائیل آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی پس نمرود نے ساٹھ لاکھ سوار زرہ پوش تیار کر کے حضرت ابراہیم سے کہا کہ تیرے خدا کو اگر طاقت ہے تو کہہ دے کہ دنیا کی بادشاہی ہم سے چھین لے۔ مگر پہلے میری فوج سے آکر لڑے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی۔ حکم آیا کہ تو کیا مانگتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ خدایا تیری مخلوقات میں سے مچھر ادنیٰ ضعیف اور ہر جانور کی خوراک ہے میں اسے مانگتا ہوں۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ مچھروں کو چھوڑ دیں اور اسی وقت فرشتوں پر فرمان ہوا کہ تم کوہ قاف میں جاکر مچھروں کے سوراخوں میں سے ایک سوراخ کھول دو۔ فرشتوں نے عرض کی یا الٰہی کتنے مچھر چھوڑ دیں۔ حکم ہوا کہ صرف ساٹھ لاکھ مچھر چھوڑ دو تاکہ ہر ایک سوار کے مقابل میں لشکر نمرود کے ایک ایک ہو جائے، تو نمرود اپنی قوت اور شجاعت کو دیکھے اور معلوم کرے۔ فرشتوں نے حکم الٰہی سے جاکر ایک سوراخ اس میں سے کھول دیا۔ تب مچھر ابر کی مانند زمین بابل میں جہاں نمرود کی لشکر گاہ تھی جا پہونچے۔ جناب باری تعالیٰ کا حکم ہوا۔ اے مچھرو! تمہاری خوراک نمرود کے لشکر میں ہے تم سب انکو کھاؤ۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے جاکر کہا کہ اے نمرود! دیکھ میرے خدا کی فوج آپہونچی ہے۔ جب نمرود نے دیکھا کہ مانند ابر سیاہ کے ہوا پر کچھ چلا آتا ہے تو اس لعین نے اپنے سپاہیوں کو کہا کہ ہاں ہوشیار ہو کر علم کھڑا کرو اور لڑائی کا نقارہ بجاؤ۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ اور کہتے ہیں کہ شور و غل سے نمرود کے لشکروں کے زمین میں زلزلہ پڑ گیا۔ پس کیا تھا آناً فاناً فوج الٰہی آپہونچی۔ وہ شور و غل آدمیوں کا جو نمرود کے لشکروں میں ہو رہا تھا مچھروں کی آوازوں سے کم ہو گیا اور جہان پر فزع پڑ گیا اور مچھروں کے غل سے جہان پُر ہو گیا۔ اور جوش و خروش اس مردود کا جاتا رہا۔ اور ہر سوار کے سر پر ایک ایک مچھر بیٹھ گیا اور مچھر اپنے ڈنک ان کے سروں میں چبھو چبھو کر مغز اور گوشت اور پوست اور رگ و آنت اور خون سواری سمیت سب کا سب کھا گئے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے مچھر ذرا بھی ماندے نہ ہوئے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہڈی تک انکی کھا گئے تھے۔ اس ملعون کے لشکر کی لشکر گاہ میں ایک آدمی بھی باقی نہ رہا۔ اور ایک مچھر کانا لنگڑا اور لاغر غرضکہ ہر عضو میں اس کے نقص تھا وہ سردار مچھروں کا تھا اس نے خدا کی درگاہ میں عرض کی کہ الٰہی نمرود ملعون کو میرے ہاتھ سے ہلاک کر تو اس کے عوض مجھے ثواب ملے۔ پس خدا نے اس کی معروضات قبول فرمالیں۔ جب نمرود مردود اکیلا گھر کی طرف بھاگا اپنی لشکر گاہ سے تو بالاخانہ میں حرم بابل کے بیٹھ کر یہ تشویش کر رہا تھا کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر سارے کا سارا مارا گیا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی ایک مچھر کو بھی نہ مار سکا۔ وہ سردار مچھر جو لنگڑا اور ایک آنکھ کا کانا تھا اس مردود کے زانوں پر جا بیٹھا۔ اسے دیکھکر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسی طرح کے جانور آکر ہمارے سارے لشکر کھا گئے۔ اگرچہ یہ جانور نہایت ضعیف اور چھوٹے نظر آتے تھے مگر ہمارے لشکر کچھ نہ کر سکے اور یہ کہکر چاہا کہ اس کو پکڑے اتنے میں وہ مچھر اس پلید کی ناک میں جا گھسا اور دماغ میں جاکر اس کا مغز کھانے لگا۔ وہ مردود اس عذاب میں گرفتار ہوا کہ جس کا چارہ کچھ نہ ہو سکا۔ چالیس دن رات اسی طرح پریشانی

میں گزرے۔ جب اس کے دوست آشنا نوکر چاکر اس کے سر پر لکڑی یا کفش باری کرتے تو اسکے صدمے سے وہ مچھر جو اس کے دماغ میں گھس چکا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے دم لیتا پھر اس کو کچھ معمولی سا چین آجاتا۔ بعد چالیس دن رات کے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ تم نمرود ملعون کے پاس جاؤ اور میری طرف اس کو بلاؤ اور اس کو سیدھی راہ بتاؤ تاکہ اس کو کچھ بھلا ہو۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے نمرود کے پاس جاکر کہا کہ اے نمرود تو کہہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ نمرود ملعون نے یہ سُنکر کہا کہ وہ اور تو کون ہے کہ میں گواہی دوں اسکی وحدانیت کی اور تیری رسالت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تیرے گھر کی سب چیزیں گواہی دیں کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں تب تو ایمان لے آئیگا۔ پس اتنے میں تمام فرش فروش اور چھت پردے اور آلات اور اثاث البیت غرض سب شئے نے باواز بلند کہا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ وَاِبْرَاهِيْمُ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ نمرود نے حکم کیا کہ تمام اسباب آلات گھر کا جلا کر دریا میں ڈال دو۔ ویسا ہی کیا گیا۔ تب نمرود پلید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اب پھر کون بولیگا کہ تیرا خدا ایک ہے اور تو اس کا رسول برحق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام در و دیوار اور ستون اور مکانات اور سب چیزیں اس کی شہادت دیں گی۔ اسی وقت سب نے باواز بلند زبان فصیح سے کہا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ وَاِبْرَاهِيْمُ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ پھر نمرود نے ان سب شئے کو یعنی در و دیوار و مکان اور ستون سب کھدوا کر جلا دیا۔ پھر نمرود ملعون نے کہا اے ابراہیم بتاؤ اب کون تمہارے خدا کی گواہی دے گا اور تمہاری رسالت کی گواہی دے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا کہ تیرے بدن کی پوشاک گواہی دے گی پھر اسی وقت کپڑوں نے گواہی دی ان کو بھی نمرود ملعون نے اتار کر جلا دیا۔ پھر پلید نابکار نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا بتاؤ اور کون بولے گا۔ پھر اسی وقت جبرائیل علیہ السّلام نازل ہوئے اور حضرت خلیل اللہ سے کہنے لگے۔ اے ابراہیمؑ تمام کافروں نے موت کے وقت خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا تھا مگر یہ مردود کافر ہرگز ایمان نہ لائے گا اور قیامت تک اس پر عذاب شدید ہوگا۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت عبداللہ ابن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹنا چاہا اسوقت ابوجہل نے کہا اے عبداللہ تم اپنے محمدؐ سے کہہ دو کہ جب سے میں اس کو دشمن جانتا ہوں تب ہی سے یہی بولتا ہوں کہ وہ رسول خدا کا نہیں۔ پس قیامت کے دن حشر کے میدان میں حضرت بلال حبشی نماز کے لئے اذان دیں گے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سُن کر ابوجہل وہاں بھی بولے گا کہ محمد رسول اللہ خدا کا رسول نہیں۔ پس یہ دونوں مردود ابوجہل اور نمرود دُنیا میں بڑے کافر تھے اور آخرت میں بھی ہمیشہ عذاب ان پر رہے حضرت جبرائیلؑ نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ اس ملعون کی اجل آچکی ہے اور اب کچھ دن بھی باقی نہیں ہیں جس گھڑی وہ مچھر اس کی ناک سے نکل کر چلا گیا وہ مردود وہیں جہاں تھا مر گیا اور جہنم واصل ہوا۔

اور قیامت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نمرود کے سر پر سونٹا مارنے کے لئے ایک نوکر مقرر تھا جب شب و روز اس کو سونٹا مارا جاتا تو اس کو کچھ قرار و آرام ہوتا اسیطرح جب رات دن سونٹے لگاتے لگاتے چالیس دن گزرے تو نوکر جو مقرر تھا وہ ناچار ہوا آخر غصہ ہو کر ایک ہی دفعہ زور سے ایک سونٹا ایسا مارا کہ اس مردود کا سر دو ٹکڑے ہو گیا اور اسکے سر کا پورا بھیجا نکل پڑا اور اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی اور وہ جہنم داخل ہو گیا۔ اور وہ مچھر مغز کھا کر کافی بڑا ہو گیا تھا۔ وہ سر کے پھٹ جانے سے باہر نکل آیا اور پھر وہ بھی چلا گیا۔

بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مراجعت کا

جب نمرود واصل جہنم ہو گیا تو اس کی قوم میں جو لوگ موجود تھے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ آج یہ ملک نمرود پلید کا تھا، اب تمہارا ملک ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو ملک گیری سے کچھ کام نہیں، اور یہ ملک ہمیشہ ملک بے زوال کا ہے اور میں بندہ باز وال اس بے زوال کا ہوں، ملک مصر و عجم بادشاہوں کی جگہ ہے اور ملک شام نبیوں کی جگہ ہے، میں تو شام جا رہونگا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ شام میں جا رہیں گے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کی طرف راہی ہوئے۔ رحبہ نامی ایک جگہ ہے وہاں آپہونچے اس ملک اور اس شہر کو رونق بخشی اور وہاں سے دریائے فرات کے کنارے آپہونچے وہاں بھی ایک شہر آباد کیا اور اس شہر کا نام رقیہ ہے۔ پھر وہاں سے حلب میں تشریف لائے۔ اور وجہ تسمیہ حلب کی یہ ہے کہ شب کو وہاں دودھ دوہا کرتے تھے اور وہاں سے حلب احمر میں آئے اور پھر وہاں سے عین میں آئے کہ جہاں کے بادشاہ نے حضرت ہاجرہ کو دیا تھا۔ اور وہ بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور دین اسلام سے مشرف ہوا، اور پھر جو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کو آتے وہ دین اسلام سے مشرف ہوتے۔ وہاں چند روز قیام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام معہ اپنی زوجہ محترمہ کے دمشق میں آگئے اور وہاں اسی دین اسلام کا طریقہ و اطوار لوگوں کو بتایا اور بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے بعد شہر طیب میں وارد ہوئے اور وہاں کے اہل شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے سے پہاڑوں میں بھاگ کر چلے گئے اور جو مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے ان لوگوں نے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے چھوڑے ہوئے مال و دولت سے فائدہ اُٹھایا اور وہ تمام مالِ غنیمت لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کنعان میں آپہنچے اور ان لوگوں نے وہاں ایک نہر جاری دیکھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا پانی سات جگہوں میں جاکر گرتا ہے۔ ملاد۔ وقامور و خایم و زعوم اور اسی کے مانند دیگر جگہ۔ لیکن یہاں کے آدمی مرتکب فعل بد ردیف ہیں بعض مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت

فعل بد کرتے ہیں اور رہزنی کر کے لوگوں سے مال چھین لیتے ہیں۔ اور یہ لوگ ساری عمر اسی فعل بد پر رہے اور پھر مر گئے اور یہ شہرستان قوم لوط تھا۔ پھر وہاں سے بیت المقدس میں تشریف لائے۔ تب سائرہ خاتون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے سے ازراہِ خوشی ۲۰۰ سو دینار فقراء کو تصدق کئے اور تمام شہر کے لوگ خوش و مسرور ہو گئے۔ تقدیر الٰہی سے ایسا اتفاق ہوا کہ نور پیشانی سے حضرت کی ہاجرہ کی پیشانی پر ظاہر ہوا۔ بعدہٗ وہاں سے اُٹھ کر حضرت سائرہ خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ تب حضرت سائرہ خاتون نے اس حال سے واقف ہو کر حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیئے۔ پس حضرت ہاجرہ کے کان چھیدنے سے اور بھی زیادہ خوبی آگئی۔ حضرت سائرہ خاتون نے کہا واہ واہ اس عیب نے تو اور ہی خوبصورتی بخشی۔ پھر غصہ ہو کر ان کا ختنہ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ میں نے تمام زن و مرد پر یہ سنتِ ہاجرہ کی جاری کر دی کہ ساری اُمّت ان کی قیامت تک پیروی کرے۔ حضرت سائرہ خاتون کو اور بھی غیرت پیدا ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ سے بولیں کہ یہ چیز مجھ کو برداشت نہیں ہے کہ ہاجرہ کے کوئی فرزند پیدا ہو اور مجھ کو نہ ہو۔ جب نو مہینے گزر گئے تب ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل تولّد ہوئے۔ بعدہٗ سائرہ خاتون نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ اگر ہاجرہ یہاں رہیگی تو پھر میں یہاں نہ رہونگی اور میں یہاں سے کہیں چلی جاؤنگی نہیں تو ان کو یہاں سے کہیں ایسی جگہ پر لے جا کر رکھو کہ وہاں میوے اور آبادی اور پانی بھی نہ ہو۔ تاکہ یہ اچھی طرح سے آرام نہ پاسکے اور میں بھی اسکو نہ دیکھ سکوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اس بات کو سُن کر بہت متردّد و متفکر ہوئے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے آکر فرمایا۔ اے ابراہیم۔ سائرہ خاتون جو کہتی ہیں سو کرو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ہاجرہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور آپ بھی ایک دوسرے اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدّس سے نکل کر اب جہاں خانۂ کعبہ ہے وہاں پہونچے۔ تب ہاجرہ سے کہا کہ تم یہاں ذرا ٹھہرو، میں آتا ہوں۔ ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کو لیکر وہاں بیٹھی رہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام دلگیر ہو کر اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے ملک شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب دو گھڑی گزری دیکھا کہ ابراہیم علیہ السّلام تشریف نہ لائے اور آفتاب گرم ہوا تو سر پر گرمی پہونچی تو پیاس کی شدّت محسوس ہوئی اور اس پیاس کی شدت کی وجہ سے حضرت ہاجرہ کوہِ صفا و مروہ کی طرف دوڑیں وہاں بھی کہیں پانی نظر نہیں آیا۔ اسی طرح پانی کے لئے صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا پر سات مرتبہ دوڑیں لیکن پانی نہ پایا پھر تو بہت ہی حیران ہوئیں۔ اور یہ دوڑنا صفا و مروہ کا سات دفعہ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں حاجیوں پر قیامت تک سنت ہاجرہ جاری رہے گی اور ہر حاجی اسی طرح سات مرتبہ دونوں پہاڑوں پر دوڑتے ہیں۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ہاجرہ اس میدان میں اب جس جگہ چاہِ زم زم ہے لٹا کر پانی کے لئے صفا و مروہ کی طرف دوڑیں اور پانی نہ پایا تو آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوا۔ جب وہ وہاں سے واپس آئیں اور حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس آکر دیکھا کہ حضرت اسمٰعیلؑ شدت پیاس سے جس زمین پر پیر رگڑتے تھے اسی جگہ بحکم

خداوند قدوس پانی کا ایک فوارہ جاری ہوا اور بفضل خدا اب تک وہ چشمہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا انشاء اللہ۔ یہ کیفیت دیکھکر حضرت ہاجرہ بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ الحمد للہ یہ مبارک فرزند اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عنایت فرمایا ہے۔ پس وہی پانی حضرت ہاجرہ نے خوب سیر ہو کر پیا اور مٹی و پتھر لا کر چاروں طرف سے اس پانی کو بند کر دیا تاکہ زیادہ نہ پھیلنے پائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہ وہ پانی اگر بند نہ کرتیں تو وہ تمام مکے معظمہ کی تمام حدود میں قیامت تک جاری رہتا۔ پس جو کھانے پینے کا تھا کھا لیا۔ اتفاقاً ایک روز سوداگروں کا قافلہ پانی کی تلاش میں معہ اپنے تمام مویشی کے بوجہ پیاس کے کوہ صفا پر آیا تو اس قافلہ نے وہاں ایک عورت کو پانی کے کنارے بیٹھے دیکھا اور اس قافلہ کا بیان ہے کہ اس جگہ سے جب ہم لوگ گزرتے تھے تو کبھی بھی ان لوگوں نے اس جگہ پانی نہ دیکھا تھا، یہ دیکھکر وہ لوگ بہت حیران ہوئے اور وہ اسی تعجب میں حضرت ہاجرہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ حضرت ہاجرہ نے اس قافلے والوں سے جو حال اپنے اوپر اور حضرت اسمٰعیلؑ پر اور پانی کا جو ماجرا گزرا تھا وہ سب سرگزشت انہیں سُنائی۔ یہ سُنکر وہ لوگ کہنے لگے۔ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ تمہارے پاس اپنی بود و باش اختیار کریں اور پانی کے عوض تم کو ہر سال عشر دیویں تاکہ ہم کو یہ پانی حلال ہو۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا اچھا۔ تب وہ لوگ وہاں آئے اور اپنے اپنے خیمے نصب کئے اور اونٹوں اور بکریوں کو چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ بہت دنوں تک وہ لوگ وہیں رہے۔ اس عرصہ میں حضرت اسمٰعیلؑ بالغ ہوئے اور حضرت ہاجرہ پشم بُن کر اپنی گذر اوقات کیا کرتی تھیں۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز حضرت خلیل اللہ کو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے دیکھنے کی آرزو ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ خدا جانے وہ دونوں کس حال میں ہونگے تب حضرت سائرہ خاتون سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اجازت مانگی۔ حضرت سائرہ خاتون نے فوراً اجازت دیدی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عہد لیا کہ تم وہاں سواری پر سے نہ اُترنا۔ اور جلدی دیکھکر وہاں سے چلے آنا یہ عہد کر کے حضرت ابراہیمؑ نے بیت المقدس سے نکل کر بیابان کی راہ لی۔ جب مکہ میں پہونچے تو وہاں قوم عرب کو دیکھا کہ اونٹ بکری چراتے ہیں اور کسی کو دیکھا بیٹھے ہوئے اور کوئی چلتا پھرتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی نے نہ پہچانا۔ مگر حضرت ہاجرہ دور سے دیکھکر بغرض استقبال آگے بڑھیں اور ان کو نہایت تزک و احتشام سے اپنی جائے رہائش پر لائیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عہد کا خیال کر کے اونٹ پر سے زمین پر پاؤں نہ رکھا۔ ہاجرہ نے اسماعیلؑ کو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ تمہارے والد آئے ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ کو دیکھا تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کچھ بڑے ہو گئے تھے۔ اور حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بالاصرار کہا کہ آپ سواری سے اُتریئے تاکہ آپ کے ہاتھ پاؤں دُھلوا دوں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ چلتے وقت سائرہ خاتون نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ اپنی سواری سے نہ اُترنا۔ یہ سُنکر حضرت ہاجرہ نے ایک پتھر لا دیا اور اس پر پاؤں رکھکر دھلایا۔

اسی طرح دونوں دھلوا دیئے اور اچھی طرح سے ہاتھ پاؤں دھلا دیئے۔ اور جس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ نے پاؤں رکھا تھا۔ اب وہ مقام خلائق کا مصلّے ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى پس حضرت ابراہیم علیہ السلام انکو دیکھکر بیت المقدس کو تشریف لے گئے اور حضرت سائرہ خاتون کے پاس مہمان سرا بنا کر خلق اللہ کی دعوت و مہمانداری کرتے تھے۔

بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ اے ابراہیم اُٹھ اور قربانی کر۔ تب حضرت نے فجر کو اُٹھ کر دو سو اونٹ خدا کی راہ میں قربان کر دیئے۔ اسی طرح تین دن تک یہ خواب دیکھا۔ تینوں دن دو دو سو اونٹ قربانی کئے۔ پھر چوتھی شب کو خواب میں دیکھا کہ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو خداوند قدوس کی راہ میں قربان کر۔ سُبحان اللہ سچ ہے کہ خواب پیغمبروں کا بمنزلہ وحی کے ہوتا ہے۔ ایک روز فجر کو نیند سے بیدار ہو کر حضرت سائرہ خاتون سے کہا کہ آج مجھکو خواب میں حکم ہوا ہے کہ اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کر دو۔ لہٰذا میں اس حکم خداوندی کو بجالانے کو تیار ہوں۔ حضرت سائرہ خاتون نے کہا بہت اچھا اپنے فرزند لختِ جگر کو خدا کی راہ میں قربان کر دو۔ اس گفتگو کے بعد فوراً ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے شتر پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ کے پاس جا پہونچے اور اس وقت حضرت اسمٰعیل کی عمر نو برس کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ اسمٰعیل کے سر میں کنگھی کر کے اور اس کے بال مشک و عنبر سے خوشبودار کر کے اور آنکھوں میں سُرمہ لگا کر اور پاکیزہ کپڑے پہنا کر میرے ساتھ دعوت میں بھیجدو میں اسے اپنے ساتھ دعوت الی اللہ میں لے جاؤں گا۔ اس حکم کو سُنکر حضرت ہاجرہ نے ان کو خوب اچھی طرح نہلا دھلا کر اور پاکیزہ کپڑے پہنا کر کہا کہ تم آج اپنے باپ کے ساتھ ضیافت میں جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چھری تیز دھار والی اپنی آستین میں چھپائی اور ہاجرہ کے سامنے سے نکل آئے اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اپنے باپ کے پیچھے چلنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھکر شیطان لعین حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کے پاس آیا لیکن اس نے ان سے ابھی کہنا مناسب نہ سمجھا اور فوراً ہی وہ شیطان حضرت ہاجرہ کے پاس پہونچا اور کہنے لگا کہ آج اسمٰعیل تمہارا بیٹا کہاں ہے۔ حضرت ہاجرہ نے اس سے کہا کہ آج وہ اپنے باپ کے ہمراہ ایک ضیافت میں گیا ہے۔ شیطان نے کہا کہ افسوس اس بیچارے کو تو اس کا باپ ذبح کرنے کو لے گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے کہا معاذ اللہ تم نے سُنا ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو کبھی بے گناہ مارا ہے۔ ابلیس نے کہا کہ خدا نے اسے ایسا ہی حکم کیا ہے۔ ہاجرہ نے کہا کہ واقعی خدا کا فرمان ہے تو میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں۔ پس ابلیس حضرت اسمٰعیل کے پاس آیا اور اس لعین نے یہ گمان کیا کہ ابھی تو یہ لڑکا ہے ہم اس کو نہایت آسانی سے خدا کے حکم سے بھٹکا سکیں گے،

ابلیس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا تو کہاں جاتا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب میں کہا کہ میں آج اپنے باپ کے ساتھ ضیافت میں جاتا ہوں۔ شیطان بولا۔ نہیں تمہارا باپ تو تم کو آج ذبح کرنے کو لئے جاتا ہے۔ آپ نے یعنی حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے اس شیطان لعین سے کہا کہ کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو بے گناہ مارتا ہے کیا کبھی تم نے ایسا سُنا ہے۔ ابلیس نے حضرت اسمٰعیل سے کہا کہ اسکو تو یہ حکم خدا نے دیا ہے کہ وہ آج اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ یہ سُنکر حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے جواب دیا کیا یہ حکم خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے تو پھر تو ہزار جان بھی میری خدا کی راہ میں فدا ہیں اور میں بخوشی اسکی راہ میں قربان ہونا چاہتا ہوں۔ جب وہ دونوں بزرگ دور تک نکل گئے تب اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے میرے ابا جان مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی کی گئی تھی وہ اپنے لخت جگر فرزند ارجمند کے سامنے انہیں الفاظ کے ساتھ بیان کر دی قولہٗ تعالیٰ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ (ترجمہ) پھر جب وہ اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو باپ نے اپنے لخت جگر سے فرمایا۔ اے بیٹے میرے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبیح اللہ کے راستے میں کر رہا ہوں۔ پس اے بیٹے میرے مجھے بتا دو تمہاری اہیں کیا رائے ہے۔ یہ سُنکر حضرت اسماعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کی اے میرے ابا جان یہ تو بڑی بھاری میرے واسطے سعادت ہے اور آپ تو خداوند قدوس کے دوست ہیں اور رات کو بہت کم سوتے ہیں۔ جب آپ بحکم خدا سوئے تو رحمت رب سے آپ کو یہ خواب کی سعادت نصیب ہوئی، میں بخوشی راضی ہوں جس میں میرا خدا راضی ہے۔ اور کہنے لگے قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ٥ (ترجمہ) حضرت اسمٰعیل نے اپنے ابا جان سے کہا کہ اے میرے باپ آپ کر ڈالئے جو کچھ آپ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے اور مجھے آپ انشاء اللہ صابرین میں پائینگے

فائدہ ۔ فرمایا گیا ہے ذی الحجہ کی آٹھویں شب کو خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کرتا ہوں جب صبح ہوئی تو بہت ہی فکرمند ہوئے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہوگی۔ پھر نویں شب میں بھی یہی خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں، پھر دسویں شب میں بھی یہی خواب دیکھا۔ پھر اس کے بعد جب کچھ تعبیر سمجھ میں نہیں آئی تو پھر اپنے بیٹے سے کہا اور اُنہوں نے باپ کے فرمان کے مطابق فوراً تسلیم کر لیا ایسے باپ اور بیٹے پر ہزاروں رحمتیں نازل ہوں، حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے میرے باپ اللہ تعالیٰ نے جو حکم آپ کو دیا ہے اس میں جلدی کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ مجھکو تم صابروں میں سے پاؤ گے اور میں خدا تعالیٰ کا مطیع ہوں نافرمان نہیں ہوں اس لئے آپ جلدی کیجئے۔ ہو سکتا ہے کہ تاخیر کے سبب شیطان لعین وسوسہ ڈالے۔ کیونکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمکو صحیح راستے سے بھٹکا دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ اس لعین پر پتھر مارو تب باپ اور بیٹے نے اس لعین پر پتھر پھینکے اور اب یہ حاجیوں پر سنت ہے کہ حج کے دنوں میں اس طرف پتھر پھینکتے ہیں۔ بعدہٗ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس جگہ پر جا پہونچے اب جس کو

اس وقت منا بازار کہتے ہیں اور جہاں جاکر تمام حاجی اپنے اپنے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اب تمہاری کیا صلاح و مشورہ ہے۔ وہ بولے کہ ہزار جان بھی میری خدا کی راہ میں تصدق ہیں، خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے قربان ہوتے ہوئے اپنے خواب میں دیکھا۔ پس آپ جس طرح بھی ممکن ہو جلدی کیجئے اور امر الٰہی بجالایئے۔ کیا خوب شعر ہے ؎ وہ مقید ہوئے امر سبحان کے ؛ ہوئے دونوں راضی وہ قربان کے قولہ تعالیٰ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ (ترجمہ) پھر جب دونوں حکم خداوندی پر راضی ہو گئے اور حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے لخت جگر کو زمین پر ماتھے کے بل پچھاڑا تاکہ بیٹے کا منہ سامنے نظر نہ آوے اور محبت جوش نہ کرے اور حکم خداوندی میں کبھی کوتاہی نہ ہوجائے اور یہ بات درحقیقت بیٹے نے اپنے باپ کو سکھائی تاکہ میری قربانی کی فرمائش کی تکمیل ہوسکے اور میں خداوند قدوس کے یہاں مقبول ہوجاؤں۔ کہتے ہیں کہ اس امر کے بجالانے میں حضرت ابراہیم ؑ نے کوئی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی مگر دل پر جو کچھ گزری ہوگی وہ تو خدا ہی کو خوب معلوم ہے اور حضرت اسمٰعیل ؑ نے بوقت ذبح اپنے باپ سے مؤدبانہ التماس کی کہ اے اباجان میری اس وقت صرف تین گزارشیں ہیں اور میری وصیتیں سمجھ لیجئے۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ لیجئے۔ کہ جان نازک ہے۔ چھری کے زخم کے مارے جنبش میں نہ آجاؤں۔ خدانخواستہ اگر قطرہ بھی خون کا آپ کے کپڑوں میں لگ جاوے تو میں قیامت کے دن گناہ میں گرفتار ہوجاؤں اور عذاب خدا برداشت نہ کرسکوں۔ اور دوسری وصیت یہ ہے کہ منہ میرا زمین کی طرف کر لیجئے تاکہ منہ میرا تم کو نظر نہ آوے اور میں بھی آپ کی طرف نظر نہ کرسکوں تاکہ آپس میں محبت جوش نہ کرے اور یہ ہمارے اور آپ کے درمیان قصور کا سبب بن جائے، اور تیسری وصیت یہ ہے کہ جب آپ گھر کی طرف تشریف لے جائیں تو وہاں جاکر میری محترمہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام کہنا اور میرا کپڑا خون بھرا ان کو دینا تاکہ یہ نشانی انکو تسلی کا کام دے اور یہ صرف اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ ان کا کوئی دوسرا فرزند نہیں ہے۔ یہ باتیں اپنے بیٹے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنیں اور اس کے بعد اپنے کرتے کی آستین سے چھری اور رسی نکال کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں خوب اچھی طرح سے مضبوط باندھے اور ان کا منہ بھی زمین کی طرف کردیا۔ پھر حضرت اسمٰعیل ؑ نے کہا اے میرے اباجان میرے ہاتھ پاؤں کھول دیجئے کیونکہ جو بندہ بھاگنے والا ہوتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر خدا کی درگاہ میں لاتے ہیں۔ لیکن یہ بات حضرت ابراہیم ؑ نے نہ مانی اور گلے پر چھری زور سے چلائی مگر بحکم خدا کچھ بھی نہ کٹا۔ حضرت اسماعیل ؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ میرے اباجان کیا چھری کی پشت سے ذبح کرتے ہو جو کاٹتی نہیں ہے۔ تب حضرت ابراہیم ؑ نے پھر چھری پر زور لگایا لیکن پھر بھی ذبح نہ ہوا۔ پھر حضرت اسمٰعیل ؑ نے اپنے اباجان سے کہا کہ اب کی مرتبہ چھری کی نوک سے گلے میں ڈال کر زور سے ذبح کرو شاید یہ کامیاب ہو اور میں خدا کی راہ میں ذبح ہوجاؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے کہنے سے ویسا ہی کیا لیکن پھر بھی کچھ کٹ نہ سکا۔ چھری دستے کے اندر اور دستہ حلق پر پڑ گیا

غرضکہ وہ ذبح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غصہ میں آکر چھری کو زمین پر ڈال دیا
اس وقت چھری نے حضرت ابراہیمؑ سے کلام کیا کہ اے حضرت ابراہیمؑ خدا مجھے کہتا ہے کہ کاٹو۔ اور مجھے کہتا ہے کہ
مت کاٹو اور آپ کو ایک دفعہ فرماتا اور مجھے دس مرتبہ فرماتا ہے کہ مت کاٹو اور یہ جان لو کہ حکم الٰہی سب سے بہتر ہے
اور اس کے حکم کے آگے کسی کا حکم نہیں چل سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی گفتگو میں تھے کہ اتنے میں پیچھے سے
ایک آواز تکبیر کی آئی۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ بلند آواز سے کہتے ہوئے آئے قولہ تعالیٰ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ
صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝
وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
(ترجمہ) اور پکارا ہم نے اس کو یوں کہ اے ابراہیم بیشک سچ کیا تم نے اپنے خواب کو تحقیق اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں
احسان کرنے والوں کو یعنی ایسے مشکل حکم میں ڈال کر آزماتے ہیں اور پھر انکو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ پھر اس کے بدلے
میں بلند درجات عطا کرتے ہیں بیشک یہی ہے صریح آزمانا اور ہم نے حضرت اسماعیلؑ کو ایک بڑی قربانی کے
بدلے چھڑا لیا یعنی بڑے درجے کا بہشت سے ایک دنبہ آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھیں پٹی سے
باندھ کر چھری ایسے زور سے چلائی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلا نہ کٹا حضرت جبرائیلؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو اس جگہ
سے ہٹا دیا اور ایک دنبہ جو بہشت سے لائے تھے ان کی جگہ پر رکھ دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں
سے پٹی کھول کر دیکھا تو ان کے بیٹے کے بدلے میں ایک دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اور یہ سنت آنے والی نسلوں کے واسطے
قائم کر دی گئی اور رہتی دنیا تک۔ یہ سنت جاری رہے گی اور سلامتی ہو حضرت ابراہیمؑ پر ہم یوں ہی بدلہ دیا کرتے
ہیں ہر نیکی کرنے والوں کو اور وہ ہمارے بندوں میں بہت ہی زیادہ ایماندار ہیں اور ہم اس کو اپنی نعمتوں اور برکتوں
سے نوازتے رہیں گے۔ اور ان کی نسل پر بھی ہمارا لطف و کرم جاری رہے گا۔ **فائدہ**۔ پس معلوم ہوا کہ وہ پہلی
خوشخبری حضرت اسمٰعیلؑ کی تھی اور سارا واقعہ اللہ کے راستے میں ذبح کا انہیں سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن یہود کہتے ہیں کہ
حضرت اسحاق کو ذبح کیا گیا۔ اور یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت اسحاق کی خوشخبری کے ساتھ حضرت
یعقوب علیہ السلام کی بھی خوشخبری ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں سے
اولاد بہت پھیلیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت اسحاق کی اولاد سے بنی اسرائیل میں نبی کثرت سے آتے رہے
اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ملک عرب میں نبی آتے رہے اور آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی
آپ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس قربانی عظیمہ کے بدلہ میں ایک دنبہ ابلق و فربہ اور تندرست
جنت سے بھیجا تھا اور بعضوں نے کہا کہ اس دنبے کو ہابیل نے بھی قربان کیا تھا۔ بعد اس کے دو ہزار برس خدا تعالیٰ نے

اسے بہشت میں پال کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حضرت اسمٰعیلؑ کے عوض فدیہ بھیجا تھا کہ وہ نجات پاویں پس حضرت ابراہیمؑ نے اس دنبے کو بعوض اسماعیلؑ کے ذبح کیا اور اسکے چمڑے سے اس کے دسترخوان بنوا کر خلق اللہ کو اس پر کھانا کھلایا کرتے اور اس کی پشم سے حضرت سائرہ خاتون نے ایک چادر بنوائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس چادر کو سکینہ کے تابوت میں رکھ دیا۔ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السّلام اسی تابوت کو لیکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ حضورؐ نے حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب کو عنایت فرمایا تاکہ اس کا خرقہ بنا کر پہنیں اور وہ خرقہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگانی بھر رہا۔ اور وہ اس کو ہمیشہ پہنتے تھے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل ہو سکے چونکہ وہ جانتے تھے کہ آخرت میں نجات کا دارومدار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ وشوق عنایت فرمائے۔ (آمین)

بیان تعمیر کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قربانی سے فراغت پائی اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو بی بی ہاجرہ کے حوالے کر کے خداوند قدوس کا شکر بجا لائے اور پھر اس کے بعد حضرت سائرہ خاتون کے یہاں تشریف لیگئے۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام تشریف لائے اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگے کہ اے ابراہیمؑ! تم پر خدا تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سرزمین میں ایک خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بناؤ تاکہ مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچ سکے۔ یہ بات حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سُنکر عرض کرنے لگے کہ یہ خانہ کعبہ کہاں بناؤں فوراً ہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ اونٹ پر سوار ہو جاؤ تو میرے حکم سے ایک ابر آوے گا تم اُسکے ساتھ چلتے رہنا اور وہ جہاں پر ٹھہر جاے اور سایہ اس کا جہانتک گرے وہاں تک نشان دیکر وہیں کعبہ کی بنیاد ڈال دینا۔ چنانچہ بحکم خداوندی ایسا ہی ہوا۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک سانپ نے آکر چاروں طرف حلقہ کیا۔ اسی انداز سے جو کہ حلقہ کا نشان تھا بیت اللہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور ایک دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے آکر جہاں تک بتادیا وہاں تک بنالیا۔ قولہ تعالیٰ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (ترجمہ) اور جب ٹھیک کر دیا ہم نے ابراہیم کا ٹھکانا اس گھر کا شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے واسطے، کیونکہ اور دیگر سابقہ اُمتوں میں رکوع نہ تھا یہ خاص صفت اسی اُمت کو عنایت فرمائی گئی

اور یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بتایا گیا کہ آیندہ آنے والی نسلیں اس گھر کو آباد کرینگی۔ جب اطمینان کامل ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ خداوندا اسکے واسطے پتھر کہاں سے لاؤں تاکہ اس خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی جائے اور تیرے حکم کی فرمانبرداری کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ جس پتھر کی تم کو ضرورت محسوس ہو رہی ہے وہ پتھر تم کو پانچ پہاڑوں سے مل سکیں گے یعنی کوہ لبنان اور حرا۔ ابو قبیس اور کوہ صفا و مروہ۔ ان پانچوں پہاڑوں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام خانہ کعبہ بناتے جاتے تھے اور اس کی تعمیری کاموں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی مدد کرتے تھے۔ خداوند قدوس کا حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ سب سے پہلے پتھر مسجد کی محراب میں رکھو۔ چنانچہ آپ نے بموجب فرمان الٰہی پہلا پتھر اسی جگہ پر رکھا جہاں حکم دیا گیا تھا۔ یعنی محراب مسجد میں نصب کیا اور دیکھتے کیا ہیں کہ اس پتھر پر نام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک پتھر داہنی طرف کعبہ کے رکھا تو اس میں نام ابو بکر صدیقؓ کا لکھا تھا۔ اور ایک پتھر بائیں طرف رکھا تو اس پتھر پر نام حضرت عمرؓ ابن الخطاب کا ظاہر ہوا۔ اسی طرح دو پتھر اور لگائے ان دونوں پتھروں پر حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام ظاہر ہوئے۔ غرضکہ مطلب یہ ہے کہ جب تک ان پانچوں حضرات سے سچی محبّت نہ کرے گا اسکی نہ نماز قبول ہوگی اور نہ حج قبول ہوگا اور نہ کوئی عبادت خدا کے دربار میں قبول ہوگی۔ بیت اللہ تیار ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مندرجہ ذیل دعا مانگی قولہٗ تعالیٰ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (ترجمہ) اور جب اُٹھانے لگے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ بنیادیں اس گھر کی تب کہنے لگے اے رب قبول کر تو ہی اصل سُننے والا اور جاننے والا ہے، اور کہا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (ترجمہ) اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب کر اس شہر کو امن و آرام والا اور روزی دے اس کے لوگوں کو میووں سے جو کوئی ان میں سے یقین لاوے اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر جو آنے والا یقیناً ہے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ (ترجمہ) فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اس کو بھی فائدہ دونگا تھوڑے دنوں پھر اسکو قید کر کے بلاؤں گا برائے عذاب دوزخ کے اور نہایت ہی بُری جگہ ہے۔ پس ابراہیم علیہ السّلام خدا کا شکر بجالائے کہ ہم لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے بیت اللہ بنایا بعدہٗ جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا۔ اے ابراہیم خدائےتعالیٰ نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تم لوگوں نے بڑی محنت سے یہ گھر خدا کا بنایا، ہمارے نزدیک اس محنت کی بہت ہی زیادہ قدر و منزلت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خداوند قدوس سے عرض کیا کہ یا الٰہی تو نے فرمایا ہے کہ بھوکے پیاسے کو کھانا کھلانا پلانا اور ننگے کو کپڑا پہنانا نزدیک میرے ایسا بڑا درجہ

رکھتا ہے جیسا کہ اس گھر کا مرتبہ ہے اور ایک ہزار رکعت نماز ہر ہر رکن پر تو نے اس کے ادا کی پھر ارشاد ہوا
اے ابراہیم تم لوگوں کو اس گھر کی طرف بلانے کی دعوت دو۔ قولہ تعالیٰ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا
وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ (ترجمہ) اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کے واسطے
کہ لوگ اس خانۂ کعبہ کے واسطے پیادے اور اگر سواری میسر ہو تو سواری پر اگرچہ ان کے اونٹ دُبلے ہی کیوں نہ ہوں۔
کیونکہ یہ حکم دوری مسافت کے واسطے ہے۔ بہر حال ہر ممکن طریقہ پر اس گھر کی طرف چلے آئیں۔ یہ حکم سُنکر حضرت
ابراہیمؑ نے بارگاہ ربُ العزت میں عرض کی یا الٰہی کہاں تک میری آواز پہنچے گی اور اس آواز کو کون سُنے گا۔ حکم ہوا
کہ تم بلند آواز سے پکار دو، میں تیری آواز کو تمام مخلوقات کے کانوں میں یہانتک کہ جو روحیں باپ کی صُلب میں
اور ماؤں کے رحم میں ہیں سب کو سُنوا دوں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک بُلند پہاڑ پر چڑھ کر بآواز بلند لوگوں کو
اس گھر کی طرف بلانے کی دعوت دی اور کہا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے۔ لہذا ہر شخص کو اس میں
حج کیواسطے آنا ضروری ہے۔ چنانچہ جن کی قسمت میں حج تھا ایک بار یا دو بار یا زیادہ اپنے شوق سے باپ کی پشت
اور ماں کے رحم میں لبیک کہا حضرت نے کسی کو نہ دیکھا اور چاروں طرف سے یہ آواز آئی۔ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ
لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ یَا سَیِّدِیْ وَمَوْلَائِیْ۔ جب
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکّے کے میدان میں چاروں طرف نظر کی دیکھا کہ نہ پانی ہے نہ گھاس ہے اور نہ
زراعت غرضکہ کچھ بھی نہ تھا۔ تو یہ دیکھکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں درخواست کی۔ قولہ تعالیٰ
رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً
مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝ (ترجمہ) یارب میں نے بسائی ہے ایک
اولاد کو میدان میں جہاں کھیتی نہیں۔ تیرے ادب والے گھر کے پاس، اے رب ہمارے ہمکو قائم رکھ واسطے اپنی نمازوں
کے کیونکہ جو تیرا ہو جاتا ہے اس کا دل تیری طرف ہی جھکتا ہے اور جو لوگ اس جگہ آباد ہو جائیں تو تو ان لوگوں کو میووں
سے روزی دے تاکہ وہ تیرا شکر زیادہ کریں۔ **فائدہ**۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ملک شام میں تھا۔ بعد تولد
حضرت اسمٰعیلؑ کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ان کی ماں کے ساتھ اس جنگل میں لاکر جہاں پر اب مکّہ مکرّمہ
ہے بٹھا کر چلے گئے پھر رفتہ رفتہ مکہ شہر آباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمزم کا چشمہ نکالا۔ اسوجہ سے اور زیادہ جلد اس جگہ
پر لوگ آباد ہو گئے، کیونکہ یہ زمین کھیتی اور میوے کے درختوں کے واسطے موزوں نہ تھی اسی کے نزدیک ایک زمین
طائف تھی۔ اس زمین کو زرخیز و سرسبز و شاداب کر دیا تاکہ بہتر سے بہتر میوے وہاں پیدا ہوویں اور شہر مکہ مکرمہ میں وہاں
سے پہونچیں۔ بعد اس کے خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چھتیس کوس تک زمین مکّے کی جو کہ سنگریزے
سے بھری تھی اسے کھود کر ملک شام میں لیجا کر رکھ دی۔ اور اس کے عوض میں دریائے نیل کی زمین مکّے میں لاکر رکھ دی۔

اور فرشتے سب اس زمین کے گرد کعبے کے سات دفعہ طواف کرتے رہے اور اس جگہ سے کہ جہاں سے حضرت جبرائیلؑ نے مٹی کھود کر ملک شام میں پھینکی تھی لے جا کر اس کا نام طائف رکھا اس واسطے کہ سات دفعہ گرد بیت اللہ کے طواف کیا تھا۔ اب ہر طرح کے میوہ جات طائف میں پیدا ہوتے ہیں، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام میں جا کر رہائش اختیار کر لی۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ خانہ کعبہ خراب نہ ہوگا آباد رہے گا۔ اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان سرائے بنائی اور عہد کیا کہ بغیر مہمان کے میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عرصہ مدید تک وہیں عبادت کرتے رہے اور مسافروں کی مہمان برداری کرتے رہے۔ کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد ایک دن حضرت عزرائیلؑ آدمی کی صورت بن کر آپ کے پاس آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا میں عزرائیلؑ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سُنکر عزرائیل علیہ السلام سے کہا کہ تم میری ملاقات کو آئے ہو یا جان قبض کرنے کو۔؟ انہوں نے کہا کہ میں آپ کی ملاقات کو آیا ہوں اور آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دوست کہا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کون ہے اور اس کی علامت کیا ہے۔ حضرت ملک الموت نے کہا کہ اسکی علامت یہ ہے کہ وہ مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ کاش میں ویسا ہی ہوتا یا اُسے دیکھتا تو میں اس کے ساتھ دوستی کرتا۔ بعد اس کے عزرائیلؑ غائب ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم تلاوت کرتے یا عبادت کرتے تو آپ کی آواز ایک کوس تک جاتی اور اس آواز کو جو سُنتا وہ کہتا کہ یہ آواز تو حضرت خلیل اللہؑ کی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ ایک دن آپ نے تمنا کی اے خداوندا تو مُردے کو کس طرح زندہ کرتا ہے اگر یہ چیز تو مجھے آنکھوں سے دکھا دے تو بہت ہی اچھا ہو پس خُدا کی درگاہ میں عرض کی۔ قولہٗ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى۔ (ترجمہ) اور جب کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اے رب دکھا مجھ کو کہ کیونکر جلاتا ہے تو مُردے کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ (ترجمہ) کہا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ تو فوراً ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گزارش کی۔ قولہٗ تعالیٰ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ (ترجمہ) کہا حق ہے فرمایا تیرا مگر اس واسطے کہ تسکین ہووے میرے دل کو۔ باری تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۠ (ترجمہ) فرمایا کہ تم پکڑ لو چار جانور اُڑنے والے پھر ان کو اپنے سے مانوس کر کے ہلا لو پھر ان کے ٹکڑے کر ڈالو اور پھر ان ٹکڑوں کو مختلف پہاڑوں پر ڈالدو پھر تم انکو بلاؤ تو وہ تمہاری آواز پر اپنے اپنے جسم کی طرف ہر ٹکڑا آوے گا اور وہ میرے حکم سے اپنی پہلی حالت پر آجائیں گے اور سب کے سب زندہ ہو جائیں گے، اور یہ اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

بحکم الٰہی حضرت خلیل اللہ جانور لائے۔ ایک ان میں طاؤس تھا اور دوسرا مرغ اور تیسرا کوا اور چوتھا ان میں ایک کبوتر تھا۔ ان کو انہوں نے پالا اور اچھی طرح سے اپنے سے ہلا لیا، جب ان کو اطمینان ہوگیا کہ یہ ہم سے اچھی طرح مانوس ہو چکے ہیں اور ان کو پہچان بھی لیا تاکہ بھول نہ ہونے پائے۔ پھر ایک دن ان سب کو ذبح کر ڈالا اور اسکی تقسیم اس طرح سے کی کہ ایک پہاڑ پر ان چاروں جانوروں کے سر رکھے اور ایک پر پاؤں اور ایک پر دھڑ اور ایک پر ان کے تمام بالوں کو رکھا اور اپنے دل میں اطمینان بھی کر لیا کہ خداوند قدوس کی قدرت کے مناظر دیکھیں گے۔ پھر انہوں نے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر ایک جانور کو پکارا تو اس کا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر کچھ دیر میں دھڑ اس سے آ کر مل گیا۔ پھر پاؤں ملے پھر آخر میں آکر پر مل گئے اور جب وہ اپنی پہلی اصلی حالت میں ہوگیا تو وہ دوڑتا ہوا چلا آیا۔ اسی طرح چاروں جانور باری باری سے درست ہوتے گئے اور اپنے اپنے اعضا سے مل کر صحیح سالم اپنی اصلی حالت پر اڑتے ہوئے حاضر ہوگئے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ابراہیمؑ چار جانور پکڑ۔ مرغ، طاؤس، کوا اور گدھ۔ بعض نے کبوتر کہا ہے۔ پس ان دونوں میں مورخین کا اختلاف ہے۔ سوال۔ اس کا کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں جانوروں کو مرغ فرمایا اور دوسرے جانور کا ذکر نہیں کیا۔ جواب۔ مرغ ان جانوروں میں فضیلت رکھتا ہے اور دوسرے جانور اتنی فضیلت نہیں رکھتے ہیں۔ مرغ ذبح کرنے کو اس وجہ سے کہا کہ شہوت میں اس سے زیادہ کوئی جانور نہیں۔ ایسا ہی تو بھی اپنی شہوت کو ترک کر اور مور کو اس واسطے کہ اسکے برابر زیبا دنیا میں کوئی جانور نہیں۔ لہٰذا ایسا ہی تو بھی اپنی زینت کو اور آرائش دنیا کو چھوڑ دے، اور کوے کو اس لئے کہ اس کے برابر کوئی حریص دنیا میں نہیں۔ تو بھی ایسا ہی حرص دنیا کو چھوڑ دے، اور گدھ کو اس واسطے کہ اس کی عمر پانچ سو برس سے زیادہ بھی ہوتی ہے لیکن آخر کو موت ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دے اور یہ عارضی زندگی پر امید درازی عمر مت کیجئے اور اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھو تاکہ دنیا کے مشاغل سے بچتے رہو۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان چاروں جانوروں کو ذبح کر کے گوشت اور پوست اور ہڈی اور رگ کو ہاون دستے میں کوٹا اور چار گولیاں بنا کر چار طرف ڈالدیں اور چاروں جانوروں کا سر اپنے ہاتھ میں لیکر بلایا کہ اے فلاں فلاں جانور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ اور اپنی پہلی اصلی حالت پر ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ آواز سن کر وہ گولیاں جو جانوروں کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی تھیں وہ اس طرح آکر مل گئیں کہ کوئی یہ کہہ بھی نہ سکتا تھا کہ ان کو ریزہ ریزہ کردیا گیا تھا اور ان کے اعضاء کو کوٹ کر گولیاں بنادی گئی تھیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس اللہ کے حکم سے آگئیں اور چاروں جانوروں کے سر جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھ میں تھے اس میں منسلک ہوگئے یعنی مرغ کے سر میں مرغ کا بدن اور مور کے سر میں مور کا بدن اور کوے کے سر میں کوے کا بدن اور گدھ کے سر میں گدھ کا بدن آ لگا اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوگئے اور پھر وہ حضرت

ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھ سے اُڑ گئے اور وہ چاروں جانور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے چاروں طرف طواف کرنے لگے اور یہ طواف کا سلسلہ برابر سات دن رات جاری رہا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم الٰہی ہوا کہ اے ابراہیم تو نے اسمٰعیل کو جیسا کہ خدا کی راہ میں دیا ویسا ہی اپنا جمیع مال و متاع بھی دے تو تو میرا بندہ خالص و مخلص زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (ترجمہ) جب کہا اس کو اس کے رب نے حکم بردار ہو بولا میں حکم میں ہوں اپنے رب العالمین کے۔ پس یہ حکم سُننے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا مال و متاع فقیروں کو لٹا دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اب اولاد کی طرف سے مایوس تھے اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف نوّے برس کی تھی۔ اور اس وقت تک حضرت سائرہ خاتون سے کوئی فرزند نہیں ہوا تھا اس لئے بدگمان ہو کر گئو سالے کو حضرت سائرہ خاتون قلادہ زرین پہنا کر بجائے فرزند کے اسکی پرورش کرنے لگیں۔ نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم نے سات رات دن تک مسافروں کے لئے کھانا نہیں کھایا تھا تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارہ شخص جوان نیک رو مثال غلاموں کے مزین ہو کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے سلام کیا۔ اسکا جواب حضرت ابراہیم نے وعلیکم السلام سے دیا اور یہ خیال کیا کہ سب آدمی ہیں حالانکہ وہ سب فرشتے تھے ان کے ہاتھ پکڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر لے گئے قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (ترجمہ) اور آ چکے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لیکر بولے سلام ہو تم پر اور وہ بولے سلام ہو تم پر پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک گائے کا بچہ تلا ہوا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا اے سائرہ سات دن بعد آج مہمان عزیز و مکرم آئے ہیں جو چیز تم عزیز رکھتی ہو ان کے واسطے بھی وہی چیز لے آؤ۔ حضرت سائرہ بولیں کہ اے حضرت میں اس گئو سالے سے زیادہ عزیز کسی چیز کو نہیں رکھتی ہوں اور اسے بمنزلہ فرزند کے میں نے پالا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اسکو قربانی کر کے اور تل کر آپ کے مہمانوں کے سامنے لا کر رکھ دوں۔ چنانچہ حضرت نے اسے اسی وقت ذبح کیا اور اس کو بھون کر مہمانوں کے سامنے لا کر رکھا۔ اور آپ خود بھی ان مہمانوں کے ساتھ سر نیچا کئے باادب کھانے لگے۔ حضرت سائرہ خاتون نے پردے سے دیکھا اور کہنے لگیں اے حضرت آپ تو کھاتے ہیں لیکن آپکے مہمان نہیں کھاتے ہیں، اسوقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنا سر اُٹھا کر مہمانوں کی طرف دیکھا کہ مہمان کھاتے نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے مہمانوں سے پوچھا آپ لوگ کیوں نہیں کھاتے۔ ان مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوچھنے پر جواب دیا کہ ہم کو اس کی قیمت دیئے بغیر کھانا درست نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مہمانوں سے کہا کہ اچھا آپ لوگ اس کی قیمت ادا کر دیجئے۔ مہمانوں نے عرض کی کہ آپ اس کی قیمت کیا چاہتے ہیں۔ تب آپنے ان مہمانوں سے فرمایا کہ اسکی قیمت تو یہ ہے کہ آپ لوگ سب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کھانا شروع کر دیں اسکی قیمت ادا

ہو جائے گی اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو پھر الحمد للہ کہنا یہی اسکی قیمت ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے باواز بلند کہا
اے ابراہیمؑ اس بات سے خدائے تعالیٰ تم سے بہت خوش ہوا اور تمہیں اپنا دوست بنالیا اتنا کہنے کے بعد بولے کہ
آپ قطعاً ترس نہ کیجئے۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور ہم میں جبرائیل اور اسرافیل، دردائیل اور عقوائیل اور
کئی دیگر فرشتے شامل ہیں اور ہم کو اللہ رب العالمین کا حکم ہوا ہے کہ پہلے آپ کے پاس جاویں کیونکہ آپ نے تہیہ
کیا ہوا ہے کہ کھانا مہمان کے ساتھ کھائیں گے ورنہ نہیں کھائیں گے اور آج تقریباً سات دن ہوئے کچھ نہیں کھایا اور
بطور روزہ دار کے ہیں اور ہم لوگ محض اسی مقصد کی وجہ سے بصورت انسان بھیجے گئے کہ آپ مہمان نوازی کریں
اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے تو آپ کا روزہ کھل جائیگا اور جو بوجہ بھوک اور فاقہ کرنے سے پریشانی لاحق ہوئی
ہے جاتی رہے گی۔ اس کے بعد اللہ رب العزت کا ہم کو حکم ہے کہ شہرستان میں حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں
جاویں اور وہ بھی پیغمبر مرسل ہے ان کو وہاں کی بلا سے نجات دیویں گے اور آپ کو ایک بشارت بھی دیتے ہیں کہ
آئندہ مستقبل قریب میں آپ کے یہاں ایک فرزند مبارک تولد ہوگا اور نام اس کا اسحٰق اور اس کے بیٹے یعقوب ہونگے
اس وقت حضرت سائرہ خاتون کھڑی تھیں۔ اس بات کے سُنتے ہی ہنس پڑیں قولہ تعالیٰ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ
فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (ترجمہ) اور ان کی عورت کھڑی تھیں اور یہ
باتیں سُنکر ہنس پڑی۔ پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی تب حضرت سائرہ بولیں۔
قولہ تعالیٰ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ
اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ترجمہ) بولی اے خرابی، کیا
میں جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور خاوند بھی میرا بوڑھا ہے یہ تو عجیب بات ہے۔ وہ فرشتے بولے کیا تم تعجب
کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے حکم میں، یہ خداوند قدوس کی حکمت اور مہر ہے اور اسی کی تمام برکتیں ہیں تم پر اور تمہارے تمام
گھر پر۔ کہنے لگے اے سائرہ خاتون تم اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں تعجب مت کرو اور ہم مزید خوش خبری آج دیتے
ہیں کہ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسحٰق کی پُشت سے ستر ہزار پیغمبر اور پیدا ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت سائرہ خاتون نے ان
فرشتوں سے کہا کہ اس کے کیا آثار ہیں۔ وہ بولے کہ تم کو معلوم نہیں آج تم خدا کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ بھی دیکھ لو۔ کہنے
لگے یہ ہڈیاں گئوسالہ کی جو کہ بڑے طباق میں رکھی ہیں تم اس کی طرف مُنہ کر کے کہو کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اسی وقت
یہ گئوسالہ کا بچھڑا جی اُٹھے گا اور دوڑتا ہوا اپنی ماں کے پاس جاکر دودھ پینے لگے گا۔ اور دوسری علامت یہ ہے
کہ ایک شاخ درخت کی سوکھی نیم سوختہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں تھی۔ حضرت جبرائیلؑ نے اپنا پر
اس پر ملا فی الفور وہ سوکھی ہوئی درخت کی شاخ سبز ہو گئی اور اس میں ہری ہری پتیاں بھی لگ گئیں اور میوہ پھلا
اور پھر پختہ ہوا۔ تب حضرت سائرہ کو دیا اُنہوں نے اس کو کھایا۔ بعد ازاں حضرت سائرہ خاتون سے حضرت

جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ تم نے خداوند قدوس کی قدرت کاملہ دیکھی کہ کتنے دن کی سوکھی لکڑی سبز ہو گئی اور اس میں میوے پھلے اور تم نے اسکو کھا بھی لیا تو کیا یہ اللہ رب العزت کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ تم کو ایسے وقت میں ایک نیک فرزند ارجمند نیک صلح اور پیغمبر عطا فرمائے جس کا نام حضرت اسحٰقؑ ہو اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب ہوں جن کی پشت سے ہزاروں انبیاء پیدا ہوں اور رب العزت کی وحدانیت اور الوہیت کا چرچا چار دانگ عالم میں تسلیم کیا جائے تاکہ مخلوق خدا اپنے حقیقی معبود کو پہچان سکے اور دنیا کے معبودانِ باطل سے منہ موڑ لے بس میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت لوط علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امور سے فارغ ہوئے تو ان فرشتوں نے شہرستان لوط کا قصد و ارادہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں وہ فرشتے بولے اے ابراہیم خلیل اللہ ہم لوگ تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس شہر کے باشندوں کو ہلاک کرنے کیلئے جاتے ہیں آپ ہمارے ساتھ نہ چلیں کیونکہ عذاب الٰہی کے دیکھنے کی طاقت تمہیں نہ ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خدا حافظ ہے میں تو تمہارے ساتھ اس عذاب الٰہی کو دیکھنے چلوں گا جو قوم لوط پر بھیجا گیا ہے۔ یہ کہتے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ان فرشتوں کے ہمراہ چل دیئے۔ جب تقریباً ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر جا پہونچے تو فرشتوں نے با ادب عرض کی کہ ابراہیم خلیل اللہ آپ یہیں ٹھہریں آپ کے واسطے آگے جانے کا حکم قطعاً نہیں ہے۔ یہ سُنکر حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اُتر پڑے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور وہ فرشتے اس شہرستان میں قوم لوط کی اس جگہ پر جا پہونچے کہ جس جگہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہاں کے لوگ بدکردار اور بدفعل ہیں کہ مردوں کے ساتھ مرد اور عورتوں کے ساتھ عورتیں فعل بد کی مرتکب ہوتی ہیں اور رہزنی سے لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں۔ اور اسی وقت یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اس فعل بد میں گرفتار ہیں ان پر غضب الٰہی آئیگا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اور یہ چیز خداوند قدوس اپنے فیصلے میں طے کر چکا ہے کہ جو قوم سرکشی ظلم و تعدی کرے گی اور خدا تعالیٰ کے احکاموں سے روگردانی کرے گی اس پر ضرور غضب الٰہی نازل ہوگا اور اسی دنیا میں ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے ہیں اور خداوند کریم اپنے پیغمبروں کی بات کبھی رائیگاں اور مسترد نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے جس چیز کی خبر اس قوم میں دی تھی وہ بہت جلد ان پر مسلط

کردی گئی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے اس صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ چونکہ وہ فرشتے خدا کا حکم لیکر اس قوم لوط کی طرف بھیجے گئے تھے تو اُنہوں نے اللہ کے حکم سے ان شہروں کو سوائے ایک شہر جس کو سُدوم کہتے ہیں اس کو محفوظ رکھا اور باقی تمام شہرستان کو اُلٹ دیا۔ چونکہ سُدوم کے رہنے والے اس فعل بد میں گرفتار نہیں تھے اور جب اُنہوں نے ان چھ شہروں کے لوگوں کو دیکھا کہ یہ لوگ اپنی بدکرداریوں اور بدفعلیوں میں مبتلا ہیں تو ان لوگوں نے ان کے ساتھ اپنی شادی بیاہ وغیرہ بھی موقوف کردیا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اہل سُدوم کو ان پر فضیلت دی اور نجات بخشی اور اس شہرستان کے باشندوں میں لاکھوں آدمی بڑے ہیکل اور جنگی تھے سب کے سب ہلاک کردیئے گئے۔ الغرض وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب الٰہی لیکر آئے تھے وہ سب حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے اور ان کی بیٹیوں کو سلام کیا اور اُنکی بیٹیوں نے سلام کا جواب دیا۔ بعدہٗ حضرت جبرائیلؑ نے ان سے کہا کہ کوئی آدمی اس شہر میں ایسا ہے کہ ہم مسافروں کو آج کی شب مہمان رکھے اور کھانا کھلائے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ سوائے ہمارے باپ کے اس شہر میں تو کوئی نہیں آپ لوگ ذرا صبر کیجئے وہ خدا کی عبادت سے فراغت پالیں تو البتہ وہ تمہاری کچھ خدمت ضرور کریں گے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے خدا کی عبادت سے فراغت پائی تو اپنے گھر کے دروازے پر دیکھا کہ بارہ شخص صاحب جمال اور کمسن بال بنائے ہوئے اور کپڑے معطر پہنے ہوئے آئے ہیں آپ ان کو دیکھکر کچھ اندیشہ کرنے لگے کہ یہ مہمان تو صاحب جمال و کمسن ہیں، خدانخواستہ اگر قوم کو معلوم ہو گیا تو یہ قوم ان مہمانوں کے ساتھ بدفعلی نہ کرنے لگے تو ہمارے لئے بڑی ندامت اور شرمندگی کی بات ہوگی اور میں اس میں بہت زیادہ رسوا ہوجاؤں گا۔ اور پھر کہیں بھی اپنا مُنہ نہ دکھا سکوں گا۔ لوگ مجھ کو بہت ذلیل کریں گے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ (ترجمہ) اور پہونچے میرے بھیجے ہوئے حضرت لوطؑ کے پاس فرشتے تو وہ ان کے آنے سے اپنے دل میں رنجیدہ ہوئے اور اپنے جی میں رُک گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے آج کا دن بڑا سخت دن ہے اور آئی اس کے پاس قوم دوڑتی ہوئی اور وہ سب بے اختیار تھے اور وہ بہت زیادہ منتظر تھے اس فعل بد کے کرنے کے۔ **فائدہ**۔ درحقیقت وہ فرشتے لڑکے کمسن بن کر گئے حضرت لوطؑ کے گھر میں۔ چونکہ حضرت لوط کو اس قوم کی بدافعالیاں اور بدخوئیاں اچھی طرح معلوم تھیں اسی وجہ سے وہ اپنے دل میں سخت خفا تھے اور اسی وجہ سے حضرت لوط کو اپنی قوم سے لڑائی کرنی پڑی۔ آخر بمجبوری وناچاری ان مہمانوں کو حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر لے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی۔ اس وجہ سے اس نے جاکر اپنی ساری قوم سے ان مہمانوں کی خبر کردی اور وہ قوم لوطی تھی۔ پس ناگہاں قوم کے لوگ حضرت لوط کی حویلی پر آئے اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ اے لوط تم وہ بارہ اشخاص کو جو خوبرو اور نہایت حسین وجمیل ہیں اور کمسن بھی ہیں اور وہ سب آج تیرے

گھر میں مہمان ہوئے ہیں تم انہیں ہمارے پاس بھیج دو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بوجہ خوف کے ان لوگوں سے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ۝ (ترجمہ) حضرت لوطؑ نے کہا کہ اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں اور یہ پاک ہیں میں تمہارا نکاح ان سے کر دوں گا پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور مجھ کو رسوا مت کرو یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں، کیا اے قوم میری تم میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر گامزن ہو۔ اور وہ نیک بات کے سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ **فائدہ**۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں فرشتے مہمان بن کر اُترے تھے اور قوم ان نوجوان اور صاحب جمال مہمانوں کو دیکھکر دوڑی ہوئی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئی اور حضرت لوطؑ نے ان مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے اپنی بیٹیوں کا نکاح کر دینا اپنی قوم کے ساتھ قبول کر لیا، لیکن قوم نے اس پر بھی نہ مانا اور اُس وقت شریعت میں زن مومنہ کو کافر سے بیاہ دینا منع نہ تھا۔ پس اس پر بھی اس کافر قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کی بات تسلیم نہ کی اور حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے توڑ ڈالے اور پھر کہا قولہ تعالیٰ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۝ (ترجمہ) وہ قوم کے لوگ بولے کہ تو تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے غرض نہیں اور تجھ کو تو اچھی طرح معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ تم اپنے مہمانوں کو ہمارے پاس بھیج دو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ :۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝ (ترجمہ) حضرت لوط علیہ السلام کہنے لگے اگر مجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے میں۔ یعنی اے قوم مجھے قوت ہوتی تو تمہارے ساتھ لڑتا لیکن میں نے صبر کیا اور پناہ چاہی خدا کی تمہارے شر سے میرے مہمانوں کو خدا محفوظ رکھے۔ اور فرشتوں کو خدا کی طرف سے یہی حکم تھا کہ جب تک لوطؑ تمہارے پاس اس قوم بدکردار کی شکایتیں تین دفعہ نہ لاویں اُسوقت تک ہرگز اس قوم سے برائی نہ کرنا اور نام بھی اپنا مت بتانا جب حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر واپس گئے تو قوم نے حضرت لوطؑ کو زخمی کیا اور شدید رنج پہونچایا۔ پھر حضرت لوطؑ نے اپنے آئے ہوئے مہمانوں سے کہا کہ میں اپنے اندر اتنی قوت نہیں رکھتا کہ ان کا باقاعدہ مقابلہ کروں اور ان ملعونوں کے شر سے بچوں اور تم کو بھی بچاؤں اور اس ظالم قوم کو اپنے سے دفع کروں۔ حضرت لوط علیہ السلام نہایت آبدیدہ ہو کر اپنے مہمانوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ پھر اس قوم کے لوگوں نے آ کر حضرت لوط پر بے ادبی سے ہاتھ چلایا اور ناچار ہو کر حضرت لوطؑ ان مہمانوں کے پاس ناطاقتی کی صورت میں آئے۔ جب تین مرتبہ حضرت لوطؑ نے اپنے مہمانوں سے اپنی قوم کی شکایتیں کیں اور پھر شدید آبدیدہ ہو گئے۔ یہ دیکھکر مہمانوں نے کہا قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ط (ترجمہ) مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے اور یہ لوگ ہرگز نہ پہونچ سکیں گے تجھ تک سو نکل اپنے گھر سے کچھ رات رہے اور پھر تم میں سے کوئی شخص منہ موڑ کر بھی نہ دیکھے مگر تیری عورت تو ان ہی میں سے ہے اور جو عذاب الٰہی ساری قوم پر آئے گا وہی تمہاری بیوی پر بھی آئے گا اور عذاب الٰہی کے آنے کا وقت اور وعدہ علی الصبح ہے۔ پھر مہمانوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے اچھی طرح ظاہر کر دیا کہ ہم لوگ سب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور قوم لوط پر عذاب الٰہی لیکر آئے ہیں اور ہم لوگ یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ آج کی شب اس قوم سے بچ کر کسی محفوظ جگہ پر چلے جائیں جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ کیونکہ آج شب کو صبح کے وقت اس قوم پر عذاب الٰہی آئے گا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے مزید معلومات کی صورت میں ان فرشتوں سے پوچھا کہ یہ عذاب الٰہی اوّل شب آئے گا یا آخر شب۔ اتنے میں وہ مردود بھی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو کھودنے لگے اور کہنے لگے قولہ تعالیٰ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (ترجمہ) اے لوط ابھی تک صبح نزدیک نہیں ہوئی یعنی اے لوط صبح ہو رہی ہے مگر تم نے جو ہم سے کہا تھا وہ اب تک کچھ نہ کیا اور یہ کہتے ہی ان لوگوں نے چاہا کہ فرشتوں پر دست دراز ہوویں یہ کیفیت دیکھکر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کچھ معمولی سی حرکت کی اور بحکم خدا وہ فی الفور طمس ہو گئے یعنی آنکھ ناک منہ ان کے یکساں ہو گئے جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ط (ترجمہ) اور تحقیق ارادہ کیا حضرت لوط کے مہمانوں پر دست درازی کا تو کھو دیں ہم نے ان کی آنکھیں اب چکھو عذاب کو میرے اور پہونچو اس مصیبت کو جو تمہارے واسطے تیار کی گئی ہے پھر اس کے بعد فوراً ہی ان پر شدید عذاب الٰہی نازل کیا گیا۔ اور وہ وقت بالکل صبح کا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کر سکے اور مجرموں کے کردار کی سزا دے۔ قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ج فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ط بیشک نازل ہوا ان پر عذاب صبح کے وقت سو وہ بہت بڑا عذاب تھا تاکہ تم کو معلوم ہو جائے میرا عذاب اور مصیبت، چنانچہ پہلا عذاب اس قوم پر یہ ہوا کہ نہ ان کی آنکھیں رہیں اور نہ ناک اور منہ لگے واویلا کرنے اور اسی غصہ میں بولے کہ لوط نے اپنے گھر میں جادوگروں کو بلا رکھا ہے۔ پھر کہنے لگے اے لوط تو اپنے آئے ہوئے مہمانوں سے کہہ دے کہ وہ ہماری آنکھیں اچھی کر دیں تو ہم ان بُرے فعلوں سے توبہ کر لیں گے۔ یہ سُنکر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کے چہروں پر مل دیا۔ اسی وقت ان کی آنکھیں ناک اور منہ بالکل درست ہو گئے پھر جب وہ ٹھیک ہو گئے تو انھوں نے پھر ان ہی فرشتوں پر دست درازی کا قصد کیا۔ تو اس مرتبہ ان کا تمام بدن خشک اور شل ہو گیا۔ پھر توبہ کی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر اور بدن پر مل دیا وہ سب اچھے ہو گئے۔ بعدہٗ وہ لوگ سب کے سب حضرت لوطؑ کے گھر سے نکل گئے اور تمام شہر کے دروازے بند کر دیئے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ کل لوط کے مہمانوں سے ہم اس کا بدلہ لیں گے حضرت جبرائیل نے حضرت لوط علیہ السلام سے

عرض کی کہ تم اپنے اہل وعیال واطفال کو لیکر اس شہر سے نکل جاؤ کیونکہ ان مردودوں نے پورے شہر کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیلؑ نے حضرت لوط علیہ السلام کو معہ اہل وعیال کے شہر سے نکال کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے گھر تک پہونچا دیا چونکہ حضرت لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی اس لئے آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اپنی بیٹیوں کو لیکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے گھر داخل ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوطؑ اور انکے اہل وعیال کو بڑی چاہت سے رکھا بعد اس کے جب آفتاب طلوع ہوا تو خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین کے نیچے دیکر شہرستان لوط کو اس طرح سے پلٹ دیا کہ ایک پتہ درخت کا اور ایک حلقہ دروازے کا نہ ہلا اور گہوارے بھی بچّوں کے لغزش میں نہ آئے بس اسی طرح ہوا پر اڑا دیا۔ اور آواز ان فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام تک پہونچی اور پھر اس قوم کفار کی کچھ خبر نہ ملی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ہیبت سے بیہوش ہو گئے۔ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلّی دی اور اپنی گود میں لے لیا۔ قولہٗ تعالےٰ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ (ترجمہ) جب پہونچا حکم ہمارا کر ڈالی وہ بستی نیچے اوپر اور برسائیں ہم نے ان پر کنکریاں پتھر کی تہ بتہ۔ حضرت لوطؑ یہ حال دیکھکر تاسف وزاری کرنے لگے اور شہر کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو بہت خراب ہو چکا ہے اور ہر شخص کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا ہوا ہے اور اس طوق پر اس کا نام بھی لکھا ہوا ہے قولہٗ تعالیٰ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ترجمہ نشان کئے ہوئے نزدیک پروردگار تیرے کے اور نہیں ہے وہ ظالموں سے دور۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ اس قوم کا کونسی جگہ ٹھکانا ہے، وہ بولے کہ ان لوگوں کا ساتوں طبق نیچے دوزخ ہاویہ میں ٹھکانا ہوگا حشر کے دن حساب سے فارغ کرکے ان لوگوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔ اس بات کو سُنکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ پھر اپنے خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے تھے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام بی بی ہاجرہ کے بطن سے اور حضرت اسحاق علیہ السلام اور مدین اور مدائن بی بی سائرہ خاتون کے بطن سے تھے، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے صرف ایک بیٹے تھے لیکن توریت میں لکھا ہے کہ بارہ بیٹے تھے۔ ایک بیٹے کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ان کا نام قیدار تھا اور ان کے جسم کی قدامت چالیس گز لمبے سات گز موٹے اور چوڑے عرب کے سلطان تھے اور تمام عرب ان کا مطیع اور فرمانبردار تھا اور حضرت اسحٰقؑ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عیص اور یعقوب اور مدین کے ایک بیٹے کا نام شعیب تھا اور وہ مدین کے بیٹے عجم کے بادشاہ تھے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایکسو بیس ۱۲۰ برس کی ہوئی۔ تو آپ کو موت آئی اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موت سے ہر وقت ڈرتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی موت ان کی مرضی کے موافق کی جائے ناگہاں ایک بوڑھا مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے کھانا لا دیا۔ مارے ضعف کے وہ کھانا

نہ کھا سکا تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ آپ کی کیا عمر ہوگی اس نے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میری عمر اسوقت تقریباً ایک سو بیس سال کی ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت افسوس کرنے لگے کہ مجھ کو بھی شاید اسی سن وسال میں یہ حال گذرے ابھی تو میری عمر اس سے دس سال کم ہے۔ تب آپ نے کہا یا الٰہی میں اپنی عمر اس سے زیادہ نہیں چاہتا ہوں۔ اس کے بعد چاروں بیٹوں کو بُلا کر وصیت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ اور یہی وصیت کریں گے حضرت ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب کو۔ کہ اے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے تم کو چُن کر اپنا دین دیا اور تم کبھی بھی غیر مسلم ہو کر نہ مرنا اللہ تعالیٰ نے اس دین کو دین اسلام فرمایا اور یہ چیز میں نے تم کو سُنا دی اور بتا دی ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے عرض کی کہ آپ کو خدائے تعالیٰ نے کس کام کے سبب سے نبوت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تین سبب سے مجھے نبوت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا۔ اوّل میں نے کبھی بھی روزی کا غم نہیں کیا کہ میں کل کیا کھاؤں گا۔ اور دوسرا بغیر مہمان کے کھانے کو نہیں کھایا۔ اور تیسرا یہ کہ جب کوئی کام دنیا وآخرت کا آپڑتا تو پہلے آخرت کا کام کرتا پیچھے دنیا کا۔ یہ تین کام کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خلافت ونبوت وکرامت بخشی بمصداق اس آیت کریمہ کے قولہٗ تعالیٰ۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ؕ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا دوست بنالیا۔ یہ وصیت کر کے اپنے بیٹوں کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ بعد انتقال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب بیٹے اپنے اپنے مقام پر چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے حضرت اسحٰقؑ سے کہا کہ مجھے کچھ باپ کی شئے سے حصہ دو تاکہ باپ کا نشان وتبرک ہمارے پاس بھی رہے۔ اس کے جواب میں حضرت اسحٰقؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے کہا کہ تم ہمارے برابر نہیں ہو اس لئے محروم المیراث ہو اور تمہیں باپ کا حصہ نہیں ملے گا۔ اس بات کو سُن کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کچھ رنجیدہ ہوئے، اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حضرت اسحاقؑ کو کہا کہ تو حضرت اسمٰعیلؑ پر فوقیت مت کر کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پشت سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں گے جو سیّد الانبیاء ہیں اور پھر تمام مومن ان کی پشت سے ہونگے اور تمہاری پشت سے تمام یہود اور گمراہ پیدا ہوں گے اور تمہاری اولاد کو ان کی اولاد ہمیشہ خوار رکھیں گے اور بے نکاح لونڈیاں ان پر حلال ہوں گی اور ان کی اُمت بہت کثیر تعداد میں ہوگی۔ اس بات کو سُن کر حضرت اسحاقؑ اتنے روئے کہ ان کی آنکھوں میں چھالے پڑ گئے اور وہ اس رونے کی وجہ سے نابینا ہو گئے۔ اس بات کے دو برس گزرنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ اے اسحٰق میں تم کو خدا کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تیری پُشت سے چار ہزار پیغمبر پیدا ہوں گے اور ایک پیغمبر ان میں حضرت موسیٰ ہوگا جو خداوند کریم سے

باتیں کرے گا اور ان کا لقب بھی کلیم اللہ ہوگا اور خدا چاہے تو تمہیں بینا کرے یا ویسا ہی رکھے اگر تم کو خداوند کریم نے نابینا رکھا تو قیامت میں آنکھیں کھلیں گی اور خدائے تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ یہ سُن لینے کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا کہ بس میں اپنی آنکھیں نہیں مانگتا اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اس کے عوض خداوند قدوس مجھ کو اپنا دیدار دکھائے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ان کا نام عیص اور یعقوب تھا۔ جب یہ دونوں بڑے ہوئے تو حضرت اسحٰق ؑ نے انتقال فرمایا اور اپنے والد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

تواریخ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہر سال مکّے شریف سے اپنے والد بزرگوار کی زیارت کو ملک شام جاتے تھے اور وہاں حضرت اسحاقؑ اور دوسرے بھائیوں کو دیکھکر پھر مکہ شریف تشریف لے آتے تھے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی مکے کے شریفوں میں سے تھیں اور ان سے بارہ بیٹے تولد ہوئے۔ ایک روز اچانک حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے اسماعیل تم مغرب کی زمین میں جاؤ اور وہاں کے بت پرستوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاؤ اور دعوت الی الحق دو۔ چنانچہ یہ حکم خداوندی پاتے ہی فوراً وہاں گئے اور تقریباً پچاس برس تک خلق اللہ کو ہدایت کی یہاں تک کہ تمام بُت پرست مومن ہو گئے (ارشاد ربانی ہے) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (ترجمہ) اور یاد کر کتاب میں اسمٰعیل علیہ السلام کو کہ وہ اپنے وعدے میں سچّا تھا اور اپنے رب کے پاس پسندیدہ۔ یعنی حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تو واپس نہ آویگا میں اسی جگہ پر ٹھہرا رہونگا اور وہ شخص تقریباً ایک سال تک نہ آیا حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک برس تک اسی جگہ پر اس کے منتظر رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو صادق الوعد فرمایا۔ اور عمر شریف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک سو تیس برس کی ہوئی تھی آخر عمر تک مکّے ہی میں رہے اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ آخر عمر مکّے سے ملک شام میں تشریف لے گئے اور وہاں جاکر دیکھا کہ حضرت اسحٰقؑ نابینا ہو گئے ہیں اور ان سے دو بیٹے تولّد ہوئے ہیں جن کے نام عیصؑ اور یعقوبؑ ہیں اور آپ کی ایک بیٹی بھی تھی اس کا نام بسمیہ تھا، حضرت عیص کے ساتھ اس کا بیاہ کر دیا تھا اور حضرت اسحٰقؑ کو وصیت کرکے پھر مکّے میں تشریف لے گئے اور اس واقعہ کے ایک برس بعد انتقال فرمایا اور حضرت ہاجرہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ بعد اس کے انکے بیٹے ہر ایک ملک میں متفرق ہو گئے مگر دو بیٹے ایک نابت دوسرے قیدار دونوں مکّے ہی میں رہ گئے اور بیشتر اہل عرب اور حجاز انہیں کی نسل سے ہیں۔

بیان حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہما السّلام

روایت کی گئی ہے کہ حضرت اسحٰقؑ نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بعد وفات پائی اور حضرت اسحاقؑ کی عمر ایک سو ساٹھ برس کی ہوئی اور حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو اہل کنعان پر پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ اور حضرت اسحاقؑ کی بیوی بھی اہل کنعان کے سردار کی بیٹی تھیں۔ اور ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے عیص اور یعقوب۔ وجہ تسمیہ یعقوب کی یہ ہے کہ عیص کے عقب یعنی پیچھے تولد ہوئے جب دونوں حضرات بڑے ہوئے تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے عیص کو حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی بیٹی سے بیاہ دیا۔ اور حضرت یعقوبؑ کو کہا کہ تم کو کنعان کے سردار کی بیٹی سے بیاہ دونگا اور انکی ماں نے کہا کہ تمہارے ماموں کی بیٹی سے تمہاری شادی کردوں گی کہ وہ بڑا مالدار ہے ملک شام میں اسکے برابر کوئی نہیں۔ حضرت یعقوبؑ اس بات کو سُنکر تعلّل کرتے تھے کہ میں شادی نہیں کرونگا اور حضرت عیص کو حضرت اسحاق علیہ السلام بہت چاہتے تھے اور وہ اکثر اوقات شکار کیا کرتے لیکن حضرت یعقوبؑ نہیں کرتے تھے۔ ایک روز حالت ضعیفی میں حضرت اسحٰقؑ نے عیص سے کہا کہ آج ایک بکری جنگلی یا ہرن شکار کرکے لاؤ اور اس کے کباب بنا کر مجھے کھلاؤ تو میں اللہ رب العزت سے دعا کرونگا کہ خدائے تعالیٰ تجھ کو پیغمبری عنایت فرمائے۔ یہ سُنکر عیص اپنا تیر و کمان لیکر باپ کے واسطے شکار کے لئے باہر نکلے اور ان کی ماں حضرت یعقوبؑ کو زیادہ پیار کرتی تھیں اُنہوں نے حضرت یعقوب سے کہا کہ اپنی بکری جو موٹی تازی اور فربہ ہے اسکو لاکر ذبح کرکے کباب بنا کر جلدی سے اپنے باپ کو کھلاؤ تو وہ تم کو دُعا دیں گے۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنی والدہ کا فرمان سُنکر فوراً ایک بکری ذبح کرکے جلدی جلدی کباب بنا کر لائے۔ حضرت اسحاق علیہ السّلام تو آنکھوں سے معذور تھے بوئے کباب پا کر کہنے لگے کہ یہ کباب کون لایا ہے حضرت یعقوب کی والدہ نے کہا کہ عیص لایا ہے فرمانے لگے کہ ان کبابوں کو سامنے لاؤ حضرت یعقوبؑ نے سامنے لاکر رکھ دیئے جب حضرت اسحاقؑ ان کبابوں کو کھا کر خوش ہوئے تو حضرت یعقوب کی والدہ نے کہا کہ یا حضرت آپ گوشت کھلانے والے کے واسطے دعا کیجئے ان کے کہنے سے حضرت اسحاق علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور کہا کہ یارب مجھے جس بیٹے نے یہ گوشت کھلایا ہے اسکو اور اس کی اولاد کو پیغمبر کیجیے۔ اس کے بعد حضرت عیص شکار سے واپس آئے کباب بنا کر حضرت اسحاقؑ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس وقت حضرت اسحاق علیہ السّلام کو معلوم ہوا کہ میری بیوی نے حیلہ بنا کر یعقوبؑ کے ہاتھ سے کباب کھلائے تھے اور اس کے حق میں دعا کروائی تھی کیونکہ وہ حضرت یعقوبؑ کو بہت چاہتی تھیں۔ پھر حضرت اسحاق علیہ السّلام نے اپنے بیٹے عیص سے کہا کہ اے عیص تیری دعا تیرے بھائی یعقوب نے لے لی۔ عیص نے اس بات کو سُنکر طیش میں آکر کہا کہ میں یعقوب کو مار ڈالوں گا تب حضرت اسحاق علیہ السّلام نے

کہاکہ تو یعقوب کو مت مار اور میں تیرے لئے بھی دعا کروں گا۔ کہ تیری نسل سے بہت مخلوق پیدا ہو۔ جب حضرت اسحاق علیہ السّلام نے حضرت عیص کو دعا دی تو اس دعا کی برکت سے حضرت عیص کی اولاد بہت بڑھی۔ مغرب اور اسکندریہ اور دریا کے کنارے تک انکی اولاد پھیل گئی۔ ایک بیٹے کا نام روم بھی تھا اب جس کا نام شہر روم ہے اور اسی کو استنبول بھی کہتے ہیں۔ چونکہ یہ شہر اُنہوں ہی نے بسایا تھا اس لئے اس شہر کی نسبت بھی انہی کی طرف ہے اور ان کی اولاد بہت ہے اور حضرت اسحاق علیہ السّلام نے تقریباً ایک سو ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنی والدہ حضرت سائرہ خاتون کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ حضرت اسحاق علیہ السّلام کے انتقال کے بعد حضرت یعقوبؑ ڈر گئے کہ مبادا عیص مجھ کو مار نہ ڈالے اسی خوف کی وجہ سے وہ سارا دن چھپے رہتے تھے اور رات میں نکلا کرتے تھے۔ اسی طرح تقریباً ایک سال گزر گیا۔ یہ حال دیکھکر ان کی والدہ نے حضرت یعقوبؑ سے کہاکہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ماموں کے پاس ملک شام چلے جاؤ اور وہیں رہا کرو۔ کیونکہ وہ وہاں کا بہت بڑا رئیس اور مالدار ہے اور اسی کی بیٹی سے تمہاری شادی بھی کر دونگی اور تم اپنے باپ کی وصیت بجالاؤ اور یہاں مت رہو۔ اور اس طرح تمہاری جان کی بھی حفاظت ہو جائے گی۔ یہ الفاظ اپنی والدہ کے سُنکر حضرت یعقوبؑ کنعان سے رات ہی رات نکل کر ملک شام روانہ ہو گئے اور اسی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السّلام کا دوسرا نام اسرائیل رکھا گیا کیونکہ اُنہوں نے رات ہی رات سفر طے کیا۔ اور وجہ تسمیہ اسرائیل کی شب کو نکلنے کے باعث ہوئی اور یعقوب کا نام بسبب عقب ہونے اپنے بھائی عیص کے ہوا اور یہ پورا حال توریت میں بھی مرقوم ہے پس دونوں ناموں کی وجہ تسمیہ معلوم ہوگئی۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام جب اپنے ماموں جان کے پاس پہونچے تو اُنہوں نے حضرت یعقوبؑ کو بہت تسلّی و تشفی بھی دی اور کہاکہ تم یہاں رہو اور ان کے ماموں ان سے بہت پیار و محبّت بھی کرنے لگے۔ حضرت یعقوبؑ کے ماموں کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام لیا اور چھوٹی بیٹی کا نام راحیل تھا، لیکن راحیل نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے ماموں جان سے کہاکہ راحیل کو میرے ساتھ بیاہ دو اور یہی وصیت بھی میرے باپ کی ہے کہ تم اپنے ماموں جان کی بیٹی سے شادی کرنا۔ یہ بات حضرت یعقوب کی سُنکر ان کے ماموں نے کہاکہ تمہارے باپ کی کوئی بھی شئے تمہارے پاس نہیں ہے میں اپنی بیٹی کی کیونکر شادی کردوں۔ دین مہر کہاں سے دوگے۔ جب کہ مجھے دولت چاہیئے۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے ماموں جان سے کہاکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے ہاں مگر ایسا ہوسکتا ہے کہ میں چند سال تمہاری بکریاں چرا کر اس کی مزدوری سے دین مہر ادا کردونگا۔ یہ بات سُن کر ان کے ماموں جان نے کہاکہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون سی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایاکہ میں اپنے لئے تو مناسب راحیل کو سمجھتا ہوں۔ حضرت یعقوبؑ کی فرمائش کو ان کے ماموں جان نے منظور کرلیا اور مابین یہ شرط قائم ہوئی کہ یعقوبؑ سات برس میری بکریاں چرا کر راحیل سے شادی کریں گے۔ جب سات برس پورے ہوگئے تو حضرت یعقوبؑ نے اپنے ماموں سے درخواست کی کہ اب سات برس پورے ہو چکے ہیں اب آپ

میرے ساتھ راحیل کی شادی کر دیجئے" یہ بات سُن کر ان کے ماموں نے اپنی بڑی بیٹی کو جس کا نام لیاؔ تھا شب کو خلوت میں
حضرت یعقوب کے سپرد کر دیا حالانکہ شرط شادی کی راحیل سے تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے دوسرے دن اپنے ماموں سے
جاکر کہا کہ میں لیاؔ کو نہیں چاہتا آپ سے تو میں نے راحیل کی درخواست کی تھی۔ ان کے ماموں نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ
ہماری قوم کا دستور ہے کہ پہلے بڑی بیٹی سے شادی کرتے ہیں پھر اس کے بعد چھوٹی بیٹی کی شادی کرتے ہیں اگر ایسا ہم نہ کرینگے
تو لوگ ہم پر طعنے کسیں گے کہ دیکھو فلاں رئیس قوم نے اپنی بڑی بیٹی کو تو اپنے گھر میں بٹھا رکھا ہے اور چھوٹی بیٹی کو بیاہ دیا
ہے یہ بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی ہے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ راحیل سے شادی ہو جائے تو پھر تم کو سات برس تک بکریاں
چرانا ہونگی۔ اور سات برس تک تم اپنے ساتھ لیا کو اپنے نکاح میں رکھو، پھر تم کو اختیار ہوگا چاہے دونوں بہنوں کو ایک
ساتھ نکاح میں رکھو یا نہ رکھو اور یہ حکم اس زمانہ میں جائز تھا کہ ایک شخص دو بہنوں کو بھی ایک وقت میں نکاح میں
رکھ سکتا تھا اور اب شریعت محمدیہ میں بیک وقت دو بہنوں کو ایک شخص نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ چونکہ قرآن مجید
آخری آسمانی کتاب ہے اور اس کے قوانین قیامت تک کے واسطے کار آمد ہونگے اور اس میں کسی وقت بھی کوئی
ترمیم و تنسیخ نہیں ہو سکتی۔ اور دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرنا حضرت ابراہیمؑ سے لیکر تا نزول توریت تک تھا اور
قرآن مجید میں دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرنا حرام ہے جیسا کہ حق تعالیٰ سُبحانہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا
بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴿ترجمہ﴾ اور جمع نہ کرو دو بہنوں کو مگر جو آگے ہو چکا سو ہو چکا۔ پس یہ باتیں سُنکر
حضرت یعقوب نے اپنے ماموں جان کی سات برس اور بکریاں چرائیں پھر اس کے بعد حضرت یعقوب کی شادی راحیل
سے ہوئی اور انکے ماموں نے بہت کثیر تعداد میں مال و اسباب دیکر دونوں بیٹیوں کو اور داماد کو بھی اپنے پاس
ہی رکھا۔ بی بی لیاؔ کے بطن سے چھ بیٹے تولد ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ روبین۔ شمعون۔ لیوی۔ یہودا۔ اسخار۔
زبولون۔ اور یہ نام توریت میں مذکور ہیں۔ اور ایک مدت تک بی بی راحیل سے کوئی اولاد نہ ہوئی ان کی ایک
لونڈی تھی جس کا نام زلفی تھا اسے حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں دیا اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے وآن اور تفتآن،
پھر بی بی لیاؔ نے بھی اس پر رشک کرکے حضرت یعقوبؑ کو ایک لونڈی دی اور اس سے بھی دو بیٹے پیدا ہوئے
اور نام ان کا رکھا کاوآ، اور اُشیرا۔ پھر کچھ روز بعد بیوی راحیل سے حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت
یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی اور حسن و جمال ایسا تھا کہ جس کا وصف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے
پس حضرت یعقوب علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام سمیت کُل گیارہ بیٹے تولد ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام
اپنے تمام بیٹوں میں یوسف علیہ السلام کو زیادہ پیار کرتے تھے اور انہی سے بہت زیادہ محبت و اُنسیت تھی یہاں تک
کہ ایک گھڑی بھی اپنی آنکھوں سے جدا نہ کرتے اور یوسف علیہ السلام کی پیدائش اس وقت ہوئی جب حضرت یعقوب
علیہ السلام کو کنعان چھوڑے ہوئے تقریباً اکیس یا بائیس سال ہو گئے تھے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

نے مال واولاد بہت عنایت فرمائی تھی۔ اچانک دل میں خیال آیا کہ کنعان جاکر اپنی محترمہ والدہ صاحبہ کو دیکھیں اور ان کی خدمت سے مشرف ہوویں۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں جان سے اجازت مانگی۔ انہوں نے بخوشی اجازت دے دی اور مال واسباب بھی بہت سا دیکر دونوں بیٹیوں کو ان کے ہمراہ کردیا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی دونوں بیویوں اور انکے بچوں اور بہت مال واسباب اور بہت سے مویشی لیکر کنعان کو چلدیئے اور راستے میں یہ اندیشہ غالب تھا کہ ہنوز عداوت وغصہ عیص کے دل سے نہ گیا ہو۔ شاید مجھ کو مار ڈالے اسی تفکرات میں پورا سفر طے کرکے شہر کنعان پہونچے۔ اتفاقاً حضرت عیص میدان کی طرف شکار کو نکلے تھے راستے ہی میں ملاقات ہوگئی۔ انکو حضرت یعقوبؑ نے دور سے ہی پہچان لیا۔ ادھر حضرت یعقوبؑ نے اپنے قافلے والوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر یہ شخص تم لوگوں سے پوچھے کہ یہ مال واسباب کس کا ہے تو تم یہ کہہ دینا کہ یہ عیص کا ایک غلام تھا اور اس کا نام یعقوب تھا وہ ملک شام میں چلا گیا تھا یہ سب مال واسباب اسی کا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام مارے ڈر کے اپنے قافلے کے اندر چھپے ہوئے آتے تھے۔ جب بکریوں کے سابان حضرت عیص کے پاس پہونچے تو عیص نے ان سے دریافت کیا یہ بکری خانہ کس کا ہے۔ سب لوگوں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ عیص کا غلام یعقوب جو ملک شام میں کچھ روز قبل چلا گیا تھا اسی کا ہے۔ جب عیص نے یعقوبؑ کا نام سُنا تو آبدیدہ ہوکر کہنے لگے کہ عیص کا یعقوب غلام نہیں بلکہ وہ تو اس کا بھائی ہے اور وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اس بات کو سُنکر سب لوگ کہنے لگے کہ حضرت یعقوب تو ملک شام میں بھی یہی کہتے تھے کہ میں عیص کا غلام ہوں۔ جب حضرت یعقوب نے دور سے دیکھا کہ عیص بہت ہی آبدیدہ ہو رہے ہیں اور نہایت افسوس کر رہے ہیں تو حضرت یعقوبؑ اپنے قافلے سے الگ ہوکر عیص سے بغلگیر ہوئے اور گود میں لے لیا اور دونوں بھائی زار زار خوب روئے۔ ان وجوہات کے سبب آج یہیں منزل کرلی اور پھر دوسرے دن گھر میں تشریف لائے اور تقریباً ایک سال گزرنے کے بعد بی بی راحیل سے ایک اور بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نام بنیامین رکھا بعد تولد ہونے کے ان کی ماں نے انتقال فرمایا اور بی بی لیا نے بنیامین کی پرورش کی۔ لیا اپنے بیٹوں اور یوسف سے زیادہ پیار کرتی تھیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ ۱۲ بیٹے پیدا ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے انکو پیغمبری عنایت فرمائی۔ تب کنعان میں بہت مخلوق خدا ان پر ایمان لائی اور ان لوگوں نے ہدایت پائی اور جب عیص کو ان کی پیغمبری کی دلیل پہونچی تو ان کو بھی یقین ہوگیا۔ پھر ان کو ایک جگہ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا اور عیص نے کہا کہ بھائی مجھے یہاں ایک مدت گزری اور ہنوز غریب ہی رہا ہوں۔ اور تم بھی کچھ روز میرے ساتھ اسی جگہ رہے ہو اور اب تم یہاں بود وباش اختیار کرو اور تم اس سرزمین کے پیغمبر بھی ہو اور میں کسی دوسری جگہ پر جاکر رہونگا۔ روایت ہے کہ حضرت عیص یہاں سے رخصت ہوکر اس جگہ جا پہونچے جس جگہ کو اب روم کہتے ہیں اور روم ان کے ایک بیٹے کا نام بھی تھا

اور بستی بھی اسی کے نام سے آباد ہوئی تھی اسی واسطے اس جگہ کو روم کہتے ہیں اور وہیں جاکر انہوں نے انتقال فرمایا اور جتنی اولادیں انکی تھیں وہ سب کے سب وہیں رہیں اور انکی اولاد کی بہت کثرت ہوگئی۔ اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ عیص کی اولادوں میں سے سوائے حضرت ایوب علیہ السلام کے کوئی دوسرا نبی نہیں ہوا، اور باقی تمام پیغمبر یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہوئے ہیں۔

بیان حضرت یوسف علیہ السلام

درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ نہایت اہم اور نصیحت آموز واقعہ ہے جس کے سننے سے نیک کاموں کی محبت اور گناہوں سے بچنے کی ہدایت و رغبت اور طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جس کو خدائے تعالیٰ نے احسن القصص فرمایا ہے اور علمائے متقدمین اور فضلاء متاخرین کی کتابوں میں بخوبی یہ ذکر آیا ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو قرآن مجید میں احسن القصص کہہ کر بیان فرمایا ہے اور ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم الشان واقعہ سے خوب واقف فرمایا ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ کا ہے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (ترجمہ) ہم آپ سے بہتر قصوں میں سے ایک قصہ بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف قرآن اور تو تھا پہلے اس سے بے خبروں میں سے۔ بعض علمار گرام نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حق تعالےٰ سبحانہٗ نے اس قصے کو سب قصوں میں قرآن مجید کا بہتر قصہ کیوں فرمایا، اور بعضوں نے یہ کہا کہ یہ قصہ سب پیغمبروں کے قصے سے احسن ہے، اور بعضوں نے کہا کہ صبر جمیل یعقوب علیہ السلام کا قرآن مجید میں مذکور ہے اور صبر سب سے بہتر چیز ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو احسن کہا اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ پہلی باتیں خواب کی تھیں اور تمام حقیقتیں اس قصہ میں بیان ہوئی ہیں۔ خیر جو کچھ بھی ہو بہرحال یہ قصہ عجیب و غریب اور نہایت موثر ہے اس کے پڑھنے سے ہر انسان نیک بن سکتا ہے اور دنیا کی تمام برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور سورہ یوسف نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک روز سات یہودیوں نے آکر حضرت عمرؓ ابن الخطاب سے مباحثہ کیا یعنی یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہماری توریت بہتر ہے تمہارے قرآن مجید سے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارا قرآن مجید بہتر ہے تمہاری توریت سے۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ توریت میں مذکور ہے اور آپ کے قرآن مجید میں نہیں ہے درانحالیکہ وہ بہتر قصوں میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ اس بات کو سنکر بہت ہی زیادہ رنجیدہ و غمگین ہوئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے مناظرہ کا حال بیان کیا۔ رسول خدا یہ سنکر اور حضرت عمرؓ کو غمگین

دیکھکر بہت زیادہ متفکر ہوئے۔ اتنے میں حضرت جبرائیلؑ امین تشریف لے آئے بحکم رب العالمین اور پورا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان فرمایا۔ اور قصہ کا شروع یہ تھا۔ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام بعد مدت کے شہر کنعان میں تشریف لائے اور پھر یہیں مقیم ہوئے اور بی بی راحیل یعنی والدہ محترمہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بعد تولد ہونے بنیامین کے انتقال فرمایا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر صرف پانچ برس کی تھی اور اپنے گیارہ بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کو سب سے زیادہ پیار کرتے تھے اور بنیامین اس وقت شیر خوار بچے تھے اور ان کی خالہ لیا نے ان کو پرورش کیا تھا، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بہن تھی، ایک دن اُنہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر جاکر سب بیٹوں کو دیکھا، لیکن ان کو کسی پر پیار نہ آیا مگر حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئیں۔ یہ دیکھکر حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن نے حضرت یعقوبؑ سے عرض کی کہ آپ کثیر الاولاد ہیں اور آپ کی صرف ایک ہی بیوی ہے سب بیٹوں کی خدمت ایک بیوی سے نہیں ہوسکتی لہذا آپ اگر چاہیں تو یوسف کو مجھے دیدیں ہم اسکی پوری خدمت اور پرورش کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بہن کی فرمائش کرنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سپرد کردیا اور وہ حضرت یوسف کو اپنے گھر لے گئیں۔ اور انکی پرورش بہت ہی ناز ونعمت سے کرنے لگیں۔ ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کو دیکھنے کیلئے ہر گھڑی دل تڑپتا رہتا تھا اور وہ فرط محبت میں اپنے بہن کے گھر جاکر دیکھ آتے تھے اور اسی طرح روز بروز حضرت یعقوبؑ کی محبت یوسفؑ سے زیادہ بڑھنے لگی تب بہن سے کہا کہ میں بغیر یوسف کے ایک ساعت بھی نہیں رہ سکتا ہوں میرے پاس ہی یوسف کو بھیجدو۔ اس بات کو سُنکر انکی ہمشیرہ نے کہا کہ میں بھی بغیر یوسف کے نہیں رہ سکتی اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا ایسا کرو کہ یوسف ایک ہفتہ تمہارے پاس رہے اور ایک ہفتہ میرے پاس۔ اُنہوں نے کہا اچھا پہلا ہفتہ میرے پاس ہی رہے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بھی منظور کرلیا اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ کا ایک کمربند تھا حضرت یعقوبؑ کی بڑی بہن کو وہ کمربند اپنے دادا کی میراث سے ان کے حصے میں پہونچا تھا اور اسی کمربند سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بروقت قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پھوپھی کے گھر میں سات دن رہے اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے ان کو طلب کیا۔ تب ان کی بہن نے حیلہ سازی کی تاکہ یوسف کو ان کے باپ نہ لے جاسکیں۔ وہی کمربند حضرت یوسف کی کمر میں چھپاکر کپڑے کے تلے باندھ دیا تھا کہ یوسف کو کسی بہانے سے چور بناکر پھر اپنے گھر میں لے آویں، اور اس وقت کی شریعت الہیہ میں یہ قانون تھا کہ جو کوئی کسی کی چیز چراتا اور وہ پکڑا جاتا تو وہ شخص صاحب مال کا غلام ہوجاتا۔ پس بعد سات دن کے حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کو منگوایا پھر ان کی بہن نے حیلہ کرکے یعقوب علیہ السلام سے آکر کہا کہ میرے باپ کا کمربند گم ہوگیا ہے۔ اور یہ یقین ہے

کہ یوسف کے ہمراہ جو لوگ تھے انہوں نے چرایا ہے لہٰذا آپ سب کو حاضر کیجئے۔ ہر ایک سے جھوٹ موٹ پوچھ کر حضرت یوسف کے پاس جا کر ان کی کمر سے کمربند جھٹ کھول ڈالا اور کہا کہ یوسف میرے پاس مجرم ہوا اور اب وہ دس برس میرے پاس قید رہے گا اور ہماری خدمت کرے گا۔ یہ حال دیکھکر حضرت یعقوب علیہ السلام نے خجالت کی وجہ سے اپنی بہن کو یوسف کے لے جانے کی اجازت دیدی بعد دو برس کے ان کی خواہر نے وفات کی پھر بعد وفات اپنی بہن کے یوسف کو اپنے گھر واپس لے آئے اور سب فرزندوں سے زیادہ حضرت یوسف کو عزیز رکھتے تھے ایک دن حضرت یوسفؑ نے اپنے والد سے یہ بیان کیا کہ میں نے شب گزشتہ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آفتاب اور مہتاب اور گیارہ ستاروں نے آسمان سے اُتر کر مجھے سجدہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ (ترجمہ) جس وقت کہا یوسفؑ نے اپنے باپ سے اے میرے ابا جان میں نے خواب دیکھا ہے شب کو کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند نے مجھے سجدہ کیا۔ یعقوبؑ نے جب معلوم کیا کہ بھائی سب ان کو ذلیل کریں گے تب کہا ان سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۗ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (ترجمہ) اور کہا یعقوب علیہ السلام نے اے بیٹے میرے مت بیان کر خواب اپنا بھائیوں سے کیونکہ اس خواب کو سنکر وہ تیرے واسطے البتہ کچھ فریب بنائیں گے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یعنی اس خواب کی تعبیر سنتے ہی وہ سمجھ لیں گے بارہ بھائی اور ایک باپ اور چار ماؤں سے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ سب تیری طرف محتاج ہوئے ہیں اور شیطان لعین ان کے دل میں حسد ڈال دیگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کو بتائی جیسا کہ فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں۔ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۗ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (ترجمہ) اور اسی طرح نوازے گا تیرا رب اور بتاوے گا تجھ کو ٹھیک اور درست بات یعنی تعبیر خوابوں کی اور پورا کریگا اپنا انعام تجھ پر اور حضرت یعقوبؑ کے گھر پر جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپوں پر جو تجھ سے پہلے تھے یعنی دو دادے ابراہیم و اسحٰق علیہما السلام پر اور البتہ تیرا رب بہت خبر والا ہے اور حکمت والا ہے۔ جب یہ خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سنی تو وہ بہت ہی حسد کرنے لگے اور بولے قولہ تعالیٰ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۗ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (ترجمہ) اور جب کہنے لگے ان کے بھائی البتہ یوسف اور اس کا بھائی زیادہ پیارا ہے باپ کو ہم سے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ قوت والے ہیں اور ہمارا باپ اپنی اولاد کے معاملے میں صریح غلطی پر ہے اور ہم ہی لوگ ان کے وقت پر کام آنے والے ہیں اور میرا بھائی یوسف ابھی

چھوٹا ہے اور دوسرا بھائی بھی جو اس کا سگا ہے وہ بھی ابھی چھوٹا ہے اور ہم سب سوتیلے ہیں۔ اور یہ باتیں یوسف علیہ السلام کی نابالغی میں کہی گئی تھیں حالانکہ یہ باتیں طعنہ زنی پر محمول ہوتی ہیں، لہٰذا یہ باتیں بھائیوں کو کہنا کسی طرح درست نہ تھا۔ حالانکہ حضرت یوسفؑ کے سب بھائی نبی ہوئے اور ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا مرتبہ پایا۔ لیکن ابتدا میں سب نے رنج اُٹھائے اپنے باپ کے بھی اور اپنے بھائی کے بھی اور وہ سب کہنے لگے۔ قولہٗ تعالےٰ اِقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِاطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝ (ترجمہ) بھائیوں نے آپس میں صلاح کی کہ بس اب یوسف کو کسی طرح سے مار ڈالو یا کسی ایسی جگہ پھینک آؤ جہاں سے وہ آ سکے اور وہ کسی دوسرے ملک میں اکیلا رہتا رہے تاکہ والد محترم کی پوری توجہ تم لوگوں پر رہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اگر مناسب خیال کرو تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کہیں جنگل میں جاکر کسی کنوئیں میں پھینک دیں تاکہ وہ اپنے باپ کو دکھائی نہ دے، اور پھر توبہ کرلو اور اپنے باپ کے ہمیشہ مطیع اور فرمانبردار رہو تاکہ یہ حالت دیکھکر اللہ تعالیٰ بھی ہمکو اس حرکت ناشائستہ سے درگذر فرمائے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے ایک بھائی کا نام یہودا تھا اور تمام بھائی اسکے فرمانبردار تھے اس نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ مت مارو یہ ہمارے بھائی ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۝ (ترجمہ) بولا ایک بولنے والا کہ مت مارو یوسف کو اور پھینک دو اسکو ایک گمنام کنوئیں میں کہ اُٹھا لیجاوے اسکو کوئی مسافر اور یہ باتیں انکے بڑے بھائی نے کیں کہ اگر تم کو اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کرنا ہے تو بس یہی کرو اتنا ہی کافی ہے کیونکہ جان سے مار ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے اور میری رائے تو صرف یہ ہے کہ راستے کے کنارے پر کسی کنوئیں میں جو میدان میں واقع ہو اس میں ڈالنا ایک حد تک درست ہو سکتا ہے تاکہ کوئی راہ چلتا سوداگر پانی کے واسطے کنوئیں پر آئیگا اور اسے اُٹھا کر اپنے ہمراہ کسی دوسرے ملک میں لے جائیگا اور اس طرح یوسف اپنے باپ کی نظروں سے دور ہو جائیگا اور ہم کو اس طرح بدنامی بھی کم ہوگی اور خونِ ناحق سے بھی ہمارا چھٹکارہ ہو جائیگا۔ یہ رائے تقریباً سب بھائیوں کو پسند آئی اور سب نے ایک جگہ جمع ہوکر صلاح و مشورہ کیا کہ یوسف کو انکے باپ سے کس طرح اور کیونکر لیا جائے اور کب اور کس وقت دور میدان میں لے جایا جائے جو ہمارے دلوں کی غرض و غایت اور مقصد ہے۔ سب بھائی حضرت یوسف کے اپنے والد بزرگوار کو ہر وقت سمجھاتے اور اطمینان دلاتے یہاں تک انکے بھائیوں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے واسطے عزیز یوسف کو ہمارے ہمراہ کر دیجئے تاکہ کسی بڑے میدان میں جاکر ان کو کچھ کھیل دکھائیں۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کسی طرح سے قبول نہ کرتے تھے پھر سب بھائیوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ یوسف ہی کو فریب دینا چاہیئے تو یہ خود اپنے باپ سے چلنے کیواسطے اصرار کریں گے۔ یہ مشورہ کرنے کے بعد ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ اے ہمارے بھائی تم ہمارے

ساتھ سیر کو اور تماشہ میدان کا دیکھنے چلو ہم لوگ تم کو خوب تماشہ اور کھیل میدان میں دکھاویں گے اور وہاں بکری
کا دودھ بھی خوب پلائیں گے۔ یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ بیشک میں آپ لوگوں کے کہنے سے اس جگہ
جانا چاہتا ہوں لیکن والد صاحب کا حکم نہیں ہے اس لیئے میں کیونکر جاؤں۔ ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف
سے کہا کہ تم خود ہی اپنے والد صاحب کے پاس جاکر بولو تو البتہ تم کو وہ حکم دیدیں گے پھر ان کے بھائیوں نے
حضرت یوسف کے سر میں کنگھی وغیرہ کر کے والد صاحب کے پاس بھیج دیا۔ حضرت یعقوب نے ان کو دیکھکر اپنی
گود میں اُٹھالیا۔ اور انکے سر و چشم پر بوسہ دیا اور حضرت یوسف بھی اپنے باپ کے ہاتھ پاؤں کو چوم کر کہنے لگے
کہ اے میرے ابّا جان میں اپنے بھائیوں کے ساتھ میدان میں جانا چاہتا ہوں تاکہ میں کچھ سیر میدان کی کر لوں
اور وہاں تماشہ بھی دیکھوں اور وہیں بکری کا دودھ بھی پیونگا۔ اگر حضور کی اجازت ہو تو میں ان کے ہمراہ جاؤں،
اور اپنا دل خوش کر آؤں۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے لخت جگر کی میٹھی میٹھی باتیں سُنکر فرمایا نعم، یہ بات ان کے
بھائیوں نے سُنی کہ حضرت یوسف کے جواب میں والد صاحب نے نعم کہا ہے اور اذن دیدیا ہے۔ یہ سُن کر
بڑے بھائی یہودا نے کہا کہ اب تم لوگ اپنے والد بزرگوار کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت طلب کر لو اور
تم لوگ ہمارے ساتھ اس چیز کا عہد و پیمان کر لو کہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت یوسف کو نہ مارو گے۔ تبھی تو ہم بھی
اپنے والد صاحب سے جاکر عرض کریں گے کہ ہم سب نے عہد کیا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کو کسی طرح کی کوئی گزند نہ پہونچیگی
اس کے بعد سب متفق ہو کر اپنے والد بزرگوار کے پاس گئے اور اپنے والد صاحب سے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد
فرمایا۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (ترجمہ) بولے اے باپ کیا ہے کہ اعتبار نہیں کرتے ہو ہمارا یوسف پر اور ہم تو اس کے
خیر خواہ ہیں، بھیجدیجئے ان کو ہمارے ساتھ کل کو کیونکہ ہم لوگ وہاں کچھ کھائیں گے اور وہاں جاکر کھیلیں گے اور
یہ تو آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ یوسف کی ہر طرح نگہبانی کرنے والے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام
نے اپنے بیٹوں سے فرمایا۔ کہ اے بیٹو میں ڈرتا ہوں کہ تم جاؤ گے اور یوسف کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور میں اکیلا
گھر میں رہ جاؤں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قولہ تعالےٰ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ
اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ (ترجمہ) جب یعقوب علیہ السلام نے کہا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے
کہ تم لے جاؤ گے اس کو اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم سب کے سب اس سے بے خبر
رہو۔ یعنی انکو بھی بھیڑیئے کا ہی بہانہ کرنا تھا سو وہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں اس کا خوف آیا اور حضرت
یعقوبؑ نے بھیڑیئے کا تذکرہ اسوجہ سے ان کے سامنے کیا کہ وہ اپنے خواب میں یہ دیکھ چکے تھے کہ بھیڑیئے نے
یوسف پر حملہ کیا ہے اور وہ ہمیشہ اس خواب سے ڈرا کرتے تھے کیونکہ انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں جھوٹے

نہیں ہوتے۔ بہرحال یہ گفتگو حضرت یعقوب علیہ السلام کی سُن کر حضرت یوسف کے بھائی بولے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ (ترجمہ) وہ سب بولے کہ اگر کھایا اسکو بھیڑیا اور ہم تو سب پوری جماعت ہیں ایسا نہ ہوگا اور ہم سب صاحب قوت ہیں اگر پھر بھی وہ کھا گیا تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا۔ یعنی اگر بھیڑیا اس کو کھائے گا تو کیا ہم لوگوں سے اتنا بھی نہ ہوگا کہ ہم دس بھائی ہیں اسکو اپنے بھائی کے کھانے سے روک سکیں اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم سب سخت گناہگار ہونگے۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے ان باتوں کا فریب کھا کر یوسف کو ایک روز کی اجازت دیدی اور رخصت کے وقت یوسف سے فرمایا اے میری جان میرے دیدے سے اپنا دیدہ ملا کر جاؤ اور ذرا میرے پاس آؤ تو میں تمہیں گود میں لے لوں کیا پتہ پھر تمہیں دیکھوں یا نہ دیکھوں۔ بعد اس کے اپنے دیگر بیٹوں سے کہا کہ یوسف کو تمہیں سونپا اب جاؤ پھر اسی پاؤں سے سلامت آؤ میرے پاس۔ یہ کہہ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو رخصت کیا اور وہ سب کے سب ان سے اجازت لیکر چل دیئے قولہ تعالیٰ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۝ (ترجمہ) پھر جب لیکر چلے اور آپس میں متفق ہوئے کہ ڈالیں اس کو گمنام کنوئیں میں پس جاتے جاتے کنعان سے چھ کوس کے فاصلہ پر اپنی بکریوں کی چراگاہ میں جا پہونچے۔ حضرت یوسف کھیل کود کے ساتھ خوشیاں کرتے ہوئے چلے۔ بھائیوں نے ان پر ظلم اور دست درازی اور طمانچے لگانا شروع کردیئے حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے فریاد وزاری کی اور کہنے لگے کہ میں نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے جو تم مجھ پر اتنا ظلم کر رہے ہو کیا میرے باپ نے مجھے تم کو نہیں سونپا ہے، یا تم میرے بھائی نہیں ہو۔ تم لوگ اپنے باپ کی وصیتیں اور نعمتیں مت بھولو اور میری بے مادری اور یسیری پر رحم کرو۔ ہرچند کہ یوسف نے کہا لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ سُنا اور برابر مارتے ہی رہے۔ پھر وہ سب کہنے لگے کہ تو نے یہ بات جھوٹ بنا کر اپنے باپ سے کہی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آفتاب اور مہتاب اور گیارہ ستاروں نے آکر مجھے سجدہ کیا ہے شاید تیری یہی آرزو ہے کہ ہم سب تیرے زیر حکم رہیں۔ اور اب تو تیری موت آچکی ہے اور اس جگہ پر کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ تیری پشت پناہی کرسکے اور تجھ کو ہم لوگوں سے چھڑا سکے۔ تب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے یہ باتیں سُنیں تو وہ اپنے بڑے بھائی یہودا کے پاس چلے گئے ان سے یہ ماجرا کہا۔ انہوں نے یہ سُنکر اپنے بھائیوں کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ تم لوگ اپنے عہد پر قائم رہو اور انہیں مت مارو۔ اس پر وہ سب کہنے لگے کہ اس کو کسی گمنام کنوئیں میں ڈالنا چاہیئے۔ پھر اس کے بعد حضرت یوسف کو سب بھائی مل کر ایک گمنام کنوئیں کے کنارے پر لے گئے اور انکے تمام کپڑے اُتار لئے اور ننگا کر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک ڈول میں بٹھا کر کنوئیں میں ڈالدیا۔ حضرت یوسف بہت فریاد وزاری کرنے لگے اور کہا کہ آج کوئی ایسا نہیں ہے کہ وہ میرے ضعیف باپ کو خبر پہنچادے

اور وہ آکر دیکھیں کہ ان ظالموں نے ایک گمنام کنوئیں میں مجھے بیگناہ گرا دیا ہے اور ذرا بھی ان کو ترس نہ آیا۔ حضرت یوسف اس اندھیرے کنوئیں میں جب آدھی راہ میں جا پہونچے اور رسّی ڈول کی اس وقت بڑے بھائی یہوداکے ہاتھ میں تھی تو دوسرے بڑے بھائی شمعون نے آکر رسّی کاٹ دی اور اس کا دلی ارادہ یہ تھا کہ جلدی سے کنوئیں میں جا گرے اور پھر وہیں مر جائے۔ قضاء الٰہی سے ایک نیزہ پانی کنوئیں میں خالی تھا۔ خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے آکر ان کو کنوئیں کے اندر پانی کے اوپر ایک پتھر پر بٹھا دیا۔ حضرت یوسف کو پانی کے اندر جانے نہ دیا کہ ان کو کسی قسم کا ضرر نہ ہو محققین نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت یوسف کنوئیں میں کئی دن رہے بعضوں نے کہا کہ صرف ایک دن رات رہے۔ جب بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا تو انکو یقین ہو گیا تھا کہ یوسف کنوئیں کے اندر مر گئے اور ہم لوگوں نے بلا سے نجات پائی آپس میں کہنے لگے کہ اب بہتر یہ ہے کہ ہم سب توبہ کریں اور ہماری توبہ خدا قبول کرے اور اس چیز کا عزم صمیم کریں کہ شب و روز اپنے باپ کی خدمت کیا کریں تاکہ وہ ہم سب سے راضی و خوش رہیں۔ اِدھر حضرت یوسف کنوئیں کے اندر روتے روتے از حد نڈھال ہو گئے۔ قولہٗ تعالیٰ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ؀ (ترجمہ) اور ہم نے اشارت کی اسکو کہ جتاوے گا ان کو ان کا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے۔ فائدہ۔ پھر جب لیکر چلے اور آگے نہ فرمایا کہ کیا ہوا اس واسطے کہ لائق بیان کے نہیں جو کچھ ان کے بھائیوں نے سلوک کیا اور راستے میں بُری طرح مارتے اور بُرا کہتے ہوئے لے گئے تھے نہ انہوں نے حضرت یوسف کے رونے پر رحم کھایا نہ فریاد پر پھر کنوئیں میں ڈالا تو وہ کنوئیں کے کنارے کو پکڑ کر رہ گئے اور بہت روئے مگر بجائے رحم کھانے کے رسّی میں باندھ کر اسی کنوئیں میں لٹکا دیا اور جب آدھی دور پہونچے تھے تو رسّی کو کاٹ دیا اور سب بھائیوں نے مل کر ان کے کپڑے اُتار لیئے تھے بالکل ننگا کر دیا تھا۔ جس آن انہوں نے رسّی کاٹی تھی اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو حکم دیا کہ جاؤ میرے پیارے بندے کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السّلام یہ حکم ملتے ہی فوراً حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور حضرت یوسف سے کہنے لگے کہ اے یوسف خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تم کچھ بھی اندیشہ مت کرو بلکہ تم کو اپنے بھائیوں کے ظلم سے نجات مل گئی اور خداوند قدوس نے تم کو نہایت ہی برگزیدہ کیا ہے اور ان بھائیوں کو ایسا وقت عنقریب آئیگا کہ وہ تیرے سب کے سب مطیع اور فرمانبردار ہونگے۔ اِدھر حضرت یوسف کے سب بھائی آپس میں کہنے لگے کہ اب یہ بتاؤ کہ اپنے باپ کے پاس جا کر کیا جواب دیں جو کچھ ہم کو کرنا تھا وہ تو کر دیا۔ اب کیا کرنا ہے۔ اگر ہمارے باپ نے حضرت یوسف کو طلب کیا تو اس کی کیا تدبیر ہوگی۔ یہ آپسمیں مشورے ہوتے رہے لیکن اس کا کچھ جواب سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ آخر ایک بھائی نے مجبوراً کہا کہ بھائی صاحبان ہم سب کو یہی کہنا ہوگا کہ یوسف کو تو بھیڑیئے نے کھا لیا اور ایک بچہ بکری

کا ذبح کر کے اس کے خون سے پیراہن یوسف کا جو کہ اُنہوں نے بروقت کنوئیں میں ڈالتے ہوئے اُتار لیا تھا
آلودہ کر لیا اور یہی یوسف کا کرتہ حضرت یعقوبؑ کے پاس یعنی حضرت یوسف کے والد بزرگوار کے سامنے
لے جا کر رکھ دیا تاکہ ایک حد تک ان کو ایقان و اطمینان ہو جائے اور ان سب بھائیوں نے کچھ مکر بھی کیا۔
جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ
عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور آئے اپنے باپ کے
پاس اندھیرا ہونے پر اور بہت ہی روتے ہوئے سب کے سب اور نہایت عاجزی سے کہنے لگے۔ اے میرے باپ
ہم سب دوڑنے لگے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگ گئے اور چھوٹے بھائی یوسف کو اپنے
سامان و اسباب کے پاس چھوڑ دیا اور ہم لوگ ان کی طرف سے کچھ دیر غفلت میں پڑ گئے اتنے میں کوئی بھیڑیا اُس کی
طرف آنکلا اور یوسف کو اکیلا اور بچہ سمجھ کر اس پر حملہ کر دیا اور پھر اس کو کھا لیا اور ہم لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ ہمارے
کہے ہوئے کو باور نہیں کریں گے اگرچہ ہم سب سچ کہہ رہے ہیں، اسی رات کو وہ کرتہ بھی جو بکری کے خون سے آلودہ کیا تھا
حضرت یعقوبؑ کو پیش کر دیا اور پھر کہنے لگے بعض ان میں سے۔ کہنے لگے کہ اے باپ ہم لوگ بکریوں کے گلے میں
گئے تھے اور یوسف کو اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا ناگہاں بھیڑیا اس طرف آ گیا اور یوسف کو کھا گیا۔ اور اے
ہمارے باپ یہ ہم کو معلوم ہے کہ ہماری بات کو نہیں مانیں گے بلکہ تکذیب کریں گے اگرچہ ہم ہزاروں طریقوں پر
سچ کہیں لیکن پھر بھی آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے۔ پھر ان لوگوں نے یوسف کا کرتہ جو خون آلود تھا نکال کر
دکھایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بات پر قطعاً یقین نہیں کیا اور بہت متفکر ہو گئے۔ قولہ تعالیٰ وَجَآءُوْ
عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۝ (ترجمہ) اور حضرت یوسف کے کرتے پر لہو لگا جھوٹ موٹ لائے۔ پس حضرت یعقوب
علیہ السلام نے جب اس خون آلود کرتے کو دیکھا اور غور کیا کہ یہ کرتہ خون آلود تو بیشک ہے لیکن کہیں سے پھٹا ہوا نہیں
ہے آخر یہ کیا بات ہے۔ بیٹوں سے آپ نے فرمایا کہ اس پیراہن میں یوسف کے خون کی بُو تو نہیں آتی ہے اور اس
بھیڑیے نے کھاتے وقت کرتہ کو پھاڑا بھی نہیں بالکل ثابت اتار دیا جو تم لوگ میرے پاس لائے ہو، شاید بھیڑیا
یوسف پر تم سے زیادہ مہربان ہوگا کیونکہ یوسف کو تو کھا لیا اور اسکے پیراہن کو نہیں پھاڑا۔ اگر تم لوگ اپنے کہنے
میں سچے ہو تو اس بھیڑیے کو میرے پاس حاضر کرو۔ اس بات کو سُن کر اپنے باپ کے حکم کے واسطے اُنہوں نے ایک
بھیڑیئے کو پکڑ کر اور اس کے مُنہ میں لہو لگا کر باپ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے اس بھیڑیئے سے پوچھا
کہ تو نے میرے فرزند جگر بند یوسف کو کھایا ہے اور تو نے اس نازک بدن پر کچھ بھی رحم نہیں کیا۔ اور میری ضعیفی پر
بھی تجھ کو کچھ افسوس نہ ہوا۔ بھیڑیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بولا۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم میں نے تمہارے یوسف کو نہیں
کھایا کیونکہ گوشت پوست انبیاء صلحاء کا ہم پر حرام ہے، اور یا حضرت میں تو ایک بہت بڑی بلا و رنج میں مُبتلا

ہوں۔ قابلِ عرض یہ ہے کہ بعض انبیاء کرام کو اللہ رب العزت معجزات عطا فرمائیں گے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بطور معجزہ کے اس بھیڑیئے سے گفتگو کرنے کا معجزہ عطا فرمایا گیا۔ اس بھیڑیئے نے جو کہ یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ کے پاس لہو لگا کر حاضر کیا تھا وہ کہنے لگا کہ میرا ایک بھائی تھا چند روز ہوئے مجھ سے جدا ہو کر کہیں نکل گیا۔ میں اس کی تلاش کے واسطے نکلا ہوں اور بوجہ گردش کے جس کو آج تقریباً تین دن ہو رہے ہیں کھانا پینا بھی نہیں کھایا پیا بھوکا پیاسا دوڑتا ہوا تین فرسنگ کی راہ سے شب گزشتہ کو اس صحرا میں آپہونچا ہوں، آج علی الصبح صاحبزادوں نے مجھے پکڑ کر میرے منہ میں بکری کا لہو لگا کر بے گناہ آپ کے حضور پیش کر دیا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگرچہ چغلی درست نہیں مگر بسبب بے گناہی کے اور حضور آپ کی پیغمبری کے لحاظ سے جو جو باتیں کہ سچ تھیں وہ میں نے آپ کے سامنے عرض کر دیں، بس آپ مالک ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ باتیں اس سے سنیں تو فرمانے لگے کہ بھیڑیا سچ کہتا ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بھیڑیئے کو اپنے پاس سے کھانا کھلا کر اس کو رخصت کر دیا اور اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ میں نے یوسف کو خدا پر سونپا اور اپنے رب العالمین سے صبر مانگتا ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (ترجمہ) اور کہا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہ کوئی بھی ٹھیک بات تم نے ہم کو نہیں بتائی جس پر تمہارے دل خود گواہ ہیں لہٰذا میں صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتا ہوں، اس بات پر جو تم مجھ سے آکر بتاتے ہو یعنی کرتہ پر لہو کا لگانا انکا بالکل جھوٹ ہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک بیت الاحزان بنایا اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کیلئے جا بیٹھے اور شب و روز فراقِ یوسف میں روتے روتے انکی آنکھیں بھی جاتی رہیں یعنی وہ اسقدر یوسف کے واسطے روئے کہ نابینا ہو گئے۔ اسی جگہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت کیا یا اخی ہمارا یوسف کہاں ملے گا۔ میں کدھر جاؤں، میرے یوسف کو اللہ رکھے تو بہتر ہے، اتنے میں جناب باری تعالیٰ سے الہام ہوا اے یعقوب تیرا بیٹا محفوظ ہے اور اسکی حفاظت وہی کر رہا ہے جس کو تو نے سونپا تھا۔ اور تم ان سے معلوم کرو۔ کہا الٰہی میں قصوروار ہوں میں نے خطا کی ہے مجھ پر رحم فرما۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ ملک الموت کو جانتے ہو وہ ہر شخص کی جان کو قبض کرتے ہیں۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سے جا کر پوچھا کہ یوسف سلامت ہیں یا نہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ یوسف سلامت ہیں اور ان کی روح قبض کرنے کا ابھی تک کوئی حکم نہیں ہے۔ یہ بات سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی اور بھروسہ ہوا لیکن بوجہ فراق کے آہ و زاری کرتے رہے۔ روایت یوں کی جاتی ہے کہ یوسف کے گم ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی کی ضیافت کی تھی۔ اسی دن ایک فقیر بھوکا محتاج ان کے در پر حاضر ہوا اور اس محتاج نے کھانے کا سوال کیا

حضرت نے فرمایا کہ شاہ جی بیٹھو کھانا حاضر ہے اتنا بول کر حضرت یعقوب علیہ السّلام کسی کام میں مشغول ہو گئے اور اس آنے والے محتاج کو کھانا نہ کھلا سکے۔ وہ فقیر محروم ہو کر یہ دعا کر کے چلا گیا: الٰہی تو اس کی آرزوؤں کو اس سے دور رکھیو' یہ دعا خدا کے دربار میں قبول ہو گئی۔ پس اگر فقیر کو کھانا کھلاتے تو اس کی قوت چالیس دن تک رہتی اب اس کے عوض تو چالیس برس تک یوسف کے غم میں رہے گا یہ بذریعہ الہام مطلع کیا گیا۔ یہ الہام سُنتے ہی حضرت یعقوب علیہ السّلام نے خدا کی درگاہ میں التجا کی تو رحیم و کریم عالم الغیب ہے جو خطا مجھ سے ہوئی وہ قصداً نہیں ہوئی غفلت سے ہوئی ہے' یہ التجا دربارِ الٰہی میں حضرت یعقوب علیہ السّلام کر ہی رہے تھے کہ فوراً جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے یعقوب تم پر جو رنج گزرتا ہے اس سے اس بات کو سوچنا چاہئے تاکہ بندوں کو علم ہو کہ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسکے کام میں کسی کو کوئی دخل نہیں۔ مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے بدن سے کپڑے اُتار کر ننگا کر کے انہیں کنوئیں میں ڈالا۔ اسی وقت امر الٰہی سے حضرت جبرائیل نے پیراہن حریر کا بہشت سے لا کر انہیں پہنا دیا اور وہ پیراہن خلیل اللہ کا تھا جس کی برکت سے آتشِ نمرود ان پر گلزار ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے نجات پائی تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا سنِ مبارک اسوقت بارہ برس کا تھا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ تیرھویں برس کا تھا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ سترہ برس کا تھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس اندھیرے کنوئیں میں یوسفؑ تین رات دن رہے۔ اتفاقاً مرضی الٰہی سے ایک قافلہ سوداگروں کا مدین سے اسباب تجارت کا مصر کو لیکر جا رہا تھا ماندگی کے سبب سے راہ بھول کر اس کنوئیں کے پاس آ پہونچا۔ اس جگہ کی آب و ہوا خوشگوار پا کر منزل کی۔ لیکن وہ کنواں سانپ بچھوؤں سے پُر اور شہر کی آبادی سے دور تھا۔ اور پانی بھی اس کا تلخ اور شور تھا مگر حضرت یوسف کے گرنے سے اس کا پانی شیریں ہو گیا تھا اور ان سوداگروں کے سردار کا نام مالک بن زغر تھا اور بشیرا نام کا ایک غلام تھا وہ بغرض پانی اس کنوئیں پر آیا اور پانی کے واسطے اس کنوئیں میں ڈول ڈالا تب حضرت جبرائیلؑ نے خدا کے حکم سے آ کر کہا کہ اے یوسف تم اس ڈول میں بیٹھ جاؤ، جب اس غلام نے ڈول کھینچ کر اُٹھایا دیکھا کہ ایک لڑکا نہایت حسین خوبصورت اس میں بیٹھا ہے اس نے دیکھکر کہا کہ ہم نے تو ایسا اور اتنا خوبصورت لڑکا کبھی نہیں دیکھا اور نہ اسوقت اس کا کوئی ثانی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے جملہ حسن کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ حضرت یوسف کو بخشا اور دوسرا حصہ سارے جہان کو دیا۔ سوداگروں نے جب اس کی صاحبِ جمال و کمال صورت دیکھی تو وہ پوچھنے لگے کہ تم کون ہو بنی آدم ہو یا فرشتے، وہ بولے میں نسل آدم سے ہوں اور ان کے بھائی بھی اسوقت سب کے سب کنوئیں کے کنارے پر تھے یہ شور و غُل سُنکر ان کے پاس آئے تو یوسف کو انہوں نے دیکھا تب وہ بولے کہ یہ غلام ہمارے گھر کا ہے مارے ڈر کے گھر سے بھاگ کر اس کنوئیں میں آ گرا ہے۔ حضرت یوسف نے جب جھوٹی بکواس سُنی تو چاہا کہ کچھ بولیں۔ ان کے بھائی شمعون نے عربی زبان میں کہا تم ان سے

کچھ کہو گے تو جان سے مار ڈالوں گا۔ پھر حضرت یوسف نے خوف کی وجہ سے ان سے کچھ نہ کہا۔ مالک بن زغر نے ان کو سوداگروں کے قافلے میں لیجا کر چھپا دیا۔ لوگوں نے اپنے سردار سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں پھر لوگوں نے حضرت یوسف سے پوچھا کہ تم ہی بتاؤ کہ تم کون شخص ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ سردار نے سوداگروں کو جواب دیا کہ یہ بہت قیمتی متاع ہے۔ دوسرے دن انکے بھائیوں نے ان سوداگروں سے جاکر کہا کہ اس غلام کو ہم بیچیں گے۔ مالک بن زغر نے کہا میں اس کو خرید لونگا۔ لیکن اس وقت صرف میرے پاس اٹھارہ درہم مصر کے ہیں اور وہ درہم خرید و فروخت میں چلتے بھی نہیں ہیں تم اگر چاہو تو لے لو۔ پس اس قافلے کے سردار نے وہ درہم ان کے حوالے کئے اور ایک لطف یہ ہے کہ مصر کے دو درہم کنعان کے ایک درہم کے برابر ہیں اور اس حساب سے کنعان کے صرف نو۹ درہم ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف کو اسی قیمت پر بیچا اور انکے بھائیوں کی یہ غرض تھی کہ کسی طرح سے باپ کی نظروں سے دور کر ڈالیں ورنہ وہ محتاج نہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (ترجمہ) اور بیچ آئے اسکو ناقص مول میں یعنی گنتی کی چونیوں میں اور وہ یوسف سے بیزار ہو رہے تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگلے دن حضرت یوسف کے سب بھائی اسی کنوئیں پر گئے اور حضرت یوسف کو قافلے والوں میں پایا تو یہ سب بھائی کہنے لگے یہ ہمارا غلام ہے اور ہم اس کو بیچنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ ہم سے بھاگتا رہتا ہے اگر تم اسے خریدنا چاہو تو خرید سکتے ہو۔ قافلے والوں نے کہا کہ ہم تو اسکو اٹھارہ درہم میں خرید سکتے ہیں اگر تم کو منظور ہو تو ہمارے ہاتھ بیچ دو اور یہ اٹھارہ درہم لے لو۔ چنانچہ سب بھائیوں نے مشورہ کر کے یوسف کو قافلے والوں کو اٹھارہ درہم میں دیدیا۔ پھر وہ درہم انہوں نے آپسمیں بانٹ لئے اور ایک بھائی نے اپنا حصہ نہ لیا۔ پھر یوسف کو آگے جاکر مصر میں قافلے والوں نے بیچا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صرف ایک مرتبہ بیچنا صریحاً بیان فرمایا اور پھر پردہ پوشی کے لئے دوسری مرتبہ نہیں فرمایا لیکن اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ سستے مول تو پہلی مرتبہ ہی بیچا گیا۔ روایت کی گئی ہے کہ مملوک ہونے کا یوسف کے یہ سبب تھا کہ ایک دن حضرت یوسف نے آئینے میں اپنے جمال کو دیکھ کر کہا تھا کہ اگر میں غلام ہوتا تو کوئی شخص میری قیمت نہیں دے سکتا تھا حضرت یوسف کے حسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ بوجہ لطافت و نزاکت جو چیز بھی وہ کھاتے گلے سے اُترتی ہوئی نظر آتی تھی۔ جب یہ حسن وجمال اپنا دیکھا تو فخر سے کہا اگر میں غلام ہوتا تو کوئی میری قیمت نہ دے سکتا۔ جب اپنے دلمیں یہ تصور کیا تو باری تعالیٰ کو ناپسند ہوا اسی کی پاداش میں انپر عتاب آیا۔ اور ان کو بتایا گیا کہ اے یوسف تم نے بڑی شیخی کی بات کی، ایسی بات کہنا نبی کی شان سے بعید ہے، نبی میں غرور و فخر نہیں ہوتا وہ تو اپنے فرضِ منصبی کے بجالانے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے تاکہ مخلوقِ خدا کو ہدایت ہو۔ اور اے یوسف تم نے تو فخر یہاں تک کیا کہ اپنی صورت آئینے میں دیکھکر خود ہی اپنی قیمت ٹھہرائی اور تم نے اپنے حقیقی مصور کی طرف کچھ بھی خیال نہ کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے جو

تو نے فخر کیا کہ دیکھ اب تجھ کو کیسا غلام بناتا ہوں اور کتنی معمولی قیمت پر فروخت کراتا ہوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی صورت اور اتنی تھوڑی قیمت پر فروخت ہو رہی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ سلطنت مصر کی ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی تھی اور یہ دنیا کا دستوری اصول ہے کہ جب تک خدمت کسی کی نہ کرے اسوقت تک خادموں کی قدر وہ کیا جانے اور پھر وہی خادم کسی وقت مخدوم کہلاتا ہے۔ الغرض مالک ابن زعر نے یوسف کو بشرط خدمت مول لیا تھا اور ایک قبالہ اس مضمون کا ان کے بھائیوں سے لکھوایا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ مالک ابن زعر نے یوسف بن یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیمؑ کے بیٹوں سے ایک عبرانی نے اٹھارہ درم سے خرید کیا ہے بہ گواہی گواہان معتبرین کے مالک بن زعر کے ہاتھ میں اسے سپرد کیا۔ اس کے بعد مالک بن زعر نے حضرت یوسف کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر اونٹ پر سوار کیا اور ایک موٹا پشمینہ اڑھا کر چل دیا۔ کچھ دور کے بعد جب راستے میں حضرت یوسف کی والدہ محترمہ کی قبر آئی تو وہ اونٹ کو روک کر اُتر پڑے اور اپنی ماں کے قبر کی زیارت کی اور قبر سے چمٹ کر رونے لگے اور کہتے رہے کہ یا اُمی بھائیوں نے مجھ پر بوجہ حسد کے بہت ظلم کیا ہے اور اس قافلے والوں کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور مجھے ان قافلے والوں نے زنجیروں بیڑیوں سے جکڑ دیا ہے اور باپ کی خدمت، وطن اور تمہاری زیارت سے مجھے محروم کر دیا ہے۔ اتنے عرصہ میں قافلہ سوداگروں کا تھوڑی دور وہاں سے نکل چکا تھا۔ ایک شخص اسی قافلے سے پیچھے دوڑا آیا اور وہ آکر بولا ارے تو اب تک یہاں ہے سچ ہے تو واقعی بھگوڑا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اس شخص نے حضرت یوسف کو ایک ایسا طمانچہ مارا کہ اس وقت حضرت یوسف کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا ہو گیا۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت یوسف نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہ کی اور رو رو کر کہنے لگے کہ خدایا ان ظالموں کے شر سے مجھے بچا اور یہ تکالیف میں برداشت نہیں کر سکتا جو مجھ پر گزر رہی ہیں اور اے میرے خدا یہ تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں بےقصور ہوں۔ اور پھر اس کے بعد حضرت یوسف اسی قافلے میں جا ملے۔ یہ الفاظ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قبول فرمائے اور فوراً ایک اَبر مہیب جسمیں ہوَا بھی سخت تیز تھی۔ وہ ان پر برسنے لگا اور اس اَبر میں بجلی کی کڑک و چمک بہت تیز تھی اور اَبر ان پر اتنا شدید برسا کہ وہ سارا کارواں ہلاک ہو گیا اور جو کچھ ان میں سے بچے وہ آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو تو کس کے گناہ سے ہم اس آفت ناگہانی میں مبتلا ہوئے۔ وہ جس نے حضرت کو طمانچہ مارا تھا ابھی مرا نہ تھا وہی بولا کہ میں نے گناہ کیا ہے۔ جس گھڑی میں نے اس غلام کو طمانچہ مارا تھا تو یہ غلام آسمان کیطرف مُنہ کر کے کچھ بول رہا تھا۔ اور بعد اس کے فوراً ہی یہ بلائے مہلکہ و ناگہانی آپہونچی۔ یہ سُنتے ہی سب نے جو باقی بچے تھے، حضرت یوسف کے پاس جا کر اپنی تقصیر کی معافی مانگی۔ حضرت یوسف نے ترس کھا کر ان کو معاف کر دیا اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی تب وہ فوراً ہی ابر کھُلا اور ہوَا بھی کم ہو گئی اور حالات معمول پر آگئے باقی ماندہ جب وہ وہاں سے چلے تو قبل اسکے کہ وہ قافلہ مصر پہونچے وہاں یہ خبر ہو گئی کہ آج جو قافلہ مالک بن زعر کا آرہا ہے اسمیں

مالک بن زعر ایسا ایک غلام عبرانی لارہا ہے کہ اس کی خوبصورتی اور حسن وجمال لاثانی ہے اور پردۂ زمین پر نہ ایسا آجتک ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ یہ خبر سُنکر تمام اہل مصر سوداگر کے استقبال کو آئے تو تمام اہل مصر نے حضرت یوسف کو دیکھا اور جو صفتیں کہ سُنی تھیں اس سے بھی کہیں زیادہ ان میں پائیں۔ مالک ابن زعر نے اپنے گھر کو اچھی طرح سنوارا اور باقاعدہ اپنے گھر میں فرش و فروش دیبائے رومی کے بچھائے اور حضرت یوسف کو لباس فاخرہ پہنا کر تاج زرّیں سر پر رکھا۔ اس کے بعد مالک ابن زعر نے پورے شہر میں منادی کرادی کہ میں ایک غلام نہایت خوبصورت، خوش خُلق، عقلمند، دانا، چالاک، فرمانبردار، حیادار بیچتا ہوں جس کو خواہش اس کے خریدنے کی ہو تو وہ وقت مقررہ پر حاضر ہووے۔ یہ منادی سُن کر اہل مصر ادنیٰ و اعلیٰ مالک ابن زعر کے گھر پر آکر سب جمع ہو گئے۔ اتفاقاً حضرت یوسف نے بھی ان لوگوں کی طرف دیکھا کہ میری قیمت میں یہ لوگ بہت ہی پس وپیش کر رہے ہیں اور حضرت یوسف نے اس وقت اپنے دل میں خیال کیا (کہ یہ مالک بیچنے میں میرے عجب خطا میں پڑا ہے) کہ اس دن میرے بھائیوں کے ہاتھ سے جو اصل قیمت میری ان سب کو معلوم تھی نو درم کو مول خریدا تھا، اور آج مجھ کو کوئی نہیں پہچانتا ہے کیوں نہیں یہ مجھ کو پچاس درہم میں بیچتا اور یہ قیمت حضرت یوسف نے اپنی انکساری سے ٹھہرائی، تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔ کہ اے یوسف تو نے ایک روز آئینہ میں اپنی شکل و صورت دیکھکر فخر سے اپنی قیمت کا آپ ہی مول زیادہ خیال کیا تھا اور آج نہایت عجز و انکساری سے اپنی قیمت کم کہی اور اسی وجہ سے اب تجھ پر فضل خدا ہوتا ہے اور اب تو دیکھ کہ تیری قیمت کس قدر زیادہ ہوتی ہے اور تجھ پر کتنا فضل خدا ہوتا ہے مالک ابن زعر نے حضرت یوسف کو لباس فاخرہ پہنا کر کرسی پر بٹھایا اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ مَنْ يَّشْتَرِيْ غُلَامًا حَسِيْنًا لَطِيْفًا ظَرِيْفًا لَطِيْفًا لَيْسَ مِثْلُهٗ فِي الدُّنْيَا یہ سُنکر حضرت یوسف نے کہا کہ اے مالک ابن زعر یوں مت کہو اور یوں کہو۔ مَنْ يَّشْتَرِيْ غُلَامًا ضَعِيْفًا غَرِيْبًا مَظْلُوْمًا لَيْسَ مِثْلُهٗ فِي الدُّنْيَا یہ سُن کر دلّال بولے کہ ایسا دستور نہیں ہے کہنے کا۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اگر یہاں یہ کہنے کا دستور نہیں ہے تو پھر یوں کہو۔ مَنْ يَّشْتَرِيْ يُوْسُفَ صِدِّيْقَ اللّٰهِ ابْنِ يَعْقُوْبَ اِسْرَائِيْلَ اللّٰهِ ابْنِ اِسْحٰقَ صَفِيِّ اللّٰهِ اَخِيْ اِسْمٰعِيْلَ ذَبِيْحِ اللّٰهِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ سُن کر تمام دلالوں نے کہا کہ چُپ رہئے ایسا مت کہو اگر لوگ سُنیں گے تو وہ خریدنے سے انکار کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد پکار لگائی گئی کہ ایک ہزار بدرے اشرفی اس غلام کی قیمت ہے کیا کوئی ہے اس کو خریدنے کے واسطے تیار۔ اور لغت میں بدرہ کہتے ہیں ایک تھیلی کو جسمیں ایک ہزار درہم بھی ہوتے اور دس ہزار درہم بھی ہوتے ہیں اور سات ہزار دینار کو بھی کہتے ہیں اور اب آپ حضرات خود ہی گن لیجیے کہ کتنی قیمت ہوئی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ سات ہزار عقد مروارید اور ہزار جامہ اطلس رومی اور ہزار قصب مصری یعنی جامۂ مصری اور ایک ہزار اونٹ بغدادی اور ایک ہزار گھوڑے عربی معہ زین ولگام زرّین کے اور ایک ہزار لونڈیاں رومی

اور ایک ہزار غلام خطامی اور ایک ہزار شمشیر چاہیئے۔ جب یہ قیمت ٹھہری۔ تو جتنے خریدار تھے سب کے سب چپ رہے۔ عزیز مصر نے جو بادشاہ مصر کا مختار کل تھا اس نے دو نی قیمت ادا کر کے حضرت یوسف کو لے لیا اور اپنے محل میں لیجا کر زلیخا کے حوالے کر دیا۔ اور اس نے زلیخا سے کہا کہ میں نے یوسف کو بہت بڑی قیمت دیکر خریدا ہے تم اسکو اچھی طرح سے رکھنا اور بطور فرزند کے پیار و خدمت کیجیو غلام کے طور پر نہ رکھنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ (ترجمہ) اور کہا جس نے خرید کیا اس کو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اسکو شاید یہ ہمارے کام آوے یا ہم اسکو اپنا بیٹا بنالیں۔ جب یوسف کو زلیخا نے دیکھا تو ایسی فریفتہ ہو گئیں کہ ایک دم آنکھوں سے جُدا نہ کرتیں اور دن رات انکی خدمت میں رہا کرتیں اور ہر چیز اپنی ان پر تصدق و نثار کرتی تھیں اور دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں ان کو لا لاکر کھلایا کرتی تھیں اور نئے نئے لباس فاخرہ ہر روز انکو پہناتی تھیں اور ایک تاج مرصع بھی ان کے سر پر رکھواتی تھیں اور ان کو اعلیٰ قسم کی مسند پر بٹھا کر اپنی آرزو مٹاتیں اور انکی ہر طرح سے دلداری کرتی تھیں۔ اسی طرح سے تقریباً سات سال گزرے، اور حضرت یوسف کا شغل اکثر یہ تھا کہ اپنے ہاتھ میں ایک عصائے مرصع لیکر ہمیشہ بزغالہ کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اتنے عرصہ میں زلیخا کے ہوش و صبر کی طاقت جاتی رہی اور نوبت جان تک پہونچی اور اپنا بھید بھی کسی پر ظاہر نہ کرتی تھیں اور حضرت یوسف کا یہ حال تھا کہ جتنی دلداری زلیخا یوسف کی کرتی تھیں لیکن وہ زلیخا کی طرف کچھ بھی التفات نہ کرتے تھے، جب کبھی زلیخا اپنی غرض کی باتیں حضرت یوسف سے کرتی تھیں تو وہ اس کا انکو کوئی جواب نہ دیتے تھے اسی حالت میں حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس تقریباً سات برس رہے لیکن باوجود اتنی قربت کے انہوں نے کسی وقت بھی فعل شنیع کا خیال نہ کیا۔ اور ہمیشہ اس سے باز رہے۔ زلیخا اپنی پوری کوشش برابر کرتی رہی لیکن اپنے ناپاک ارادے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکی۔ زلیخا ہر تدبیر سے تنگ آگئی اور کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اور اس فکر میں رات دن نڈھال رہنے لگی۔ اتفاقاً ایک بوڑھی عورت ہمسائی نے زلیخا سے کہا کہ اے زلیخا خیر تو ہے پہلے تو میں تجھ کو بہت خوش و خرم دیکھتی تھی لیکن اب چند روز سے تم کو بہت ہی فکر مند دیکھتی ہوں آخر ایسی کون سی خطرناک بات سامنے آگئی ہے جس کی فکر تم کو غم زدہ کیئے ہوئے ہے اور تم کو بہت ہی بیقرار دیکھ رہی ہوں، اسی غم و فکر میں تیری صورت بھی تبدیل ہو گئی ہے آخر اس میں کیا ماجرا ہے۔ نہایت دبی ہوئی آواز میں زلیخا اس بوڑھی عورت سے بولی کہ ایک غلام عبرانی کے عشق نے مجھ کو رنج و غم میں ڈالا ہے اور اس نے اپنے عشق میں ایسا پھنسا دیا ہے کہ میں ہر وقت اس کے چہرے کو دیکھتی رہتی ہوں۔ لیکن فی الحقیقت وہ ایسا سنگدل ہے کہ میری طرف ایک نظر بھی نہیں دیکھتا اور نہ کچھ بولتا ہے۔ میں تم سے پوچھتی ہوں اے میری خالہ اس کا کیا علاج کرنا چاہیئے۔ زلیخا کے اصرار پر وہ بڑھیا

بولی کہ اے زلیخا میں تجھ کو ایک صورت بتاتی ہوں۔ اگر اس کو عمل میں لاؤ گی تو تمہارا مقصد پورا ہو گا اور تمہاری جو دلی تمنا ہے وہ بھی پوری ہو گی۔ مگر اس میں خرچ ہو گا۔ اس بات کو سُن کر زلیخا نے کنجی خزانے کی اور قفل خزانے کا اس کے حوالے کر دیا۔ پس اس خزانے سے رقم خطیر لیکر ایک ہفت خانہ منقش طلاکاری کا خوشنما اور دلچسپ بنایا گیا اور اس کے در و دیوار چھت پردے فرش فروش تک طلاکاری کے اور صورت یوسف و زلیخا کی ایک جگہ بہم تصویر کھینچی اور وہ ہفت خانہ ایسا بنایا گیا کہ اسمیں کوئی جگہ ان دونوں کی تصویر سے خالی نہ تھی اور زربفت مشجّر کپڑے سے تمام گھر آراستہ کیا گیا۔ اور اس میں تخت زرّین بھاری مکلل جواہر کا اس مکان میں رکھ دیا گیا اور فرش بھی گوناگوں بچھوائے اور عود و عنبر کی خوشبوؤں سے بسایا گیا الغرض اسباب بادشاہی ہفت خانہ میں سب موجود تھے۔ بالآخر زلیخا مباشرت کے ارادے سے حضرت یوسف کو اس کے اندر لے گئی اور ان کی معصیت پر کمر باندھی تمام مکان کے دروازے مقفل کر دیئے گئے اور پھر حضرت یوسف کو ساتھ لیکر بیٹھی، حضرت یوسف نے نظر کر کے دیکھا کہ ہفت خانے کے در و دیوار و چھت و پردے و فرش فروش پر تمام تصویریں دونوں کی بہم آویزاں ہیں اور تمام مکان بھی خوشبو سے معطر ہو رہا ہے جس طرف نظر کرتے تو دیکھتے کہ صورت اپنی اور زلیخا کی آویزاں ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت یوسف نے سوچا کہ شاید یہ کچھ راز ہے جس کی وجہ سے یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف نے معلوم کیا کہ میرے لئے کچھ فریب کیا گیا ہے۔ اور اپنے دل میں پختہ خیال کیا کہ اگر مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تب بھی میں اس کے قبضہ میں نہ آؤں گا اور میں اپنی پاک دامنی پر ہی رہوں گا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت یوسف نے خدا کو یاد نہ کیا اس لئے شیطان لعین نے ان کے دل میں زلیخا کے واسطے کچھ وسواس[1] ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو معصیت سے باز رکھا اور زلیخا اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہونے پائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ○ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا[2] (ترجمہ) اور پھسلا دیا اس کو عورت نے اور وہ اس کے گھر میں تھا اپنے جی تھامنے سے اور بند کیئے دروازے اور بولی زلیخا حضرت یوسف سے شباب کر حضرت یوسف نے فوراً کہا کہ خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہے میرا اور میں اسمیں البتہ بھلائی نہیں پاتا اور جو لوگ بے انصاف ہیں وہ ایسا کرتے ہیں اور البتہ عورت نے خواہش کی اور پھر اس نے بھی خواہش کی۔[2]

---

[1] انبیاء کا لکھنا غلط ہے اس لئے کہ انبیاء علیہ السّلام معصوم ہوتے ہیں اور انبیاء کے قلب میں ایسے خطرات کبھی موجزن نہیں ہوتے اور وہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ [2] یہ بھی ترجمہ غلط ہے اصل آیت یوں ہے وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ۔ یعنی یوسف علیہ السلام بھی اس کے ساتھ قصد کرتا اگر نہ دیکھتا دلیل اپنے رب کی۔ لہٰذا یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قصد نہیں کیا ورنہ آیت پوری کے معنی نہیں ہوئے اور پھر ان کو تو نبی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے اور جو مخلص بندے ہوتے ہیں ان پر شیطان کا بس نہیں چل سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ ۱۲۔ عبدہٗ

جب یوسف ہفت خانے میں گئے زلیخا کی طرف نظر نہ کی اور آسمان کی طرف دیکھا کہ چھت پر اپنی صورت زلیخا کے ساتھ مصوّر ہے پھر دائیں بائیں نظر کی پھر وہی تصویر دونوں کی بہم دیکھی۔ الغرض تمام گھر میں فقط تصویریں نظر آئیں۔ پھر ناچار ہوکر حضرت یوسف نے زلیخا کی طرف نظر کی اور زلیخا کو بغور دیکھا اور پھر اپنے دل میں یقین کرنے لگے کہ افسوں گری نے میرے یہ کام کیا ہے۔ پھر یہ دیکھکر زلیخا بولی کہ اے یوسف مجھ پر ایک نظر کر کہ میں مستغنی ہوں، اور غموں سے خلاصی پاؤں۔ حضرت یوسف نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرا خدا مجھے زناکاروں میں کھڑا کرے حالانکہ میں پیغمبر زادہ ہوں اور یہ فعل بد مجھ سے نہ ہوسکیگا۔ خدا نہ کرے جو میں ایسے فعل میں گرفتا ہوں، کیونکہ قیامت میں خداوند قدوس کو مُنہ دکھانا ہے۔ پھر زلیخا بولی اے یوسف ذرا مجھ پر نظر کر۔ ذرا آ تجھے گود میں لوں اور اپنی چھاتی سے لگاؤں، ماہرو کا کل زلف کو میرے ساتھ ملا۔ حضرت یوسف نے کہا کہ مصوّر کی طرف دیکھ یہ بال خاک میں ملیں گے۔ پھر زلیخا بولی کیوں مجھے ستاتا ہے آرام جان دے۔ آپ نے کہا کہ مجھ کو دو باتوں کا غم ہے ایک تو مجھے خدا کا ڈر ہے اور یہ سب سے بڑا ڈر ہے۔ اور دوسرے یہ حق عزیز کا ہے میں کیسے استعمال کروں۔ اور اس نے مجھے ہر طرح سے آرام میں رکھا ہے میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ میں ایسی حرکت کروں۔ اس بات کو سُنکر زلیخا بولی کہ عزیز مصر سے مت ڈر میں اس کو زہر قاتل کھلا کر مار ڈالوں گی اور پھر سارے گھر کی سلطنت بھی تم کو دیدوں گی۔ اور تم تو مجھ سے کہتے ہو کہ میرا خدا تو بڑا رحیم و کریم ہے اور گنہگاروں پر ہمیشہ رحم کرتا ہے اور میں یہ بھی وعدہ کرتی ہوں کہ اگر تو نے میری خواہش پوری کردی تو جو کچھ کہ گنج و خزانہ میرا ہے سب تیرے خدا کے نام پر صدقہ و کفارہ دونگی تب تو تیرا خدا خوش ہوجائے گا اور سارے گناہ بھی معاف کردیگا۔ یہ باتیں سُنکر حضرت یوسف نے فرمایا۔ اے زلیخا میرا خدا رشوت نہیں لیتا جو تو ارادہ رکھتی ہے، اے زلیخا یہ تمام خرافات کہلاتے ہیں مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتے۔ یہ سُنکر زلیخا بالکل مایوس ہوگئی اور بہت ہی بے تابی کے ساتھ رونے لگی اور حضرت یوسف برابر اس فعل بد سے انکار ہی کرتے رہے اور کسی لمحہ بھی آپ نے اس فعل بد کا ارادہ یا قصد نہ فرمایا اور یہی شان نبی کی ہوتی ہے پس بار بار اصرار پر حضرت یوسف کچھ مائل ہوئے لیکن پھر دل میں سخت اندیشہ کرنے لگے۔ (یہاں پر کچھ اعتراض ہے۔) حضرت یوسف پیغمبر تھے اور پھر اس فعل قبیح پر قصد کیا۔ جواب اس کا بعض علماء محققین نے یہ دیا ہے کہ حضرت یوسف اس مائل ہونے کے وقت تک پیغمبر نہ تھے اور حالت شباب میں قصد قبیح کرنا مقتضائے بشریت سے بعید نہیں اور دوسرے یہ کہ جو فعل نہیں کیا ہو اس میں اندیشہ کرنا مواخذہ نہیں ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاید یوسف اس لئے اندیشہ کرتے تھے کہ اگر شوہر اس کا نہ ہوتا تو میں اس سے نکاح کرلیتا۔ اور مفسرین نے تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے جب زلیخا کو حد درجہ مضطرب حال دیکھا اور اپنی جان دینے پر مستعد ہوئی تب آپ نے ارادہ کیا کہ میں زلیخا سے رہائی پاؤں۔ اور بعضوں نے کہا کہ دلیل سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ زلیخا

نے ہفت خانے کے دروازے بند کر دیئے اور اپنی جان دینے پر مستعد ہوئی۔ تب ناچار اس کے سوا کوئی رہائی نہ دیکھی
اور پھر اس کی طرف مخاطب ہوئے اور رضا دی اور ازار بند میں اپنے سات سات گرہ دے رکھی تھیں تاکہ اس کے
کھولنے میں تاخیر ہووے اور حضرت یوسف اللہ کی طرف نظر کئے تھے کہ اتنے میں زلیخا نے خوش و مخلوط ہو کر جلدی
سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ متقاضی مباشرت کی ہوئی۔ پس یوسف کے ازار بند کی ایک گرہ کھولنے میں لگتی اور دوسری
گرہ ازار بند کی لگ جاتی اور حضرت یوسف کا دھیان بھی اسوقت خدا ہی پر تھا، پھر ایک آواز غیب سے آئی کہ
اے یوسف مت اس کے مکر و فریب میں آ اور نہ اسکی طرف کوئی توجہ کر، اگر تو نے اس طرف توجہ کی تو تو فعل بد کا
مرتکب ہو جائے گا اور تیرا نام بھی خدا کے ہاں اس جرم کی پاداش میں انبیاؤں کے دفتر سے مٹا دیا جائے گا اور نہ معلوم
خدا تیرے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا یُوسُفُ لَوْ
وَافَقْتَ الْخَطِیْئَۃَ یَمْحُوا اللّٰہُ اِسْمَکَ مِنْ دِیْوَانِ الْاَنْبِیَاءِ۔ (ترجمہ) اے یوسف اگر موافقت کی تم نے گناہ کی
تو مٹا دیگا اللہ تعالی تیرا نام انبیاؤں کے دفتر سے۔ تب سنتے ہی یہ الفاظ غیبی حضرت یوسف دروازے کی طرف
دوڑے باہر نکل جانے کے واسطے اور پیچھے زلیخا دوڑی انکے پکڑنے کو۔ خدا کے حکم سے دروازے خود بخود کھلتے چلے گئے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر یوسف کی پشت پر ایک خط کھینچا خدا کے حکم سے وہ صاف اس
فعل سے بچ گئے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک لڑکا دودھ پیتا عزیز مصر کا تھا اور وہ تقریباً چھ ماہ کا تھا وہ اپنے گہوارے
پر ہی سے بولا۔ یَا اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ اَتَزْنِیْ (ترجمہ) اے یوسف صدیق تم زنا کرنا چاہتے تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ زلیخا
نے ایک سونے کا بت بنا رکھا تھا جس کو وہ پوجتی تھی اور وہ بھی اسی جگہ رکھا تھا اس کو زری کے کپڑے سے ڈھانکنے لگی۔
اتنے میں حضرت یوسف کی نظر اس پر جا پڑی۔ پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے جو تو نے پردے کے اندر رکھی ہے۔ وہ فوراً بولی کہ
یہ میرا خدا ہے جسے میں سجدہ کرتی ہوں۔ اور اسی واسطے میں نے اسکو پردے کے اندر رکھا ہے کہ وہ مجھ کو دیکھنے نہ پاوے
اور میں اس کے نزدیک شرمندہ و گنہگار نہ ہوں۔ یہ سنکر حضرت یوسف نے کہا کہ اے زلیخا اَنْتِ تَسْتَحْیِیْ مِنَ الصَّنَمِ
وَاَنَا لَا اَسْتَحْیِیْ مِنَ الصَّمَدِ (ترجمہ) اے زلیخا تو شرم کرتی ہے اپنے بت سے کہ جس میں کوئی حس و حرکت نہیں ہے اور میں
کیونکر شرم نہ کروں اپنے اللہ تعالی سے جو بے نیاز خبیر و بصیر و رب العالمین ہے۔ پھر حضرت یوسف گھبرا کے وہاں سے
اٹھ بھاگے اور فوراً دروازے پر آگئے اور ادھر زلیخا نے اپنے بال و منہ کو پریشان حال بنا کے ان کے پیچھے سے جا کر
کپڑے کا دامن پکڑ کر چیر پھاڑ ڈالا۔ اسوقت اللہ تعالے کے حکم سے ہفت خانے کے ساتوں دروازوں کے قفل
کھل گئے اور حضرت یوسف کی ٹوپی سر سے گر پڑی تھی اور سر کے بال بھی پراگندہ ہو گئے تھے اور زلیخا کے سر کے
بال بھی الجھ کر رہ گئے تھے اور خود زلیخا ننگی تھیں، اور عزیز مصر نے دونوں کو دروازے پر اسی بھاگتے ہوئے حالت میں
پایا۔ عزیز مصر کو دیکھکر زلیخا نے جھوٹی باتیں بنا کر عزیز مصر سے کہا کہ تم نے ایسا غلام اپنے گھر میں رکھا ہے کہ وہ مجھ سے

بدفعلی کرنا چاہتا ہے یہ دیکھو میرا حال کیسا ہو رہا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (ترجمہ) اور دونوں دوڑے دروازے کی طرف اور عورت نے چیر ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور دونوں کے دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے میں، زلیخا بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں بُرائی مگر یہی کہ قید میں پڑے یا دکھ کی مار۔ یہ سُنکر عزیز مصر نے حضرت یوسف سے کہا کہ تجھ کو میں نے اپنا بیٹا بنایا تھا اور اپنے گھر کا امین بنایا تھا اب مکافات اس کی یہی ٹھہری کہ تم میری عورت پر بدنظر رکھتے ہو۔ حضرت یوسف نے عزیز مصر سے کہا کہ زلیخا مجھ پر ناحق افترا و تہمت رکھتی ہے اور میری صداقت و دیانت پر جھوٹ بہتان بناتی ہے اور مجھ کو گنہگار بتاتی ہے اور میں اس سے مبرا ہوں، کیفیت حال یہ ہے کہ جب زلیخا نے مجھ کو پکڑا تو میں دروازے کی طرف بھاگا پھر پیچھے سے میرے کرتے کا دامن پکڑ کر پھاڑ ڈالا عزیز مصر نے جب یہ باتیں سُنیں تو اپنے جی میں سوچا کہ یہ غلام جب سے میرے گھر میں ہے کبھی اس سے میں نے خیانت نہیں پائی، اور نہ جھوٹ بات کبھی اس نے کہی ہے۔ پھر عزیز مصر نے حضرت یوسف سے کہا کہ میں تیرے قول کو جب سچ جانوں گا کہ تو بہت سچا ہے اور بر سر حق ہے اور زلیخا جھوٹی بر سر باطل ہے کہ اس بات پر تو گواہ لا تو اس وقت حضرت یوسف نے ایک بچے کے گہوارے پر اشارہ کیا کہ تم اس لڑکے سے پوچھ لو۔ عزیز مصر نے مسکرا کر کہا کہ تو نے جو کیا اب مجھ کو معلوم ہوا گناہ تیری طرف سے ہے تو مجھ کو مغالطہ دیتا ہے۔ کیونکر چھ مہینے کے لڑکے سے پوچھوں، چھ مہینے کے لڑکے نے بھی کبھی سوال جواب کیا ہے، جو مجھ کو بتاتا ہے۔ اتنے میں خدا کے حکم سے وہ لڑکا اپنے پالنے میں سے بول اُٹھا کہ اے عزیز مصر یوسف علیہ السلام صدیق اس بات پر سچے ہیں اور تم میری بات کو جھوٹ نہ جانو۔ جب عزیز مصر نے لڑکے کی زبانی یہ بات سُنی تو بڑا ہی متعجب ہوا اور اس نے اس کے پالنے کے قریب جا کر اس سے دریافت کیا کہ اے لڑکے تو نے کیا دیکھا ہے بول۔ تب وہ بولا قولہ تعالیٰ۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَاِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کُرتہ اس کا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے اور اگر کُرتہ پھٹا ہے اس کا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔ تب عزیز مصر نے دیکھا کہ کُرتہ یوسف کا پیچھے سے پھٹا ہے۔ قولہ تعالیٰ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ (ترجمہ) پھر جب دیکھا عزیز مصر نے کُرتہ پھٹا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا اور البتہ عورتوں کا فریب بڑا ہوتا ہے۔ بعد اس کے عزیز مصر نے زلیخا کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا اور یوسف کو قید کرنا چاہا۔ اس لڑکے نے کہا اے عزیز مصر تم نے جو کچھ خیال کیا ہے وہ عقلمند لوگوں کے خیال سے بعید ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تمام خلائق کے نزدیک آپ ہی رسوا ہو جاؤ گے۔ یہ بات سُن کر عزیز مصر نے یوسف کو کہا کہ اس بات کو جانے دو، اور زلیخا سے کہا کہ میں نے تجھے معاف کیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ يُوْسُفُ اَعْرِضْ

عَنْ هٰذَا (سکتہ) اور زلیخا کو کہا۔ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِكِ ۔ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِيْنَ ۔ اے یوسف جانے دو اس بات کو اور اپنی عورت سے کہا یعنی زلیخا کو کہا کہ تو بخشوا اپنے گناہ ۔ یقین ہے تو ہی گنہگار تھی۔ کہتے ہیں اس وقت یہ باتیں ہوئی تھیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وہاں حاضر تھے جو کہتے تھے یوسف علیہ السلام عزیز مصر کو قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ۔ (ترجمہ) حضرت یوسف بولے کہ اس نے خواہش کی مجھ سے اور میں اپنے دل کو قابو میں کیئے ہوئے تھا۔ اسوقت حضرت جبرائیلؑ بولے کہ اے حضرت یوسف کیوں اس کا پردہ فاش کرتے ہو، حالانکہ اس نے تمہاری محبت کا سچا دعویٰ کیا ہے عقلمند اور بزرگوں کا یہ مشورہ نہیں ہوا کرتا کہ وہ اپنے محب کا عقدہ کھولے پھر حضرت یوسف بولے یا الٰہی تو نے ناحق مجھے عزیز مصر کے سپرد کیا کہ یہ مجھ کو بے گناہ عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا۔ اے حضرت یوسف تم نہیں جانتے کہ دوست کی دوستی میں مصیبت اُٹھانا ہوتی ہے۔ اور محققوں نے یوں بھی لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو منع فرمایا تھا کہ حضرت یوسف زلیخا کا عیب ظاہر نہ کریں اگرچہ زلیخا اسوقت کافرہ ہی تھی۔ لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ یوسف زلیخا کی پردہ دری کریں کیونکہ خداوند قدوس کی صفتوں میں سے ایک صفت ستار العیوب بھی ہے اور دوسری صفت غافر الذنوب ہے اس لئے عیب کی پردہ پوشی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کو پسند نہیں ہے تم کو رنج و غم دینا۔ یعنی اگر کوئی شخص جفا کرے تو میں اس کے عوض میں بھی وفا کرتا ہوں۔ بعض محققوں نے کہا ہے کہ حضرت یوسف نے عزیز مصر کے ساتھ بات کرتے وقت اپنے جی میں کہا کہ میری بات عزیز مصر کو باور نہیں ہوتی اور مجھ کو سچا نہیں جانتا حالانکہ اس نے مجھ سے کبھی جھوٹ بات نہیں سُنی اور نہ مجھ سے کبھی خیانت پائی ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اے حضرت یوسف یہ چیز تم نہیں جانتے کہ قول بے وفا کا کوئی بھی نہیں جانتا۔ حضرت یوسف نے متفکر ہو کر اپنے جی میں کہا کہ اب کیا کروں، حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ جوانمردی اس چھ مہینے کے لڑکے سے سیکھ لو اس نے جو گواہی دی ساتھ دلیل کے وہ تمہارا جیسا نہیں کہ بے تامل کہہ بیٹھے کہ گناہ زلیخا نے کیا ہے۔ لیکن لڑکے نے یہ ظاہر نہ کیا اور گواہی دے دی۔ اور خدا کو بھی یہ کب منظور ہے کہ بندہ مومن کا عیب ظاہر ہو اور تمام مخلوق کے سامنے رسوا ہووے اگرچہ اس سے گناہ ہی کیوں نہ صادر ہوا ہو۔ تب بھی اپنے حکم سے پردہ پوشی کیا چاہیے۔ اس بات میں بعضوں نے اختلاف بھی کیا ہے کہ کسی نے تین مہینے اور کسی نے سات مہینے بعد اس کے یہ ظاہر ہوا کہ یہ بات خلق اللہ کے کان میں پہونچی۔ کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت یوسف کی زبان سے پانچ عورتوں نے سنی تھی جو کہ زلیخا کی خاص ہمراز تھیں وہ سب کی سب زلیخا کو ملامت کرنے لگیں۔ ایک تو ان میں ساقی ملکہ تھی اور دوسری باورچن اور تیسری عورت خوان بردار اور چوتھی بلانے والی اور پانچویں حجامنی تھی۔ یہ سب ملکہ زلیخا کو ملامت کرنے لگیں ایک روز زلیخا نے دعوت طعام دیکر ان سب کو بیک وقت بلایا ایک جگہ مجلس کی مقرر کی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ

(ترجمہ) جب سُنا تو قریب بُلوایا ان کو اور تیار کی ان کے واسطے ایک مجلس اور دی ان کو ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھُری
اور ایک لیموں اور ادھر حضرت یوسف سے بولی کہ اب نکلو ان کے سامنے سے اور ہر ایک کے واسطے جدا جدا تخت
رکھ دیا تھا چنانچہ سب عورتیں اپنے اپنے تخت پر آ بیٹھیں اور ہر ایک کے آگے ایک طباق زرین شیریں میووں سے
بھر کر اور کھانے نمکین اور میٹھے لاکر رکھے گئے اور ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک ایک ترنج اور چھری کاٹنے کو دیدی گئی
اسکے بعد حضرت یوسف کو زربفت کے کپڑے سے اور کمر بند مکلل زر و یاقوت سے سجا کر اس مجلس میں لاکر بٹھایا گیا جب
عورتوں نے ایکبارگی ان کی طرف نظر کی سب کی سب بیہوش ہو کر گر پڑیں اور بجائے لیموں تراشنے کے اپنی اپنی اُنگلیاں
کاٹ لیں اور حضرت یوسف کی صورت و شکل پر سب کی سب عاشق ہو گئیں۔ اور جب مجلس برخاست ہوئی
تو بعد اسکے وہ عورتیں اپنے اپنے ہوش میں آئیں اور ہر عورت نے اپنے اپنے ہاتھوں کی اُنگلیاں کٹی ہوئی دیکھیں اور
اپنے کپڑے بھی خون سے آلودہ دیکھے تو یہ کیفیت دیکھکر بعض ان میں سے کہنے لگیں کہ حضرت یوسف تو بشر نہیں ہیں کوئی
فرشتہ معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ
مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ (ترجمہ) پھر جب دیکھا حضرت یوسف کو تو دہشت میں آ گئیں اور کاٹ
ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ شخص تو آدمی نہیں معلوم ہوتا شاید یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ یہ دیکھکر زلیخا بولی
کہ یہ وہی شخص ہے جسکے لئے تم مجھے طعن اور ملامت کرتی ہو۔ وہ عورتیں کہنے لگیں کہ اے زلیخا ہم پر ملامت ہے تجھ پر
نہیں بلکہ تجھ پر تو رحمت ہو کہ تو نے ایسا معشوق پایا۔ اور پھر وہی عورتیں کہنے لگیں کہ تو نے ہمیشہ اپنے گھر میں رکھا اور تو اسکو
فریب نہ دے سکی۔ اس کے جواب میں زلیخا نے کہا۔ میں نے بہت کوشش کی اور ابھی تک کر رہی ہوں، لیکن وہ شخص
میرے ہاتھ نہیں آتا۔ اور اس معاملہ میں وہ میرا کہنا قطعاً نہیں سُنتا بمصداق اس آیت مذکورہ کے قولہٗ تعالیٰ وَلَقَدْ
رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (ترجمہ)
اور میں نے اس سے چاہا کہ جی بھر لوں مگر وہ اپنی جگہ اپنے ارادہ پر برابر قائم رہا اور اگر اب بھی نہ کرے گا جو میں کہتی
ہوں تو البتہ قید خانہ میں پڑے گا اور ہو گا وہ بڑا بے عزت عورتوں نے زلیخا کو صلاح دی کہ دوسری مرتبہ پھر یوسف
کو بلا کہ ہم اسکو ملامت اور نصیحت کریں ممکن ہے کہ تیرے کام میں آسانی ہو۔ حالانکہ ان عورتوں کی غرض یہ تھی کہ اس حیلے
سے پھر یوسف کو دیکھیں۔ چنانچہ زلیخا نے پھر یوسف کو بلایا اور سب کے سامنے بٹھا کر ان عورتوں نے حضرت یوسف سے
کہا کہ اے صاحب آپ کس واسطے اس بیچاری سیدہ پر بے رحم ہیں اس کے ساتھ کیوں نہیں شوق فرماتے اور ہم لوگ
یہ ڈرتے ہیں کہ آپ بلاوجہ اس کے عتاب میں آکر قید خانہ میں پڑیں۔ اس بات کو سُنکر حضرت یوسف نے کہا کہ میں یہ
بہتر سمجھتا ہوں کہ میں قید خانہ میں پڑوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ
اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (ترجمہ) حضرت یوسف بولے کہ اے رب

مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے جس طرف یہ مجھ کو بلاتی ہے اور اگر تو نہ دفع کریگا مجھ سے ان کا فریب تو شاید میں کبھی مائل نہ ہو جاؤں ان کی طرف اور میں ہو جاؤں بے عقل یہاں پر ایک اعتراض ہے کہ مصر کی عورتوں نے جمال یوسف کا دیکھکر بے ہوش ہو کر لیموں تراشنے کے عوض اُنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے لیکن زلیخا باوجود عاشق ہونے کے اس کا کوئی ہاتھ نہ کٹا یہ کیا ماجرا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جس شخص کا کسی چیز میں دل لگا ہو اور ہمیشہ اسے دیکھتا ہو تو اسے کچھ خوف وخطر نہیں رہتا اور جس شخص نے کہ وہ چیز نہ دیکھی ہو تو اس پر دہشت ہوتی ہے۔ چونکہ یوسف پر زلیخا عاشق تھی اور انکے واسطے بہت محنت اُٹھاتی تھی اور ان کے ساتھ مدتوں رہی تھی اس لئے زلیخا اپنے حال پر برقرار تھی اور ان عورتوں نے اس سے قبل یوسف کو نہ دیکھا تھا۔ اس لئے صورت ان کی اچانک دیکھکر بے ہوش ہو کر لیموں تراشنے میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے کیونکہ ان عورتوں نے ایسا خوبصورت صاحب جمال شخص کبھی دیکھا نہ تھا۔ اور بعضوں کے اشارے سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو عند الموت فرشتوں کے ہاتھ سے تکلیف دلوا دے گا اور پھر ملک الموت سے بھی ڈراوے گا اور قبر کے اندر منکر نکیر سوال وجواب کریں گے اور قیامت کے دن دوزخ کو بھی دکھا دے گا لیکن مومن ان سے نہیں ڈرے گا جب مومن ایک بار دیکھے گا تو جان لے گا کیونکہ اسی لئے ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج میں تمام احوال عالم ارواح اور بہشت اور دوزخ کو دکھایا تاکہ وہ احوال قیامت کا دیکھکر حشر کے دن قلب ان کا دوسری طرف مائل ومشغول نہ ہو اور اپنی اُمت کی شفاعت کرنے سے باز نہ رہیں اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ مصر کی عورتوں نے یوسف کو دیکھتے ہی عاشق ہو کر لیموں تراشنے میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یہ دیکھ کر آتش غیرت نے گریبان عشق سے زلیخا کے سر مارا وہ مانند مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگیں اور رو رو کر کہنے لگیں کہ میں نے ہے ہے کیا بُرا کام کیا۔ صد افسوس ہے کہ بیوقوفی سے میں معشوق کے لئے بیچ دریائے رنج وبلا کے غوطے کھاتی ہوں کہ ہنوز کشتی مُراد کنارے میں مقصود کے نہ پہونچی اور غیروں کو یہ متاع دکھانا محض بے خبری ہے اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہ ہوگا۔ اور اب میری صلاح یہ ہے کہ یوسف کو ان سے چھپایا جائے اور بہتر یہی ہے کہ ان کو جیل خانے میں بھیجدیا جائے۔ یہ سب حقیقتیں جب عزیز مصر کو معلوم ہوئیں کہ مصر کے لوگ اس وقوع ماجرے سے آگاہ ہوئے۔ تب نادم ہو کر باتفاق زلیخا کے حضرت یوسف کو قید خانے میں بھیجا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۃ
(ترجمہ) پھر یہ سوجھا لوگوں کو ان نشانیوں کے دیکھنے پر کہ قید رکھیں اس کو ایک مدت تک فائدہ اگرچہ نشان سب دیکھ چکے کہ گناہ سب عورت کا ہے تو بھی ان کو ہی قید کیا تاکہ خلق میں بدنامی عورت کی نہ ہو اور یوسف بھی زلیخا کی نظر سے دور رہے۔ پھر حضرت یوسف کو تاج مکلل سر پر رکھ کر اور لباس فاخرہ پہنا کر کمر بند زری کا کمر میں باندھکر بہت اچھا سجا کر قید خانے میں بھیجا۔ قید خانے کے نگہبان ونگراں لوگوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو بڑا تعجب کیا اور پھر زلیخا کے پاس آدمی بھیجا کہ قیدی کو اس قدر شان وشوکت سے قید خانے میں نہ بھیجا جائے۔ حکم ہوا کہ سب پوشاک اس کے بدن سے اُتروا ڈالیں اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ یوسف قیدی نہیں ہیں بلکہ حصاری ہیں۔ اور ہم نے اس لئے وہاں بھیجا ہے کہ کوئی اس کو نہ دیکھے اور لوگوں کی

نظروں سے محفوظ رہے۔ اس اشارے سے ایک اور فائدہ محققوں نے لکھا ہے کہ ہر مومن کو موت کے وقت عمامہ شہادت
کا سر پر اور لباس معرفت کا بدن پر اور کمر بند خدمت کا کمر میں اور موزہ اسلام کا پاؤں میں پہنایا جائیگا پھر فرشتے کہیں گے
کہ یا حق تعالیٰ اس کی اس لباس عمدہ اور خصائل حمیدہ کے ساتھ کیونکر جان قبض کی جائے گی۔ اگر حکم ہو تو سب اتار لیویں
تب حکم ہوگا کہ یہ حصاری ہے زندانی نہیں ہے اور لباس اس کا ویسا ہی رہنے دو اور تم جان لو کہ وہ میرے نیک بندے
ہیں بد نہیں ہیں۔ اور اس قصے میں آیا ہے کہ زلیخا نے حکم کیا تھا اس بندی خانے کو اچھی طرح سے پاک وصاف اور درست
کرکے ایک عمارت عالی شان پُر تکلف بنا کر اور اس میں ایک تخت جڑاؤ مرصع کار وہاں رکھوا دو اور دیبائے نفیس
اس پر بچھوا دو اور عنبر و عود گوناگوں خوشبو کیلئے جلا دو پھر اس کے بعد حضرت یوسف کو اس تخت پر بٹھا دو۔ اس
زمانے میں بادشاہ مصر کا ملک ریّان تھا۔ اس کے دو غلام عقل مند صاحب ہوش تھے اور کسی خطا میں بادشاہ نے
ان کو قید خانے میں بھیجا تھا۔ دونوں کے نام یہ تھے ایک کا نام ساقی اور دوسرے کا نام طباخ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ؕ (ترجمہ) اور داخل ہوئے اس کے ساتھ بندی خانے میں دو نوجوان۔ تو وہ دونوں
یوسف کا حال دیکھ کر ان کے جمال پر متحیر ہوگئے اور سیرت اور عبادت انکی دیکھ کر ان کے پاس جا بیٹھے اور باتیں کرنے
لگے اور ہر ایک ان میں سے اپنے اپنے قصے بیان کرنے لگے اور جب تین دن گزرے تو ساقی نے خواب میں دیکھا کہ
خوشہ انگور کا نچوڑتے ہیں۔ اور طباخ نے دیکھا تھا کہ روٹی سر پر اس کے رکھی ہے اور پرند سب ہوا پر سے آکے لیکے
کھاتے ہیں۔ دوسرے دن اس خواب کو آپس میں قیل و قال کرنے لگے۔ تعبیر اس خواب کی یوسف سے پوچھنا چاہیئے
دیکھیں وہ اس خواب کی کیا تعبیر بتاتے ہیں۔ یہ خیال کرکے وہ دونوں حضرت یوسف کے پاس گئے اور حضرت
یوسف سے کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے رات خواب دیکھے ہیں اور ہم لوگ اسوجہ سے آپکے پاس آئے ہیں کہ آپ
ہم کو اس خواب کی تعبیر بتائیں کہ کیا ہے۔ حضرت یوسف نے ان کے خواب سُنے اور سُننے کے بعد ان سے فرمایا کہ
تم دونوں صاحب ذرا ٹھہرو تب میں اس کی تعبیر بتاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ
اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا
مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ؁ (ترجمہ) کہنے لگا
ایک ان میں کا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں نچوڑتا ہوں شراب۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اٹھا رہا ہوں
اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اس میں سے۔ لہٰذا آپ ہم دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتائیں۔ کیونکہ ہم آپ کو
نیکی والا دیکھتے ہیں۔ حضرت یوسف نے کہا کہ نہ آنے پاوے گا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر میں بتا چکونگا تم کو
تعبیر اس کے آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ سکھایا مجھ کو میرے رب نے اور میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ یقین نہیں رکھتے

اللہ تعالیٰ پر اور آخرت سے بھی وہ منکر ہیں یعنی جس نے شراب دیکھی تھی وہ بادشاہ کا شراب ساز تھا اور دوسرا نان پُز تھا۔ لیکن خلاف عادت دیکھا کہ سر پر سے جانور نوچتے ہیں۔ زہر کی تہمت میں دونوں قیدی تھے۔ آخر نان پُز پر ثابت ہوا۔ فائدہ۔ دوسری قید میں حق تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی تھی کہ ان کا دل کافروں کی محبت سے ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا اور چاہا کہ اول انکو دین کی بات سُنا دوں اور اس کے بعد خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف نے جب ان دونوں جوانوں کو دیکھا کہ بہت دانا اور عقلمند ہیں تو اُنہوں نے یہ چاہا کہ اوّل ان کو اسلام کی دعوت دوں اور اسی لئے ان کے خواب کی تعبیر میں تامّل کیا اور ان سے آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ چیز جو تم مجھ سے پوچھ رہے ہو وہ خدا ہی نے مجھے سکھائی ہے۔ اس بات پر وہ دونوں بولے کہ مجھے بتاؤ کہ تمہارا خدا کون ہے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام بولے کہ خدا میرا وہی ہے جو سارے جہان کا پیدا کرنے والا ہے وہی ہر شخص کو روزی دیتا اور وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ پھر وہ دونوں بولے کہ آپ ہم کو بتائیں کہ آپ کا کون سا دین ہے۔ جو تم ہمارے بتوں سے بیزار ہو۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں موافق ہوں اپنے باپ دادا کی راہ کے۔ پھر وہ بولے تمہارے باپ دادا کون ہیں۔ تو حضرت یوسف نے فرمایا کہ میرا باپ حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور پکڑا دین میں نے اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کا اور ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ شکر نہیں کرتے ہمارا اس دین پر رہنا سب خلق پر افضل ہے اور ہم سے راہ سیکھیں۔ وہ بولے کہ ہم کس چیز کو پوجتے ہیں۔ حضرت یوسف نے کہا کہ تم ایسی چیز کو پوجتے ہو جو خدائی کے لائق نہیں۔ اُنہوں نے اس بات کو سُنکر کہا کہ تم پیغمبر زادے کہلاتے ہو اور تم غلام کس طرح ہوئے۔ تو پھر حضرت یوسف نے ان دونوں سے کہا کہ میرے بھائیوں نے مجھ سے حسد کر کے مجھے بیچ ڈالا ہے اور بالتفصیل ان کو اپنا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سُنکر ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہم کو کیا فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے دین پر ثابت رہیں یا اپنے دین سے پھر جاویں۔ حضرت یوسف نے ان لوگوں سے کہا کہ پہلے تم لوگ اپنے دل میں تصور کر کے دیکھو کہ کس کا دین بہتر ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (ترجمہ) اے رفیقو بندی خانے کے بھلا سوچو تو کہ کئی معبود جُدا جُدا بہتر ہیں یا ایک اللہ بہتر ہے۔ پس حضرت یوسف نے فرمایا۔ کہ اے دوستو! بندی خانے کے تمہارے ساتھ ہم کو یہاں رہنے کا اتفاق ہوا بھلا دیکھو تو تمہارے کتنے خدا ہیں اور تم اپنے ہاتھوں سے بتوں کو بنا کر پوجتے ہو اور انہیں کو خدا بھی کہتے ہو ان سے نہ کچھ نفع ہو سکتا ہے اور نہ ضرر، ان بتوں کو جو تم اپنے ہاتھوں سے بنا لیتے ہو پوجنا

تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا بالکل ہی عبث ہے اور پوجنا سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو روا نہیں ہے اور وہ واحد مطلق ہے۔ بمصداق اس آیت کریمہ کے ارشاد ربانی ہے مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) تم نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے مگر نام ہی رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اور نہیں اُتاری اللہ نے ان کی کوئی سند حکومت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی اس نے فرمایا کہ نہ پوجو مگر اسی کو یہی ہے راہ سیدھی ولیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ تب وہ دونوں قیدی حضرت یوسف کے دین پر ایمان لائے اور پھر بولے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہ ہم اپنے دین کو چھوڑ کر تمہارے آباؤ اجداد کے دین پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے ہیں اب تو ہمارے خواب کی تعبیر بیان کر دیجئے۔ تب حضرت یوسف نے فرمایا کہ اے رفیقو! بندی خانے کے تم دونوں میں سے ایک نے جو دیکھا ہے شراب بھرنے خواب میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ کل بادشاہ اس کو قید خانے سے خلاص کریگا اور خوش بھی کریگا خلعت دیکر اور وہ اپنے خداوند کو بھی پلائے گا شراب۔ اور دوسرے نے جو دیکھا ہے کہ سر پر اپنے روٹی رکھی ہے اور اُڑتے جانور اسکو کھا جاتے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کل وہ سولی پر چڑھے گا اور اُڑتے جانور اس کے مغز کو کھا جاویں گے بمصداق اس آیت شریفہ کے۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ (ترجمہ) اے رفیقو! بندی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں میں سے سو پلاوے گا اپنے خداوند کو شراب اور دوسرا جو ہے سو وہ سولی پر چڑھے گا پھر کھاویں گے جانور اس کے سر سے مغز کو۔ اب فیصل ہو گیا وہ کام جسکی تم تحقیق چاہتے تھے اور حضرت یوسف نے کہہ دیا تھا جسکو خواب کی تعبیر کہی تھی کہ کل قید سے خلاصی پاؤ گے اور اپنے خداوند کو شراب پلاؤ گے اور ہماری بات بھی تم اپنے بادشاہ سے کہنا کہ ایک نوجوان بے گناہ قید میں پڑا ہے۔ پس اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا اور بیزار ہوا کہ ہم کو بھول کر یوسف نے غیر سے نجات مانگی۔ تب ساقی کے ذہن سے اس بات کو بھلا دیا کہ یوسف کی بات اپنے بادشاہ سے کہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور کہہ دیا حضرت یوسف نے اس کو جو کہ بچے گا ان دو تو میں سے میرا ذکر کرنا اپنے خداوند کے پاس سو بھلا دیا شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند سے پھر رہ گیا یوسف قید میں کئی برس اکثر مورخ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف اس قید میں تقریباً سات برس رہے۔ مروی ہے کہ جبرائیل نے کئی دفعہ قید خانے میں آکر دیکھا حضرت یوسف کو عبادت کرتے اور دعا مانگتے تب ان سے کہا کہ اے حضرت یوسف تم نے کیوں نہیں نجات مانگی تھی اللہ تعالیٰ سے اس سے پہلے اور تم نے مخلوق سے اپنی نجات چاہی کہ میرا ذکر کرنا اپنے بادشاہ سے اور

یہ اوپر گزر چکا ہے اب اس کے بدلے سات برس تک قید خانے میں رہو گے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ میرا خدا
جس میں راضی ہے اسی پر میں بھی شاکر ہوں اور بولے اے حضرت آپ تو سب مخلوق سے پاک تر ہیں اور آپ
کیونکر اس قید خانے کثیف میں تشریف لائے۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ تمہارے آنے کے باعث اللہ تعالیٰ
نے اس گھر کو پاک صاف کیا۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا اے حضرت جبرائیل کس گناہ سے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے
اس قید خانے میں ڈالا اور اپنی شفقت اور رحمت سے اس ذلت و خرابی میں رکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام
نے فرمایا کہ تم نے شوق سے ذلت کو اختیار کیا ہے اور اپنے کام کو خدا کے توکل پر نہ چھوڑا حالانکہ وہی قاضی الحاجات
ہے جو اس سے مانگو گے سو پاؤ گے اور در حقیقت تم نے قید ہی مانگی تھی وہی تم کو مل گئی۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ
رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ
الْجٰهِلِیْنَ ۚ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۚ (ترجمہ) بولے یوسف
اے رب ہمارے مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے کہ مجھ کو بلاتی ہیں طرف اسکے اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ان کا
فریب تو شائد میں مائل ہو جاؤں انکی طرف اور ہو جاؤں میں بے عقل۔ یہ دعا اس کے رب نے قبول کر لی پھر دفع
کیا ان سے ان کا فریب وہی ہے سننے والا خبردار۔ پس ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مانگنے سے قید میں پڑے لیکن اللہ
تعالیٰ نے ان کا فریب جو وہ حضرت یوسف پر چلانا چاہتی تھی چل نہ سکا اور حضرت یوسف کی دعا کو اللہ رب العزت
نے قبول فرمایا اور انکا فریب حضرت یوسف سے دفع کر دیا اور قید ہونا ان کی قسمت میں تھا وہی ہوا۔ یہاں سے
یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمی کو گھبرا کر اپنے حق میں بُرائی نہ مانگنی چاہیئے بلکہ اس کو لازم ہے کہ ہر وقت بھلائی
طلب کرتا رہے۔ پھر حضرت جبرائیل سے حضرت یوسف نے پوچھا اے جبرائیل هَلْ عِنْدَكَ خَبَرُ وَالِدِیْ
اے جبرائیل میرے والد بزرگوار کی خبر تم کو کچھ معلوم ہے۔ حضرت جبرائیل نے کہا۔ دَخَلَ بَیْتَ الْاَحْزَانِ
وَهُوَ كَظِیْمٌ وَعَمِیَ کہا جبرائیلؑ نے وہ اپنے گھر میں بیٹھے غم کرتے ہیں اور روتے روتے انکی آنکھیں بھی
جاتی رہی ہیں اور مشغلہ ان کا رات دن عبادت کرنا ہے۔ اسکے علاوہ وہ دوسرا کوئی کام نہیں کرتے۔ پھر پوچھا
کہ میرے باپ کو حق تعالیٰ نے اس میں کیوں مبتلا کیا ہے۔ کہا کہ تمہاری محبت نے ایسا کیا ہے اور یہ چیز خدا کو پسند
نہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے یاری و مدد طلب کرے۔ حضرت یوسف نے یہ سُنکر کہا کہ اسقدر رنج اُٹھاتے ہیں
آخر ان کو کچھ فلاح ہوگی یا نہیں، تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ان کو ہر روز ایک شہید کا درجہ ملے گا یہ سُنکر حضرت
یوسف نے کہا کہ پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت یوسف جب تعبیر خواب کی ان دونوں
نوجوانوں کو بتا دی اس کے ایک دن بعد ملک ریّان نے ان دونوں نوجوانوں کو قید سے خلاص کیا تو ساقی کو قید
سے نوازش فرمائی اور خلعت بخشا اور باورچی کو سولی پر چڑھا دیا۔ تمام جانوروں نے آکر اس کا مغز گوشت اور آنکھیں

اس کی کھالیں اور ساقی کے دل سے وہ بات جو حضرت یوسف نے کہی تھی شیطان نے بھلادی اور وہ بات حضرت یوسف کی اپنے بادشاہ سے نہ کہہ سکا اس لئے حضرت یوسف قید خانے میں تقریباً سات برس تک رہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت یوسف قید خانے میں نو برس تک رہے اسی قید بند کی حالت میں بھی شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور ہر وقت درس دیتے رہتے تھے اور ادھر زلیخا ان کے لئے غم و اندوہ میں رات دن پیچ و تاب کھاتی رہتی اور وہ پانچ عورتیں جو حضرت یوسف پر عاشق تھیں وہ حضرت یوسف کے لئے دونوں وقت کھانا قید خانے میں پہونچایا کرتی تھیں۔ حضرت یوسف اس کھانے میں سے کچھ تو کھالیتے اور جو باقی بچتا وہ قید خانے کے قیدیوں کو دے دیتے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک شب ملک ریان نے خواب میں دیکھا کہ سات گائیں فربہ موٹی ان کو سات گائیں دُبلی کھا گئیں، پھر اس کے ساتھ ہی سات بالیاں غلّے کی ہری تازی دیکھیں کہ انکو سات بالیاں سوکھی آکر کھا گئیں۔ صبح کو بادشاہ بہت ہی متحیّر ہوا اور اپنے ملک کے تمام نجومیوں کو طلب کرلیا۔ جب تمام نجومی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوگئے تو بادشاہ نے بہت زیادہ متحیّر ہو کر اپنے خواب کا پورا ماجرا ان نجومیوں کے سامنے پیش کردیا اور تمام نجومی اس خواب کی تعبیر بتلانے سے حیران ہوگئے۔ آخر کار کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ تو اُڑتے اچنبھے کا خواب ہے، اور ہم لوگ اس خواب کی تعبیر بتا نہیں سکتے۔ اس بات کو سُنکر بادشاہ اور بھی حیران ہوگیا کہ آخر اس خواب کی تعبیر کون بتائے گا، ہم کس سے پوچھیں؟ وہی ساقی غلام جو دو نوجوانوں میں ایک بچا تھا وہ بادشاہ کے پاس اسوقت حاضر تھا۔ اس وقت اس کو وہ بات جو حضرت یوسف نے اس کے خواب کی تعبیر بتانے کے وقت کہی تھی وہ اتنی مدت کے بعد اسکو یاد آگئی پھر اس نے اس وقت اپنے بادشاہ سے کہا کہ اس خواب کی تعبیر ایک شخص بتا سکتا ہے اس نے بادشاہ سے کہا کہ ایک دن ہم دونوں نے خواب دیکھا کہ میں تو جامِ شراب کا بھرتا ہوں خم سے پیالے میں اور باورچی نے دیکھا تھا سر پر اپنے روٹی کا خوان اور اُڑتے جانور آکر اسے کھاتے ہیں۔ چنانچہ بیان اس کا اوپر گذر چکا ہے۔ بادشاہ سلامت یوسف نام ایک شخص ہے اس کے پاس ہم نے یہ بیان کیا۔ چنانچہ اس نے خواب کی جو تعبیر کہی تھی تو وہ ہاتھوں ہاتھ بالکل سچ پائی اگر حکم عالی ہو تو اسے بلاویں۔ وہ خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا اس خواب کی تعبیر معلوم کی جائے۔ ساقی نے حضرت یوسف کے پاس جاکر بہت عذر خواہی کی کہ میں آپ کی بات بادشاہ کو کہنا بھول گیا تھا۔ یہ سُنکر حضرت یوسف نے اس ساقی سے کہا کہ یہ بھول چوک ہونا تمہارا ہمارے لئے باعث گردش تھی اور میری تقدیر میں ابھی قید خانے میں رہنا تھا اس نے کہا کہ بعد مدت کے تمہاری مجھ کو یاد آئی۔ حضرت جی بزرگیاں آپ کی میں نے اپنے بادشاہ سے بیان کیں تو بادشاہ نے خوش ہو کر مجھ کو تمہارے پاس بھیجا اور کہا ہے کہ اس خواب کی تعبیر معلوم کر لیجئے

قولہ تعالیٰ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ وَأُخَرَ

یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ۝ (ترجمہ) اور کہا بادشاہ نے میں نے خواب دیکھا سات گائیں موٹی کو سات گائیں کھاتی ہیں دُبلی اور اسی طرح دیکھا کہ سات بالی ہری تازی کو سات بالیں سوکھی کھاتی ہیں اے میرے درباریو! اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر ہو تم تعبیر بتانے والے وہ کہنے لگے کہ یہ تو اُڑتے ہوئے خواب ہیں ہم لوگوں کو ان خوابوں کی تعبیر نہیں معلوم ہے۔ پھر یہ سُنکر حضرت یوسف نے اس آنے والے ساقی سے کہا کہ میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتادوں گا وہ تم اپنے بادشاہ سے جاکر کہہ دینا اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس ملک میں سات برس تک ارزانی رہے گی اور کھیتی خوب ہوگی، پھر اس کے بعد بڑا زبردست قحط ہوگا اور زراعت بہت ہی کم ہوگی اور لوگ شدید تکالیف میں مبتلا ہوں گے اور دکھ اذیت اُٹھائیں گے۔ سارے لوگ جو بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے یہ سُنکر حیرت میں آگئے۔ پس ملک ریّان نے کہا کہ پھر اس کی کیا تدبیر کرنی چاہیئے اے ساقی تم بتاؤ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ اس شخص کے پاس پھر جاؤ اور اس سے پھر اچھی طرح سے پوچھ آؤ۔ بادشاہ کے کہنے سے ساقی پھر حضرت یوسف کے پاس گیا اور جاکر پوچھا۔ قولہٗ تعالیٰ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) ساقی نے جاکر کہا کہ اے یوسف سچی بات مجھ کو بتادو اس خواب کی کہ سات گائیں موٹی کو سات گائیں دُبلی کھاتی ہیں اور سات بالی ہری تازہ کو سات بالی سوکھی کھاتی ہیں۔ یہ بات سُنکر ساقی نے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تم کو لوگوں کے پاس لے چلیں تاکہ تمہاری ان کو قدر معلوم ہو، لیکن حضرت یوسف نے اس بات کی کوئی پروانہ کی اور اس ساقی سے فرمادیا کہ جاکر کہہ دو کہ سات برس کھیتی کروگے خوب غلّہ ہوگا پھر اسکے بعد سات برس تک اس ملک میں قحط رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ۝ (ترجمہ) کہا یوسف نے تم کھیتی کروگے سات برس محنت سے پس جو کچھ کاٹو تم پس چھوڑ دو اس کو بیچ بالوں اسکی کے مگر تھوڑا سا جس میں سے جو کھاؤ تم پھر آویں گے اس کے پیچھے سات برس سختی کے پھر کھاؤ گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھوگے، پھر آئے گا اس کے پیچھے ایک برس اس میں بارش پاویں گے لوگ اور اس خوشی میں وہ شرابیں بنائیں گے اور یہ بھی حضرت یوسف نے کہا کہ سات برس کا غلّہ رکھنا ذخیرہ جمع کرکے اور بہتر یہ ہے کہ ذخیرہ بالیوں میں ہی لگا رہنے دینا تاکہ زمین میں گل نہ جائے اور کیڑا نہ لگے سات برس تک کیونکہ وہ قحط پورے سات برس تک رہیگا۔ پس ساقی نے جو جو تعبیر سُنی حضرت یوسف علیہ السلام سے وہ سب اپنے بادشاہ ملک ریّان کو جاکر سُنادی

اور باقی جو لوگ وہاں مصری باشندے موجود تھے سب کے سب یہ تعبیر خواب سُن کر حیرت میں آگئے اور اس بات کی بادشاہ نے بھی تصدیق کردی اور بادشاہ نے کہا کہ یہ شخص تو بڑا ہی عقلمند اور دانا ہے اور قابلِ وزارت ہے اس کے بعد اسی ساقی سے پوچھا کہ وہ شخص کیسا ہے اور اطوار اسکے کیسے ہیں۔ ساقی بولا وہ عقلمند صالح ہے اور اسکی بہت سی صفتیں بیان سے باہر ہیں۔ عزیز مصر نے اس کو مالک ابن زغر سوداگر سے مول لیکر بطور غلام کے اپنے گھر رکھا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اسکو قید میں کیوں رکھا ہے۔ ساقی بولا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں کسی کا غلام نہیں ہوں میرے بھائیوں نے مجھے حسد اور دشمنی سے بے گناہ مالک ابن زغر سوداگر کے پاس لاکر بیچ ڈالا ہے۔ یہ حال ساقی نے جب بادشاہ سے بیان کیا تو بادشاہ نے یہ حال سُنکر بہت افسوس کیا اور قید خانے کے امین اور داروغہ کو بُلاکر پوچھا کہ یوسف جو تمہارے قید خانے میں ہے وہ کیسا آدمی ہے اور عادت وخصلت اس کی کیسی ہے۔ کیا تم لوگ اس کی عادت وغیرہ سے واقفیت رکھتے ہو اور اگر رکھتے ہو تو صاف صاف بتاؤ۔ تب اُنہوں نے کہا کہ وہ ایسا نوجوان آدمی ہے کہ اس جیسا خوبصورت آجتک پیدا نہیں ہوا بلکہ ہمارے باپ دادا نے بھی کبھی دیکھا بھی نہیں، وہ تو مثل ماہِ شب چہاردہم کے شب و روز دعا و تسبیح وتہلیل وعبادت میں مشغول رہتا ہے اور تمام قید خانے والوں کو درس وتدریس دیتا ہے اور ہر شخص کی غمخواری کرتا ہے اور جتنی چیزیں اسکے کھانے کے لئے آتی ہیں وہ سب کی سب محتاج اور فقیروں کو دے ڈالتا ہے اور وہ بہت تھوڑا کھاتا ہے اور وہ شخص کسی کو ایذا و تکلیف بھی نہیں پہونچاتا اور وہ پیغمبر زادہ کہلاتا ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بتاؤ اسکو کھانا پینا کون دیتا ہے اور وہ کھانا کہاں سے آتا ہے وہ بولے کبھی کبھی تو زلیخا اور کبھی مصر کی فلانی پانچ عورتیں محبت مخفی رکھتے ہوئے بھیجدیتی ہیں لیکن وہ جوان کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور نہ اسکو صحیح طور پر کھاتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو دے دیتا ہے اور بعض دفعہ تو دیکھا گیا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کھاتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عزیز مصر نے اس بے گناہ کو عورت کی تہمت کی پاداش میں اس جوان کو قید میں ڈال رکھا ہے۔ پھر یہ سُن کر بادشاہ نے کہا کہ اچھا اب عزیز مصر کو بُلاؤ۔ جب عزیز مصر بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو اس سے بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے اس صالح نیک مرد کو کس واسطے قید خانے میں ڈالا ہے۔ تم ناحق مردِ خدا کو اذیت دیتے ہو، اور تم مجھے بتاؤ کہ اسکو تم کہاں سے لائے ہو۔ عزیز مصر نے باادب عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہوگا کہ میں نے اس مردِ خدا کو مالک بن زغر سوداگر سے خریدا ہے اور اس کو تو میں نے اپنا بیٹا بنا کر رکھا تھا اور اپنے سارے گھر کا مالک و مختار بنا رکھا تھا اور میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ میری خیانت کرے گا اور میرے گھر میں بدنظر رکھے گا اس لئے میں نے اس بارے میں پکڑ کر اسے قید کر رکھا ہے۔ یہ ساری کیفیت بادشاہ سُن چکا تو بادشاہ نے اسی ساقی سے کہا کہ تم عزت واکرام کے ساتھ یوسف کو گھوڑے پر سوار کر کے میرے پاس لاؤ۔ تب بادشاہ کے کہنے سے ساقی نے حضرت یوسف کے پاس جاکر وہ تمام باتیں بیان کردیں جو بادشاہ اور عزیز مصر کے درمیان ہوئی تھیں۔ یہ باتیں حضرت یوسف نے سُن کر ساقی سے کہا کہ تم بادشاہ کے پاس جاکر بولو کہ بے رضا عزیز مصر کے میں نہیں آسکتا ہوں مجھے اس کی رضا ضروری چاہئے اور ان عورتوں سے یہ پوچھنا چاہئے کہ جنہوں نے مجھے دیکھکر بیہوش

ہو کر لیموں تراشنے میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے کہ میں گنہگار ہوں یا اور کوئی گنہگار ہے اس بات کی تحقیق کرنی چاہیئے
بموجب فرمان بادشاہ کے ساقی نے حضرت یوسف سے کہا اور حضرت یوسف نے جو کہا وہ بادشاہ سے آکر بیان کیا۔
جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۔ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ
الّٰتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ (ترجمہ) اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس پھر جب
پہونچا اس کے پاس قاصد کہا پھر جا تو اپنے بادشاہ کے پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان عورتوں کی جنہوں نے
اپنے ہاتھ کاٹے۔ تحقیق میرا رب تو فریب ان کا اچھی طرح سے جانتا ہے اور وہ سب عورتیں اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اگر
بادشاہ پوچھے تو پورا قصہ کھول کر بیان کر دو تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ اور تقصیر کا بھی صحیح پتہ چل جائے کہ اصل
تقصیر کس کی ہے۔ پھر ساقی نے حضرت یوسف سے یہ پورا ماجرہ سُنکر بادشاہ سے جاکر کہا بادشاہ نے زلیخا اور سب
عورتوں کو بلا کر پوچھا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ
مِنْ سُوءٍ قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۔
(ترجمہ) پوچھا بادشاہ نے ان عورتوں سے کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اس کے جی سے۔
بولیں حاشا للہ ہم کو نہیں معلوم اس پر کچھ برائی بولی عورت عزیز مصر کی کہ اب کھل گئی ہے سچی بات میں نے
یوسف کو پھسلایا اس کے جی سے) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل سچا ہے دیکھا حضرت یوسف نے بادشاہ کو سب کا
فریب دکھلایا اس واسطے کہ ایک ہی مجرم تھی مگر اسکی سب مددگار تھیں اور فریب دینے والی کا نام نہ لیا کیونکہ اُنہوں نے
ہر طرح سے خدمت کی فکر رکھی تھی۔ پھر بادشاہ نے ان تمام عورتوں کو بُلوا کر پوچھا کہ تم نے یوسف کی خواہش کی تھی
یا اس نے تمہاری خواہش کی تھی تم سب سچ کہہ دو۔ وہ بولیں کہ ہم نے کبھی ایسا حسن وجمال نہ دیکھا تھا جب ہم
نے اس نوجوان کو دیکھا تو ایکبارگی بے ہوش ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے اسکو طلب
کیا تھا اور وہ بے گناہ قید میں پڑا۔ ادھر زلیخا نے جب دیکھا کہ اپنا حال سب منکشف ہوتا ہے تب بادشاہ سے
کہنے لگی اے بادشاہ تم ان سے کیا پوچھتے ہو جو کچھ خطا ہوئی ہے وہ مجھ سے ہوئی ہے اور جو شخص فکرمند ہوتا ہی تو حاکم
اس کو گواہ سے ثابت کرتا ہے لیکن میں تو آپ ہی اقرار کر رہی ہوں کہ یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے اور حضرت یوسف
کو بے گناہ قید میں ڈالا اور میں اسکے عشق میں بیقرار ہو رہی ہوں اب آپ مجھ کو جو چاہیں سزا دیں میں سزاوار ہوں
زلیخا کی یہ الحاح وزاری سُنکر لوگ بڑے متعجب ہو رہے تھے اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عزیز مصر نے
یہ حال زلیخا کا دیکھکر اس کو چھوڑ دیا اور نہایت شرمندہ اور پشیمان ہو رہا تھا اور وہ چند روز اسی غم میں مبتلا رہا پھر
اس کے بعد اس نے انتقال کیا۔ بادشاہ حضرت یوسف کے لئے مضطرب ہوا اور پھر فرمایا کہ یوسف کو میرے پاس
لاؤ۔ جب حضرت یوسف بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے حضرت یوسف کو بہت عزت سے بٹھایا اور وہ سارا حال

عزیز مصر کا سنا دیا۔ حضرت یوسف نے کہا میں نے جو کہا تھا وہ عزیز مصر کو شرمندہ کرنے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اس کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ مجھ سے کوئی کسی قسم کی خیانت نہیں ہوئی قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا یوسف نے یہ تحقیقات اس واسطے کی ہے تاکہ جانے خاوند اس کا عزیز یہ کہ میں نے کوئی خیانت نہیں کی اسکی اور تحقیق اللہ نہیں ہدایت دیتا خیانت کرنے والوں کو۔ خبر ہے کہ جسوقت یوسف نے کہا کہ میں بے گناہ ہوں اور میں نے خیانت نہیں کی اسوقت حضرت جبرائیل علیہ السلام وہاں موجود تھے اور کہا کہ یا یُوْسُفُ اَوَلَا هَمَمْتَ اے یوسف کیا تو نے قصد نہیں کیا تھا حضرت یوسف اس بات سے بہت نادم ہوئے اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے قولہ تعالیٰ۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۝ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور میں نہیں پاک کہتا اپنی جان کو تحقیق البتہ جی حکم کرنے والا ہے ساتھ برائی کے مگر جو رحم کرے پروردگار میرا تحقیق پروردگار میرا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ راویوں نے روایت کی ہے کہ ملک ریّان نے حضرت یوسف کے ساتھ چالیس زبانوں میں باتیں کی تھیں اور سب زبانوں کا جواب حضرت یوسف نے فوری طور پر بادشاہ کو دیا تھا۔ اور بادشاہ نے عزیز مصر کے سامنے ہی یہ کہا تھا کہ میں نے اسکو تم سے زیادہ امین اور صاحب قوت گویائی پایا قولہ تعالیٰ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ (ترجمہ) پھر باتیں کیں اس نے تحقیق تو آج نزدیک ہمارے مرتبہ والا ہے۔ پس عزیز مصر کا علاقہ سرکاری موقوف ہوا اور حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھا۔ بادشاہ نے حضرت یوسف سے کہا کہ میں تم کو خدمتِ وزارت دونگا۔ آپ نے بادشاہ سے کہا کہ میں وزارت نہیں مانگتا ہوں کیونکہ لوگوں کی خبر گیری مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ پھر بادشاہ بولا۔ اچھا میں تم کو عزیز مصر کا کام دوں گا۔ پھر حضرت یوسف بولے نہیں۔ کیونکہ حق عزیز کا مجھ پر بہت ہے وہ اپنے مقام پر قائم رہے اس کا کام لینا مجھ سے بہت بدنامی ہے۔ پھر بادشاہ بولا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ حضرت یوسف بولے کہ مجھے سارے ملک کے اناج و غلّہ کا مختار کر دو تو میں بخوبی اس کام کو انجام دوں گا اور پھر آپ کا کام بھی آسان ہو جائے گا اور تمام رعایا کا کام بھی آسانی سے ہونا رہیگا اور تمام رعایا آپ سے خوش رہے گی کیونکہ میں رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لوں گا" اور اس کام سے حضرت یوسف کی یہ غرض تھی کہ اس زمانے میں جو بادشاہ رعیت پر ظلم کرتا تو آدھا حصہ غلّے کا رعیت سے لے لیتا۔ اس لئے حضرت یوسف نے بادشاہ سے سارے غلّے کی مختاری مانگی تاکہ رعیت پر نظر عدل کی جائے پھر بادشاہ نے آپ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت یوسف کو اس کام پر مقرر فرما دیا۔ اس سے تمام خلق خوش و راضی ہوئی، اور پھر غلّہ بھی بہت جمع کیا۔ جب سال تمام ہوا بادشاہ ان کے نیک اطوار دیکھکر بہت خوش ہوا اور اپنی رعیت سے بھی معلومات کی تو آپ کو رعیت پرور ہی پایا۔ یہ کیفیت معلوم ہوتے ہی بادشاہ نے اپنا تاج شاہی ان کے سر پر رکھ دیا اور اپنی تلوار بھی اپنی کمر سے کھول کر ان کی کمر میں باندھی اور تخت مرصّع زر و یاقوت سے جڑا ہوا کہ طول اس کا

تیس۳۰ گز اور عرض اس کا دس گز تھا۔ لباس زرق برق بیش قیمت ان کو پہنا کر اسی تخت پر بٹھا دیا اسوقت چہرہ مبارک حضرت یوسف کا ایسا تھا جیسا کہ چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو شخص بھی انکی طرف نظر کرتا تو مانند آئینے کے اپنا چہرہ اس میں اسکو نظر آتا تھا اور حضرت یوسف کے چہرے کی لطافت وصفائی اسقدر تھی کہ اسے دیکھکر آفتاب بھی شرمندہ ہوتا تھا۔ اور جملہ ارکان دولت اور اعیان سلطنت بادشاہ کے ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور پھر تمام کاروبار بھی مصر کا ان کے سپرد ہوا اور سارے مصر میں ان کا سکّہ جاری ہوا اور بعد فوت ہو جانے عزیز مصر کے تمام خزائن اس کے حضرت یوسف کی ملک میں آگئے اور بادشاہ بھی اپنی تمام سلطنت سے ہاتھ اٹھا کر خانہ نشین ہوگیا اور بادشاہ نے ان کو اپنا ولی مقرر کردیا۔ تب حضرت یوسف نے تمام غلّہ واناج مصر میں لاکر جمع کیا الغرض اسی طرح سات برس گزر گئے اس کے بعد حضرت یوسف کو حضرت جبرائیل نے آکر خوش خبری دی کہ فلانی شب فلاں گھڑی میں قحط نازل ہوگا۔ حضرت یوسف یہ خبر سُن کر اسی کے انتظار میں اسی شب سے رہے۔ اب وقت آپہونچا تب سب کو فرمادیا کہ اناج غلّہ سب میرے پاس لاکر جمع کرو کیونکہ مخلوقِ خدا پر قحط نازل ہوا ہے۔ جب قحط کی مصیبت نازل ہوئی تب خلائق شہروں کی بادشاہ مصر کے پاس آکر حاضر ہوئی اور اپنی زبانوں میں فریاد کرنے لگی۔ اَلْجُوْعُ اَلْجُوْعُ یہ خبر حضرت یوسف کو پہونچی کہ خلائق بھوک سے سخت تکلیف میں مبتلا ہے اور بھوک سے عاجز آگئے ہیں تب وہ غلّہ جو جمع کیا تھا وہ سب کو بانٹنے لگے یہ دیکھکر لوگوں کو کچھ خاطر تسلّی ہوئی۔ اور پھر جان میں جان آئی۔ اور ادھر زلیخا بوجہ قحط کے آہ وزاری کرنے لگیں۔ جو شخص بھی یوسف کا نام زلیخا کے پاس لیتا اسکو وہ انعام واکرام دیکر رخصت کرتی اور بہت کچھ اسکو رقم بھی دیتی تھی جتنی دولت تھی سب اس نے لٹادی یہاں تک کہ خود محتاج اور فقیرنی ہوگئی اور شب وروز حضرت یوسف کے لئے روتے روتے بڑھیا اور ضعیف ہوگئی اور دونوں آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہی آخر میں یہاں تک نوبت پہونچی کہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی۔ چند روز اسی آتش فراق میں گذرے۔ حضرت یوسف کی حشمت و دبدبہ بادشاہی کا اسقدر تھا کہ جس وقت حضرت یوسف گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتے تھے تو چالیس ہزار جوان مسلح پوش اور چار ہزار جوان کمر بند زرّین اور ایک ہزار صاحب ہوشمند ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ خبر ہے کہ ایک دن حضرت یوسف سوار ہوکر سَیر کرتے ہوئے مرضئ الٰہی سے اس راستے سے گزرے جس راستے پر زلیخا تھیں لونڈیوں نے ان کو دیکھکر زلیخا کو جاکر خبر دی کہ اے زلیخا آج یوسف یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یہ سُنتے ہی زلیخا بے تحاشا دوڑی ہوئی آئیں اور حضرت یوسف کو پکارنے لگیں اے کریم ابن کریم ذرا تو ٹھہر جا اور اس ضعیفہ کا کچھ حالِ زار تو سُن لے۔ حضرت یوسف نے یہ سُنکر فوراً اپنا گھوڑا وہیں روک دیا اور بولے کہ اے زلیخا یہ کیا حال ہے تیرا کہاں ہے وہ حسن وجمال اور خوبی تیری۔ بولی کہ تیرے عشق نے سب برباد کردیا۔ اس کے جواب میں حضرت یوسف نے فرمایا کہ ابھی تک وہی عشق تیرا موجود ہے۔ وہ بولی کہ ہاتھ کا چابک میرے منہ کے پاس لاکر ذرا دیکھ، حضرت یوسف نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور زلیخا نے یکایک ایک ایسی آہِ آتشیں

دل سوزاں سے چھوڑی کہ اس سے حضرت کا چابک جو ہاتھ میں تھا ایک دم گرم ہو گیا۔ مارے تپش کے حضرت یوسف نے
اس چابک کو اپنے ہاتھ سے زمین پر چھوڑ دیا۔ زلیخا بولی اے یوسف آج تقریباً چالیس برس ہوتے یہ شعلہ آتشیں میرے
دل پر جلتا ہے اور میں تیرے عشق میں جل گئی ہوں۔ دیکھا ذرا سا شعلۂ آتش میرے دل کا تجھے برداشت نہ ہوا
اور فوراً ہی اپنا چابک زمین پر ڈال دیا۔ اے یوسف میں کیونکر تیرے شب و روز یہ پیچ و تاب کھاتی رہوں۔
حضرت یوسف رحم کھا کر اور یہ حالِ تباہ زلیخا کا دیکھ کر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور وہیں زمین پر بیٹھ کر بولے
کہ اے زلیخا تو میرے خدا پر ایمان لا۔ یہ کہتے ہی زلیخا فوراً مشرف بہ اسلام ہوئی۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ
اے زلیخا اب بتا کہ تو کیا مانگتی ہے۔ وہ بولی اے یوسف خدا کے دربار میں میرے واسطے دعا کیجیے کہ وہی جمال و جوانی
اور بینائی چشم کی پھر مجھ کو عنایت ہو تو باقی عمر اپنی تیری خدمت میں صرف کروں اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف
رہوں۔ یہ سُنکر حضرت یوسف نے اپنے سر کو نیچا کر لیا اور کچھ دیر تامل میں رہے اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے یوسف
تو کیا مانگتا ہے مانگ تیری ہر دعا قبول ہو گی تب حضرت یوسف نے دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی اور پھر سجدے
میں چلے گئے اور کافی دیر تک خداوند قدوس سے دعا مانگی ابھی آپ نے اپنا سر سجدے سے اُٹھایا نہ تھا کہ زلیخا نے
آواز دی کہ اے یوسف اپنا سر اُٹھاؤ سجدے سے جو تم نے چاہا تھا وہ حاصل ہو گیا ہے۔ ان کے کہنے سے حضرت
یوسف علیہ السلام نے اپنا سر سجدے سے اٹھا کر زلیخا کی طرف دیکھا۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ صورت جوانی اور بینائی
چشم اسے خدا نے عنایت فرمائی ہے زلیخا نے جب اپنی صورت کو آئینے میں دیکھا تو خدا کا شکر بجا لائی اور پھر ایمان
میں ترقی بھی ہو گئی اور پھر حضرت یوسف کی طرف خیال نہ کیا اور چلی گئی۔ ان کے جانے کے بعد حضرت یوسف فرمانے لگے
اے زلیخا تم کہاں جاتی ہو مجھے چھوڑ کر۔ وہ بولیں کہ جس نے یہ شکل و صورت و بینائی چشم کی مجھ کو بخشی ہے۔ اسکو چھوڑ کر
ناحق یوسف سے کیوں اپنے کو برباد کروں اور مجھے چاہیئے کہ میں اسی پر خیال کروں۔ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف نے
زلیخا پر بہت خواہش کی مگر وہ بھاگتی رہی۔ غیب سے آواز آئی کہ اے یوسف صبر کر جلدی مت کر۔ اس کے بعد زلیخا
غم خانے میں جا بیٹھی اور حضرت یوسف نے خواستگاری میں اسکی لوگوں کو بھیجا لیکن وہ قبول نہیں کرتی تھیں۔ تقریباً چالیس
روز اسی طرح پر گزرے کہ اس چالیس دن کے اندر حضرت یوسف نے اتنا درد زلیخا کے لئے کھینچا کہ زلیخا نے چالیس
برس میں بھی ایسا درد نہ اُٹھایا تھا۔ ادھر ملک ریان نے زلیخا کے پاس پیغام بھیجا تھا اور بہت سے لوگ اس کو جا کر
وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ بعدہٗ اس نے چند روز کے نکاح قبول کر لیا۔ جیسا کہ شبِ زفاف کو سلاطین اور ملوک کا رسم
شرعی ہوتا ہے ویسا ہی زفاف کتخدائی ہوا اور زلیخا کو دوشیزہ یعنی باکرہ پایا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت یوسف نے
حضرت زلیخا سے گزشتہ حال کو معلوم کیا۔ وہ بولیں کہ عزیز مصر ضعیف مرد تھا اور میں اسوقت جوان تھی جو کام زن
و شوہر کا تخلیہ میں ہوتا ہے وہ میرے اور عزیز مصر کے بیچ نہ ہوتا تھا۔ اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ

نے حضرت یوسف کے لئے زلیخا کو بچا کر رکھا تھا۔ اس لئے ایک شیطان آ کر اللہ کے حکم سے عزیز مصر اور زلیخا کے درمیان
میں سو رہتا تھا اور عزیز مصر کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ زلیخا ہے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ پس حضرت یوسف
اور زلیخا نے مل کر اپنے گھر کو بنایا اور رہن سہن شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ملک
ریان جب بالکل بوڑھا ہو گیا تو تمام کاروبار بھی بادشاہی کا حضرت یوسف کو دیدیا اور خود گوشہ نشینی اختیار کر لی
حضرت یوسف کو جب اپنی سلطنت کے کل اختیارات مِل گئے تو وہ خلق اللہ کی پرورش کرنے لگے بقدر حاجت کے
غلّہ کو رعیت کے ہاتھ بیچتے اور صدقہ بکثرت فقیروں اور محتاجوں کو دیتے۔ کچھ مدت کے بعد قحط سالی آئی یہاں تک کہ
ایک من غلّہ کا نرخ دو دینار ہو گیا اور تمام گرد و نواح اطراف سے مصر کی رعیت آ کر جمع ہوئی۔ پھر تمام اہل مصر مجتمع ہو کر
کہنے لگے کہ غلّہ کو سارا غیروں کے ہاتھ نہ بیچا جائے۔ اگر ایسا کیا جاتا رہا تو وہ وقت قریب ہے کہ ہم لوگ بھوکے مریں گے۔
یہ سُن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ تمام خلق اللہ کا اس میں حق ہے اگر ہم نہ دیں گے تو لوگ محتاج رہیں گے۔ لہذا انکو دینا
لازمی ہے اور غلّہ سے محروم رکھنا سخت گناہ کا کام ہے اگر ان لوگوں کے ہاتھ نہ بیچوں گا تو یہ لوگ بھوکے مر جائیں گے
تب بقدر حاجت کے بیچتے رہے یہاں تک کہ سارے ملک میں کسی کے ہاتھ میں پیسہ و درم و دینار نہ رہا۔ اور سب کا سب
حضرت یوسف کے خزانے میں داخل ہو گیا۔ پھر جب دوسرا سال آیا تو تمام مواشی لوگوں کے بعوض غلّے کے حضرت
یوسف کے پاس بک گئے اور تیسرے سال میں تمام لونڈی باندی بعوض غلّے کے حضرت یوسف کے پاس بک گئے
اور چوتھے سال میں تمام کپڑے وغیرہ اور جو کچھ تھا حضرت یوسف کے ہاتھ بیچ کھایا۔ اور پانچویں سال میں جو کچھ زمینیں
تھیں بیچ ڈالیں اور چھٹے سال میں لوگوں نے اپنے بیٹے بیٹی کو بعوض غلّے کے ہبہ کر دیا اور ساتویں سال میں لوگوں
نے اپنی ذات کو حضرت یوسف کے پاس اُجرت میں دیدیا، اور کوئی آدمی بھی سارے ملک میں ایسا نہ رہا کہ تمام نوکر
چاکر خدمتگار لونڈی باندی حضرت یوسف کے نہ ہو گئے ہوں۔ یہ حال دیکھکر تمام خلائق تعجب میں تھی اور کہتی تھی کہ
ہم نے کبھی ایسا بڑا بادشاہ نہیں دیکھا اور نہ کبھی سُنا۔ حضرت یوسف نے جب خلق اللہ کو غریب و ناچار دیکھا تو پھر
بادشاہ ریّان بن ولید سے کہا کہ شکر اس خدا کا ہے کہ اس نے مجھ کو کیا کیا نعمتیں بخشی ہیں اگر ہر بال کے مُنہ میں سو سو
زبانیں بھی ہوں تو بھی شکر نعمت کا اسکے ادا نہ ہو سکے گا۔ یہ سُنکر ریان بن ولید نے کہا کہ حق ہے جو آپ فرماتے ہیں میں کلیتہً
دست بردار ہوں اور میں حضرت یوسف کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ جو انکی مرضی مبارک میں آئے وہی کام خلق اللہ میں
کریں۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں نے اہل مصر کو خدا کی راہ پر آزاد کیا اور تمام مال و اسباب جس جس کا تھا اسی کو
واپس دیدیا۔ روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام زمانۂ قحط میں ہرگز کھانا سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے اور تمام
خلق اللہ کی موافقت کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کیوں نہیں آسودہ ہو کر کھاتے اور بھوکے رہتے ہیں، اور
آپ کے ملک مصر میں خزانہ و انبار اسقدر ہے۔ یہ سُنکر حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں اگر میں سیر ہو کر

کھاؤں تو باقی جو لوگ بھوکے پیاسے ہیں میں انکو بھول جاؤں گا اور ان کو نظر انداز کردوں گا اور سیر ہو کر کھانا کھانا یہ کام ملک کے سرداروں کا نہیں ہے اور آیندہ خدا کو کیا جواب دونگا۔ جب ساتواں سال تمام ہوا اور تقریباً چالیس دن اور باقی تھے اور کچھ اناج و غلہ مصر میں باقی نہ رہا لوگ شدید بھوک کی وجہ سے حضرت یوسف کے پاس آکر ملتجی ہوئے۔ حضرت یوسف لوگوں کے حال دیکھکر بہت متردد ہوئے اور آدھی رات کو اُٹھ کر خدا کی درگاہ میں تضرع و زاری کی کہ اے رب العالمین تیرے بندے بھوک کی وجہ سے مرے جاتے ہیں، اگر تو رحم نہ کریگا تو تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی۔ تب خدا کا رحم ہوا اور ایک آواز غیب سے آئی اے یوسف تو میرا پیارا ہے تو کچھ بھی غم مت کر کہ تیری صورت ہی کو لوگوں کی غذا کردونگا یعنی تیری صورت وجمال کو دیکھکر لوگ آسودہ پیٹ ہو جائیں گے۔ پس اس حکم کو پاتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام ایک میدان میں جا بیٹھے اور تمام لوگوں کو وہاں بلایا اور اپنا چہرۂ مبارک سب کو دکھاتے رہے۔ حضرت یوسف کا چہرۂ مبارک کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لوگوں کی بھوک و پیاس جاتی رہی اور پھر ان کو کھانا کھانے کی حاجت نہ رہی۔ چالیس دن کا قحط اس طرح سے گذر گیا۔ اور آٹھویں سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کھیتی بہت اچھی ہوئی اور اناج بے شمار پیدا ہوا اور تمام مخلوقات خدا نے اس قحط سے نجات پائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لڑکا اندھا مادرزاد اس کو حضرت یوسف کے پاس لائے تاکہ حضرت یوسف اسکے واسطے خداوند قدوس سے دعا کریں کہ اسکی آنکھیں اچھی ہو جائیں تو حضرت یوسف نے اپنا چہرۂ مبارک اس لڑکے کی طرف کیا اور اپنے روشن چہرہ کی شعاعیں اس پر ڈالیں تو خدا کے فضل و کرم سے اس لڑکے کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اکثر راویوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے کہ ملک مصر و شام میں جب قحط پھیل گیا اور کسی ملک میں اناج و غلہ نہیں رہا۔ سوائے حضرت یوسف کے پاس۔ اور تمام مخلوقِ خدا اطراف میں غلہ حاصل کرنے کے لئے جاتی تھی اور مختلف جگہ سے معمولی غلہ لیکر آجاتی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی اسی قحط سالی میں مبتلا تھے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ تم بھی مصر جاؤ اور وہاں کے عزیز مصر سے غلہ لے آؤ۔ حضرت یعقوبؑ کے اس حکم کو سنکر ان کے دس بیٹوں نے مصر جانے کا قصد کیا اور ایک چھوٹا بھائی جس کا نام بنیامین تھا اس کو حضرت یعقوبؑ کے پاس ہی خاطر جمع کیلئے چھوڑ دیا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے پاس جو کچھ مال و متاع پشمینہ تھا وہ اپنے اونٹ پر لاد کر مصر چل دیئے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۝ (ترجمہ) اور آئے بھائی حضرت یوسف کے پھر داخل ہوئے اس کے پاس تو انہوں نے ان کو پہچانا اور انکے بھائیوں نے ان کو نہیں پہچانا۔ حضرت یوسف جب ملک مصر کے مختار ہوئے موافق سات برس تک خود آبادی کی اور تمام ملکوں کا اناج بھرتے اور جمع کرتے گئے پھر سات برس قحط سالی میں رہے۔ اس قحط سالی میں ایک ہی بھاؤ میانہ باندھکر غلہ بکوایا۔ اپنے ملک والوں اور غیر ملک والوں

کو برابر ایک ہی بھاؤ سے فروخت کروایا مگر پردیسیوں کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہ دیتے تھے اس اصول سے تمام خلائق کو سہولت رہی اور قحط کی مصیبت سے بچتی رہی اور حضرت یوسف علیہ السّلام کا سارا خزانہ مال و دولت سے بھر گیا۔ اور ہر ملک میں یہ خبر تھی کہ مصر میں اناج و غلّہ سستا ہے۔ یہ خبر سُنکر حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائی بھی غلّہ خریدنے کے واسطے مصر میں آئے۔ حضرت یوسف نے جب اپنے بھائیوں کو دور سے پہچان لیا تو فرمایا کہ ان سب کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب سب بھائی حضرت یوسف کے پاس آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اچھی طرح یقین واثق سے ان کو پہچان لیا اور ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو نہ پہچانا۔ اور بعض روایتوں میں یوں آیا ہے کہ حضرت یوسف اس وقت بادشاہی ٹوپی اپنے سر پر رکھ کر اور لباس شاہانہ پہنکر طوق زرّین پہن کر تخت شاہی پر متمکن تھے اس لئے ان کو بھائیوں نے نہیں پہچانا۔ اور بعض محققوں نے کہا ہے کہ اُنہوں نے یوسف پر ظلم کیا تھا اور ظالموں کے دل سیاہ ہوتے ہیں اس لئے حضرت یوسف کو وہ نہ پہچان سکے۔ پھر جب حضرت یوسف نے ان کی طرف دیکھا تو زبان عبرانی میں اپنے بھائیوں سے بات چیت کرنے لگے۔ پھر اسی گفتگو میں حضرت یوسف نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور کیا کام کرتے ہو، مجھے تو تمہاری شکل و صورت سے پیار معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے کہ ہم لوگ کنعان سے آئے ہیں پیشہ ہمارا شبانی ہے چونکہ ہماری ولایت میں قحط ہوا ہے اس لئے اناج و غلّہ خریدنے کو ہم لوگ یہاں آئے ہیں۔ حضرت یوسف نے ان لوگوں سے کہا کہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ جاسوس ہو اور اس شہر میں جاسوسی کو آئے ہو، یہاں کا حال معلوم کر کے میرے دشمنوں کو خبر دو گے۔ یہ سُنکر وہ بولے کہ ہم دس بھائی ایک ہی باپ سے ہیں اور ہمارا یہ کام نہیں ہے اور ہمارے باپ بھی پیغمبر ہیں اور ان کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام ہے۔ پھر حضرت یوسف نے پوچھا کہ تم سب کتنے بھائی ہو؟ وہ فوراً بولے کہ حضرت جی ہم اپنے باپ کے کل بارہ بھائی تھے اور ہم میں سب سے چھوٹا بھائی جو تھا وہ ایک دن ہمارے ساتھ بکری چرانے کو میدان میں گیا تھا۔ وہ ہم لوگوں سے جدا ہو کر ایک کنارے پر صحرا کے بکری چرانے لگا۔ ہم سب اس سے غافل ہو گئے اتنے میں اسے بھیڑیا کھا گیا۔ اور اس کا ایک ماں کے بطن سے ایک بھائی اور ہے۔ اور اس کو باپ نے اپنے پاس رکھا ہے واسطے تشفّی خاطر کے کیونکہ وہ اسوقت اکیلے ہیں۔ حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ تمہاری اس بات کی کیا سند ہے جو تم کہتے ہو اس پر کون گواہ ہے۔ وہ بولے اے عزیز اس شہر میں ہم لوگ بعید الوطن مسافر ہیں اور کوئی ہم کو پہچانتا بھی نہیں ہے اس کا ثبوت ہم کیونکر دیں گے۔ حضرت یوسف نے کہا کہ اگر تمہارے گواہ نہیں ہیں تو جو بھائی تمہارے باپ کے پاس ہے اسے لے آؤ تو ہم جانیں گے کہ تم سچے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ اسے باپ نہیں چھوڑیں گے اور وہ اپنی نظر سے اسکو ایک ساعت بھی علیحدہ نہیں کریں گے۔ بہت اچھا ہم لوگ اپنے باپ سے کہیں گے اور اس کو آئندہ لانے کی کوشش

کریں گے اگر ہو سکا تو اس کو ضرور آپ کے پاس لائیں گے۔ حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ اسوقت تم سب جاؤ صرف ایک بھائی تمہارا یہاں بطور قید کے رہے کیونکہ تم اسکو یہاں لاؤ گے۔ تب سب نے مل کر آپس میں تبادلۂ خیال کیا کہ یہاں کون رہے گا۔ پھر سب کے نام سے قرعہ اندازی کی گئی اور وہ قرعہ شمعون کے نام پر نکلا وہی حضرت یوسف کے پاس بطور قید کے رہا۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اناج ایک ایک شتر کا بوجھ دے کر رخصت کرو اور قیمت اناج کی انکو پھیر دو تب ملازمان بادشاہ نے ویسا ہی کیا۔ پس ان کو حضرت یوسف نے فرمایا اگر تم اپنے چھوٹے بھائی کو اب کی دفعہ لاؤ گے تو اور بھی اناج تم کو ایک ایک شتر کا بوجھ زیادہ دونگا خبر ہے جو مال حضرت یوسف کے بھائی اپنے ہمراہ لائے تھے اناج و غلہ خریدنے کو وہ مال بھی حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو واپس کر دیا۔ وہ اس واسطے کہ معلوم تھا ان کو کہ باپ کے پاس سوائے اتنے مال کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ بھی مصلحت تھی کہ تاکہ ان کو دوبارہ بھیجیں اور ایک روایت میں ہے کہ مال بھائیوں کو اس لئے پھیر دیا تاکہ باپ معلوم کریں کہ میرا مال پھیر دینا یہ کام کسی کا نہیں ہے سوائے یوسف کے۔ پس شمعون کا مقید رہنا کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ سمجھ بوجھ کر پھر اپنے بیٹوں کو بھیجیں۔ خبر ہے کہ جب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو دیکھا دل میں چاہا کہ اُن کو کچھ سزا دیں۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی کہ اے یوسف! اگر اپنے بھائیوں سے تم نے مکافات لیں تو ان میں اور تجھ میں کیا فرق رہے گا بلکہ عفو کرنا موجب حسنات کا ہے اور تو اپنے کو ان سے چھپا اور ان کو مت اپنی پہچان دے تاکہ وہ تجھ سے شرمندہ ہو کر اپنی حاجات سے محروم نہ جاویں، اور صاحب استطاعت کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے ڈر سے ان کی ضروریات سے محروم رکھے، اے یوسف ان واقعات کو جانے دو کیونکہ وہ تیرے دربر محتاج بن کر آئے ہیں خوش ہو کر ان کو اپنے سے رخصت کرو۔ حضرت یوسف نے بموجب خطاب الٰہی کے اپنے بھائیوں سے کچھ مواخذہ نہ کیا اور ان کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس جگہ کے رہنے والے ہو وہ بولے کہ ہم لوگ کنعان سے آئے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام جو پیغمبر ہیں انکے بیٹے ہیں۔ پھر حضرت یوسف نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے باپ ابھی حیات ہیں، بولے ہاں ابھی حیات ہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ کس شغل میں ہیں وہ بولے کہ سوائے عبادت کے اور کچھ کام نہیں کرتے ان کو تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری دی ہے شہر کنعان میں اور وہ بہت ضعیف اور اپنی آنکھوں سے معذور ہیں۔ پھر حضرت یوسف نے ان سے پوچھا کہ ان کی آنکھیں کیوں جاتی رہیں۔ وہ بولے کہ ایک بیٹا ان کا تھا اور وہ اس کو خوب چاہتے تھے اور نام اس کا یوسف تھا وہ نہایت حسین و جمیل تھا ایک لحظہ نظروں سے اپنی جدا نہ کرتے تھے اللہ کی مرضی ہوئی اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ اس لئے اتنا روئے کہ آنکھیں انکی جاتی رہیں۔ پھر حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ اتنے بیٹے رکھتے ہوئے کیوں ایک کیلئے ایسا حال ہوا۔ وہ بولے ایک اور بھی اس کا سگا بھائی ہے اس کا نام بنیامین ہے اور اسکی چھ بہنیں موجود ہیں لیکن یوسف ان میں بہت ہی خوبصورت

تھے انہیں کے غم میں شب و روز روتے روتے اپنی آنکھیں کھو دیں۔ اور ایک مکان شہر کے باہر بنا کر نام اس کا بیت الاحزان رکھا۔ اسی مکان میں عبادت کرتے ہیں اور وہیں یوسف کی جدائی میں ہر وقت روتے رہتے ہیں پھر حضرت یوسف نے پوچھا کہ شاید وہ ہنر میں تم سے زیادہ تھا۔ وہ بولے نہیں ہاں البتہ وہ اپنے حسن اور خوبصورتی میں زیادہ تھا دانائی اور عقلمندی میں بھی ہم سب سے تیز تھا۔ الغرض اسکی صفتیں بیان سے باہر ہیں۔ یہ سُنکر حضرت یوسف نے اپنے دل میں سوچا کہ ان کو اس وقت معاف کیا جائے اگرچہ ان لوگوں نے مجھ کو بہت ستایا اور مجھ پر ظلم بھی کیا ہے مگر یہ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ حضرت یوسف نے اپنے خدمت گاروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ دیکھو یہ بیچارے مسافر بعید از وطن غریب اس ملک میں کبھی نہیں آئے ان کو کوئی جگہ دو اور ان کو کھانا بھی اچھی طرح لطیف و پاکیزہ کھلایا کرو۔ اور جب تک یہ لوگ اس شہر میں رہیں اس وقت تک ان کو لباس بھی اچھا اعلیٰ قسم کا پہننے کو دو۔ جب دوسرا دن ہوا تو حضرت یوسف نے ان کو بلا کر پوچھا کہ تم اس شہر میں کیوں آئے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے شہر میں قحط بڑا ہے اور ہم نے سُنا تھا کہ مصر میں آپ کی سرکار میں اناج سستا بکتا ہے اس کو خریدنے کو آئے ہیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ تم لوگ کیا مال لائے ہو اناج لینے کے واسطے اس مال کو حاضر کرو۔ تب وہ اپنا لایا ہوا مال پیش کرنے لگے وہ مال قسم پشمینہ وغیرہ کا تھا اور اس کی قیمت اس وقت دو سو دینار تھی، لیکن وہ مال قابلِ خرید نہ تھا کہ اس کو خرید کیا جائے حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ اگرچہ مال تمہارا ہمارے لینے کے لائق نہیں ہے پھر بھی ہم نے تم کو اس کے عوض اناج دیدیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝ (ترجمہ) پھر جب داخل ہوئے اس کے پاس بولے عزیز! پڑی ہے ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پوری دے ہم کو پورا پورا دینا یعنی تم خیرات کرو ہم پر کیونکہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔ پس حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو کئی دن کھلا پلا کر ایک ایک شتر کا بوجھ اناج دیکر رخصت کیا اور فرمایا کہ تمہارا مال اگرچہ دو سو دینار کے قابل نہ تھا تو بھی میں نے تم کو گندم دیدیا۔ اگر ابکی دفعہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو ضرور لے آنا اور بھی ہم ایک ایک شتر کا بوجھ دیکر تم کو خوش کریں گے۔ اور اہل مصر والوں کو کسی کو بھی ہم نے اس قدر گندم نہیں دیا سوائے تمہارے۔ بمصداق اس آیت شریفہ کے قولہٗ تعالیٰ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ (ترجمہ) اور جب تیار کر دیا ان کو اس کا اسباب اور کہا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے کیا نہیں دیکھتے ہو تم کہ میں پورا پورا ماپ دے رہا ہوں اور میں سب سے زیادہ ماپ کر دینے والوں میں سے ہوں۔ جس بھائی کی طرف حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو توجہ دلائی تھی وہ حضرت یوسف کا چھوٹا سگا بھائی تھا

اس کو اپنے پاس اُن بھائیوں کے ذریعہ بلوایا اور نیز یہ بھی حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ
اگر تم اس کو نہ لاؤ گے تو پھر آیندہ میرے پاس نہ آنا کیونکہ میں آیندہ گندم تم کو نہ دونگا یہی ان کو ہدایت دیکر
حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو رخصت کیا اور وہ بولے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ
عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُوْنَ ۝ (ترجمہ) کہا اُنہوں نے کہ ہم سب خواہش ظاہر کریں گے اپنے باپ سے اسکے لانے
کی اپنے ہمراہ اور یہ کام ہمکو کرنا ہے ضرور۔ پس حضرت یوسف نے اپنے ملازموں کو کہہ دیا کہ جو پونجی ان کی دو سَو
دینار کی ہے اس کو بھی انکے بوجھوں میں جاکر رکھ دو۔ چنانچہ ان کے بھائی یہودا کے اونٹ کے بوجھ میں چھپاکر رکھ دی
گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ
رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور کہہ دیا اپنے خدمتگاروں
کو کہ ان کی پونجی کو ان کے اونٹ کے بوجھوں میں رکھ دو شاید وہ اپنے گھروں میں پہونچنے پر اس کو پہچانیں اور شاید
اسی وجہ سے وہ پھر واپس ہمارے پاس آویں یعنی حاصل مطلب یہ ہے جو قیمت وہ لیکر آئے تھے سو اسکو چھپا کر
ان کے اونٹوں کے بوجھوں میں رکھ دی گئی بطور احسان کے تاکہ وہ اس احسان کے بدلے پھر دوسری مرتبہ آویں اور
اپنے ہمراہ اس چھوٹے بھائی کو بھی لائیں جس کی ہدایت چلتے وقت حضرت یوسف نے کی تھی۔ مروی ہے کہ حضرت
یوسف نے جب اپنے بھائیوں پر بہت مہربانی کی لینے دینے میں تب یہودا کو کمال یقین ہوا کہ یہ میرا بھائی یوسف
ہے۔ کیونکہ ہم کو کھلانا پلانا اور اتنی خاطر مدارات کرنا اور باپ کا حال احوال پوچھنا سوائے یوسف کے اور کون
کر سکتا ہے اور ان کی بول چال اور آواز بھی اسی طرح پر ہے اور اگر فی الحقیقت یہ یوسف نہ ہو تو اغلب ہے کوئی
ہمارے خاندان میں سے یا اہل بیت سے ہوگا۔ یہ سُنکر ان کے بھائیوں نے آپس میں کہا کہ اگر واقعی یہ ہمارا یوسف ہے
تو اس کو اتنی بڑی مملکت کس طرح سے ملی ہے اور اس نے یہ دولت و لشکر اور اتنا اعلیٰ مرتبہ کیسے پایا۔ پھر وہ
آپس میں تعجب سے کہنے لگے کہ کیا یوسف اب تک زندہ ہے۔ اجی وہ تو کبھی کا مرچکا ہوگا اور اب تو اس کا
نام ونشان بھی نہ ہوگا۔ اور بعض ان بھائیوں میں سے کہنے لگے ارے بھائی اگر واقعی یوسف ہوتا تو یہ سُلوک
ہمارے ساتھ کیونکر کرتا بلکہ وہ تو ہم سے انتقام ضرور لیتا۔ پھر یہودا بولا کہ اگر یوسف نہ ہوتا تو اپنے چھوٹے بھائی
بنیامین کو کیوں طلب کرتا۔ البتہ جو میں کہتا ہوں بس یہی سچ ہے یہ شخص یوسف ہی ہے۔ اور یہودا کے بھائیوں نے
یہ غور نہ کیا اور جلدی میں وہ یوسف سے رخصت ہوکر ملک مصر سے چلے گئے اور اپنے ملک کنعان میں جا پہونچے
حضرت یعقوب علیہ السلام اور کنعان کے باشندے بہت خوش ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں
سے فرمایا کہ اے بیٹو مصر کا احوال اور سفر کی حقیقت جو تم پر گذری وہ مجھ سے بیان کرو۔ تب اُنہوں نے احوال راستہ
کا اور مصر کے عزیز کی ضیافت ومہربانی کی پوری کیفیت بیان کی یعقوبؑ نے کہا اے بیٹو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں

کہیں میرے یوسف کی بھی خبر ملی ہے۔ وہ سب کہنے لگے اے ابّا جان۔ تعجب ہے۔ یوسف کو بھیڑیا کب کا کھا گیا۔ اور اس کو بہت دن گذر گئے۔ اور یہ خبر ہم کس سے پوچھیں۔ اور اگر ہم لوگوں سے معلوم بھی کریں تو لوگ کہیں گے کہ یہ کہاں کی بات ہے اور کب کی بات ہے۔ ہاں ایک بات ضروری عرض کرنا ہے کہ عزیز مصر بنیامین کو دیکھنا چاہتا ہے اور وہاں اُسکے لیجانے سے ایک ایک شتر کا بوجھ گندم ہم کو زیادہ ملے گا اور اگر ہم اسکو وہاں نہ لیجاویں گے تو ہم کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس بات کو سُنکر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں سوچا کہ وہاں میرا یوسف ہی اور اگر یوسف وہاں نہ ہوتا تو بنیامین کو کیوں دیکھنا چاہتا۔ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ عزیز مصر کو بنیامین سے کیا مطلب وہ سب بھائی اپنے ابّا جان سے عرض کرنے لگے کہ عزیز مصر نے ہماری شکلیں دیکھیں اور پھر خوش ہو کر کہنے لگے کہ تم لوگ اپنے چھوٹے بھائی کو آیندہ ضرور اپنے ہمراہ لانا ورنہ گندم نہ ملے گا۔ مجھے اس کے دیکھنے کا بہت شوق ہے کیونکہ وہ آپ لوگوں سے سب سے چھوٹے ہیں۔ بمصداق اس آیت شریفہ کے قولہ تعالےٰ۔ فَلَمَّا رَجَعُوْآ اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۝ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۝ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) پس جب پھر آئے طرف باپ اپنے کے کہا انہوں نے اے باپ ہمارے منع کیا گیا ہے ہم سے پس بھیج ساتھ ہمارے بھائی کو ہمارے درمیان تاکہ ہم اسکی نگہبانی کریں۔ حضرت یعقوب نے کہا کیا اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا کہ اعتبار کیا تھا اس کے بھائی پر پہلے۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ بہتر نگہبان ہے اور سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے جب وہ لوگ سب کے سب اپنے باپ کے پاس آئے اور اپنا لایا ہوا اسباب کھولا تو اس اسباب میں اپنا مال بھی پایا جو لیکر گئے تھے قولہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۝ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۝ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۝ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۝ (ترجمہ) اور جب کھولا انہوں نے اسباب اپنا اپنی پونجی جو تھی وہ اس میں پائی اور انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ جو ہم لوگ لیکر گئے وہ سب واپس آگئی ہے اگر آپ اپنے چھوٹے بھائی کو ہمارے ہمراہ روانہ کیا تو آیندہ بھی ہم سب کو غلّہ ایک ایک بوجھ اونٹ کا ملے گا ورنہ ہم سب کو محروم کر دیا جاوے گا۔ پھر یہ بات سُنکر حضرت یعقوب نے کہا کہ ہرگز نہ بھیجوں گا اپنے چھوٹے بیٹے کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ قسم دو اللہ تعالیٰ کی میرے روبرو کہ اس کو لے آؤ گے واپس میرے پاس۔ پس جب دیا انہوں نے ان کو عہد اپنا کہا اللہ تعالیٰ اس بات پر شاہد ہے اور جو کچھ ہم لوگ آپ سے کہتے ہیں وہی ہمارا اور آپ کا کارساز ہے پھر سب بھائیوں نے اپنے باپ کے سامنے عہد کیا اور پھر قسم کھائی۔ تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا حافظ ہے اور شاہد ہے تمہارے قول و قرار پر۔ اور یہ بھی خبر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب

اپنی پونجی پائی اونٹوں کے بوجھوں میں جو مال بھیجا تھا اناج کے لئے مصر میں پس حضرت یعقوب علیہ السّلام کو کامل یقین ہوا کہ مصر میں میرا یوسف ہے اگر یوسف نہ ہوتا تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو مصر میں کیوں بُلاتا اور میں نے بھی یقین کیا اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو اپنے چھوٹے بیٹے بنیامین کو اپنے بیٹوں کے ساتھ مصر کیوں بھیجتا اور جو اناج مصر سے آیا تھا اس میں سے آدھا اپنے خویش واقارب کو دیا اور آدھا ملک شام میں بھیجدیا۔ اور بنیامین کو اپنے بیٹوں کے ہمراہ مصر روانہ کر دیا اور چلتے وقت یہ وصیت کی کہ تمام یکبارگی ایک ہی دروازے سے شہر مصر میں داخل مت ہوں بلکہ سب مختلف دروازوں سے داخل ہوں ممکن ہے کسی کی بد نظر تم پر پڑے۔ اور جو میری پونجی وہاں سے بذریعہ شتر کے بوجھ میں واپس آگئی ہے یہ تم لیتے جاؤ اور یہ وہاں دیدینا۔ ہوسکتا ہے شاید وہ بھول میں چلی آئی ہو۔ اور یہ چیز اناج کی قیمت میں دی گئی ہے تمہیں واپس رکھنا حلال نہیں، یہ وصیت فرمائی اور پھر کہا جاؤ میں نے تمہیں خدا پر سونپا۔ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہ کہہ کر رونے لگے اور اہلِ کنعان نے آپ کو روتے دیکھا تو وہ لوگ بھی آپ کے ساتھ رونے لگے۔ اُدھر حضرت یوسف اپنے چھوٹے بھائی کے لئے بہت منتظر تھے کہ دیکھیں کب آویں گے۔ غرض یہ کہ وہ سب لوگ چند ہی روز میں مصر جا پہونچے اور حضرت یوسف کو خبر دی گئی کہ آپ کے پاس کنعان سے گیارہ آدمی آئے ہیں۔ یہ خبر سُنکر حضرت یوسف بہت خوش ہوئے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ گیارہ آدمی بنیامین کو لیکر آئے ہیں اور سب بھائی بموجب وصیت اپنے باپ کی علیحدہ علیحدہ دروازے سے متفرق صورت میں مصر میں داخل ہوئے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور حضرت یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو! مت داخل ہونا ایک دروازے سے اور تم داخل ہونا مختلف علیحدہ علیحدہ دروازوں سے اور میں کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا کہ میں کسی چیز سے بچا سکوں بجز حکم خداوندی کے اور حکم سوائے اللہ تعالیٰ کسی کا نہیں اور اسی پر مجھ کو بھروسہ ہے اور یہ بھی مجھے یقین کامل ہے کہ اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے بھروسہ کرنے والوں کو۔ **فائدہ**۔ یہ درحقیقت لوگوں کی ٹوک کا بچاؤ بتایا اور پھر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ پر اور ٹوک لگنی غلط نہیں ہے اور اس کا بچاؤ کرنا بھی جائز ہے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اور اپنے بھائی کو کہا کہ میں ہوں بھائی تیرا اور تم کسی طرح پر غمگین مت ہو۔ ان کاموں سے جو کرتے رہیں سب بھائی مل کر اور وہ سب بھائی شہر میں ایک جگہ جا کر اُترے۔ بعد اُترنے کے ایک ملازم شہر کا ان کو سیدھے راستے سے حضرت یوسف کے پاس لے گیا۔ سب بھائیوں نے بروقت ملاقات کے حضرت یوسف سے باادب سلام علیک عرض کیا اور ایک دستار جو حضرت یعقوب ع

کو اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میراث میں ملی تھی وہ اُنہوں نے اپنے باپ کے کہنے کے مطابق حضرت یوسف کو پیش کردی اور حضرت یوسف سے کہا کہ یہ ہمارے باپ کا دیا ہوا ہدیہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کی بھیجی ہوئی دستار دیکھکر از حد خوش ہوئے کیونکہ یہ دستار جس کسی کو پہونچی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوا اور معلوم کیا کہ جو پونجی اپنے بھائیوں کو پھیر دی تھی کہ تم لوگ اس کو لیجا کر اسے اپنے خرچ وغیرہ میں لانا پھر اس کو ویسا ہی باپ نے واپس کردیا۔ یہ دیکھکر حضرت یوسف کو کچھ افسوس ہوا۔ لیکن مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا ضروری تھا فوراً اپنے خادموں اور خانساماں کو حکم دیا کہ کھانے جلد از جلد تیار کرو اور باقاعدہ دستر خوان لگاؤ۔ چنانچہ آپ کے کہنے کے مطابق کھانے نہایت نفیس اور مختلف قسم کے دستر خوانوں پر چُن دیئے گئے۔ پھر حضرت یوسف نے اپنے آئے ہوئے مہمانوں کو طلب کیا اور ان سے فرمایا کہ اسوقت کھانا تیار ہے آپ حضرات کھانا دستر خوانوں پر بیٹھ کر کھا لیجئے لیکن ایک بات ضروری کہنی ہے کہ جو جو بھائی ایک ہی ماں کے بطن سے ہوں تو وہ ایک ہی جگہ پر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ یہ بات حضرت یوسف کی سُنکر سب بھائی ایک جگہ پر ہی بیٹھ گئے صرف بنیامین ہی اکیلے رہ گئے اور وہ یہ حال دیکھکر رونے لگے۔ حضرت یوسف نے بنیامین سے کہا کہ بھائی تم کیوں روتے ہو اور تمہارے رونے کا سبب کیا ہے۔ بنیامین نے روتے ہوئے کہا کہ میرا ایک سگا بھائی تھا اور اس کا نام یوسف تھا میرے بھائیوں کی غفلت سے اسکو بھیڑیئے نے کھا لیا اور میں اپنی ماں سے اکیلا بھائی ہوں اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر وہ ہوتا تو وہ میرے ساتھ بیٹھکر کھانا کھاتا۔ اس بات کو سُنکر حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے چھوٹے بھائی یعنی بنیامین کو اجازت دو کہ وہ میرے ساتھ اسوقت بیٹھکر کھانا کھائے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر آپ یوں نوازش و کرم فرماتے ہیں تو یہ ہماری سرفرازی ہے اس بات کو طے کرکے حضرت یوسف نے ان لوگوں کے سامنے کھانا نہ کھایا اور بنیامین کو اپنے ساتھ لیکر خلوت سرا میں چلے گئے اور اپنے شاہانہ چہرہ کا نقاب اٹھا کر بنیامین کو دکھایا۔ بنیامین حضرت یوسف کی شکل و صورت دیکھکر بے ہوش ہو گئے۔ پھر حضرت یوسف نے ان کے چہرے پر عرق گلاب چھڑکا جس کی وجہ سے وہ ہوش میں آگئے۔ حضرت یوسف نے بنیامین سے کہا کہ تم کو کیا ہوا۔ شاید تم کو مرگی کی بیماری ہے۔ پھر بہت ہی غمخواری اور دلاسا دینے لگے۔ بنیامین نے کہا کہ میں پیغمبر زادہ ہوں ہم کو مرگی کی بیماری نہیں ہوتی ہے میں تو آپ کو دیکھکر بے ہوش ہو گیا تھا۔ آپ تو میرے بھائی جو گم ہو گئے ہیں جن کا نام یوسف ہے اُنہیں کے مثل ہیں۔ بنیامین کی یہ بات سُنکر حضرت یوسف نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو میں وہی تمہارا بھائی گم ہوا یوسف ہوں اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور خاطر جمع رکھو۔ یہ بات سُنکر بنیامین پھر بیہوش ہو گئے تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد اُٹھ کر بیٹھے اور ہوش میں آگئے۔ پھر حضرت یوسف بنیامین سے اپنے والد بزرگوار کا حال پوچھنے لگے کہ ہمارے والد اب کیا کرتے ہیں اور وہ کس حال میں رہتے ہیں۔ وہ بولے تمہارے فراق میں بیت الاحزان میں بیٹھے

عبادت کرتے رہتے ہیں اور تمہارے لئے شب و روز روتے روتے دونوں آنکھیں جاتی رہی ہیں اور تمہارے غم میں انکی زندگی تلخ ہوگئی ہے۔ حضرت یوسف بنیامین کی یہ باتیں سُنکر بہت رونے لگے اور کہا کہ تم کھانا کھاؤ اے میرے پیارے چھوٹے بھائی! میں اپنی مصیبت کا قصہ جو جو ظلم بھائیوں نے مجھ پر کیا تھا وہ میں تم سے بیان کرتا ہوں سب سے پہلی بات ظلم کی یہ کی کہ میرے باپ سے بہانہ بنا کر جنگل میں لے گئے اور وہاں جا کر مجھے اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیا اور پھر کچھ دن کے بعد ایک گذرنے والے قافلہ نے ہم کو اس اندھیرے کنوئیں سے نکالا تو پھر ہمارے انہیں بھائیوں نے اسی قافلہ کے سردار کے ہاتھ ہم کو بیچ دیا ہم نے کنوئیں میں بہت تکلیف اُٹھائی اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس تکلیف و مصیبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سلطنت کی دولت سے نوازا ہے اور تم اس بات کو میری بطور امانت رکھنا اور یہ بات کسی سے نہ کہنا اور اپنے بھائی یہ بات سُننے نہ پائیں میں کسی حیلے سے تم کو اپنے پاس رکھونگا اور بہت اچھی طرح سے میرے پاس رہوگے۔ پھر یہ باتیں کر کے بنیامین اس خلوت سرا سے باہر نکل آئے حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو تین دن تک کھانا پینا برابر کھلایا پھر چلتے وقت ہر ایک کو ایک ایک شتر کا بوجھ اناج دیکر رخصت کیا۔ اور ایک حیلہ سازی کر کے چُپکے سے ایک پیالہ چاندی کا اپنے پانی پینے کا جو جواہر سے جڑا ہوا تھا ایک کنعانی غلام کو کہہ دیا کہ اس پیالے بے بہا کو بنیامین کے شتر کے بوجھ میں چھپا کے رکھ دینا۔ چنانچہ اس غلام نے ویسا ہی کیا جیسا کہ اسکو حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ سب تقریباً ایک منزل کی راہ تک نکل چکے تھے اسکے بعد حضرت یوسف نے اپنے چند سواروں کو ان کے پیچھے بھیجا کہ وہ پیالہ پانی پینے کا مع بنیامین کے ہمارے پاس لائیں یہ خبر سنتے ہی چند سوار فوراً ان کے پیچھے روانہ ہوگئے اور اُنہوں نے اس قافلے کو دور جا کر پالیا اور اس قافلہ کو پکارا اے قافلہ والو ذرا ٹھہرو تم کہاں جا رہے ہو ہماری ایک قیمتی چیز گم ہوگئی ہے بہت ممکن ہے وہ تم لوگوں کے پاس ہو پہلے تو تم لوگ اپنی تلاشی دیدو شاید وہ چیز تمہارے پاس نکل آئے۔ اور ممکن ہے کہ تم ہی چور ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ٥ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ٥ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ٥ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ٥ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ٥ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ٥ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ٥ (ترجمہ) اور پھر جب تیار کر دیا ان کو اسباب ان کا اور رکھ دیا پانی پینے کا پیالہ جان کر اپنے بھائی (بنیامین) کے بوجھ میں پھر پکارا پکارنے والوں نے اے قافلے والو یقیناً تم چور ہو کہنے لگے اپنا منھ کر کے ان کی طرف کیا تم نہیں پاتے وہ بولے کہ ہم نہیں پاتے بادشاہ کا ناپ یعنی پیالہ اور جو کوئی وہ پیالہ لاویگا تو اسکو ایک اونٹ کا بوجھ انعام میں ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ بولے قسم ہے اللہ کی تم کو معلوم ہے کہ ہم

شرارت کرنے نہیں آئے تھے اس ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے اور نہ ہم لوگوں نے کبھی چوری کی ہے ان لوگوں نے ان سے کہا کہ پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہوئے۔ تو وہ سب کہنے لگے اس کی سزا بس یہی ہے کہ جسکے بوجھ میں پاؤ وہی جاوے اس کے بدلے میں اور ہم تو یہی سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک پیالہ بادشاہ کے پانی پینے کا تھا اور وہ بادشاہ کی پیاس کا ناپا ہوا تھا۔ یا پیالہ تھا اناج ناپنے کا۔ حضرت یوسف نے ان کو چور کہلوایا۔ یہ جھوٹ نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے حضرت یوسف کو باپ کے سامنے سے لیجا کر چوری سے بیچ ڈالا تھا۔ اور حضرت یعقوب کے دین میں یہ حکم تھا کہ جو کوئی چوری کرتا وہ مال والے کا غلام ہو رہتا صرف ایک برس تک اور ان کے بھائیوں نے کہا بھی تھا کہ تم جسے چوری میں پاؤ اسے اپنا غلام بنا لینا۔ یہ کہہ کر وہ لوگ قافلہ والوں کا مال اسباب تلاش کرنے لگے سب بوجھوں کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کی اور سب سے آخر میں چھوٹے بھائی بنیامین کے شتر کے بوجھ کی تلاشی لی بالآخر بنیامین کے شتر میں شلیتے میں وہ پیالہ نکلا جیسا کہ قولہ تعالیٰ۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ ط (ترجمہ) پھر شروع کیں اس نے دیکھنا خرجیاں ان کی پہلے اپنے بھائی کی خرجی سے آخر کو وہ برتن نکلا ایک خرجی سے اپنے بھائی کی پھر سب کو حضرت یوسف کے پاس حاضر کیا۔ ان کے بھائی بہت طاقتور تھے اگر وہ اپنی طاقت سے کام لیتے تو وہ نہ پکڑے جاتے۔ لیکن چھوٹے بھائی بنیامین کی وجہ سے سب پکڑے گئے اور حضرت یوسف کے پاس حاضر کیئے گئے اور جب وہ حضرت یوسف کے پاس واپس پہنچ گئے تو وہ آپس میں مشورے کرنے لگے کہ عزیز مصر سے یہ بات کہنا چاہیئے کہ ہمارے چھوٹے بھائی کے عوض میں کسی دوسرے بھائی کو ایک سال کے واسطے غلام رکھ لیجیے تاکہ ہم لوگ اپنے کیئے ہوئے وعدے کے مطابق اپنے باپ کے پاس اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو لے جائیں اور ان کے سپرد کر دیں ورنہ ہم اپنے باپ کو کیا جواب دیں گے۔ اور باپ ہم سے سخت ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ بنیامین کو بھی یوسف کی طرح گم کر دیا ہم لوگ اگرچہ ہر چند یقین دلائیں گے لیکن وہ کبھی ہماری بات کو باور نہ کریں گے۔ اپنے جی میں یہ مشورے طے کر کے دربان کو ہمراہ لیکر حضرت یوسف کے حضور میں حاضر ہوئے اور حضرت یوسف سے بولے۔ اے عزیز مصر آپ نے ہم پر بہت مہربانی کی اور شفقت فرمائی اور اس سے بھی زیادہ آپ سے نوازشات کی امیدیں ہیں لیکن ایک مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اپنے لطف و کرم سے ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو چھوڑ دیں تاکہ ہم لوگ اپنے کیئے ہوئے وعدوں کے مطابق اپنے باپ کے پاس لے جائیں اور ہم لوگوں کو یقین کامل ہے کہ آپ ضرور ہماری گذارشات پر توجہ فرمائیں گے اور ہم لوگوں کو تشکر و امتنان کا موقعہ دیں گے۔ یہ سُنکر حضرت یوسف نے کہا کہ حکم شرعی تمہارے دین میں یہی ہے اور تم نے بھی یہ چیز پہلے قبول کر لی تھی کہ چور پکڑا جاوے بموجب شرع کے وہ ہماری قید میں ایک سال تک رہے گا۔ اور تم لوگوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم سب پیغمبر زادے ہیں اور نیک مرد ہیں۔ بھلا بتاؤ یہ کیا درست ہے کہ تمہارا بھائی میری چوری

کرے وہ بولے کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ چوری کرنا اس کے حق میں عجب نہیں۔ کیونکہ اس کا بھائی بھی چور تھا چنانچہ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت بیان فرمائی ہے قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (ترجمہ) انہوں نے کہا اگر اس نے چرایا تو چوری کی اسکے بھائی نے بھی پہلے۔ تب حضرت یوسف نے یہ سنکر دل میں کہا قولہ تعالیٰ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

(ترجمہ) تب آہستہ کہا یوسف نے اپنے جی میں اور انکو نہ جتایا اور بولا کہ تم بدتر ہو درجے میں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو۔ مروی ہے کہ اگر وہ چوری کا ذکر نہ کرتے تو بنیامین کو لے جاسکتے تھے چونکہ انہوں نے چوری کا ذکر کیا اس بات کو سُنکر حضرت یوسف نے غصّہ میں ہو کر اپنے دل میں کہا کہ تم نے ایسی چوری کی کہ اس کے بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا اور میری چوری کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے ان پر چوری کے طعن کا قصّہ یہ ہے کہ حضرت یوسف کو پھوپھی نے بچپن میں پالا جب بڑے ہوئے تو باپ نے چاہا کہ اپنے پاس رکھوں اور پھوپھی کو محبت تھی اس لئے انہوں نے چھپا کر ایک پٹکا ان کی کمر سے باندھ دیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ اس کو ڈھونڈھنے لگیں۔ آخر لوگوں میں چرچا ہوا۔ آخر وہ پٹکا یوسف کی کمر سے نکالا گیا۔ بایں سبب موافق ان کے دین کے ایک برس تک ان کی پھوپھی نے اس حیلہ سے حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھا۔ اور حضرت یوسف نے کہا کہ بھائیوں نے مجھ پر اتنا ظلم کیا اور ستایا یہانتک کہ مجھ کو بعید الوطن کیا۔ پھر بھی یہ لوگ مجھے چوری کی تہمت دیتے ہیں یہ سب لوگ عجیب آدمی ہیں۔ بالآخر بھائیوں نے حضرت یوسف سے عرض کی اے عزیز مصر ان کے والد بزرگوار بہت ضعیف اور نابینا ہیں اور ان کی مفارقت میں اور بھی زیادہ پریشان ہونگے آپ ہمارے اور بھائیوں میں سے ایک بھائی کو رکھ لیجئے اس کا بدلہ ہوجائے گا اور اس کو چھوڑ دیجئے اور ہم میں سے آپ کی خدمت بھی بخوبی کر سکے گا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہنے لگے اے عزیز مصر اس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو آپ ہم میں سے اس کے بدلے دوسرے کو رکھ لیں اور ہم آپ کو بہت احسان والا دیکھتے ہیں۔ حضرت یوسف نے اس کے جواب میں کہا قولہ تعالیٰ۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ (ترجمہ) بولے یوسف اللہ تعالیٰ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر اس کو کہ جس کے پاس پائی اپنی چیز اگر ہم اس کے خلاف کریں گے تو بہت بے انصاف ہوں گے۔ یعنی حضرت یوسف نے فرمایا کہ معاذ اللہ ہم بے گناہ کو نہیں پکڑیں گے لیکن ہم اس کو گرفتار کریں گے کہ جسکے پاس پائی گئی ہماری چیز اور اگر ہم تمہارے کہنے سے کسی بے گناہ کو پکڑیں گے تو پھر ہم تو بہت ظالم ہوں گے۔ اور اس جملہ میں حضرت یوسف نے ایک اشارہ فرمایا ہے جو آخرت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف نے فرمایا کہ ہم بے گناہ کو نہیں پکڑیں گے مگر ہم پکڑیں اسکو جس نے چوری کی ہے۔ ایسا ہی قیامت کے دن جو شخص چاہے کہ کسی کو بخشوا دے اللہ تعالیٰ سے حق سبحانہٗ تعالیٰ اس وقت فرمائیگا کہ جس بندے نے میرے

حکم کو مانا اور مجھ کو واحد جانا اسی کو بخشونگا۔ حاصل کلام، ہر چند بھائیوں نے چاہا کہ حضرت یوسف سے اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو چھڑا لیں لیکن وہ کسی طرح سے چھڑا نہ سکے۔ اور بہت ہی مایوس ہو گئے اور سب کے سب شہر کے دروازے پر جا بیٹھے اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اور بعض ان میں سے کہنے لگے کہ نہ ہم اِدھر جا سکتے ہیں اور نہ اُدھر۔ اور بنیامین کو یہاں چھوڑ کر کہاں جاویں کہنے لگے عجب شامت ہم پر آئی ہے آخر باپ کو جا کر کیا جواب دیں۔ قولہٗ تعالیٰ۔ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ (ترجمہ) پھر جب ناامید ہوئے اس سے تو اکیلے بیٹھے مصلحت سمجھنے کو پھر بولا ان کا بڑا بھائی جس کا نام شمعون تھا اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے باپ نے تم سے لیا ہے عہد اللہ تعالیٰ کا اور اس سے پہلے جو قصور یوسف کے بارے میں کر چکے ہو اس کا حال تم کو اچھی طرح معلوم ہے لہٰذا میں اس ملک سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ میرا باپ اس ملک سے روانگی کی اجازت نہ دے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ کوئی حکم کرے میرے واسطے اور وہ البتہ بہتر حکمت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد تمام بھائیوں کو بڑے بھائی نے رخصت کر دیا اور خود وہیں رہ گیا۔ اور اس اُمید پر کہ شاید مہربان ہو کر بنیامین کی خلاصی کر دیں۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ سب بھائیوں نے کہا کہ اے عزیز مصر ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو نہ چھوڑو گے تو ہم اپنے زور و طاقت سے لے لیویں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسی طاقت دی ہے، اور ہر ایک ان میں سے بولا کہ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک بھائی ایک ایک ملک کو لے سکتا ہے۔ پس کیوں ہم اس معاملہ میں نامردی کریں، اور ایک بھائی نے فخر سے جس کا نام یہودا تھا کہا کہ میں اکیلا ہی ملک مصر کو لے سکتا ہوں، یہ کہہ کر وہ سب بھائی لڑنے کو مستعد ہو گئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ ہر ایک بھائی ہر دروازے پر جا کر جنگ کا نعرہ مارو۔ اور حضرت یوسف ان کی قوت سے خوب اچھی طرح سے آگاہ تھے۔ ایک جاسوس پوشیدہ طور پر ان کی خبر کو بھیجا اور وہ جاسوس ان لوگوں کی خبر لایا کہ کنعان کے کل باشندے حضرت یوسف عزیز مصر سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس خبر کو سنکر حضرت یوسف نے چالیس ہزار مرد جنگی سلاح پوشش تیار کیئے اور تمام اہل مصر کو خبر کر دی کہ لڑائی کا سامان تیار کرو، اور ہر وقت بہت زیادہ ہوشیار رہو۔ یہ خبر ملک ریان تک پہونچی اس نے کہا کہ یہ کیا خبر ہے، تو مصریوں نے اسکے جواب میں ملک ریان سے کہا کہ کنعانیوں نے ایک پیالہ سرکاری چوری کیا تھا اور عند التحقیق وہ پیالہ انکے تھیلیوں میں سے نکلا۔ اس جرم میں ان کا ایک بھائی بموجب آئین و قانون مقید ہے۔ اور وہ کنعانی اس لئے ہم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ملک ریان نے کہا کہ میں بھی حاضر ہوتا ہوں تمہاری مدد کے لئے معہ تمام اپنے لشکر کے۔ حضرت یوسف نے ملک ریان سے کہا کہ ابھی مَیں کافی ہوں اور ابھی آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ جب ضرورت ہو گی آپ کو یاد

کر لیا جائے گا آپ اپنی جگہ آرام کریں۔ چنانچہ دوسرے دن قافلے اور لشکر نے شہر کے اندر آکر حملے شروع کر دیئے
اور ان کے بھائیوں میں سے ایک بھائی یہودا نے دروازے پر جا کر ایک ایسا نعرہ مارا کہ چالیس ہزار مرد کارزار مصر
کے یکبارگی بے ہوش ہو گئے اور شمعون نے بھی دوسری راہ سے آکر اپنی شجاعت دکھائی۔ مصر کے لشکریوں نے جب
یہ حال دیکھا سب شکست پا کے پسپا ہوئے اور حضرت یوسف چالیس ہزار مرد سپاہ کے بیچ میں تھے دیکھا کہ ان کے
بڑے بھائی نے ایک پتھر اُٹھا کر قلعہ کے کوشک پر پھینکا اس سے مکان کی تمام کھڑکیاں ٹوٹ گئیں اور یہ بھی دیکھا
کہ تمام لشکر مصر کا ہیبت سے پسپا ہو گیا ہے تب اُنہوں نے وہ دستار جو بھائیوں نے باپ سے لا کر دی تھی اور وہ
حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دستار تھی جو بطور معجزے کے ان کو لا کر دی تھی وہ ان کو دکھائی۔ پھر سب بھائیوں نے
اس دستار کو دیکھا تو دیکھتے ہی سب بھائی سُست اور کمزور ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت یوسف نے ایک ہی حملے میں
ان سب کو پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر اہل مصر کو بہت تسلی ہوئی اور بادشاہ ریّان نے حضرت یوسف کی جوانمردی دیکھی تو بہت
تعریف کی۔ حضرت یوسف نے ان لوگوں سے کہا کہ شاید تم نے اپنے اپنے دل میں یہی بات ٹھہرائی ہو گی کہ ملک مصر
میں تمہارے مقابل کا نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا کی یہی مرضی تھی کہ آخر میں ہم تمہارے ہاتھ سے گرفتار ہو جائیں
لیکن ہم کو اس جنگ سے یہ بخوبی اندازہ ہو گیا کہ مصر میں ہمارے مقابل نہیں ہے۔ پھر اسکے بعد حضرت یوسف نے
ان لوگوں کو اونٹوں کے بوجھ سمیت اپنے پاس بلوا لیا تاکہ لوگ یہ جانیں کہ ان پر کچھ ضرور سزا مقرر کی جائے گی
اور وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ یہ کوئی ہمارے خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا ہمارے آباؤ اجداد سے کچھ بزرگی پائی
ہو گی کہ ہم سے مقابل ہو کے لڑا اور ہم اسکے ساتھ نہ لڑ سکے۔ اس پر یہودا نے کہا کہ میری بات سچ ہے جو کچھ عرصہ پہلے
میں نے کہا تھا کہ یہ میرا بھائی یوسف ہے۔ پھر اُن کے بھائیوں نے کہا اگر بھائی یوسف ہوتا تو ہم پر اس طرح احسان
نہ کرتا ہم لوگوں کو تو اسی وقت مار ڈالتا۔ الغرض حضرت یوسف نے ان سب لوگوں کو تین دن تک قید میں رکھا
تاکہ شہر کے لوگوں کو خاطر جمع رہے۔ جب تین دن قید کے گذر گئے تو اُنہوں نے ان لوگوں کو بُلوا کر کہا کہ تم پر بادشاہ
کی طرف سے حکم تھا کہ فوراً جان سے مار دیا جائے لیکن میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی کی اور تمہاری رہائی دلائی
کیونکہ تم لوگ نیک آدمی ہو اور جوانمرد ہو اور ہم ایسے لوگوں کو بہت پسند کرتے ہیں اور پیار کرتے ہیں۔ پس
میں نے تم کو معاف کیا اور اس قید سے تم کو خلاصی دی اب تم لوگ جہاں طبیعت چاہے وہاں جاؤ۔ شمعون
نے کہا کہ اے بھائیو! میں یہاں رہونگا اور تم سب لوگ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور یہ حقیقت و ماجرا جا کر
بیان کر دو۔ پھر دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ
سَرَقَ ۚ (ترجمہ) شمعون نے کہا کہ تم سب بھائی اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میرے ابا جان
آپ کے ایک بیٹے نے چوری کی ہے۔ پس بموجب کہنے شمعون کے نو بھائی کنعان میں گئے اور یہاں شمعون

اور بنیامین رہے اور اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے واسطے اندیشے میں تھے۔ اور بوجہ فکر کے لوگوں کو راستے میں بٹھا رکھا تھا کہ بیٹوں کے آمد کی خبر ہم تک جلد پہونچائیں۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کو لوگوں نے ان کے بیٹوں کی آمد کی خبر دی اور کہا کہ مصر سے صرف نو ۹ بیٹے آپ کے آئے ہیں اور ان کے ہمراہ نہ اونٹ ہیں اور نہ اُنکے بوجھ ہیں یعنی انکے ساتھ کچھ نہیں ہے۔ یہ سُنکر حضرت یعقوب علیہ السلام بہت فکرمند ہوئے اور رونے لگے۔ اور جب بیٹے اُنکے پاس آئے تو اُنہوں نے ساری حقیقت اپنی جو جو حال ان پر گذرا تھا وہ کہہ سُنایا اور کہا گندم ناپنے کا ایک صاع چوری ہوگیا تھا اس کے عوض بنیامین کو قید میں رکھا اور وہاں کے عزیز مصر یوسف سے لڑائی ہوئی اور ہم سب بھائیوں کی عزیز مصر یوسف نے بہت اچھی ضیافت کی اور بہت ہی اچھی طرح سے ہم لوگوں کو رکھا۔ اور اے میرے ابا جان اگر آپ کو ان باتوں میں ذرا بھی شک معلوم ہو تو ہمارے قافلے کے دوسرے لوگوں سے معلوم کر لیجئے اور ہم نے جو کچھ آپ سے عرض کیا ہے بالکل سچ ہے ذرا بھی اس میں فرق نہیں ہے اور اس معاملہ میں ہم لوگ بے گناہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور پوچھ اے میرے باپ اُن بستی والوں سے جس میں ہم تھے اور اس قافلے والوں سے بھی جس قافلے کے ہم لوگ واپس آئے ہیں اور بیشک ہم لوگ سچ کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جو تم کہتے ہو۔ اور تم لوگوں نے اپنے دل سے یہ بات بنالی ہے اور اب مجھے سوائے صبر کے کچھ بھی نہ بن آئے گا اور فرمایا اللہ تعالے نے قولہٗ تعالیٰ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (ترجمہ) بولا کوئی نہیں بنائی ہے تمہارے جی نے یہ بات' اب صبر کرنا ہی بہتر ہے شاید لے آوے اللہ تعالیٰ میرے پاس ان سب کو وہی ہے خبردار حکمت والا۔ الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے یہ دروغ آمیز باتیں سُنیں تو ان سے مزید معلوم ہوا اور قیاس انکی باتوں کا کیا کہ بہت ممکن ہے میرا یوسف مصر میں ہے پھر ان سے توجہ اُٹھالی اور پھر کہا قولہٗ تعالیٰ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (ترجمہ) اور مُنہ پھیرا اُن سے اور کہا اے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہوگئیں آنکھیں اُنکی یعنی یوسف کے غم سے کیونکہ وہ یوسف کے غم میں بھرے ہوئے تھے۔ بیٹوں نے جب اپنے باپ کو دیکھا کہ یوسف کے غم میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں اور ضعیف و ناتوانی سے پشت بھی خم ہوگئی ہے تب وہ کہنے لگے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا اُنھوں نے قسم ہے خدا کی کہ ہمیشہ رہے گا تو یاد کرتا یوسف کو یہاں تک کہ ہو جاوے تو مضمحل یا ہو جاوے ہونے والوں سے یعنی بنیامین کے جانے سے پھر یوسف کا غم تازہ ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا قولہٗ تعالیٰ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) کہا سوا اس کے نہیں کہ شکایت کرتا ہوں اپنی بے قراری کی اور اپنے غم کی اللہ تعالیٰ کی طرف

اور میں جانتا ہوں خدا کی طرف سے جو کچھ تم نہیں جانتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ بے صبر وہ ہے جو خلق کے آگے شکایت کرے مخلوق کی۔ اور میں اسی خدا سے کہتا ہوں جس نے مجھے یہ درد و دکھ دیا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے مجھ پر آزمائش ہے۔ دیکھو یہ آزمائش کہاں تک بس ہوتی ہے جسوقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے قید ہوجانے کی خبر سُنی اس زور کی آہ ماری کہ آنکھیں اُلٹ گئیں۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا۔ اے یعقوب! اگر تم خدا کو یاد کرو گے اور نہ روؤ گے تو تم کو راحت ملے گی ورنہ اور زیادہ پریشانی ہوگی اور یہ آہ و بکا عبث ہوگی۔ یہ ارشاد حضرت جبرائیلؑ کا سُنکر حضرت یعقوب علیہ السلام کو کچھ دلجمعی ہوئی، اور کچھ دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرا یوسف اب مصر میں ملے گا۔ پھر اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے جس چیز کو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو اور فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُّوسُفَ وَاَخِيهِ وَلَا تَايْئَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿ترجمہ﴾ اے بیٹو! جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اس کے بھائی کی اور مت ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیشک ناامید نہیں اللہ کے فضل سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔ خبر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پانچ برس تک یوسف کے لئے روتے رہے اور ان فراقِ یوسف کے دنوں میں سوائے عبادت الٰہی اور ذکر یوسف کے اور کچھ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ بھوک و پیاس کی حالت میں بھی یہی ذکر رہا کرتا تھا۔ ایک طرح سے یہ ذکر ان کی زندگی کی غذا بن گیا تھا اس لئے شب و روز یہی کام تھا اور کوئی دوسرا کام کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ یہ تھی فرطِ محبّت اپنے بیٹے سے۔ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے آکر کہا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر تم اس سے زیادہ یوسف کے لئے گریہ وزاری کرو گے تو بھی مرضی الٰہی کے سوا تم کو کچھ نہ مل سکے گا اور نام بھی تمہارا پیغمبروں کے دفتر سے مٹا دیا جائیگا۔ یہ باتیں سُنکر حضرت یعقوب علیہ السلام نے حکم الٰہی پر دھیان کیا۔ پھر انکو اللہ رب العزت نے اپنے حکم سے یوسف کو مِلوا دیا۔ اگر کوئی معترض یہ کہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو ناحق چور بناکر کیوں پکڑا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُنہوں نے بھی حضرت یوسف کو ناحق چور کہلوایا تھا۔ اس کی مکافات دُنیا میں یوں ہوئی بمصداق اس آیت کے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالُوْا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴿ترجمہ﴾ اگر اس نے چُرایا تو چوری کی اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے۔ یعنی حضرت یوسف کی شان پر یہ تہمت لگائی ان کے بھائیوں نے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ بنیامین تو یوسف کا سگا بھائی تھا۔ ایک بطن سے اس پر کیوں چوری کی بدنامی لگائی اس سے تو ان کو کچھ بُرائی بھی نہ پہونچی تھی۔ یہ سچ ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ بدنامی اس کی اس کے بھائیوں کے سبب سے تھی ظاہراً لیکن حقیقتاً وہ بالکل صاف تھے اس کے پیچھے معلوم ہوا وہ سب کے سب بے گناہ تھے پھر تو کسی کو بھی ایذا نہ پہونچی۔ الغرض پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا اور بولے کہ اپنے بھائی بنیامین کو لے آؤ اور خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ کیونکہ اس کی درگاہ سے کوئی محروم نہیں رہتا وہ سب کو مُنہ مانگی مُرادیں عطا فرماتا ہے

اور جو اس چیز سے انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔ یہ باتیں اپنے والد بزرگوار کی بیٹوں نے سُنیں تو اپنے والد محترم سے عرض
کی کہ ایک خط آپ ہم کو عزیز مصر یوسف کے نام پر لکھ دیجئے اور ہم یہ اچھی طرح سے معلوم کر چکے ہیں کہ عزیز مصر مرد معزز ہیں
ممکن ہے آپ کے خط کو پڑھکر بنیامین کو چھوڑ دیں۔ تب ان لوگوں کے کہنے سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک خط مندرجہ
ذیل مضمون پر لکھا جو نہایت ہی جامع کلمات سے پُر تھا تاکہ عزیز مصر یوسف اس خط کو دیکھتے ہی بنیامین کو اپنے قید خانے
سے چھوڑ دے۔ خط یہ ہے:۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَنَا يَعْقُوْبُ اِسْرَآئِيْلُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ اِسْحَاقَ
صَفِيِّ اللّٰهِ اَخُ اِسْمٰعِيْلَ ذَبِيْحِ اللّٰهِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ اُكْتُبُ اِلٰى عَزِيْزِ ابْنِ الرَّيَّانِ۔ اَمَّا بَعْدُ
فَاِنَّهُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ فِي الْاَرْضِ مُبْتَلَآءٌ بِالْبَلَاءِ اَمَّا جَدِّيْ اِبْرَاهِيْمُ اِبْتَلَى اللّٰهُ تعالے بِالنَّارِ فَاَنْجَاهُ
وَاَمَّا عَمِّيْ اِسْمٰعِيْلُ فَابْتُلِيَ بِالذَّبْحِ وَاَمَّا اَنَا فَكَانَ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْلَادِ ابْتَلَانِيْ فِيْ مُفَارَقَةٍ
حَتّٰى عَمِيَتْ وَكَانَ لَهٗ اَخٌ وَهُوَ الْمَحْبُوْسُ لِشَامَتِهٖ عِنْدَكَ لِعِلَّةِ السَّرِقَةِ فَاعْلَمْ اَنَا لَا اَكُوْنُ لَهٗ
اَخٌ وَلَا ابْنِيْ اِنْ فَضَّلْتُ بِدَارِيْ فَلَكَ الْاَجْرُ وَالثَّوَابُ عِنْدَ يَوْمِ الْحِسَابِ۔ اتنا ہی لکھکر اپنے بیٹوں کے
حوالے کیا اور بیٹے اپنے باپ سے رخصت ہو کر ملک مصر جا پہونچے اور والد بزرگوار کے دست مبارک سے لکھا ہوا نامۂ
مبارک عزیز مصر یوسف کو دیا۔ حضرت یوسف نے اپنے والد بزرگوار کا نامۂ مبارک بڑی تعظیم و تکریم سے پڑھا اور
اس نامۂ مبارک کے پڑھتے ہی زار زار رونے لگے اور پھر فوراً ہی اس خط کا جواب لکھکر اپنے محترم والد صاحب کو بھیجا
جس کا مضمون یہ تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ كِتَابُكَ وَصَلَ اِلَيَّ وَشَرَّفَنَا مِمَّا وَصَفْتَ مِنْ مَحْزَنِ
اٰبَآئِكَ وَتُبْلِيْ بِفِرَاقِ اَوْلَادِكَ وَفَهِمْنَا عَلَيْهِ وَعَلَيْكَ بِالصَّبْرِ الْجَمِيْلِ فَاِنَّ مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ كَمَا صَبَرَ
اٰبَآئُكَ فَظَفَرُوْا۔ فقط یہ خط جب حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پاس پہونچا تو اس کو دیکھکر حضرت یعقوب
علیہ السّلام نے لوگوں کو بُلا کر کہا کہ اس خط میں اثر مجھے تو یوسف کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سُنکر وہ لوگ کہنے لگے کہ حضرت
جی یہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔ اس کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ میرے خط کا جواب
لکھنا سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو ادراک و فہم ممکن نہیں پھر اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کا جواب
لکھکر قاصد کے حوالے کیا اور ساتھ ہی ساتھ ایک خط بیٹوں کے پاس بھی لکھا کہ اے میرے بیٹو! تم عزیز مصر یوسف کے
پاس جا کر عجز و انکساری سے اپنے بھائی بنیامین کو طلب کرو۔ شاید وہ مہربان ہو کر میرے بیٹے بنیامین کو چھوڑ دے اور
ساتھ اس کے گیہوں سے ایک بوجھ اونٹ کا بھی دے کیونکہ یہاں پر قحط زوروں پر ہے اور لوگ بوجہ بھوک جاں بلب ہیں
یہ خط جب یہودا کو ملا تو یہودا فوراً اس خط کو لیکر حضرت یوسف کے پاس گیا اور ان کے پاس جا کر گریہ وزاری کرنے لگے
اور کہنے لگے کہ اے عزیز مصر یوسف ہم بیچارے غریب پردیسی اس مُلک میں آئے ہیں تمہارے پاس اور باپ ہمارے
بوڑھے گھر میں ہیں اور وہ ہمارے لئے تڑپتے ہیں اور جو کچھ مال ہم لوگ۔ آپ کے پاس لائے ہیں وہ آپ ہم سے لے لیجئے

اور بمقدار اس کے ہم کو اس کے عوض میں کچھ گندم دیدیجئے اور ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنا تصدق کر کے
چھوڑ دیں اور ہم لوگ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ تمام اہل ملک آپکے قبضہ میں ہو رہے ہیں اور آپکے واسطے ایک
قیدی کو چھوڑنا کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے، ہم کو اُمید ہے کہ آپ ضرور ہماری طرف توجہ فرمائیں گے اور پھر کہنے لگے
قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ
مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا
نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ
فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اور کہنے لگے
اے عزیز مصر یوسف اس کا ایک باپ ہے بہت بوڑھا بڑی عمر والا سو اسکے بدلے میں ایک ہم میں سے رکھ لیجئے اور
اس کو چھوڑ دیجئے اور ہم کو یہ معلوم ہے کہ آپ بہت احسان کرنے والے ہیں۔ یہ سُنکر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اللہ پناہ دے
کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی اپنی چیز، اگر ہم اس اُصول کے خلاف کریں گے تو پھر ہم بہت بے انصاف ہوئے
یہ باتیں عزیز مصر یوسف کی سُنکر وہ جب نا اُمید ہوئے پھر اکیلے بیٹھکر مصلحت کو سوچنے لگے لیکن کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں
آتی تھی اور وہ سب ہر چند غور و فکر کرتے تھے، ان میں سے جو سب سے بڑا تھا وہ بولا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ چلتے وقت باپ نے
تم سے کیا عہد لیا تھا اور وہ عہد بھی معمولی عہد نہیں ہے کیونکہ اس عہد میں اللہ کو گواہ کیا گیا ہے اور پھر اس سے پہلے
حضرت یوسف کے بارے میں زبردست قصور کر چکے ہو اس حال کو بھی غور کرو آخر اس کا کیا جواب ہوگا۔ اور میں تو یہ
فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس جگہ سے ہرگز نہ جاؤں گا جب تک حکم نہ دے میرا باپ، یا پھر آسمان سے اللہ تعالےٰ کوئی
فیصلہ کر دے اور وہی ہے سب سے بہتر فیصلہ چکانے والا حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو یعنی بنیامین کو عمدہ لباس پہنا رکھا
تھا اور انکی خدمت میں نوکر لگا رکھے تھے اور ایک مکان نہایت عالی شان بھی ان کی رہائش کے واسطے دیا تھا اور ہر روز
اپنے ساتھ سیر کو لے جاتے تھے اور ہر وقت اور ہر لحظہ اپنے باپ کا ذکر ان سے کیا کرتے تھے اور بنیامین اپنے دل میں کہتے تھے
کہ اس حال کی خبر جلد از جلد باپ کو کر دینا چاہئے تاکہ وہ جلد از جلد یہاں آجائیں کیونکہ یہ جگہ بہت آرام و سکون کی ہے
اُدھر بھائیوں نے بنیامین کو دیکھا لباس شاہانہ پہن کر تخت پر برابر یوسف کے ساتھ بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ دیکھکر وہ آپس میں
کہنے لگے کہ شاید یہ عزیز مصر نہیں ہے بلکہ یہ حضرت یوسف ہیں ورنہ ایسی شفقت سے اپنے برابر تخت پر بیٹھانا سوائے
حقیقی بھائی کے کون کسی کو بٹھاتا ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم لوگوں کو کچھ مصیبت پڑے تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو
شفیع کریں گے۔ حضرت یوسف نے جب ان لوگوں کا چہرہ متغیر دیکھا تو فرمایا کہ کم از کم تم یاد کرو ان کے بھائی یوسف
پر تم لوگوں نے کیا کیا ظلم کیا تھا۔ قولہ تعالےٰ۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ
(ترجمہ) کہا حضرت یوسف نے تم نے کیا کیا تھا یوسف سے اور اسکے بھائی سے جب تم کو سمجھ نہ تھی۔ وہ بولے قولہ تعالےٰ

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (ترجمہ) کہا اُنہوں نے کیا سچ تو ہی یوسف ہے؟ تو اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں ہی یوسف ابن یعقوب ہوں اور یہ میرا حقیقی بھائی ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ نے ہم پر احسان کیا اور وہ ہر پرہیز گاروں پر احسان کرتا ہے البتہ جو کوئی پرہیز گاری کرے اور پھر صبر بھی کرے پس تحقیق اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا اور احسان کرنے والوں کو احسان کا بدلہ ضرور دیتا ہے یعنی حاصل مطلب یہ ہے کہ جس پر کچھ تکلیف پڑے اور وہ حدودِ شرع سے باہر نہ ہو اور نہ وہ ان مصائب کو دیکھکر گھبرائے اور اس کو صبر شکر کے ساتھ برداشت کرے تو بالآخر اسکو اللہ رب العزت ضرور اس کا نعم البدل عنایت فرمائیگا۔ حضرت یوسف سے جب ان کے بھائیوں نے یہ بات سُنی تو یکبارگی ناچار ہو کر گر پڑے اور زار زار رونے لگے اور اپنی زبانوں سے کہنے لگے قولہ تعالےٰ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ ؕ (ترجمہ) کہا اُنہوں نے قسم ہے خدا کی کہ تحقیق پسند کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے او پر ہمارے اور تحقیق تھے ہم البتہ خطاوار۔ یعنی تمہارا خواب سچ تھا اور ہمارا حسد غلط اور اللہ تعالےٰ نے تم پر اپنا فضل کیا۔ اور اب ہم سب گناہگار ہیں اور اب ہم نے توبہ کی اپنے گناہوں سے اور اس کے بدلے میں جو کچھ بھی تم سزا مقرر کرو وہ سب جائز ہے اور اگر تم بنظر عفو معاف کردو تو یہ آپ کی بزرگی کے لائق ہے۔ اور اگر سزا دو تو وہ ہمارے تقصیروں کے لائق ہے۔ حضرت یوسف نے یہ عاجزانہ کلام جب اپنے بھائیوں سے سُنا تو فرمانے لگے قولہ تعالےٰ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ؕ (ترجمہ) کہا یوسف نے کہ کچھ بھی الزام نہیں تم پر آج اور اللہ تعالےٰ تمہاری تقصیرات کو بخشے اور وہ ہے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو کوئی آدمی اپنے گناہ اور تقصیر سے توبہ کرے اور معافی چاہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے معاف فرما دیتے ہیں۔ انہی اشارات پر حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے بسبب توبہ وانکساری کے معاف کیا اور اگر ایسا یہاں نہ ہوتا تو حشر میں انصاف کے دن خدا کے پاس یہ معاملہ پیش ہوتا اور اللہ تعالیٰ انصاف کرتا تو اس کی پاداش میں نہ معلوم کیا خداوند قدوس سزا مقرر فرماتا اس لئے حضرت یوسف نے تمام تقصیرات کو اپنے بھائیوں سے درگذر فرمایا۔ الغرض حضرت یوسف نے اس وقت اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم سب کو میں نے خطاء ماضی سے معاف کیا اور اب تم لوگ کچھ غم نہ کرو، اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تم پر رحم کرے اور میں نے تمہاری ساری تقصیریں معاف کیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اب تم کو لازم ہے کہ ہماری ملاقات جلد ہمارے باپ سے کراؤ تب تو تمہارا چھٹکارا ہے۔ بھلا یہ تو مجھے بتاؤ کہ میرے باپ کی آنکھیں کس طرح جاتی رہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کا پیراہن آنکھوں پر رکھ کر شب و روز روتے روتے اندھے ہو گئے۔ تب حضرت یوسف نے کہا کہ اچھا اب

یہ میرا دوسرا پیراہن لے جاؤ اور میرے باپ کے مُنہ پر ڈال دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بینا ہو جائیں گے، ان کا علاج ہی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿ (ترجمہ) حضرت یوسف بولے لیجاؤ یہ کرتہ میرا اور میرے باپ کے مُنہ پر ڈالو انشاء اللہ وہ اپنی نظر کے ساتھ دیکھتے ہوئے چلے آئیں گے اور یہ بھی کرو کہ سارا گھر میرے پاس لے آؤ، یہ بات کہہ کر مع اپنے بھائیوں کے کھانا کھایا اور پھر ان سب کو اچھی اچھی پوشاکیں پہنائیں جو نہایت قیمتی تھیں، اور پھر ان سے کہنے لگے کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ جو میرے باپ کو جلد اس امر کی خبر پہونچادے تاکہ جلد ان کو میری طرف سے تسلّی خاطر ہو۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام ژاژ تھا، ہر روز اس کو تقریباً ڈیڑھ سو کوس چلنے کی عادت تھی۔ اس کو حضرت یوسف نے کہا کہ تم جاؤ اور میرے باپ کو یہاں آنے کا مژدہ دو۔ اور ایک پیراہن کہ جس کی برکت سے حضرت خلیل اللہ نے آگ سے نجات پائی تھی اور آگ گلزار ہو گئی تھی وہ پیراہن حضرت یوسف کے بازو میں تھا۔ جب ان کے بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا تو اسی پیراہن کو کھول کر آپ نے یہودا کے ہاتھ میں دیا اور پھر بولے کہ یہ باپ کے مُنہ پر لے کر ڈالدو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے آویں گے میرے پاس، اور یہ بھی تاکید کی کہ جب تم مصر کے دروازے سے باہر ہو جاؤ تو اس پیراہن کو کنعان کی طرف ہوا کے رُخ پر رکھنا تاکہ بُو میرے پیرہن کی جلد میرے باپ کو پہونچے، اسی تاکید کے مطابق یہودا نے مصر کے دروازے کے باہر جا کر اس پیراہن کو ہوا کے رُخ پر رکھا اور باد صبا نے بوئے پیراہن یوسف کی فوراً حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہونچائی اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا اپنی اولاد کو جوان کے پاس اسوقت حاضر تھی یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے پاس بیٹھے تھے تو ان سے کہنے لگے۔ اے بیٹو! اب تو یوسف کے پیرہن کی بو پاتا ہوں تم مجھ کو دیوانہ مت کہنا۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْھُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿ (ترجمہ) اور جب جدا ہوا قافلہ مصر سے کہا اُن کے باپ نے میں پاتا ہوں بُو یوسف کی کبھی ایسا نہ ہو کہ تم کہنے لگو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ یہ بات حضرت یعقوب علیہ السلام کی سُنکر لوگ کہنے لگے قولہٗ تعالیٰ قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ ﴿ (ترجمہ) لوگ کہنے لگے قسم خدا کی تحقیق تو البتہ بیچ وہم وگمان اپنے قدیم کے ہے۔ اس بات کو کہے ہوئے کچھ ہی ساعت گذری تھی کہ ژاژ پیک نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو جا کر حضرت یوسف کی طرف سے بشارت دی یہ سُنتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام نے جلدی سے اُٹھ کر اس کو گود میں لے لیا اور پھر بہت ہی مشتاق ہو کر اس سے پوچھنے لگے یہ تو مجھے بتاؤ کہ میرا یوسف اس وقت کہاں ہے، وہ بولا کہ یوسف کو ہم نے مصر میں پایا ہے اور وہ ملک مصر کے بادشاہ ہیں بنیامین اور دوسرے جو بھائی وہاں موجود ہیں وہ سب اچھی طرح آرام سے ہیں اور میرے پیچھے یہودا بھی آرہے ہیں اور وہ اپنے ہمراہ حضرت یوسف کا دیا ہوا ایک کرتہ لیکر آرہے ہیں اور حضرت یوسف نے چلتے وقت یہ تاکید

فرمائی تھی کہ یہ کرتہ میرے باپ کے منہ پر ڈال دیجئے گا اللہ کے حکم سے وہ بینا ہو جائیں گے، لہذا وہ کرتہ لاکر آپ کے منہ پر ڈالیں گے تاکہ آپ کی بینائی ٹھیک ہو جائے اور ایک بات کی اور بھی تاکید کی تھی کہ سب اہلبیت کو یہاں لے آؤ یہ سنکر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ بہت اچھا اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن مجھے یہ تو بتا دو کہ میرا یوسف اس وقت کس کے دین پر ہے اپنے باپ دادوں کے دین پر ہے یا نہیں۔ اس میں مجھ کو اندیشہ ہے اس نے کہا کہ ابھی تک وہ اپنے باپ داداؤں کے دین پر قائم ہے یہ بات سنکر حضرت یعقوب علیہ السلام سجدے میں چلے گئے اور شکرِ خدا بجالائے اور تمام کنعان کے لوگ خوش ہوئے اتنی دیر میں یہودا بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آپہونچے اور آتے ہی یہودا نے وہ پیراہن جو حضرت یوسف نے دیا تھا وہ حضرت یعقوبؑ کے منہ پر ڈال دیا۔ اس پیراہن کے ڈالتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور وہ ہر چیز کو دیکھنے لگے، پھر اس پر یہ کہنے لگے اپنے بیٹوں سے کہ کیا ہم نے نہیں کہا تھا تم کو مجھے یوسف کے پیراہن کی بُو آتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) پس جب آیا خوشخبری لانے والا تو اس نے ڈال دیا اس کرتے کو اوپر منہ اسکے پس ہو گئے وہ بینا، پھر بولے کہ میں نے یہ نہ کہا تھا تم کو کہ مَیں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے" اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت یوسف کے پیرہن کی بُو مصر سے حضرت یعقوب کو پہونچی تھی اور کسی دوسرے کو نہیں پہونچ رہی تھی اس میں کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عاشق اپنے معشوق کا ہو تو ضروری ہے کہ بو محبوب کی اسی کو آئے گی اور کسی دوسرے کو کیوں آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مؤمنو! تمام عالم مخلوقات میں ہم نے کسی کو ایسا نہیں پیدا کیا کہ اسکی رنگ و بو میری نہ ہو اسی طرح سے چونکہ حضرت یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے اس لئے انکو اپنے بیٹے کی بُو لمبی مسافت سے بھی آرہی تھی اسی طرح سے بندۂ مومن خدا کا دوست ہوتا ہے اسکو بھی موت کے وقت راحت اور اپنی خدا دوستی کی بُو آتی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت جو مومن حالتِ نزاع میں ہوگا خدا تعالےٰ فرماویگا کہ وہ میرا دوست ہے۔ چنانچہ اس وقت اسکو اس دوستی کی بُو آتی ہے۔ جب جان اس کی نکلنے کو ہوگی تو خدا کی طرف سے بشارت دی جائے گی کہ اے روح خوشی سے نکل جا تب فرشتے بھی اس سے کہیں گے اے مومنو! تم کو سبب عصیاں اور غفلت کے راہ امر و نہی خدا کی نہیں سوجھی تھی اب جاتے وقت تکلیف کھینچتے ہو اور روتے ہو اس لئے پیراہن مغفرت کا اللہ تعالیٰ نے تم کو بھیجا تا کہ آنکھوں میں تمہارے روشنی آجائے اور اپنی جگہ بھی بہشت میں پاؤ۔ الغرض حضرت یوسف نے بعد رخصت کرنے ذرا ثر پیک کے اور بھی تین بھائیوں کی تدبیر میں رہے انکو اچھے اچھے عمدہ کپڑے چُن چُن کر اور ہر بھائی کو علیحدہ علیحدہ دیکر اور اہل کنعان کیلئے ایک ہزار اونٹ معہ بوجھ گندم کے اور اقسام اقسام کے کھانے کی چیزیں اور اچھے اچھے گھوڑے بطور ہدیہ باپ کے پاس بھیجے تاکہ تمام اہل کنعان

کو حصہ پہنچے اور تمام اہل کنعان میرے باپ کے حق میں دعا کریں۔ یہ چیزیں کئی دن کے بعد شہر کنعان پہونچ گئیں پھر اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السّلام تمام اپنے اہلبیت کو لیکر مصر کے قریب پہونچے۔ اس خبر کو سُنکر بادشاہ ریان بہت خوش ہوا اور حضرت یوسف سے کہا کہ ادائے شکر تم کو واجب ہے اپنے ماں باپ سے اور تمام اہلبیت سے تمہاری ملاقات ہوئی اور جتنا مال پہلے سب کے واسطے تم نے اپنے والد بزرگوار کے پاس بھیجا تھا ہم اس سے بہت ہی خوش ہوئے اور بھی اتنا ہی مال خزانے سے لیکر ادائے شکر میں فقیروں و محتاجوں کو خیرات کرو اور پھر ملک ریّان نے بھی ہدیہ خاص حضرت یعقوب علیہ السلام کے واسطے بھیجا اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمام مصر کو دیبائے رومی سے آراستہ کریں اور مکافات نئے نئے جداگانہ تیاّر ہو ویں۔ پس حضرت یوسف مع اپنے لشکر بادشاہت کے مصر سے نکل کر دو منزل آگے باپ کے استقبال کو آئے اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ جب کسی سے راستے میں ملاقات ہوتی تو اس سے پہلے یہی بات دریافت کرتے کہ بتاؤ میرا یوسف کہاں ہے کیا تم لوگوں میں ہے یا نہیں۔ وہ لوگ اس کے جواب میں کہتے کہ وہ ہم لوگوں میں کیسے ہو سکتے ہیں ہم لوگ تو ان کے غلام ہیں چنانچہ اس راستے میں تقریباً اسی سوار اونٹ پر گذرے ان سب سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کا حال دریافت کیا۔ اس کے بعد حضرت یوسف بذات خود نہایت باحشمت و دبدبہ لشکر کے ساتھ آپہونچے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اس شتر کی عماری پر تشریف لائے جو حضرت یوسف نے خاص اپنے والد محترم کے واسطے بھیجا تھا، چنانچہ راستے ہی میں باپ بیٹے سے ملاقات ہوگئی اور بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ملک ریّان نے حضرت یوسف سے کہہ دیا تھا کہ جب اپنے والد بزرگوار سے ملاقات ہو تو تم اپنے گھوڑے سے نیچے نہ اُترنا اگرچہ اپنے باپ کی تعظیم واجب ہے لیکن بادشاہوں کا پاپیادہ ہونا مناسب نہیں۔ تب حضرت یوسف یہ بات سُنکر یہ تجویز عمل میں لائے کہ بادشاہ ریان کے حکم کی بھی تعمیل ہو جائے اور اپنے محترم والد بزرگوار کی تعظیم بھی بجالاؤں تو وہ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جا اُترے اور اس کے بعد وہ فوراً مشاہدے میں گئے۔ غیب سے ایک ندا آئی کہ اے یوسف جو جس کا محب جانی ہوتا ہے تو اسکی ماں جیسی محبّت ہوتی ہے۔ یہ آواز سُنتے ہی حضرت یوسف نے جانا کہ یہ ہدایت منجانب اللہ ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کو دیکھتے ہی اپنی سواری سے اُتر پڑے اور محبّت و تعظیم سے یوسف کو اپنی عماری پر اُٹھا لیا اور پھر دونوں مل کر بہت روئے اور یہ حال دیکھکر تمام اہل لشکر بھی رو دیا۔ ان کے رونے سے سب بھائی اور تمام لشکر پاپیادہ مصر میں آئے۔ بعد اسکے زر و گوہر نثار کئے مخبری کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام لشکر میں یوسف کے آئے اور ان میں نشان جتنے تھے وہ سب پست ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا سر سب سے بلند ہوا یہ دیکھکر سب بہت حیران و متعجب ہوئے اور اسی اثنا میں دیکھا گیا کہ کبھی حضرت یعقوب علیہ السّلام ہنستے تھے اور حضرت یوسف روتے تھے اور کبھی حضرت یوسف ہنستے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام روتے تھے۔ اس میں ایک اشارہ ہے جو درحقیقت عاشقانہ کہلاتا ہے

یعنی کبھی عاشق روتے ہیں تو معشوق ہنستے نظر آتے ہیں اور کبھی معشوق روتے ہیں تو عاشق ہنستے نظر آتے ہیں۔ پھر اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السّلام اپنے تمام اہل بیت کو لیکر اس قصر معلّیٰ میں جا اُترے جو کہ خاص حضرت یعقوب علیہ السّلام کے لئے بنایا گیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو لیجا کر شاہی تخت پر بیٹھا دیا۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ (اور بلندی پر تخت شاہی کے اپنے ماں باپ کو بٹھایا اور پھر سب کے سب بھائی اس کے آگے سجدۂ تعظیمی میں گر گئے۔ یہ سجدہ تعظیمی اس وقت کی شریعت میں جائز تھا اب منع کر دیا گیا۔ پھر سجدے سے اُٹھ کر حضرت یوسف نے اپنے باپ سے کہا قولہٗ تعالیٰ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ۗ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۟ (ترجمہ) اور کہا یوسف نے اے میرے باپ یہ بیان ہے میرے اس پہلے خواب کا اس کو میرے رب نے سچ کیا اور اُس نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا کہ مجھ کو قید خانے سے نکالا اور پھر تم سب کو میرے پاس لے آیا۔ بعد اس چیز کے کہ جھگڑا اُٹھایا مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان مردود نے، اور میرا رب ہر کام کو بذریعہ تدبیر کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا۔ اگلے زمانے میں سجدہ کرنا بڑوں کی تعظیم سمجھی جاتی تھی اور فرشتوں نے بھی حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا اور اس شریعت محمدیہ میں وہ رواج بالکل موقوف کر دیا بلکہ سجدہ کرنا کسی مخلوق کو حرام کر دیا۔ اور حکم دیدیا کہ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ۝ (ترجمہ) تحقیق مساجد اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں جن میں سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور سوائے اس کے کسی کو روا نہیں ہے۔ چونکہ کچھ احکام خداوندی پہلے کی شریعتوں میں جاری کیے گئے تھے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بہنوں سے نکاح جائز تھا پھر وہ موقوف کر دیا گیا اسی سے یہ سجدۂ تعظیمی کا حکم پہلے تھا مگر شریعت محمدیہ میں ہمیشہ کے لئے موقوف کر دیا۔ پس حضرت یوسف نے کہا کہ اے میرے ابّا جان! یہ وہی خواب ہے جو میں نے دیکھا تھا کہ آفتاب اور مہتاب اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کرتے ہیں اب اللہ تعالیٰ نے وہی خواب میرا سچّا کر دیا۔ بعد اس کے دوسرے دن تمام اہل مصر نے اپنے اپنے ہدیے و نذرانے حضرت یعقوب علیہ السّلام کو پیش کیے جو درحقیقت حساب و گنتی سے باہر ہیں اور وہ سب مال حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو دے ڈالا اور پھر ملک ریّان بھی حضرت یعقوب علیہ السّلام کو دیکھنے کو آیا۔ خدا کے فضل و کرم سے ان کی صحبت کی برکت سے وہ دین اسلام سے مشرف ہوا پھر اس کے بعد کئی لوگ آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کو جو دیکھنے جاتا اپ کی جبینِ کا ایک نور انکی پیشانی پر چمکتا ہوا دیکھتا اور وہ نہایت ہی متحیر ہوتا اور پھر وہ دین اسلام قبول کر لیتا۔ اس کے بعد ملک ریّان نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا اے حضرت کیا یوسف آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔ بولے جی ہاں وہ میرے بیٹے ہیں

تب بادشاہ ریان نے کہا کہ میں ان سے بہت خوش ہوں اور میں نے ہی اس خوشی میں اپنی سلطنت کا کل اختیار ان کو دیدیا ہے۔ یہ سُنکر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے مَلک ریّان یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اسی کو کُل جہان کا اختیار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ راویوں نے روایت کی ہے کہ اس وقت بادشاہ کے گھر میں سات چکیاں زنگین طلائی تھیں اور ہر ایک چکّی وزن میں پانچہزار من کی تھی۔ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاؤں میں ایک چکّی کی ٹھوکر لگی تھی۔ یہ دیکھکر حضرت یوسف علیہ السّلام نے آکر اسی چکی کو اُٹھاکر پھینک دیا۔ اور یہ طاقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت کے سبب حاصل تھی، اب میں چاہتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے واقعہ کو مختصر کردوں تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو اور میرے واسطے دُعائے خیر کرتے رہیں۔ الغرض حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے دریائے نیل کے کنارے پر اپنے رہنے کے واسطے عمارت بنوائی اور پھر وہیں سکونت اختیار کرلی۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السّلام نے حضرت یوسف سے کہا کہ تم کو معلوم تھا کہ میں کنعاں میں ہوں تو کیوں تم نے مجھ کو اپنے حال سے خبر نہ دی۔ حضرت یوسف نے اپنے باپ سے مؤدبانہ عرض کی کہ ابّا جان میں نے بہت خطوط آپ کی خدمت میں لکھے اور وہ سب کے سب اب تک ایک صندوق میں رکھے ہوئے ہیں، اور کہا کہ جب میں آپ کو خط لکھ کر بھیجنے کا ارادہ کرتا تو اُسی وقت حضرت جبرائیل آتے اور مجھ کو بھیجنے سے منع فرمادیتے اور مجھ سے یہ فرماتے کہ اے یوسف خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابھی تمہاری ملاقات کا وہ وقت نہیں آیا اور ابھی کچھ عرصہ باقی ہے اور تم اسوقت یہ خط اپنے والد بزرگوار کو مت بھیجو۔ یہ سُنکر حضرت یعقوب علیہ السّلام کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ تمہارے بھائیوں نے تمہارے ساتھ کیا بدسلوکی کی ہے۔ یہ سُنکر حضرت یوسفؑ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔ لیکن تمام بھائیوں نے خود ہی آکر کہا کہ اے ابّا جان ہم سب انکے بدخواہ تھے اور ہم ہی گنہگار ہیں اور اب ہم سب معافی چاہتے ہیں آپ سے، اور امید قوی کرتے ہیں کہ آپ ضرور ہماری غلطیوں کو درگذر فرمائیں گے قولہٗ تعالیٰ۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (ترجمہ) کہا اُنہوں نے اے میرے باپ بخشواؤ ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے خطا کرنے والے حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو تسلّی دیتے ہوئے ان سے کہا کہ اے بیٹو! میرے عنقریب بخشواؤں گا تمہارے گناہ اپنے رب سے کیونکہ وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (سوال) اس میں کیا بات تھی جب حضرت یعقوب علیہ السّلام سے ان کے بیٹوں نے اپنی خطا کی معافی مانگی جو اُنہوں نے حضرت یوسف کے بارے میں خطا کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وعدہ میں رکھا اور کہا میں عنقریب بخشواؤنگا۔؟ تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ وہ وعدہ جو حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں سے کیا تھا وہ علی الصبح کیا تھا کیونکہ صبح کی دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں مستجاب ہوتی ہے۔ اور بعضے مؤرخین حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے حق میں

دُعا کرنے میں اس واسطے تاخیر کی تھی کہ حق تعالیٰ کسی کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ اس شخص کو راضی نہ کرلے جس کے حق میں غلطی اور گناہ کیا گیا۔ چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا گناہ اور ظلم حضرت یوسف کے حق میں تھا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسوقت تک تاخیر کی جب تک کہ آپ نے حضرت یوسف سے ان کے بھائیوں کی معافی کا تذکرہ نہ کیا جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف سے پوچھا کہ تم اپنے بھائیوں سے راضی وخوش ہو یا نہیں۔ حضرت یوسف نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ میں اپنے تمام بھائیوں سے راضی ہوں اور انکی پچھلی تمام غلطیوں کو معاف کرتا ہوں۔ یہ سُنکر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی فرمائشی دعا خداوند قدوس سے مانگی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور انکے وہ قصور جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف کے حق میں کیئے تھے معاف کردیئے۔ اس دعا کے چند ہی روز بعد حضرت یعقوب علیہ السلام انتقال فرما گئے۔ اس کے بعد شمعون نبی ہوئے اور بعض معتبر روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام تقریباً چوبیس ۲۴ برس تک نبوت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور جب آپکی عمر ستر برس کی ہوئی تو موت بالکل قریب آگئی تو اس وقت آپنے دربارِ خداوندی میں دعا مانگی اور کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنْتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے پروردگار میرے دی تونے میرے تئیں کچھ بادشاہی اور سکھائی تونے میرے تئیں تعبیر خوابوں کی اے پیدا کرنے والے آسمان وزمین کے توہی ہے دوست یعنی کارساز میرا دُنیا و آخرت میں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ میری موت بھی نیک بختوں میں کر اور بعد مرنے کے میرے مجھے صالحین میں ملادے"۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ہمارا بھائی یوسف بادشاہ ہے اور وہ قیامت کے دن بادشاہ کے زمرے میں اُٹھیگا اور وہ پسندیدگی کی نگاہ سے نبیوں میں نہیں دیکھا جائے گا۔ اس بات کو حضرت یوسفؑ نے بھی سُن لیا تھا تب ہی تو موت کے وقت خدا کی درگاہ میں دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تُونے میرے تئیں بادشاہی دی دُنیا میں اور موت دے مجھ کو ایمان کے ساتھ اور آخرت میں انبیاء صالحین کے ساتھ ملادے۔ اور ستر برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے تمام بھائی نبی ہوئے اور اسی طرح سے انتقال ہوتا رہا۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک بارہ قوموں پر مشتمل تھے۔ قرآن شریف میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو اسباط فرمایا ہے اور اسباط کہتے ہیں بنی اسرائیل کو یعنی اولاد یعقوبؑ کو اور دوسرے بنی اسرائیل کو قبائل کہتے ہیں تاکہ تمیز ہوسکے ان دونوں فریقوں میں۔ یہاں تک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہُ اَعلم +

بیان حضرات اصحاب کہف

ایک روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ملک روم میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام وقیانوس تھا اللہ تعالےٰ نے اسکو بہت بڑی سلطنت دے رکھی تھی اور فوج و لشکر بہت کثیر تعداد میں تھا۔ اتفاقاً ایک روز کسی قاصد نے آکر اس بادشاہ سے کہا کہ فلاں بادشاہ تیرے ساتھ لڑنے کو تیاری کر رہا ہے اور اپنی کثیر تعداد میں تیرے مقابلے کے لئے آنا چاہتا ہے اس خبر کو سُنکر روم کا بادشاہ وقیانوس اشتعال میں آگیا اور اپنی تمام فوج و لشکر لیکر اس دشمن کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں کود پڑا اور وہ بادشاہ جو اس پر چڑھائی کرکے آیا تھا آخر کار وقیانوس بادشاہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کے جتنے بیٹے تھے وہ سب کے سب گرفتار ہو گئے۔ بعضے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس بادشاہ کے چھ بیٹے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ بیٹے تھے۔ بادشاہ روم وقیانوس نے سب کو اپنی خدمت خاص میں رکھا۔ صرف ان میں سے ایک کو عہدہ جائے ضرور کا دیا تھا۔ جب بادشاہ وقیانوس جائے ضرور کو جاتا تو اس سے آبدست کروا لیتا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ ایسا جوان فربہ موٹا تھا کہ اس کا ہاتھ جائے مقعد پر نہیں پہونچتا تھا۔ بڑا اعظیم البدن تھا۔ اور یہ بھی بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ ملعون خدائی کا دعوٰی بھی کرتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان شہزادوں کو خطاب اصحاب کہف کا دیا جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِیْمِ لا كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ (ترجمہ) کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار والے اور کوہ والے ہماری قدرتوں میں اچنبھا تھے جب جا بیٹھے وہ جوان اس کوہ میں پھر بولے اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے مہر اور بنا ہمارے کام کو درست، یہی شہزادے مذکور سب کچھ تدبیر اور حیلہ کرنے لگے کہ کیونکر اس ظالم بدبخت کے ہاتھ سے ہم خلاصی پائیں اور خدا کی عبادت کریں۔ ایک روز وقیانوس اپنی جائے ضرور کو گیا تھا اور اس غلام کو جسے اس نے اس کام کے واسطے خادم مقرر کیا تھا نہ پایا کہ اسکی مقعد کو دھلائے تب اس ظالم ملعون نے خفا ہو کر حکم کیا کہ اسکو اور اس کے سب بھائیوں کو ایک ایک سو دُرّے مارے جائیں اور ان کو تاکید کردو کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہونے پائے اور آئندہ سے اپنے کام پر برابر حاضر رہیں اور اپنے کام سے غفلت نہ ہونے پائے۔ اس حکم کو سُننے کے بعد وہ شاہزادہ کہ جس کا عہدہ جائے ضرور کا تھا جب رات ہوئی تو سب بھائیوں کو لیکر بیٹھا وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو کر صلاح و مشورہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ملعون ہم کو ہر روز ستاتا ہے اور خدا ہونے کا دعوٰی بھی کرتا ہے اور سب سے اپنے کو سجدہ بھی کرواتا ہے۔ اب ہم کو واجب ہے کہ اس کی خدمت کرنے سے باز رہیں اور یہاں سے کسی طرف نکل جاویں اور اپنے خالق ارض و سما کی عبادت کریں جو آخرت میں ہمارے مرنے کے بعد کام آوے۔ یہ بات ایک بھائی نے اپنے مشورہ سے بتائی تھی سب بھائیوں نے اس بات کو بسر و چشم قبول کیا اور کہا کہ بھائی بات تو بڑی اچھی ہے جو تم کہتے ہو۔ اب کسی صورت و تدبیر سے یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔ تب باقی بھائی بولے کہ ایک تدبیر ہے کہ وہ ملعون

میدان چوگان کھیلنے کو جائے گا البتہ ہم کو بھی لے جائیگا۔ جب ہم لوگوں کو کھیلنے کو کہیگا تب ہم لوگوں کو ایسی چستی و چالاکی سے چوگان کھیلنا چاہئے کہ وہ خوش ہو جائے اور تعریف کرنے لگے۔ جب شام قریب ہوگی تب میں چوگان میدان سے باہر پھینکوں گا اسوقت تم لوگ بھی ہمارے پیچھے میدان سے باہر نکل آنا اور سب ایک جگہ جا کر میلے اور پرانے کپڑے پہن لینا اور پاؤں پاؤں چلے جانا اس طرح سے کوئی ہم کو دیکھے گا بھی نہیں اور ہم لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے چنانچہ سب بھائیوں نے اپنا ارادہ مضبوط کر لیا اور عزم بالجزم اپنے حصولِ مقصد میں لگ گئے۔ دوسرے دن دقیانوس بادشاہ کے پاس سب حاضر ہوئے اور اپنے اپنے عہدے پر جا کھڑے ہوئے اور وہ ملعون تخت شاہی پر بیٹھا خدائی کا دعویٰ کرتا تھا لعنۃ اللہ علیہ۔ اتفاقاً اسی وقت ایک بلی بالاخانے پر سے اس کے پاس اچانک آگری۔ اسکے گرنے سے وہ ملعون چونک پڑا اور بہت ڈرا۔ تب وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ ملعون خدا ہوتا تو بلی سے کیوں ڈرتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مردود جھوٹا ہے اور دعویٰ اس کا باطل ہے۔ اسی گھڑی ایک شیطان بصورت انسان اس کے آگے آ کر کہنے لگا اے ملعون اگر تجھ کو دعویٰ خدائی کا ہے تو ادنیٰ ترین ایک ذی روح جانور مکھی ہے اسکو تو پیدا کر تب ہم جانیں گے تیرا دعویٰ حق ہے۔ اس مردود نے ایک بہانہ کر کے کہا کہ ایسے بد جانور کو ہم پیدا نہیں کرتے۔ شیطان بولا خدا نے تو اس کو پیدا کیا ہے البتہ کچھ حکمت ہوگی۔ وہ ملعون بولا اس میں کیا حکمت ہوگی۔ اس کے جواب میں شیطان بولا جب تو جائے ضرور میں جا بیٹھتا ہے وہ مکھی تیری گندگی میں بیٹھ کر اپنے ہاتھ پاؤں میں نجاست آلودہ کر کے تیری داڑھی پر جا بیٹھتی ہے یہ بھی ایک کارحکمت ہے یہ کہکر وہ شیطان غائب ہو گیا اور وہ ملعون یہ سنکر بہت شرمندہ ہوا۔ پس دوسرے دن دقیانوس چوگان کھیلنے کو میدان میں گیا اور ان شہزادوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ پس جب وہ میدان میں پہونچ گئے تو چوگان کا کھیل کھیلنے لگے۔ دقیانوس ان شہزادوں کے کھیل سے بہت زیادہ محظوظ ہوا اور بولا صبح کو تم سب کو خلعت دیکر خوش کرونگا۔ جب شام ہوئی اور دن بھی آخر ختم ہو ہی گیا۔ شہزادے اپنے مشورہ کے مطابق چوگان میدان سے پھینکنے لگے اور اسی طرح آہستہ آہستہ کھیلتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ دقیانوس ان لوگوں کو کھیل میں مشغول چھوڑ کر اپنے محل کی طرف چل دیا اور وہ شاہزادے سب فرصت کمال پا کر خدا کو یاد کر کے وہاں سے نکل پڑے۔ میدان کی طرف گھوڑا اٹھا کے رات ہی رات چلے گئے۔ جب صبح ہوئی اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر کسی شہر کے کنارے جا پہونچے۔ وہاں دیکھا کہ چند آدمی پاسبان بکری وغیرہ کے تھے ان سے ملاقات ہوئی وہ سب کہنے لگے کہ اے عزیزو! تم کہاں جاتے ہو؟ تو انہوں نے ان کو جواب دیا کہ ہم لوگ خالق ارض وسماء کی طلب کو جاتے ہیں وہ کہنے لگے کہ وہ کیسا ہے جسے تم لوگ چاہتے ہو۔ وہ بولے کہ وہ خدا زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ سب کا پروردگار ہے اور تمام کائنات کو ملک عدم سے ملک وجود میں لانے والا وہی خدا ہے۔ پس ان سب باتوں سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور وہ آپسمیں کہنے لگے یہ سب لوگ سچ کہتے ہیں۔

تب وہ بھی اپنی پاسبانی چھوڑ کر شاہزادوں کے ساتھ مل گئے اور انکی صحبت اختیار کر لی اور ایک کتا بھی انکے ساتھ تھا وہ بھی انکے ہمراہ ہو لیا۔ وہ شہزادے ان لوگوں سے بولے کہ تم لوگ اس کتے کو واپس کر دو تو بہت بہتر ہے ورنہ ہمارے ساتھ رہے گا تو کبھی بھونکے گا اور اسکی آواز سُنکر لوگ ہم کو آکر پکڑ لیں گے۔ ان شہزادوں کے کہنے سے ان پاسبانوں نے اپنے کتے کو مارا پیٹا اور یہانتک کہ اس کے ہاتھ پاؤں بھی توڑ ڈالے اور سارا بدن اس کا زخمی کر دیا تو بھی اس کتے نے ان لوگوں کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر وہ کتا بھی ان لوگوں کے ساتھ رہ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قوتِ گویائی سکھائی تو کتے نے کہا کہ اے یارو مجھے مت مارو۔ تم جس کے بندے ہو میں بھی اسی کا فرمانبردار ہوں۔ اور تم جس کی یاد کو جاتے ہو میں بھی اسی کو چاہتا ہوں۔ لہذا مجھ کو بھی تم اپنے ہمراہ لے چلو۔ پس کتے سے یہ باتیں سُنکر اصحابِ کہف کو ترس آگیا اور اُسے پیار کر کے اپنے ہمراہ لے چلے۔ تمام رات چلتے چلتے جب صبح نمودار ہوئی تو ایک پہاڑ کے اندر کھوہ میں جا گھسے اور بولے یہاں ذرا دم لینا چاہیئے کہ رات کی ماندگی دور ہو جائے۔ آخر وہاں ٹھہر گئے اور آرام کرنے لگے اور وہ اسی آرام کی رات میں تھے کہ نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے قولہ تعالےٰ۔ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝ (ترجمہ) جب جا بیٹھے وہ جوان اُس کھوہ میں پھر وہ بولے اے رب دے ہم کو اپنے پاس مہر اور بنا دے ہمارے کام۔ پس پردہ ڈال دیا ہم نے اوپر کانوں انکے یعنی سلا دیا ہم نے انکو بیچ غار کے کئی برس گنتی کے پھر اُٹھایا ہم نے انکو کہ وہ معلوم کریں ہم دو فرقوں میں سے کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ سوتے رہے تھے۔" الغرض دقیانوس نے اس کھیل کے میدان میں ان شاہزادوں کو نہ پا کے بہت تاسف کیا اور فوراً ہی اپنے ہوشیار چند سواروں کو انکے پیچھے دوڑایا تفحص و تجسّس کرتے ہوئے اسی کھوہ کے پاس جا پہونچے، اور خدا کے فضل و کرم سے اس غار کا منہ بھی چیونٹیوں کے سوراخ جیسا بن گیا اور وہ سوار اس پر برابر تلاش کرتے رہے لیکن وہ ان کا نام و نشان تک نہ پا سکے۔ آخر مجبوراً واپس چلے آئے۔ اور بعض روایت میں یوں آیا ہے کہ اسی کھوہ کے کنارہ پر ان سب کو مردہ پایا تھا تو وہ لوگ اسی کھوہ میں ڈال کر چلے آئے تھے اور اسی دن سے ان سب کا نام و لقب اصحابِ کہف ہوا۔ اور بعضوں نے اس روایت کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ وہ بادشاہ کے باورچی کے بیٹے تھے اور بعض ان میں نانبائی کے بیٹے تھے اور بادشاہ دقیانوس نے ان میں سے ایک کو جادو سیکھنے کو جادوگر کے پاس بھیجا تھا۔ ایک دن اس لڑکے کی اثنائے راہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ راہب نے اس لڑکے سے پوچھا تم کہاں جاتے ہو۔ وہ بولا میں جادو سیکھنے جاتا ہوں۔ راہب بولا بیٹا جادو سیکھنا تو کفر ہے۔ تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ تب وہ راہب کے کہنے سے اور خدا کے فضل سے اسی وقت ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ دقیانوس اس بات کو سُنکر بہت خفا ہوا اور اس لڑکے کو پھانسی کا حکم دیدیا۔ روایت میں ہے کہ اس لڑکے کو پانچ مرتبہ سولی پر چڑھایا تو بھی وہ نہ مرا اور اللہ کے

فضل سے سلامت رہا۔ اور کہا آمَنْتُ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ آخر اس کو بادشاہ دقیانوس نے قید شدید میں رکھا۔ اسکے ہم جنس اور پانچ چھ لڑکے دقیانوس بادشاہ کے ملازم تھے اُنہوں نے باہم صلاح و مشورہ کر کے کسی حیلے سے اسکو قید سے چھڑا لیا اور اس کے بعد وہ متفق ہو کر اس ظالم بادشاہ کے قبضہ سے اس شہر سے باہر خدا کی عبادت کو نکلے اور ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر ایک کھوہ میں بیٹھ گئے اور وہیں سو گئے اور ان پر خدا کی طرف سے ایسی نیند ڈالی گئی کہ وہ تقریباً تین سو برس تک سوتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (ترجمہ) اور وہ اس کھوہ میں سوتے رہے تین سو نو برس۔ اور اصحاب کہف کے نام میں اور ان کے اعداد میں بہت اختلاف ہے یہ سب کے سب اہل روم تھے اور ان کا غار بھی ارض روم میں ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی کے دین میں تھے۔ اور قاموس میں لکھا ہے اور ابن قتیبہؒ نے روایت کی کہ اصحاب کہف کا دین و مذہب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ فقط وہ لوگ صرف توحید پر قائم تھے اور وہ کسی نبی کی شریعت کے ساتھ منسلک نہیں ہوئے مگر جس نے ان کی خبر پائی معتقد ہوئے اور ان کے پاس مکان زیارت بنا دیا۔ وہ نصاریٰ تھے اور نام ان کے یہ ہیں بہ مکسلمینا۔ وایلخا۔ وبکسر۔ مرکوش۔ نواس۔ سانیوس۔ سلطیطوس۔ اور بعضوں نے کہا ہے۔ مکسمینا۔ یلیخا۔ مرطونس۔ بینوس۔ سابونس۔ کفسططوس۔ ذونواس اور بعضوں نے کہا۔ مکسمینا۔ تملیخا۔ مرطونس۔ بینوس۔ ذواس۔ کشفیطط۔ اور بعضوں کے نزدیک یہ نام ہیں۔ مکسمینا۔ ایلخا۔ مرطونس۔ سارنوس۔ بطنوس۔ کشفوطط۔ ذواس۔ اور آٹھواں ان کا کتّا ہے کہ اس کتے کا نام قطمیر تھا۔ قاموس میں یہی لکھا ہوا ہے۔ لیکن شمار ان کا سوائے خداوند تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کتنے آدمی تھے۔ اسی واسطے انکے اعداد و شمار میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بمصداق آیت مذکورہ کے۔ قولہ تعالےٰ سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ کَلْبُهُمْ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ کَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ کَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۚ (ترجمہ) البتہ کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتّا ہے بغیر دیکھے نشانی کے پتھر چلانا اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتّا ہے تو کہہ کہ پروردگار میرا خوب جانتا ہے کہ کتنے آدمی انکے ہیں کچھ صحیح خبر ان کی نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ۔ جب وہ لوگ تین سو نو برس کے بعد نیند سے بیدار ہوئے اصحاب کہف آپس میں پوچھنے لگے ایک دوسرے سے چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَکَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ هٰذِهٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَآ اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِکُمْ اَحَدًا ۚ (ترجمہ) اور اسی طرح انکو

جگا دیا ہم نے پھر وہ آپس میں پوچھنے لگے۔ ایک بولا ان میں سے کہ کتنی دیر سوتے رہے تم وہ بولے کہ ہم سوتے رہے ایک دن یا اس سے بھی کم۔ پھر کہنے لگے کہ تمہارا رب بہتر جاننے والا ہے کہ جتنی دیر تم لوگ اس غار میں سوتے رہے ہو، اب تم بھیجو اپنے میں سے ایک کو کہ یہ اپنا روپیہ لیکر شہر کو جاوے اور وہاں سے کوئی کھانا پاکیزہ لیکر آوے اور وہ نہایت ہوشیاری سے جائے اور اپنا بھید بھی کسی کو نہ بتلائے اور نہ اپنی رہائش کی خبر کسی کو بتائے۔ چونکہ وہ تقریباً تین سو برس بعد نیند سے بیدار ہوئے تھے تو تمام اصحاب کہف پر بھوک کا غلبہ تھا۔ ان میں سے یملیخا کو شہر میں روٹی لانے کو نانبائی کی دوکان پر بھیجا اور اس کے پاس دینار وقیانوس بادشاہ کی حکومت کا تھا وہی لیکر وہ روٹی لینے کو گیا۔ روٹی والے نے یملیخا سے پوچھا کہ میاں یہ دینار کہاں سے لائے ہو کیا تم نے کوئی گڑا ہوا دفینہ پایا ہے۔ کیونکہ میں تو اس دینار پر وقیانوس بادشاہ کا نام دیکھتا ہوں اور اس بادشاہ کو تو قرنوں ہوئے گذرے ہوئے اور وہ تو کبھی کا مر چکا ہے اور اس کا تو کوئی نام و نشان بھی نہیں، اب تم ایسا کرو کہ مجھے بھی اس کا کچھ حصّہ دو۔ ورنہ میں تمہیں موجودہ بادشاہ کے حضور لے جاؤنگا اور وہ دیکھتے ہی تم سے روپیہ سارا چھین لیگا۔ آخر مجبور ہوکر یملیخا نے اس سے اپنا سارا قصّہ بیان کیا۔ یہ سُنتے ہی بہت سے آدمی ایک جگہ پر مجتمع ہو گئے اور یملیخا کا قصّہ سُننے لگے یہانتک کہ یہ خبر موجودہ بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ بہت عادل مزاج تھا اس نے یملیخا کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔ اور یملیخا سے اس کی گذری ہوئی ساری حقیقت پوچھی۔ بادشاہ کے پوچھنے پر یملیخا نے کہا کہ ہم لوگ کئی آدمی ہیں اور بادشاہ وقیانوس کے ظلم سے بھاگ کر فلانے پہاڑ کی کھوہ میں جا رہے ہیں اور بعد ایک مدّت کے جب ہم لوگ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو بھوک سے بیتاب ہوئے اور برداشت نہ کر سکے اور باقی لوگوں کو وہیں بٹھا کر میں اکیلا روٹی لینے کے واسطے شہر آیا ہوں۔ بادشاہ یہ سُنکر بہت متعجب ہوا اور علماء تواریخ جاننے والوں کو بُلوایا اور پھر ان سے پوچھا کہ کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ بادشاہ وقیانوس کون سے زمانے میں گذرا ہے۔ ان علماء تواریخ نے متفق ہوکر بادشاہ سے کہا کہ جہاں پناہ جو باتیں یملیخا نے آپ سے عرض کی ہیں وہ سب سچ ہیں۔ ہم لوگوں نے تواریخ عالم میں پڑھا ہے کہ بادشاہ وقیانوس بڑا ظالم تھا اور زمانہ سابقہ میں گذر چکا ہے۔ پس یہ بادشاہ عادل اور منصف مزاج تھا یہ حقیقت سُنکر یملیخا کے ساتھ اس غار میں جانے کا عزم کیا اور نہایت شان و شوکت سے سوار ہوکر اس غار پر جا پہونچا۔ یملیخا نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ اس شان و شوکت اور دبدبے کیساتھ انکے پاس جائیں گے تو وہ لوگ آپ کو دیکھکر ڈریں گے اور کسی دوسری جگہ جاکر چھپ جائیں گے اور پھر آپ سے کچھ بھی بات چیت نہ کرینگے۔ مناسب ہے کہ آپ یہاں ذرا ٹھہریں۔ اور میں جاکر ان لوگوں کو آپکے آنے کی خبر دوں اور یہ بھی ان سے جاکر کہہ دوں کہ بادشاہ وقیانوس دُنیا سے رخصت ہو چکا ہے تاکہ ان کو خاطر جمع ہو جائے۔ اور ان سے کہدوں کہ اب مسلمان بادشاہ ہے آؤ شہر میں چلیں۔ یہ بات کہہ کر یملیخا اس غار میں چلا گیا اور تمام احوال جو اس

گذرا تھا وہ ان لوگوں سے جاکر بیان کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم کو اب کھانے پینے کی کچھ حاجت نہیں اور ہم کو دُنیا سے بھی کچھ غرض نہیں ہم کو تو اپنے خدا ہی سے کام ہے۔ یہ کہہ کر پھر وہ لوگ سو گئے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ اب تک سو رہے ہیں اور وہ اسی طرح قیامت تک سوتے رہیں گے یملیخا پھر بادشاہ کے پاس نہیں آیا اور بادشاہ کے ساتھیوں نے کافی دیر تک انتظار کیا اور پھر بادشاہ نے اس کھوہ میں جانیکا ارادہ کیا لیکن وہ اس غار میں جانے سے قاصر رہا اور اس کو کوئی بھی راہ جانے کی نہ مِل سکی ناامید ہو کر وہ بادشاہ اور اسکے ساتھی واپس آگئے اور اس پہاڑ کے کنارے بستی میں ایک عبادت گاہ بنا کر وہیں رہ گئے۔ اور یہ ایک روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے لئے حق تعالےٰ نے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں جو اُن کو پہلو بہ پہلو سُلاتے ہیں اور کروٹیں دلاتے رہتے ہیں اور بہشت کے پنکھے سے ہوا کرتے ہیں اور گرمی اور سردی وغیرہ انکو نہیں لگتی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۝ (اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کے جاتی ہے ان کے کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو تاکہ اثر گرمی اور سردی کا ان پر نہ پڑے اور وہ سب لوگ میدان میں ہیں اور یہ اللہ تعالےٰ کی قدرتوں کی ایک نشانی ہے اور جس کو اللہ چاہتا ہے وہی سیدھی راہ پاتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کردے تو پھر اسکو کوئی راہ دکھانے والا نہیں، اگرچہ اس کے قریب ہی رفیق کیوں نہ ہوں اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ سب سوتے ہیں لیکن ان کی آنکھیں کھُلی ہوئی ہیں تاکہ اس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے اس جگہ پر دہشت رکھی ہے تاکہ لوگ اس جگہ کو تماشہ نہ بنا سکیں اور وہ اس سبب سے بے آرام ہو جائیں۔ اور ان کے ساتھ ایک کتّا بھی لگ گیا تھا وہ بھی ان ہی کے ساتھ ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل زمانے سے اصحابِ کہف اس غار میں گھسے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہی اس غار میں گھُسے تھے اور وہ لوگ انجیل پر ایمان لائے تھے لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ دین و مذہب ان کا بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

بیان حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت صالح علیہ السّلام کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کا لقب خطیب الانبیاء رکھا ہے کیونکہ وہ فصیح اللسان اور فصاحت و بلاغت کے ماہر تھے

اور وہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور حقیقت میں اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی
گروہ کے دو نام ہیں۔ اور یہ لوگ باوجود بت پرستی کے ناپ و تول میں بھی انصاف سے کام نہ لیتے تھے اور مسافروں
کا راستہ بھی منقطع کیا کرتے تھے اسی قوم کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا آپ کو خداوند قدوس نے
قادر الکلامی سے سرفراز کیا تھا اس لئے آپ اپنی قوم کو اعلیٰ پیمانے پر دعوت الی الحق دیتے تھے اور شہر مدین آپکا وطن
تھا جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ
غَیْرُہٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝ (ترجمہ)
اور شہر مدین کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیب کو وہ جاکر بولے اے قوم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں
تمہارا خدا اس کے سوا اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول میں اور تم کو اس سبب سے آسودہ دیکھتا ہوں، لیکن ڈرتا ہوں ایسے عذاب
سے کہ وہ جب آوے گا تو تمام کو اپنے گھیرے میں لے لیگا اور کوئی بھی اس گھیرے سے نکل بھی نہیں سکتا، اور اے قوم
پورا کرو تم اپنے ناپ و تول کو انصاف کے ساتھ اور مت کم دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ مچاؤ اسکے سبب
سے فساد زمین پر یہ سنکر حضرت شعیب علیہ السلام کو کافروں نے جواب دیا اے شعیب تم کو معلوم ہونا چاہئے
کہ مال ہمارا ہے خواہ ہم اسکو زیادہ میں بیچیں خواہ اس کو گھٹا کر فروخت کریں اور تم کو ہمارے وزن اور ناپ سے کیا کام
ہے اور ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنی سمجھ سے کرتے ہیں آپ کو ہماری تجارت کے کاموں میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے آپ
تو اسی کام کو کئے جاؤ جس کام کی لوگوں کو دعوت دیتے ہو اور ہم لوگوں کی تجارت کی طرف تو خیال بھی نہ کرو اس سے
تمہارے کام میں رکاوٹ پڑے گی پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم خدا کی بندگی کرو اگر تم بندگی
نہ کروگے اور اپنے وزن ناپ تول اور میزان کے درست نہ رکھو گے تو یقیناً تم کو عذاب خداوندی پہونچے گا جیسا کہ
عذاب پہونچا قوم نوحؑ پر اور قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ پر اور قوم لوطؑ پر۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ
شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ ھُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ ۝
وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ (ترجمہ) اے میری قوم نہ برانگیختہ کرے تم کو
میری مخالفت کہ ضد میں خدا کی نافرمانی کرتے رہو جیسا کہ ضد میں نافرمانی کرتی رہی قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح
اور قوم لوط تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ تم لوگ پروردگار کی طرف رجوع ہو اور اسی
سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ بیشک میرا رب بہت مہربان ہے محبت والا۔ یہ فرمان حضرت شعیب علیہ السلام
کا سنکر انکی قوم نے جواب میں کہا۔ قولہ تعالےٰ۔ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْنَا
ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَھْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ۝ (ترجمہ) اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں
جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم لوگوں میں کمزور ہے اور نہ ہوتے تیرے بھائی بند تو تجھ کو ہم لوگ سنگسار کر ڈالتے

اور یہ بھی نہیں ہے تو ہم پر کوئی سردار ہے۔ اس کے بعد پھر حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا اے قوم اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو اور مجھے اللہ کی جانب سے آیا ہوا نبی تسلیم کرو اور میں جس چیز کا حکم دوں اس کو بجالاؤ اور ہر امر میں میرا کہنا مانو۔ ہر چند اور ہر وقت حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو نصیحت اور ہدایت کرتے رہے لیکن قوم برابر انکار ہی کرتی رہی۔ جب قوم نے کسی طرح سے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہ مانا اور برابر سرکشی اور اپنی ضد پر مصر رہی تو بہت ہی مجبور و مایوس ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس قوم کے واسطے بد دعا کی، اس بد دعا کے کرتے ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام فوراً حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے شعیب قریب ہے کہ تمہاری قوم پر خدا تعالیٰ عذاب نازل کرے گا لہٰذا تم ہوشیار رہو، اور جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں انکو سب کو لیکر شہر سے باہر نکل جاؤ اور اب اس قوم سے دور رہو۔ اس فرمان الٰہی کو سُنکر حضرت شعیب علیہ السلام اپنے اہل و عیال اور وہ لوگ جو اُن پر ایمان لائے تھے وہ سب ملا کر ایک ہزار سات سو آدمی تھے ان سب کو لیکر شہر سے باہر چلے گئے۔ یہ دیکھکر تمام کافر لوگ ہنسنے لگے اور بولے اے شعیب تم پر کیا مصیبت آپڑی ہے کہاں جاتے ہو۔ یہ سُنکر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شہر والو میں تم سے جُدا ہوتا ہوں اور یہ حکم مجھ کو میرے خدا نے دیا ہے۔ اب بعد اس کے حق تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔ یہ فرمان حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو سُنایا اور پھر وہاں سے چل دیئے۔ تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر نکل گئے۔ اسوقت حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اُنہوں نے آکر خبر دی کہ کل صبح تمہاری قوم پر عذاب خداوندی نازل ہوگا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت شعیب علیہ السلام عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور جتنی قوم کفار کی تھی وہ سب اپنے اپنے گھروں میں سوتے تھے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور خدا کے حکم سے ایک ایسی چیخ ماری کہ تمام کافر شہر کے ہلاک ہوگئے یہاں تک کہ کوئی مویشی بھی نہ رہا اور ایک ایسی آگ نمودار ہوئی کہ تمام لاشوں کو جلا گئی۔ اس عذاب الٰہی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے دربار الٰہی میں التجا کی کہ میرے پروردگار میں کہاں جاؤں اور کس جگہ رہوں غیب سے ندا آئی کہ میرے پیغمبر تم اپنے اپنے گھروں میں جاکر رہو۔ یہ حکم الٰہی سُنکر حضرت شعیب علیہ السلام اپنی ساری قوم جو آپ پر ایمان لاچکی تھی اور آپکے ہمراہ تھی ان سب کو لیکر شہر میں آئے اور دیکھا کہ سارے مردود کفار جل بھُن کر خاک ہوگئے ہیں۔ پھر شعیبؑ کے دوبارہ آجانے سے شہر مدین آباد ہوا اور وہاں کے اشجار و درخت از سر نو پھر ترو تازہ ہوئے اور خوب پھول و پھل پھلنے لگے اور کثرت سے پیدا ہونے لگے۔ روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو بارہ برس تک شریعت سکھائی اور اپنی قوم کے ہلاک ہونے میں اپنی بد دعا سے بہت افسوس کرنے لگے اور اسی غم میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں۔ مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر حضرت شعیبؑ سے کہا۔ اے شعیبؑ تم اپنی قوم کا کیوں غم کھاتے ہو، اور اگر تم اپنی آنکھوں کے لئے روتے ہو تو تم کو آنکھیں

دے دی جائیں گی اور اگر تم کسی اور کام کے واسطے روتے ہو تو وہ بھی حاصل ہو جائے گا اور اگر تم کو دوزخ کا ڈر ہے تو کچھ اندیشہ مت کرو۔ اور اگر تم دُنیا کے لئے روتے ہو تو تم کو دُنیا بھی دی جائیگی کیونکہ خداوند قدوس اپنے نیک بندوں پر بہت مہربان ہے۔ یہ سُنکر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اے جبرائیل میں کچھ نہیں چاہتا ہوں بس ایک آرزو میری ہے کہ خدا کا دیدار ہو جائے۔ حضرات جبرائیلؑ نے یہ سُنکر باری تعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہی تو دانا و بینا ہے۔ شعیب جو کہتا ہے تجھ کو خوب معلوم ہے۔ ندا آئی اے جبرائیل تم اس سے جاکر میری طرف سے کہو کہ ہمارا دیدار تو قیامت کو ملے گا۔ الغرض حضرت شعیب علیہ السلام بارہ برس تک دُنیا میں نابینا رہے اور اسی حالت میں پیغمبری کے فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ آپہونچا اور اس کی شرح بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں عرض کرونگا۔ اور یہ بھی ایک روایت سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے آنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السّلام صرف چار برس اور چار مہینے زندہ رہے۔ اور بعضی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آٹھ برس تک جیئے پھر اس کے بعد انتقال فرمایا۔ میں حضرت شعیب علیہ السّلام کے بیان کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت یونس علیہ السّلام

حضرت یونس علیہ السلام بہت مشہور پیغمبروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے انہیں شہر نینوا میں جس کو آجکل دمشق کہتے ہیں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اُنہوں نے اپنے فرائض منصبی کو اتم درجہ تک پہونچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور دعوت الی اللہ میں ہمہ تن مصروف رہے اور خداوند قدوس کی مہربانیوں انعام واکرام سے لوگوں کو اُمیدیں دلائیں اور غضب الٰہی سے بھی ہر طرح ڈرایا لیکن کسی نے بھی فرمانبرداری نہیں کی اور ہمیشہ آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے رہے بلکہ دست وزبان سے بھی رنج واذیت دینا شروع کر دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السّلام حضرت ہودؑ کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے خدا تعالےٰ نے انہیں دمشق میں نبی بنا کر بھیجا۔ اس جگہ قوم ثمود آباد تھی اور وہ سب کے سب بُت پرست تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت یونس علیہ السّلام کی قوم کتنی تھی۔ آپنے فرمایا ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور وہ سب کے سب نافرمان تھے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ۔ یعنی اور بھیجا اس کو ایک لاکھ آدمی پر یا اس سے کچھ زیادہ پر۔ فائدہ یعنی اگر عاقل بالغ شمار کیئے جائیں تو ایک لاکھ تھے اور سب چھوٹے بڑوں کو شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زائد تھے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السّلام نے اپنی قوم کو چالیس برس تک خدا کی دعوت دی اور ہمیشہ کہتے رہے اے قوم کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

یونسُ نبیُّ اللّٰہِ ط وہ مردود قوم کبھی اس کلمہ کو اپنی زبان پر نہ لائی اور حضرت یونس علیہ السلام سے یہ کہتی رہی کہ اے یونس اگر ہم کو پارہ پارہ بھی کر دیا جائے تو بھی تم کو نبی اللہ نہ کہیں گے۔ حضرت یونس علیہ السلام اس بات سے بہت مغموم و مایوس ہوئے اور ساری قوم بُت پرستی میں مدہوش تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ایک دن اپنی قوم کے بڑے مجمع میں جاکر قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قوم اپنے خالق ارض و سما کو چھوڑ کر کیوں بت پرستی کرتے ہو اور اس میں تمہارے واسطے کوئی بھی نفع کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ نہ ضرر کے اختیار رکھتے ہیں اور نہ فائدے کے، وہ تو تمہارے خود تراشیدہ بُت ہیں۔ لیکن پھر بھی قوم نے قطعاً اس بات پر توجہ نہ دی اور ساری قوم حضرت یونس علیہ السلام سے کہنے لگی کہ ہم تو تیرے خدا کو نہیں مانتے۔ اور پھر ضد میں آکر حضرت یونس علیہ السلام کو اذیت دینے لگے۔ لیکن باوجود اس قدر اذیت و تکلیف کے حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو برابر ہدایت کرتے رہے اور ہر وقت ان سے کہتے کہ اے میری قوم خدائے واحد کی عبادت کرو اور تم لوگوں نے جو راہِ ضلالت اختیار کر رکھی ہے اسکو فوراً چھوڑ دو۔ اگر تم نے راہِ ضلالت نہ چھوڑی تو کہیں خدا تعالیٰ اپنا عذاب تم پر نہ نازل کر دے اور مجھے اس بات سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے جب یونسؑ سے یہ تہدید آمیز الفاظ سُنے تو کہنے لگے۔ اے یونس یہ تو بتاؤ کہ عذاب کیا چیز ہے اور وہ کیسا ہوتا ہے۔ یہ تمسخر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ہر وقت کیا کرتی تھی۔ اور حضرت یونسؑ نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عذاب آتش دوزخ ہے۔ یہ جواب سُنکر تمسخر کے لہجے میں ان مردودوں نے کہا بھلا اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ آخر حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور ضد سے عاجز آگئے۔ پھر جب کوئی ایسی اُمید نہ رہی کہ قوم کسی وقت بھی دعوتِ الی الحق کو قبول کرلے گی اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہوجائے گی تو پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے خداوند قدوس سے اس ظالم قوم کے واسطے بددعا کی، تو ندا آئی اے یونس آپ عذاب طلب کرنے میں جلدی مت کرو جب وقت آئیگا تو اس قوم پر عذاب نازل کر دیا جائیگا۔ یہ سُنتے ہی حضرت یونس کچھ خفا ہوکر اس شہر سے اپنی قوم کو چھوڑ کر بے رضائے الٰہی کے چلدیئے اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ان کو بلا میں مبتلا کیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مچھلی والے کو دیکھو جب چلا گیا غصہ سے لڑکر اور پس سمجھا وہ کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے پس پکارا بیچ اندھیروں کے کہ وہاں کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے بیشک میں تھا گنہگاروں میں، پس قبول کی اسکی پکار اور نجات دی ہم نے اس کو غم سے اور اندھیرے سے اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو"۔ حضرت یونس علیہ السلام عبادت کے بہت بڑے شوقین تھے اور وہ دنیا سے بالکل الگ تھے۔ حکم ہوا انکو کہ وہ فوراً پہونچیں شہر دمشق میں تاکہ وہاں کے مشرک باشندوں کو بُت پرستی سے منع کریں اور یہ خفا ہوکر چلے راہ میں ایک ندی آئی ایک بیٹے کو کنارے پر چھوڑ کر ایک بیٹے کو کندھے پر لے لیا اور عورت کا ہاتھ پکڑا

اور جب وہ پانی میں پہونچے تو ندی کے پانی نے زور کیا تو اتفاقاً اس زور کی وجہ سے عورت کا ہاتھ چھوٹ گیا اور دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور جو لڑکا کاندھے پر لے لیا تھا وہ کسی طریقے سے پھسل گیا۔ اسی گھبراہٹ میں ندی کے کنارے پر آتے تو وہاں آکر کیا دیکھتے ہیں کہ جس لڑکے کو کنارے پر چھوڑ آئے تھا اسکو بھیڑیا کھا گیا۔ ناچار مجبور ہو کر جب اس شہر میں پہونچے تو وہاں کے سرداروں سے ملے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچا وہ ٹھٹھا کرنے لگے اور پھر وہ ایک مدت تک وہاں رہے۔ آخر پھر خفا ہو کر اس قوم کے واسطے اللہ تعالیٰ سے بد دعا کی اور خود وہاں سے تین دن کا وعدہ کر کے اس شہر سے دور نکل گئے۔ تیسرے دن جب اس قوم پر عذاب الٰہی آیا تو اس شہر کے سب لوگ جنگل میں نکلے اور سب نے اللہ سے توبہ کی اور بہت ہی گریہ وزاری کی اور تمام اپنے بنائے ہوئے بُت توڑ پھوڑ ڈالے۔ اس وجہ سے آیا ہوا عذاب ٹل گیا۔ شیطان نے حضرت یونس علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ قوم تو اچھی بھلی ہے اور اس پر کوئی عذاب نہیں آیا۔ یہ خبر سُنکر حضرت یونس علیہ السلام اپنے دل میں بہت خفا ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا۔ اور میں قوم سے جھوٹا ہو گیا یہ کہہ کر وہ کسی طرف چل دیئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ چلتے چلتے وہ دریا کے کنارے پہونچے اور وہ ایک کشتی پر سوار ہو گئے۔ جب وہ کشتی دریا کے بیچ میں پہونچی تو بھنور میں چکر کھانے لگی۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ بھائی اس کشتی میں کسی کا غلام ہے جو اپنے مالک سے خفا ہو کر بھاگا ہوا ہے۔ کشتی والے نے بہت معلومات کی کچھ بھی پتہ نہ چلا آخر قرعہ اندازی کی گئی تو اس قرعہ میں یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ چنانچہ کشتی والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا تاکہ کشتی بھنور سے بچ سکے۔ جب حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا گیا تو اسی وقت ایک بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ میرے پیارے بندہ یونس کو ثابت نگل جا اور کسی طرح سے کوئی گزند نہ پہونچے یہ سُنتے ہی ایک بڑی مچھلی حضرت یونسؑ کے قریب آئی اور وہ ثابت نگل گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں پہونچے تو وہاں شدید اندھیرا تھا اسی اندھیری میں اپنے رب کو پُکارا توبہ قبول ہوئی اور وہی مچھلی اس دریا کے کنارے آئی اور حضرت یونس علیہ السلام کو اُگل دیا۔ جس جگہ اس مچھلی نے حضرت یونسؑ کو اُگل دیا تھا تو اس جگہ پر کوئی سایہ وغیرہ نہ تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کدّو کی بیل کو اُگا یا اور اس بیل نے حضرت یونسؑ کیواسطے سایہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہرنی کو حکم دیا گیا کہ وہ روزانہ حضرت یونسؑ علیہ السلام کو اپنا دودھ پلایا کرے۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کے بدن میں قوت وطاقت آگئی تو پھر اسی قوم میں جانے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حُکم ہوا۔ اور وہ قوم حضرت یونس علیہ السلام کی آمد کی آرزومند تھی، راہ دیکھتی تھی۔ اور انکی عورت کو اور لڑکے کو لوگوں نے دریا سے نکال لیا تھا اور ایک لڑکے کو بھیڑیئے سے بھی چھڑا لیا تھا۔ اب اسی دمشق میں حضرت یونس علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔ **سوال**۔ اگر کوئی پوچھے کہ حضرت یونس پیغمبر کو مچھلی نگل گئی تھی وہ کیسا ماجرا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کو منظور یہی تھا کہ اپنے بندوں کو دکھلادے کہ میں ناطہ ورشتہ کسی سے

نہیں رکھتا۔ مگر جو میری اطاعت و فرمانبرداری کرے گا وہ میرا بندہ ہے اور وہ تو میرا بھیجا ہوا نبی تھا اس نے میرا کہنا نہ مانا اور خفا ہو کر بے حکم میرے چلا گیا اس لئے میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں رکھا تاکہ میرے بندوں کو معلوم ہو جائے کہ بندۂ بے حکم کو اسی طرح سزا ملتی ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت یونسؑ خدا کی مرضی نہ دریافت کر کے جلدی غصّہ ہوئے اس لئے خدائے تعالیٰ نے ان کی عبرت کے لئے مچھلی کے پیٹ میں انکو چند روز رکھا اور اس میں حکمت یہی تھی کہ مومن بندوں کو دکھلادے کہ عبرت دلانے کے واسطے اللہ تعالےٰ نے اپنے مقرب بندے اور پیغمبر کو بھی نہ چھوڑا آخر ان کو بھی سزا کا مستحق ٹھہرایا اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں میں رکھا۔ پھر یہ سزا دینے کے بعد انکو نجات دی۔ پس مومن بندوں کو لازم ہے کہ مرضی الہٰی میں کسی امر میں سرکشی نہ کریں اور ہر آن اس کا شکریہ ادا کریں۔ الغرض حضرت یونسؑ کچھ عرصہ وہیں رہے اور پھر چلتے چلتے کسی ندی کے کنارے پر جا پہونچے دیکھا کہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر پار اترتے ہیں آپ بھی جا کر سوار ہوئے تین شبانہ روز کشتی پر رہے چوتھے روز تمام دریا میں ایکبارگی اندھیرا ہو گیا اور بڑی بڑی مچھلیاں آکر کشتی کو حرکت دینے لگیں۔ لوگوں نے کہا کہ کوئی گنہگار بندہ کشتی پر سوار ہے اس کو کشتی سے نکال کر دریا میں ڈال دو اور اس کو مچھلی نگل جائے گی شاید ہم لوگ اس ناگہانی آفت سے بچ سکیں۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ اس گناہگار کی وجہ سے پوری کشتی ہی دریا میں غرق ہو جائے اور ہم سب دریا میں ڈوب جائیں حضرت یونسؑ اس بات کو سُنتے ہی کشتی پر سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کشتی والوں سے کہنے لگے کہ بس میں ہی ایک گنہگار بندہ ہوں مجھ کو ہی دریا میں ڈال دو اور مجھے مچھلی نگل جائے گی۔ سب اہل کشتی نے آپ کی طرف نظر کی اور پھر کہا کہ ہم تو آپ کو درویش صفت دیکھتے ہیں اور عقلمند لوگ کبھی آپ پر بدگمانی نہیں کر سکتے بلکہ بہ نسبت آپ کے ہم لوگ آپ سے کہیں زیادہ گنہگار بندے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السّلام نے ان کشتی والوں سے کہا کہ میں اپنے مالک خداوند قدوس سے خفا ہو کر اُس شہر سے چلا آیا ہوں جس شہر کی طرف مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ یہ سُنکر اہل کشتی نے ناچار ہو کر اس دریا میں حضرت یونسؑ کو ڈالدیا اور فوراً ایک بڑی مچھلی نے حضرت یونسؑ کو نگل لیا۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ (ترجمہ) پس نگل لیا اس کو مچھلی نے اور وہ ملامت میں پڑا ہوا تھا۔ اور تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ مچھلی نے حضرت یونس علیہ السّلام سے یہ بات کہی کہ اے پیغمبر خدا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو اچھی طرح سے پیٹ میں رکھوں اور کسی طرح سے اذیت نہ دوں، اور میرا پیٹ اب آپ کے واسطے زندان ہوا جب خدا چاہے تو یہاں سے نکالے گا اور میرا پیٹ بھی غلاظت سے پاک ہے کیونکہ میں ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد میں لگی رہتی ہوں اور میرا کام تسبیح و تقدیس میں مصروف رہنا ہے اور تمہارے واسطے ہی میرا پیٹ عبادت گاہ بنا۔

اے مومنو! ذرا غور تو کرو کہ مچھلی کس طرح خدا کی عبادت کرتی تھی اور حضرت یونسؑ پر غور کرو کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں بھی خدا کی عبادت کرتے رہے اور تم لوگ دنیا کے پیچھے اپنے اوقات برباد کرتے ہو کیوں خدا کی عبادت نہیں کرتے، اور

ہر آن آلائش دنیا میں اپنے کو ڈباتے ہو اور خدا سے دور ہوتے ہو اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔ یاد رکھو جو مومن خدا کا پیارا ہوگا وہ البتہ اس کی عبادت میں کثرت سے مصروف رہے گا اور اپنے کو معصیت سے باز رکھے گا۔ الغرض بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مچھلی حضرت یونسؑ کو نگل گئی تھی اس مچھلی نے چالیس دن تک اپنا منہ کھلا رکھا تھا کہ کہیں بند کرنے سے حضرت یونسؑ کو کوئی اذیت نہ پہونچے کیونکہ وہ بندۂ خاص خداوند کریم کے ہیں اور مسلسل چار روز تک حضرت یونسؑ نے کچھ کھانا پینا نہیں کھایا پیا۔ اس وجہ سے بدن کی تاب وطاقت جاتی رہی اور نہایت نحیف و کمزور ہوگئے۔ لیکن اس کمزوری کے باوجود بھی وہ عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے اور اسی ذکر واذکار کی وجہ سے اللہ رب العزت نے انکو اس مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے نجات دی۔ جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (ترجمہ) پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تھا وہ تسبیح کرنے والوں سے البتہ رہتا مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک کہ اٹھائے جاویں مردے یعنی حضرت یونس علیہ السلام پیغمبر اگر مچھلی کے پیٹ میں خدا کو یاد نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔ پھر انہوں نے کثرت سے اپنے معبود برحق کو یاد کیا اور اسی کی عبادت کی اور ہروقت تسبیح وتقدیس میں لگے رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات بخشی تو کیا عجب ہے کہ اگر تم بھی خدا کی اطاعت وبندگی کروگے تو البتہ آتش دوزخ سے نجات پاؤگے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دریا کی تمام مچھلیاں بیمار ہوگئی تھیں تسبیح وتہلیل سے وہ اچھی اور ٹھیک ہوگئیں اور پھر جناب باری تعالیٰ سے مچھلیوں نے عرض کی یارب العالمین تیرے بندے جب بیمار ہوویں تو تیری رحمت کے علاج سے آرام پائیں اور ہم کو بھی اپنے لطف وکرم کے شفاخانے سے دارو شفا کی بتلادے تاکہ ہم بھی اس سے بھلے اور ٹھیک ہوجائیں۔ تب باری تعالےٰ سے ارشاد ہوا کہ اے مچھلیو! یونس جس مچھلی کے پیٹ میں تھا تم اسے جاکر سونگھا کیجیو! تو ہر مرض سے شفا پاؤگی، اور پھر کبھی بیمار نہ ہوگی چونکہ اس مچھلی نے حضرت یونسؑ کی صحبت پائی ہے اور چالیس روز تک حضرت یونسؑ کو اپنے پیٹ میں رکھا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کے تئیں جمیع امراض مچھلیوں کی دوا گردانی یعنی جو مچھلی بیمار ہوجاوے وہ اس مچھلی کے پاس جاکر اسکو سونگھے بفضل خدا اسکو آرام ہوجائے گا۔ لہٰذا یہاں پر یہ ضروری گزارش ہے کہ اے مومن بھائیو! جو شخص خدا اور رسولؐ کی محبت اور رضا پر رہے گا اور اس کا حکم بجالائیگا تو امید قوی ہے کہ عذاب دوزخ سے وہ نجات پائیگا اور حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ دریا کی مچھلیاں اپنی تسبیح وتہلیل سے فخر کرتی تھیں کہ ہم تسبیح پڑھنے میں اور عبادت کرنے میں تیری فاضل ترین مخلوق ہیں یہاں تک وہ اپنے آپ کو بنی آدم سے بھی بہتر سمجھتی تھیں۔ اسی چیز کو دکھانے کے لئے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں قید فرمایا اور پھر کہا اے مچھلیو دیکھو تو یونس کیسی جگہ تنگ وتاریک میں ہمارا نام لیتا ہے اور تم تو جائے آرام میں رہ کر ہمارا ذکر کرتی ہو۔ پس دیکھو اس کی عبادت فضیلت رکھتی ہے تمہاری عبادت پر۔ جب حضرت

یونس علیہ السلام کے حالِ عبادت سے دریا کی مچھلیاں آگاہ ہوئیں تو پھر خدا کی درگاہ میں شرمندہ ہوئیں۔ خبر ہے کہ چھ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے سخت آزمائشوں میں مبتلا کیا تھا تو بھی اُنہوں نے اپنی حالتِ مصیبت میں اپنے خالق کی بندگی نہ چھوڑی اور تمام ارض وسما کے فرشتے اور بنی آدم کو اللہ رب العزت نے دکھلایا اور تنبیہ کی کہ دیکھو کیسی کیسی مصیبت میں ہمارا بندہ مبتلا رہا پر ہم کو نہ بھولا یاد کرتا رہا تو اس کے صلے میں ہم نے اسکو نجات دی۔ چنانچہ پہلے حضرت نوحؑ پیغمبر کو ان کی قوم کے سبب سے رنج وبلا میں گرفتار کیا تھا پھر ان کو اس سے نجات دی۔ اور دوسرے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں نمرود کی ڈالا۔ دوستی اور صدق اعتقاد ان کا تمام فرشتوں اور خلائق کو دکھلایا پھر ان کو بھی ہم نے نجات دی۔ تیسرے حضرت یونسؑ پیغمبر کو مچھلی کے پیٹ میں رکھا تھا پھر انکو بھی نجات بخشی۔ چوتھے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں اور زنداں میں اور غلامی میں ان سب بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تھا تو بھی اُنہوں نے ان مقامات میں برابر خدا کی عبادت کی اور خدا کی عبادت سے کبھی غفلت نہ برتی۔ پھر ہم نے ان تمام مصائب سے نجات دی اور پانچویں حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا تھا ایسا کہ ان کے بدن میں آبلے پڑکر ان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ باوجود اس سخت تکالیف کے حضرت ایوبؑ نے خدا کی عبادت نہ چھوڑی۔ پھر خداوند قدوس نے اپنی کرم نوازی سے ان تکالیف سے نجات بخشی، اور چھٹے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا اور غار میں رہے اور شبِ معراج میں ساتویں آسمان میں سے لامکاں پر تشریف لے گئے یہ صدق محبت ان کی اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہفت آسمان کے فرشتوں کو دکھلائی۔ اس حالت میں بھی حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کی اطاعت نہ چھوڑی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو مقرب ترمقربین اور مکرم ترمکرمین سے کیا تاکہ عالم بالا کو معلوم ہو کہ سب سے زیادہ بزرگی اور شرافت اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو دی ہے۔ اور کسی کو نہیں دی ہے۔ الغرض اس مچھلی نے حضرت یونسؑ کو اپنے پیٹ میں لے کر سات سمندر پھرایا اور تمام قدرت الٰہی کو دربار میں دیکھی اور تقریباً چالیس دن کے بعد حضرت یونسؑ نے خصوصیت سے اللہ تعالےٰ کو پکارا اور بہت ہی گریہ وزاری کی، ان الفاظوں کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نقل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے۔ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۞ (ترجمہ) پس پکارا یونسؑ نے اُن اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں ہے سوائے تیرے تو بے عیب ہے اور بیشک میں ہوں گنہگاروں میں سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام اس وقت چار تاریکی میں تھے۔ ایک تاریکی ذلت وخواری کی اور دوسری رنج وعذاب اور تیسری قعرِ دریا اور چوتھی تاریکی مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ بمصداق اس آیت شریفہ کے۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۞ (ترجمہ) پھر سن لی ہم نے اس کی پکار اور نجات دی ہم نے اسکو

اس غم سے اور ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔ پس اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس مچھلی نے حضرت یونسؑ کو چالیس دن کے بعد دریا کے کنارے سوکھے پر آکے اُگل دیا پھر جب حضرت یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ سے باہر خشکی پر آگئے اور اس نصیحتانہ آتش سے نجات ہوگئی تو حضرت یونس نے اس کے شکرانہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ چار رکعت جو حضرت یونس نے بطور شکرانہ کے ادا کی تھی وہ عصر کی نماز تھی اور اس نفل نماز کو اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ محمّدیہ کے واسطے فرض کر دیا۔ اور جس قوم سے حضرت یونسؑ خفا ہو کر شہر سے نکل گئے تھے پیچھے ان کے خدا نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اچانک ایک آگ غضبناک آسمان سے مثل آب سُرخ کے نازل ہوئی اور آناً فاناً ان کے سروں پر آموجود ہوئی اور وہ مارے خوف کے سب کے سب ایک میدان میں جاکر دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے یعنی ایک فرقہ بوڑھے اور جوانوں کا اور دوسرا فرقہ عورتوں اور لڑکوں کا اور ایک جگہ پر تمام مویشیوں کو جمع کر دیا۔ اس کے بعد سب نے اپنے سروں کو ننگا کیا اور پھر سب کے سب سجدے میں گر گئے اور بہت ہی زیادہ خدا کے دربار میں تضرع وگریہ وزاری کی اور خدا سے دعا مانگی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اقرار کرتے جاتے تھے کہ یا الٰہی اب ہم تیرے پیغمبر کی باتیں ضرور مانیں گے اور ہم نے اب توبہ کی تو اب ہم کو اس بلائے ناگہانی سے نجات دے۔ اگرچہ ہم سب مستحق عذاب کے ہیں تو ہی ہماری توبہ قبول کرنے والا ہے اور ہم کو عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ جب اس طرح اُنہوں نے تضرع وگریہ وزاری کی تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول فرمائی اور اس بلا وعذاب سے نجات دی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَآ إِيمَانُهَآ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّآ آمَنُوا۟ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿ترجمہ﴾ سو نہ ہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پس کام آتا انکو یقین لانا مگر یونسؑ کی قوم جب وہ یقین لائی کھول دیا ہم نے ان سے ذلت کا عذاب دُنیا کی زندگی میں اور کام چلایا ان کا ایک وقت تک دُنیا میں حالانکہ عذاب دیکھکر یقین لانا کسی کو کام نہیں آتا مگر قوم یونسؑ کو اس واسطے کہ ان پر عذاب کا حکم نہ پہونچا تھا۔ حضرت یونس علیہ السّلام کی شتابی سے صورت عذاب نمودار ہوئی تھی، پھر وہ لوگ حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئے اس وجہ سے وہ عذاب سے بچ گئے اور اس کے بعد پوری قوم نے حضرت یونس علیہ السّلام کو بہت تلاش کیا لیکن اُنہوں نے کہیں نہیں پایا اور ساری قوم نے ملکر اللہ ربّ العزّت سے دعا مانگی کہ یا الٰہی پھر اس پیغمبر کو ہماری قوم میں بھیج، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس قوم کی دعا کو قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم دیا کہ میرے محبوب بندے کو دریا کے کنارے خشک زمین پر جاکر اُگل دے۔ یہ حکم سُنکر مچھلی فوراً دریا کے کنارے پر گئی اور خشک وسوکھی ہوئی زمین پر حضرت یونس علیہ السّلام کو اس مچھلی نے اُگل دیا اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کے تمام اعضاء نازک وضعیف ہو رہے تھے کچھ کھانا بھی نہیں کھا سکتے تھے اور آپ کو سایہ کی سخت ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنے فضل وکرم سے ایک درخت کدّو کا پیدا کر دیا حضرت یونس

علیہ السلام اسی کو کھاتے اور اسی کے سایہ تلے دھوپ سے بچاؤ پاکر آرام کرتے۔ چنانچہ اسی طرح پر حضرت یونس علیہ السلام مسلسل چالیس دن بلب دریا کدو کی بیل کے نیچے آرام کرتے رہے۔ پھر کچھ جسم میں قوت آئی بعد اس کے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق پھر اسی قوم کی طرف تشریف لے گئے۔ ارشاد ربانی ہے۔ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (ترجمہ) پس ڈال دیا ہم نے اسکو بن گھاس زمین میں، اور وہ بیمار تھا۔ اور اگایا ہم نے اوپر اسکے ایک درخت بیل والا یعنی کدو کا درخت اور بھیجا ہم نے اس کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف بلکہ اس سے بھی زیادہ کی طرف پس وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان لوگوں کو ایک مدت تک فائدہ دیا اور یہ وہی قوم تھی جو حضرت یونسؑ کی ہدایت سے رد کرتی تھی اور پھر جب ایمان لے آئے وہ لوگ تو یہی قوم حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرتی تھی، پھر کچھ عرصہ میں حضرت یونس علیہ السلام انکے پاس جا پہونچے تو انکو بہت بڑی خوشی ہوئی اور حضرت یونس علیہ السلام کو اس شہر میں داخلے کے وقت ساری قوم بڑے تزک و احتشام سے لے گئی اور پھر حضرت یونس علیہ السلام سے ان لوگوں نے شریعت سیکھی۔ تقریباً حضرت یونس علیہ السلام اس قوم میں اکتیس ۳۱ برس تک رہے پھر حضرت یونس علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ اور وہ پیغمبر مرسل تھے جیساکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (ترجمہ) تحقیق یونس البتہ پیغمبر مرسلوں میں سے تھے۔ جناب باری تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بایں الفاظ ارشاد فرمایا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ (ترجمہ) اب ٹھہریئے اور راہ دیکھئے اپنے رب کے حکم کی اور مت ہونا اس جیساکہ مچھلی والے نے جب پکارا تو وہ غم میں بھرا ہوا تھا۔ پس اے مومنو! جبکہ یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب حوت فرمایا۔ یعنی مچھلی کے یار۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چالیس روز تک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور وہ یار غار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے یعنی مکے کے کافروں نے جب حضرت کا پیچھا کیا تو پھر آپ مجبوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لیکر مکے کے نزدیک ایک پہاڑ پر جاکر ایک غار میں ٹھہر گئے اور ایک رات اور ایک دن گذارنے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر صدیقؓ کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۝ (ترجمہ) جسوقت اُن کو نکالا کافروں نے دونوں تھے غار میں تو اُن میں سے ایک کہنے لگے اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس رفیق غار حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ جس دن ہجرت کی مکے سے مدینہ منورہ میں اور بعضے اصحاب حضرتؐ کے آگے نکل گئے تھے اور بعضے حضرت کے پیچھے تھے۔ اے ایمان والو! اپنا پیشوا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جانو تاکہ ہم سب نجات کے مستحق ہو سکیں

بیان حضرت ایوبؑ علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام بھی بہت مشہور پیغمبروں میں سے ہیں اور انکے سلسلے نسب سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت قریب ہی رشتہ میں حضرت عمیصؑ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی طبیعت نہایت حلیم الطبع اور نیک صالح اور اعلیٰ درجہ کے صابر تھے آپ کا وطن ملک شام تھا۔ افراہیم بن یوسف کی بیٹی سے شادی ہوئی تھی اور یہ انکا معمول تھا کہ وہ روزانہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے ہوئے بغیر وہ خود بھی کھانا نہ کھاتے تھے اور اسی طرح سے وہ جب کوئی نیا کپڑا استعمال کرنا چاہتے تھے تو وہ پہلے دس مسکینوں کو کپڑا پہناتے پھر خود پہنتے تھے۔ کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہونے سے قبل وہ صرف نبی بنائے گئے تھے لیکن اس ابتلا کے بعد وہ مرسل بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت مال و فرزند عنایت کیئے تھے غرضکہ وہ دنیاوی زندگی میں ہر طرح سے خوش تھے اور وہ کثرت سے خداوند قدوس کی شب و روز عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن شیطان مردود نے یہ دیکھکر خدا کی درگاہ میں عرض کی۔ اے رب تیرا بندہ ایوبؑ جو اتنی عبادت کرتا ہے اور لوگوں سے جو سلوک کرتا ہے صرف یہ دولت اور فرزندوں کے باعث ہے کیونکہ تونے اس کو بہت دولت اور فرزند دیئے ہیں اگر ایسا نہ کرتا تو وہ تیری عبادت اتنی زیادہ کبھی نہ کرتا۔ پس ہمکو اس کے پاس جانے کی اجازت دیدی جائے پھر دیکھیں کہ تیری عبادت و بندگی کیونکر کرتا ہے اور پھر کس طرح ثابت قدم رہتا ہے ہم اس کو کسی راستے سے گمراہ کریں گے۔ یہ سُن کر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان کے پاس جانے کی اجازت دیدی تاکہ حضرت ایوبؑ کو آزمایا جائے۔ شیطان لعین خوش ہوکر حضرت ایوبؑ کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت ایوبؑ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ بہرصورت شیطان لعین نے چاہا کہ میں حضرت ایوبؑ کو کسی طرح سے مغالطہ دوں مگر وہ کسی طرح سے حضرت ایوبؑ کو مغالطہ نہ دے سکا۔ آخر مُنہ موڑ کر مردود لعین چلا گیا۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ فرشتوں نے ان کی عبادت و بندگی دیکھکر تعجب کیا اور جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ حضرت ایوب علیہ السلام مال و دولت زن و فرزند پانے کے سبب سے تیری بندگی کرتے ہیں اور تونے انکو دُنیا میں ہر طرح سے آرام دے رکھا ہے اسی لئے وہ ادائے شکر کرتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے فرشتو اطاعت و بندگی اس کی عوض دولت کے نہیں، بلکہ وہ تو خاص میرے لئے ہے اور جو نعمتیں میں نے اسکو دی ہیں اس کے شکریہ میں ضرور وہ میری بندگی کرے گا اور وہ ہر حال میں ہماری رضا پر شاکر و صابر ہے اور یہ بھی تم یاد رکھو کہ جس طرح وہ اس وقت میرا مطیع و فرمانبردار ہے حالت فقیری میں اس سے زیادہ وہ میرا مطیع و فرمانبردار ہوگا۔ روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بذات خود برائے آزمائش کے بلا و مصیبت اپنے اوپر اللہ تعالےٰ سے مانگ لی تھی۔ تاکہ

پریشانی کی حالت میں اور زیادہ اپنے رب کا شکر ادا کروں اور مجھے میرا پروردگار صابروں میں شامل کرلے اور میں بہت زیادہ ثواب عظیم کا مستحق ہوجاؤں۔ بذریعہ وحی کے حضرت ایوب علیہ السّلام کو بتایا گیا اے ایوب تو مجھ سے صحت وتندرستی مانگتا بجائے اسکے تونے رنج وبلا طلب کیا۔ حضرت ایوبؑ نے اپنے پروردگار سے مؤدبانہ عرض کی کہ اے میرے رب میرے لئے مصیبت تیری بہتر ہے صحت وعافیت سے پس بخواہش اپنی رضی مرض میں گرفتار ہوئے مرضی الٰہی سے ان کے تمام بدن میں پھپھولے پڑ گئے اور پھر ان میں کیڑے بھی پڑ گئے۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام کو کسی نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال وفرزند اور دنیاوی نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس کے جواب میں حضرت ایوب علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بھائی ہم تو اس کے عوض میں بہت زیادہ اس کی عبادت وبندگی کرتے ہیں۔ یہ کلام حضرت ایوبؑ کا اللہ تعالیٰ کو ناگوار اور بُرا معلوم ہوا۔ چنانچہ اسی کلام کی پاداش میں حضرت ایوبؑ کو زخموں کے کیڑوں کے مرض میں مبتلا کیا۔ اور یہ بھی بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اول نقصان مال واسباب کا ہوا اور اس کے بعد فرزندوں کی جدائی ہوئی اور پھر یکایک یہ تمام آرام وآسائش کی چیزیں جاتی رہیں کیونکہ ان کی اولاد تو چھت کے تلے دب کے مرگئی اور پھر اس کے بعد چالیس ہزار بھیڑ بکری ہاتھی گھوڑے اونٹ گائے بیل مویشی تھے وہ سب مرگئے۔ پھر اس کے بعد پاسبانوں نے آکر حضرت ایوب علیہ السلام کو خبر دی تو آپ اس وقت عبادت الٰہی میں مشغول تھے، بعد فراغت عبادت الٰہی سے ان لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ کی بھیڑ بکریاں میدان میں جتنی تھیں غیب سے آگ آئی وہ سب کو جلاگئی۔ حضرت ایوب نے اس کے جواب میں کہا کہ میں کیا کروں جس کی چیز تھی اسی نے اسکو جلادیا یہ کہہ کر وہ پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ پھر اس کے بعد ایک آگ آئی تو اس نے جتنے گائے بیل تھے سب کو جلادیا۔ چرواہے نے آکر حضرت ایوبؑ کو خبر دی کہ اے اللہ کے نبی آپ کے گائے بیل جتنے میدان میں تھے وہ سب نذر آتش غیب ہوگئے۔ یہ سُنکر حضرت ایوب علیہ السلام پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے اس کے بعد شتربانوں نے آکر حضرت ایوب علیہ السّلام کو خبر دی کہ اے حضرت جتنے ہزار اونٹ آپ کے تھے وہ سب کے سب جل گئے۔ یہ سُنکر حضرت ایوبؑ نے کہا کہ مرضی الٰہی یہی ہے میں کیا کروں۔ پھر کچھ دیر کے بعد ہی سائیسوں نے آکر کہا کہ اے حضرت جتنے آپ کے گھوڑے تھے وہ سب مرگئے کوئی بھی نہ بچا۔ پھر حضرت ایوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہم تو اسی میں راضی ہیں جس میں ہمارا خدا راضی ہے سوائے مشیّتِ الٰہی کے کوئی چارہ نہیں۔ بعد اس کے تمام اسباب واثاثہ گھر دروازے فرش وفروش چھت پردے سب آگ سے جل گئے۔ غرضکہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اور اس وقت حضرت ایّوب علیہ السّلام خدا کی عبادت میں مشغول تھے، شعلے آگ کے ان کے سامنے آکر گرے، لوگوں نے گھبرا کر حضرت ایوبؑ سے کہا کہ اے حضرت آپ کیا دیکھتے ہیں اب تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ یہ سُنکر آپ مُسکرائے اور آپ نے فرمایا لوگو! خدا کا شکر ہے کہ ہنوز جان باقی ہے۔ بہرحال جو ہے وہ بہت بہتر ہے۔ پھر دوسرے دن چار بیٹے تین بیٹیاں معلّم صاحب کے پاس پڑھتی تھیں

اتفاقاً معلم صاحب کسی کام کو مکتب سے باہر گئے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد جب واپس آئے تو دیکھتے کیا ہیں لڑکے و لڑکیاں چھت کے گرنے سے دب کر مر گئے۔ حضرت معلم صاحب نے جا کر حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کی اے حضرت آپ کی اولاد سب کی سب چھت گرنے سے دب کر مر گئی۔ یہ سُنکر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سب شہید ہوئے۔ غرض زن و فرزند مال و متاع گھر بار سب جاتا رہا کوئی چیز باقی نہ رہی۔ غم فرزندان سے صبر کرتے اور اپنی بیوی کو سمجھاتے اور یہ کہتے تھے کہ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَحْ یعنی صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد حالت نماز ہی میں انکے جسم میں ایک پھپھولا پڑا اور پھر اس سے زخم پیدا ہو گیا۔ اور یہاں تک کہ تمام بدن کا گوشت سڑ کے کیڑے پڑ گئے باوجود اتنی سخت تکلیف اور پریشانی کے پھر بھی خدا کی عبادت و بندگی میں سُستی نہ کرتے تھے بلکہ اور زیادہ عبادت میں مصروف رہتے اور حالت اس درجہ خراب ہو گئی کہ ایک ہی جگہ پر پڑے رہتے اُٹھنے بیٹھنے ہلنے جلنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی طرح چار برس تک ذی فرش رہے یہاں تک کہ آنکھوں میں بھی کیڑے پڑ گئے تھے، خویش و اقربا اپنے و بیگانے محلے والے ان سے نفرت کرنے لگے سب سے رشتہ چھوٹ گیا، چار بیویاں تھیں وہ بھی مطلقہ ہو گئیں۔ صرف ایک بیوی جس کا نام رحیمہ تھا وہ بہت نیک بخت تھیں وہ ہر وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت کیا کرتی تھیں اور انہوں نے حضرت ایوب سے کہا کہ جس طرح میں آپ کی صحت و تندرستی میں اور دولت و نعمت کھانے پینے میں شریک حیات تھی اب اس مصیبت میں بھی انشاء اللہ ہر وقت آپ کی شریک حیات رہونگی اور آپ کی خدمت جہاں تک ہو سکے گی کروں گی اور جو کچھ رنج و مصیبت ہوگا اسکو برداشت کرونگی اور مجھے امید ہے کہ آخرت میں یہ ذریعہ میری نجات کا سبب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پس اسی پریشانی و مصیبت میں سات برس گزرے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ایوبؑ کو اسی مرض میں تقریباً اٹھارہ سال گزرے یعنی ان کے تمام بدن کے زخموں میں کیڑے پڑ گئے تھے اور ان زخموں کی بدبو سے محلے کے لوگ بھی نفرت کرتے تھے اور یہاں تک کہنے لگے تھے کہ ہم لوگ ان کے زخموں کی بدبو کی وجہ سے محلہ میں نہیں رہ سکتے اور ہم یہ بھی ڈرتے ہیں کہ خدانخواستہ اگر انکی بیماری ہم میں سرایت کر گئی تو ہم سب بھی اسی مرض میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ان وجوہات کے سبب حضرت ایوب کو اس قریہ میں رہنے نہ دیا اور خویش و اقربا کسی نے بھی نہ پوچھا۔ صرف حضرت ایوب علیہ السلام کی ایک بیوی جن کا نام رحیمہ تھا اور دو شاگرد ان کے پاس رہے ان لوگوں نے حضرت ایوبؑ کو ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لے جا کر رکھا۔ پس یہ حالت دیکھکر حضرت بہت روتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ ہماری سرداری کہاں گئی اور زن و فرزند اور میرے عزیز و اقارب کہاں گئے آج کوئی نہیں کام آتا مگر صرف تو ہی ہے میرا مالک اور رحم کرنے والا۔ یہ خرابی میرے اندر ہے کہ لوگ اپنے گاؤں سے مجھے دور کرتے ہیں۔ پھر وہاں سے اُٹھا کر تیسرے گاؤں میں رکھا تو وہاں کے لوگوں نے جب حضرت ایوب علیہ السلام کو دیکھا تو نفرت کرنے لگے اور پھر اپنے گاؤں سے بھی نکال دیا

آخر دونوں شاگردوں نے ان کو ناچار ہوکر ایک میدان میں لیجاکر ایک درخت کے سایہ تلے رکھا۔ اور وہ دونوں شاگرد چند روز کے بعد واپس اپنے اپنے گھروں پر چلے گئے۔ صرف انکی بیوی رحیمہ ان کی خدمت میں رہیں۔ کہتے ہیں کہ بی بی رحیمہ ہر روز حضرت کو اس میدان میں اکیلا چھوڑ کر محلے میں جاکر محنت و مشقت کرکے اور جو کچھ ملتا وہ لاکر کھلاتیں اور پھر دست بستہ خدمت میں رہتی تھیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اپنی عادت کے موافق گاؤں میں نکل گئیں کہ کچھ محنت و مشقت کرکے اپنے معذور شوہر کو کھلائیں اس دن کسی نے بھی مزدوری میں نہ بلایا۔ آخر شام کے وقت نہایت حیران پریشان مایوس ہوکر اپنے دل میں کہنے لگیں کہ آج خالی ہاتھ کس طرح شوہر کے پاس جاؤنگی اور انکو کیا کھلاؤنگی خدایا آج مجھ کو کہیں سے کچھ دے۔ یہ کہکر ایک عورت کافرہ کے پاس گئیں۔ سوال کیا اے بی بی مجھ کو آج کھانے پکانے کو کچھ نہیں ہے تم مجھ کو کچھ دیدو تاکہ میں اپنے شوہر کی جاکر خبر لوں کیونکہ وہ شدید مرض میں مُبتلا ہے اسکو کھلاؤنگی اور کل جو مزدوری ہوگی اس سے میں ادا کردونگی۔ وہ کافرہ عورت بولی کہ کل میرا کچھ کام نہیں ہے۔ مگر تیرے سر کے بال مجھکو بہت خوش آتے ہیں تھوڑے سے کاٹ کر مجھ کو دے جا تب تجھ کو کھانے کو دونگی۔ بی بی رحیمہ یہ سُنکر رو پڑیں اور نہایت عاجزی و انکساری سے کہنے لگیں اے بی بی اس بات سے مجھ کو معاف رکھ شوہر میرا بیمار ہے طاقت بالکل نہیں ہے بجائے عصا کے ان بالوں کو میرے پکڑ کر نماز کے لئے اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ آخر بہتیرا سمجھایا لیکن اس کافرہ عورت نے یہ بات نہ مانی اور بی بی رحیمہ نے ناچار ہوکر اپنے سر کے بال کاٹ کر اس کافرہ عورت کو دیدیئے اور پھر اس کافرہ عورت سے اپنے شوہر کے واسطے کھانے کو لائیں۔ اس وقت شیطان مردود نے بصورت پیر مرد کے حضرت ایوبؑ سے جاکر کہا کہ تیری بیوی کو فلانی عورت نے بدکاری کی چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹ دیئے ہیں۔ حضرت ایوبؑ یہ سُنکر بہت غمگین ہوئے اور اسی پریشانی کی حالت میں بہت روئے۔ کہتے ہیں کہ اس بات کو سُنکر جسقدر روئے تھے وہ اٹھارہ سال کی بیماری میں ایسا کبھی نہیں روئے مگر شیطان علیہ اللعنۃ کی تہمت دینے سے اپنی بیوی پر روئے اور قسم کھاکر عہد کیا کہ میں اگر اس بیماری سے آرام پاؤں گا تو اپنی رحیمہ کو سَو دُرّے ماروں گا۔ اور بعضے علماء مورخین لکھتے ہیں کہ بال کاٹنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ بی بی رحیمہ گاؤں سے محنت و مشقت کرکے حضرت ایوبؑ کیلئے کچھ لے آتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ راستے میں شیطان مردود سے ملاقات ہوگئی۔ شیطان بولا کہ تم کون ہو کہاں سے آتی ہو اور کہاں جاؤگی ایسی پریشان خاطر کیوں ہو۔ بی بی رحیمہ نے کہا کہ میرا شوہر سخت بیمار ہے اور اسقدر نحیف ہے کہ اس میں حس و حرکت کی بھی طاقت نہیں بلکہ صاحب فرش ہے اس لئے میں سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں پس شیطان لعین نے اُن سے کہا کہ میں ایک دوا تم کو بتاتا ہوں اگر تم اس کو اپنے عمل میں لاؤگی تو تمہارا شوہر بہت جلد اچھا ہوجائیگا اور وہ یہ ہے کہ اگر سُوّر اور شراب استعمال میں لاؤگی تو البتہ بہت جلد آرام ہوجائیگا اور مرض بالکل جاتا رہیگا اور یہ بہت اچھی دوا ہے۔ پس بی بی رحیمہ حضرت ایوبؑ سے جاکر بولیں کہ اے حضرت

ایک شخص پیر مرد سے میری ملاقات راستہ میں ہوئی تو میں نے تمام حال آپ کا اُن سے ظاہر کیا اور انہوں نے مجھ کو ایک دوائی بھی بتائی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ بات سُنکر کہاکہ وہ دوا کیا بتائی ہے۔ وہ بولیں اگر آپ شراب اور سُور کے گوشت کو استعمال میں لاویں گے تو فوراً آرام ہو جائیگا۔ یہ بات سُن کر حضرت ایوب علیہ السلام بی بی رحیمہ پر بہت غصہ ہوئے اور کہا اے رحیمہ تو مجھ کو گنہگار کرنا چاہتی ہے۔ اس وقت حضرت ایوبؑ قسم کھاکر بولے کہ اگر میں آرام پاؤں گا اور بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا تو تجھ کو سَو لکڑی مارونگا۔ کیوں تو نے ایسی بات کہی۔ اسکے بعد دربار خداوندی میں بہت ہی تضرع وزاری کی اور کہا یا اللہ میں نے اتنے دن بیماری میں برداشت کئے اور صبر کیا، اب مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ اور اے میرے مولا تو مجھے اس مصیبت و بلا سے نجات دے اور میں بہت زیادہ غم اُٹھا چکا ہوں، اب مجھ پر کرم کر اور اپنا رحم فرما۔ **سوال**۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اتنے برس صبر کیا آخری درجے میں کیوں روئے۔ **جواب**۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس میں کئی روایات ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت ایوبؑ کے رونے کا سبب یہ تھا کہ ان کے دو شاگرد تھے قرابتیوں میں سے تھے جو ہمیشہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عیادت و تیمارداری میں آیا کرتے تھے۔ ایک روز کہنے لگے کہ حضرت ایوبؑ اگر کچھ گناہ نہ کرتے تو خدا ان کو مرض میں کیوں گرفتار کرتا اور اللہ تعالیٰ تو عادل ہے بیگناہ کو نہیں پکڑتا ہے۔ تب حضرت ایوبؑ اس بات کو سُن کر بہت غمگین ہوئے اور روکر کہنے لگے یا الٰہی تجھ کو خوب معلوم ہے میرے گناہوں کا حال۔ اور دوسری ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک دن دو کیڑے ان کے زخم سے باہر نکل گئے تو حضرت ایوب علیہ السلام نے ان دونوں کیڑوں کو پکڑ کر اسی گھاؤ میں رکھ دیا اور کہا کہ اپنی جگہ میں رہو۔ تب وہ ایسا کاٹنے لگے کہ ابتدائے بیماری سے اٹھارہ برس تک ان کو کبھی ایسا درد نہ پہونچا تھا۔ جناب باری تعالےٰ میں فریاد کی قولہٗ تعالیٰ۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ؁ (ترجمہ) اور ایوبؑ نے پکارا جس وقت اپنے رب کو الٰہی بیشک پہنچا ہے مجھ کو درد اور تو ہے مہربان رحم والوں سے رحم والا۔ تب حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور اُنہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کی کہ اے ایوبؑ تم کیوں روتے ہو تو انہوں نے کہا کہ میں اس کیڑے کے کاٹنے سے بیتاب ہوا ہوں اور اس کا کاٹنا برداشت نہیں کر سکتا اور میں نے اٹھارہ برس سے ایسی تکلیف نہیں اُٹھائی۔ اسکے جواب میں حضرت جبرائیلؑ نے ان سے کہا کہ اے ایوبؑ تم نے تو آپ ہی آپ اس مرض کو خدا سے مانگا ہے اور جو کیڑا آپ کے زخم سے باہر ہو گیا تھا اس کو بھی تم نے اپنے آپ اُٹھا کر اس گھاؤ میں رکھا ہے یہ تکلیف اسی کی وجہ سے ہو رہی ہے اور خدا بے گناہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور نہ اس نے کسی امر میں کسی کو اختیار دیا ہے مگر جو جیسا خدا سے مانگتا ہے وہ ویسا ہی پاتا ہے۔ اور بعض روایت میں یوں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک روز سوداگروں کے قافلے حضرت ایوبؑ کے دروازے پر آئے اُنہوں نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے اور اس میں کون رہتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس

مکان میں حضرت ایوب پیغمبر خدا رہتے ہیں، وہ بولے اگر نیک بندہ خدا کا ہے تو وہ اس بلا میں کیوں گرفتار ہے شاید وہ خدا کے نزدیک گنہگاروں میں ہوگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس بات کو سُن کر زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ وہ سچ کہتے ہونگے اور مجھکو تو معلوم نہیں کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک آواز آسمان سے آئی اے ایوب اب تم کچھ اندیشہ مت کرو اور جس مصیبت و بلا میں گرفتار ہو اس میں گھبراؤ مت اس بلا میں تو اللہ رب العزت کی رحمت مضمر ہے۔ پس یہ سُنکر حضرت ایوبؑ نے جانا کہ ضرور مجھ پر کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا عتاب آیا ہے پھر حضرت ایوبؑ نے روح الامین کو پکارا تم کہاں ہو۔ آواز آئی میں روح الامین نہیں ہوں میں ایک فرشتہ ہوں فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر عتاب لیکر آیا تھا۔ تب حضرت ایوب علیہ السلام نے درد سے اپنے معبود برحق کو پکارا، قولہ تعالےٰ۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝ (ترجمہ) اور پکارا ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو تحقیق مجھ کو پہونچی ہے ایذا اور تو بہت مہربان ہے سب مہربانی کرنے والوں سے پھر ہم نے سُن لیا اس کی پکار کو پس اُٹھا دی ہم نے جو اس پر تھی تکلیف اور اس کو دیا ہم نے اسکی گھر والی کو اور اُن کے برابر ساتھ ان کے اپنے۔ پس کی مہر سے اور نصیحت دی ہم نے بندگی والوں کو، مروی ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بلاو تکلیف اللہ تعالیٰ نے دور کی اور اس مرض مہلک سے شفا دے دی اور خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا اے حضرت ایوبؑ قُمْ بِاِذْنِ اللہِ تَعَالٰی رَحِمَکَ وَفَرَّجَکَ مِنَ الْغَمِّ یعنی اُٹھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خدا نے رحم کیا تجھ پر اور راحت دی تجھ کو غم سے۔ بولے اے جبرائیلؑ! میں کیونکر اُٹھوں اس حال میں کہ مجھ میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے کہ آپ اپنے پاؤں زمین پر مارو۔ چنانچہ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ (ترجمہ) فرمایا لات مار اپنے پاؤں سے یہ ہے چشمہ نہانے کا اور پانی پینے کا تب حضرت ایوب علیہ السلام نے لات ماری اس سے چشمہ نکلا۔ حضرت جبرائیلؑ بولے اس میں نہاؤ اور پانی پیو، خدا کے فضل و کرم سے آرام پاؤ گے یہ بات سُن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا یعنے اس چشمہ جاریہ سے نہائے اور اسی سے پانی پیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل چنگے ہو گئے اور اتنے خوبصورت ہو گئے کہ مانند چاند چودھویں رات کے روشن ہو گئے اور ایک چادر بھی بہشت سے اُڑھا دی گئی اور اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ایک پل پر جو قریب ہی تھا اس پر جا بیٹھے۔ چند ہی ساعت کے بعد بی بی رحیمہ گاؤں سے محنت و مشقت کر کے حضرت ایوب کے لئے کچھ کھانے کو لائیں آکر دیکھتی ہیں کہ جس جگہ پر حضرت ایوبؑ کو چھوڑ گئی تھیں وہاں پر نہیں ہیں، یہ دیکھکر بہت حیران ہوئیں اور پکار پکار کر روتی ہوئی کہنے لگیں وائے افسوس صد افسوس اس ضعیف بیمار پر کاش کہ میں اگر جانتی تو

یہاں سے نہ جاتی تم کہاں ہو کیا تم کو شیر کھا گیا ہے یا بھیڑیا لے گیا ہے اگر میں ہوتی تو میں بھی تمہارے ساتھ ہی جان دیدیتی اور اس بلا اور محنت کی جدائی سے تمہاری خلاصی پاتی اگر تمہاری ہڈی بھی ملتی تو اس کو تعویذ بنا کر اپنے گلے میں رکھتی تو اس سے تمہاری یادگار رہتی۔ اب میں کہاں جاؤں اور کس سے پوچھوں کچھ بھی بن نہیں آتی۔ غرض اسی طرح میدان میں چاروں طرف تفحص کرتی پھرتیں اور زار زار روتی رہیں۔ جب وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قریب پہونچیں اور حضرت ایوب علیہ السّلام نے ان کو اس طرح روتا ہوا دیکھا تو ان سے اجنبی ہو کر پوچھا اے بی بی تم کیوں روتی ہو اور تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے۔ وہ بولیں یہاں ایک بیمار تھا میں انکو تلاش کرتی ہوں۔ اگر تمہیں معلوم ہو تو مجھے بتا دو۔ حضرت ایوب علیہ السّلام نے کہا کہ اس بیمار کا کیا نام تھا اور اسکی شکل و صورت کیسی تھی۔ وہ بولیں بس شکل و صورت تو آپ کی سی تھی جب وہ تندرست تھے، اور ان کا نام ایوب تھا اور وہ پیغمبر خدا بھی تھے اور حال انکا ایسا تھا کہ آفتاب کی دھوپ بھی ان کے پہلو میں تپش کرتی تھی کیونکہ تمام بدن ان سڑ گیا تھا اور انکے گوشت پوست رگوں میں کیڑے پڑ گئے تھے اور وہ بہت ناتوان و ضعیف تھے اور ان میں کروٹ بدلنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ یہ سُنکر حضرت ایوب علیہ السّلام مُسکرائے اور پھر کہا کہ میرا نام ایوب ہے تم پہچانتی ہو۔ پس رحیمہ بی بی نے ادنیٰ تامل میں ہی پہچان لیا اور صورت و شکل ان کی بدل گئی تھی۔ پس بی بی رحیمہ نے جلدی سے ان کو گود میں بٹھالیا۔ اور خوش و محظوظ ہو کر پوچھنے لگیں کہ اے حضرت یہ تو مجھے بتاؤ کہ آپ کس طرح سے صحتیاب ہوئے۔ ان کے پوچھنے پر حضرت ایوب علیہ السّلام نے اپنا حال بیان کیا۔ اور وہ چشمہ آب شفا کا دکھایا۔ بی بی رحیمہ وہ چشمہ دیکھکر خدا کا شکر بجالائیں پھر اس کے بعد دونوں اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو بیٹے بیٹی چھت سے دب کر مر گئے تھے سب کو جلا دیا یہ انبیاء کرام کو معجزے دیئے گئے ہیں اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور جو جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ بھی واپس سب مل گئیں، اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو دُنیا میں سب طرح سے آسودہ رکھا تھا کھیت اور مویشی اور لونڈی غلام اور اولاد صالح اور عورت موافق مرضی کے اور بڑی شکر گذار تھی، پھر آزمانے کے لئے ان پر شیطان کو مسلّط کیا کھیت جل گئے، مویشی مر گئے، اولاد اکٹھی چھت کے نیچے دب کر مری اور خود دوستدار تھے وہ بھی الگ ہو گئے اور سارے بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے۔ اس موقعہ پر صرف ایک عورت رفیق رہی۔ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ ایک قرن گذرنے کے بعد توبہ کی اور دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کی دبی ہوئی اولاد کو پھر زندہ کر دیا اور اس کے علاوہ اور بھی نیک اولاد عطا فرمائی اور زمین سے چشمہ نکالا اسی چشمہ سے پانی پیتے اور نہاتے رہے اور پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے صحت مند تندرست کر دیا اور ان پر سونے کی ٹڈیاں برسائیں اور ہر طرح سے درست کر دیا۔ الغرض جو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے طور پر لے لیں تھیں وہ پھر بلکہ اس سے بھی

زیادہ اپنی نعمتیں عنایت فرما دیں اور جو بیبیاں چلی گئی تھیں وہ بھی واپس آگئیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو نیک اور صابر بندے ہوتے ہیں ان کو خداوند قدوس اپنی بیشمار نعمتیں بخشتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ (ترجمہ) اور دیا ہم نے اسکو اسکی گھر والیاں اور ان کے برابر ان کے ساتھ اپنی طرف سے مہر سے اور یادگاری واسطے عقلمندوں کے جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو چنگا کرے ایک چشمہ نکالا ان کے لات مارنے سے وہ اسی چشمہ سے نہایا کرتے اور پیتے ہی انکی شفا ہوئی۔ اور جو ان کے بیٹے بیٹیاں چھت کے نیچے دب کر مرے تھے ان کو زندہ کیا اور اتنی ہی اولاد اور عنایت فرمائی اور رسول بنایا ان کو۔ پھر وہ اپنی قوم کو ہدایت کرتے اور شریعت سکھاتے اور حالت بیماری میں جو قسم کھائی تھی کہ جب میں تندرست ہو جاؤں گا تو اپنی زوجہ رحیمہ کو سَو لکڑی ماروں گا۔ چاہا کہ اسکی ادائیگی کروں حضرت جبرائیلؑ نے آکر خدا کے حکم کے تحت ان کو منع فرمایا اور کہا کہ اے ایوب زوجہ رحیمہ مستوجب سزا نہیں ہیں تم اسکو رنج مت پہونچاؤ کیونکہ تمہاری باقی عورتیں تمہاری بیماری میں ساتھ چھوڑ گئی تھیں صرف بی بی رحیمہ ہی تمہاری تیمار داری میں رہی ہیں انکو حقیقی معنیٰ میں رفیقہ حیات جانو کیونکہ وہ جس طرح تیری صحت و تندرستی میں شریک حیات رہیں۔ ویسے ہی تمہاری بیماری میں ہروقت تیمارداری کرتی رہیں اس لئے وہ تمہاری صحیح معنے میں شریک حیات ہیں ان کو کسی طرح سے رنج و غم نہ دو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں نے حالت بیماری میں قسم کھائی تھی کہ اس کو سو لکڑی ماروں گا۔ یہ سنکر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ایک مٹھا سیکوں کا لو جس میں سَو خوشے گندم کے ہوں وہ مارو صرف ایک دفعہ تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور وہ چونکہ سَو خوشے کا ہوگا اس لئے تمہاری قسم کی تصدیق ہو جائے گی اور پھر اپنی قسم کی وجہ سے گنہگار بھی نہ ہوگے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (ترجمہ) اور پکڑ اپنے ہاتھوں میں سیکوں کا مٹھا پس مارا سے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوا۔ (سوال) حضرت ایوب علیہ السلام بڑے صابر تھے آخر صبر کی جزا میں صحت پائی کیونکہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (ترجمہ) تحقیق پایا ہم نے اس کو صبر کرنے والا اچھا بندہ تحقیق وہ رجوع کرنے والا تھا۔ آخر اس میں کیا حکمت تھی جواب: خدا کو معلوم ہے کہ بندہ کو کسی امر میں صبر نہیں۔ اس لئے ایوب علیہ السلام کو بلا میں مبتلا کر کے مخلوق خدا کو عبرت دلوائی تاکہ گناہ سے باز رہے اور وہ چشمہ پیدا کرنے کا یہ ماجرا تھا کہ جو شخص گناہ کے مرض میں مبتلا ہو تو اپنا بدن آب ندامت سے دھو کر توبہ استغفار کرے تاکہ اس کا گناہ جاتا رہے اور وہ خدا کے نزدیک پاک صاف ہو جائے جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن سے کیڑے جاتے رہے۔ اس چشمہ میں نہا کر اور پانی پی کر اور خدا کے فضل و کرم سے صحت و شفا پائی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے حضرت ایوب تم اس سے نہاؤ اور اسی پانی

کو ہوتا کہ خدا کی مخلوق کو معلوم ہو کہ عبادت بھی کرے اور شکر بھی کرے اپنے پروردگار کا۔ پس اے ایمان والو! ہم سب کو بھی ہر وقت خداوند قدوس سے ڈرتے رہنا چاہیئے کیونکہ وہ سمیع و بصیر ہے یعنی وہ ہماری ہر حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اس لیئے ہم سب کو لازم ہے کہ ہر وقت اس کا شکر ادا کریں اور اسکی دی ہوئی نعمتوں کی قدر دانی کریں اور اس کے حکم کو بجا لانے کی ہر ممکن کوشش کریں اور یہ دُنیائے آفرینش سے خداوند تعالےٰ کا دستور ہے کہ وہ اپنے نیک و صالح بندوں پر آزمائش کے مواقع پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ابتداء دنیا سے آجتک بحوالہ تواریخ پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ رب العزّت نے اپنے نیک بندوں کی آزمائش کی اور پھر اس کے صلہ میں اپنی نعمتوں سے بھی نوازا جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السّلام کو آزمائش میں مبتلا کیا اور پھر اپنی بھرپور نعمتوں سے بھی نوازا۔ چنانچہ حضرت ایّوب علیہ السّلام اپنی رسالت اور نبوّت میں اڑتالیس برس اور زندہ رہے پھر انتقال فرمایا۔

بیان ہے رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا احوال اسکندر ذوالقرنین کا

معتبر راویوں سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے کہ کئی وجہ سے اسکندر ذوالقرنین کہتے ہیں کہ وہ قاف سے قاف تک گئے یعنی وہ مشرق سے مغرب تک اللہ تعالیٰ نے انکو بادشاہت دی تھی اور اُنہوں نے اپنی بادشاہت کے طول و عرض میں سیر کی اور قرن کہتے ہیں تیس برس یا اسی برس یا ایک سَو بیس کو کہتے ہیں یہی صحیح ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ایک مرد کو عش قرنا۔ اور اس مرد کی عمر اسوقت سَو برس کی تھی اور ایک میں قرن گوشہ جہان کو بھی کہتے ہیں یعنی ایک گوشہ جہان کا وہ ہے کہ جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور دوسرا گوشہ وہ ہے جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ پس اسکندر ذوالقرنین دونوں گوشوں تک پہنچے تھے اور ذوالقرنین اس لئے کہتے ہیں کہ انکے دو شاخ تھیں اور اسکندر اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا تولد شہر اسکندریہ میں ہوا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابوجہل اور مکّے کے کفّار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور بطور شرارت بدذاتی کر کے حضرت کی پیغمبری آزمانے کیلئے ایک شخص کو ملک یثرب میں علماء یہود کے پاس بھیجا کہ ہمارے درمیان ایک شخص ہے اور وہ دعویٰ نبوت کا کرتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے یہ شخص سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ تم کو علم توریت خوب معلوم ہے لہذا ہمارے لئے چند مسئلے قدیم زمانہ گزشتہ کے جس کا وہ جواب نہ دے سکے اپنی کتابوں سے چُن چُن کر ہمارے پاس بھیجدو یا یہاں آکر ہم کو سوالات اس کے سکھا دو کہ ہم اس سے پوچھیں اور سوال کریں پھر دیکھیں وہ اس کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں۔ تب یہودیوں نے کئی سوالات مشکل ترین اپنی کتاب توریت و زبور سے دیکھ دیکھ کر نکالے۔ مثلاً ان سے پوچھو کہ روح کیا چیز ہے اور اصحاب کہف کون لوگ

ہیں اور ان کا حال کیا تھا۔ اور اسکندر ذوالقرنین کون ہے اور ان کا کیا حال تھا۔ یہ مشکل سوالات یہودیوں کے بہت نامور عالموں نے اپنی کتابوں سے نکالے تھے اور یہ سب سوالات ومسائل ابوجہل کے پاس لکھکر بھیجے تب اس ملعون نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر سوالات مذکورہ شروع کئے سب سے پہلے اس نے یہ کہا کہ اِنْ اٰتَیْتَ الْکِتٰبَ بِمِثْلِ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنَ الْکِتٰبِ لَاٰمَنَّا بِکَ۔ (ترجمہ) یعنی اگر آئے تم کتاب کے ساتھ مثل اس کتاب کے کہ دی گئی موسیٰ کو یعنی توریت تو البتہ ہم تم پر ایمان لادیں گے جیسا کہ توریت پر ایمان لائے۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا جواب میں کل دونگا۔ اور یہ جملہ اسوجہ سے آپ نے فرمایا کہ کل جبرائیل علیہ السلام آویں گے تو ان سے پوچھیں گے اور اس کا مکمل جواب دیدیں گے۔ لیکن یہ جملہ کہتے وقت آپنے انشاء اللہ نہ کہا اس لئے گیارہ دن تک حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل ؑ نہیں آئے اور آپ ان سوالوں کا جواب بھی گیارہ دن تک نہ دیسکے۔ یہ دیکھکر کافروں نے آکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمدؐ! تیرے خدانے تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بات کافروں کی سُنکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی غمگین ہوئے اور پھر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ کافر لوگ ہم پر طعنے دے رہے ہیں اور سوال کر رہے ہیں مَیں انکو کیا جواب دوں۔ یہ آپ کی معروضات سُن کر اللہ رب العالمین نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جمعہ کے دن ظہر کے وقت نازل فرمایا اور حضرت جبرائیل ؑ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام پہونچایا اور یہ فرمانِ خداوندی بھی اپنے ساتھ لائے قولہٗ تعالیٰ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۵ (ترجمہ) اور نہ کہو تم کسی کام کو کہ مَیں یہ کرونگا کل کو مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ اور اگر بھول جاؤ تو جب یاد آوے اگرچہ وقت گذر چکا ہو تو بھی پھر انشاء اللہ کہنا چاہیئے۔ اور کافروں نے جو کہا تھا کہ خدا نے تم کو چھوڑ دیا ہے وہ تو یہ دشمنی سے کہتے تھے بلکہ وہ خود منفعل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم کھا کر۔ وَالضُّحٰی ۵ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۵ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۵ (ترجمہ) قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جاوے نہ رخصت کیا تیرے رب نے تجھ کو اور نہ بیزار ہوا تجھ سے یعنی حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کئی دن تک وحی نہ آئی دل میں بڑا تفکر پیدا ہوا اور دل کے مکدر ہونے کیوجہ سے تہجد کو نہ اُٹھے۔ یہ دیکھکر کافروں نے شور کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب نے انھیں چھوڑ دیا ہے اور وہ چند سوالوں کے جوابات نہ بتا سکے۔ پس یہ سورۃ نازل ہوئی۔ پہلے قسم کھائی دھوپ کی اور رات اندھیری کی یعنی ظاہر میں بھی اللہ تعالےٰ کی دو قدرتیں ہیں اور باطن میں بھی چاندنی ہے اور کبھی اندھیرا اور وہ دونوں چیزیں اللہ تعالےٰ کی ہیں اور بندہ سے اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی دور نہیں اور یہ فوائد کتب تفاسیر سے لکھے ہیں اور اگر اے نبی سوال کریں تجھ سے جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے قولہٗ تعالیٰ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۵ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۵ (ترجمہ) اور اے نبی اگر تجھ سے

پوچھیں روح کے بارے میں تو تم کہہ دو کہ وہ تو میرے رب کے حکم سے ہے اور میں نے یہ تھوڑی سی خبر دی ہے یعنی حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کو یہود نے آپ سے پوچھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کو اتنی سمجھ کا حوصلہ اور صلاحیت نہیں ہے اور اس سے قبل کسی پیغمبر کی امّت نے ایسی باتیں نہ پوچھی تھیں۔ خیر بس اتنا ہی ان لوگوں کا جاننا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی وہ بدن زندہ ہوگیا اور جب وہ چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس بدن سے نکل گئی تو وہی بدن پھر مردہ ہوگیا۔ اور یہ بھی ایک تفسیر کا مضمون ہے۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ کافر لوگ تجھ سے سوال کریں اسکندر ذوالقرنین سے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا ۝ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ۝ (ترجمہ) اور سوال کرتے ہیں تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں تو آپ کہہ دیجئے کہ عنقریب پڑھونگا میں اوپر تمہارے اس میں سے کچھ مذکور بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے قوت عطا کی تھی زمین میں اور اس میں دنیا کے ہر راستے پر چلنے کی صلاحیت دی تھی، یعنی سرانجام سفر کا کرنے لگا یہانتک کہ جب پہونچا سورج ڈوبنے کی جگہ پر تو اس نے سورج کو ڈوبتا ہوا پایا ایک دلدل کی ندی میں اور اس نے اس جگہ پر ایک قوم کو بھی پایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کہا اے ذوالقرنین یا یہ کہ عذاب کرے تو انکو یا یہ کہ پکڑے تو ان میں بھلائی۔ یہ سُنکر ذوالقرنین بولا جو شخص ظالم ہے پس البتہ عذاب کریں گے ہم انکو پھر پھیرا جاوے گا اپنے پروردگار کی طرف پس عذاب کریگا اسکو عذاب بڑا اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کیئے اچھے پس ان لوگوں کے واسطے بطریق جزا کے نیکی ہے اور البتہ ہم کہیں گے اسکو اپنے سے کام آسان ؛ فائدہ پس جو حکم عادل ہو اسکی یہی راہ ہے کہ بُروں کو سزا دے انکی بُرائی کی اور بھلے لوگوں سے نرمی اختیار کرے پس اسکندر ذوالقرنین نے یہ بات کہی یعنی اس نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے روایت کی ہے کہ اسکندر ذوالقرنین مغرب کی زمین میں مع اپنے لشکر کے کئی برس رہے اور لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے رہے اس دعوت الی الحق کا یہ اثر ہوا کہ وہاں کے سب لوگ ان کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور ان لوگوں کو نوازشیں بھی کیں اور جو لوگ ان کے باغی رہے تو ان لوگوں کو راہِ جہنم دکھائی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اسکندر ذوالقرنین کی نبوّت اور بادشاہت بعض حضرات کو اختلاف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ اوّل بادشاہ تھے پھر اس کے بعد وہ نبی ہوئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اوّل وہ نبی تھے پیچھے بادشاہ ہوئے اور بعضوں نے اسی پر دلیل قائم کی ہے کہ اگر اسکندر ذوالقرنین نبی نہ ہوتے

توخدا تعالیٰ قُلْنَا یَا ذَا الْقَرْنَیْنِ کرکے خطاب کیوں فرماتا۔ لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ وحی الہامی تھی۔ جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ الہام فرمایا تھا بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اور ان کو بادشاہی تھی مشرق سے مغرب تک اور تمامی راہ ملک کی سمجھائی تھی مشرق اور مغرب اور مختلف جزائر اور دیگر شہروں میں جاکر خلقِ خدا کو خدا کی دعوت پہونچایا یہاں تک کہ زمین مغرب میں جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے جا پہونچے تو وہاں جاکر ایک شہر ایسا بھی پایا کہ اسکی چاردیواری روئیں کی تھی اور اسکے اندر کسی طرف سے جانے کے واسطے کوئی راہ نہ تھی آپ کا تمام لشکر اسکے اردگرد پڑا رہا اور آپس میں کہتے رہے کہ آخر اس کے اندر کس طرح جائیں۔ بہر تقدیر کسی حکمت علی سے رسّی اور کمند دیوار پر ڈال کر ایک آدمی کو اس پار کردیا اور وہ پھر نہ آیا، کچھ دیر کے بعد اسی حکمت علی سے دوسرے آدمی کو بھی دیوار پر چڑھایا اور اس سے کہاکہ شاید اس طرف بہشت یا اور کچھ ہو گا لہٰذا تم آگے مت جانا اور پھر کر ہم کو خبر دو تاکہ ہم کو معلوم ہو کہ اسکے پیچھے کیا ہے لیکن باوجود اس تاکید کے وہ بھی پھر واپس نہ آیا۔ یہ کیفیت حال دیکھکر اسکندر ذوالقرنین نے سمجھا کہ میں جس کو بھی بھیجوں گا وہ واپس نہیں آویگا۔ پس ملک کی حد بناکر واپس مشرق کی طرف چل دیئے، چلتے چلتے ایک جزیرے میں جا پہونچے، وہاں بھی ایک شہر آباد دیکھا لیکن بغیر کشتی کے وہاں جانا بالکل محال تھا اور اس جگہ پر دانا عقلمند اور حکیم تھے۔ جب ان لوگوں کو جو اس شہر میں آباد تھے اسکندر ذوالقرنین کے آنے کی خبر پہونچی تو اُنہوں نے تمام کشتیاں جزیرے سے چھپادیں۔ غرض اسکندر ذوالقرنین مع اپنے لشکر کے بلب دریا چند روز تک ٹھہرے اور یہ سوچتے رہے کہ کسی حکمت علی سے دریا عبور کرکے اس جزیرے میں جا اُتریں۔ وہاں کے جو لوگ ان کو ملتے وہ اپنے جسمی اعتبار سے بہت ہی دُبلے تھے ان سے پوچھتے کہ تمہارے دُبلا پتلا ہونے کا کیا سبب ہے، اسکے جواب میں ان لوگوں نے اسکندر ذوالقرنین سے کہاکہ یہ ہمارے شہر کی غذا اور آب وہوا کا اثر ہے۔ ہم لوگ بڑی حکمت سے غذا کھاتے ہیں چنانچہ اس کی خاصیت بھی یہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پس ان لوگوں نے اسکندر ذوالقرنین کی دعوت طعام کی اور اس ضیافت میں اپنی حکمت عملی سے غذا تیار کرکے ایک خوان میں جواہرات سجاکر اسکندر ذوالقرنین کے سامنے لاکر رکھا اور پھر وہ سب کے سب الگ ہوگئے اور اسکندر ذوالقرنین سے کہنے لگے کہ آپ تناول کیجئے۔

اسکندر ذوالقرنین نے ان لوگوں سے کہاکہ آپ لوگ بھی آویں اور ہمارے ساتھ شامل ہوکر کھانا تناول کریں، اور اسکندر ذوالقرنین نے ان سے یہ بھی کہاکہ بھئی یہ تو ہماری غذا نہیں ہے اور ہم یہ غذا کس طرح سے کھادیں اس کے جواب میں ان لوگوں نے اسکندر ذوالقرنین سے کہاکہ تم اسی لئے یہاں تک آئے ہو اور تمہاری یہاں تک آنے کی کیا غرض ومقصود ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو چیزیں آپ کے سامنے ہم لوگوں نے پیش کی ہیں وہ بھوک کو نفع دیتی ہیں۔ پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ جب یہ باتیں سکندر ذوالقرنین نے ان لوگوں سے سُنیں تو پھر

وہاں سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنا ایک قاصد بھی شاہ ہند کے پاس روانہ کر دیا کہ وہاں جا کر کہو کہ ہمارے ساتھ بہت لشکر بھی ہے اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے ہیں کہ تمہارا ملک برباد ہووے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم سے لڑائی کریں۔ پس تمہیں لازم ہے کہ اس خبر کو پاتے ہی سب کے سب ہماری اطاعت میں آجاؤ اور جو خراج ہم مقرر کریں اسکو قبول کرو۔ چنانچہ بادشاہ اسکندر ذوالقرنین کے قاصد نے یہ باتیں شاہ ہند سے جا کر کہیں کہ آپ ہمارے شہنشاہ اسکندر ذوالقرنین کی اطاعت قبول کریں اور ایک ایلچی بھی اپنی طرف سے ان کے پاس بھیج دیں تاکہ وہ شہنشاہ کو شاہانہ استقبال کے ساتھ لائے۔ یہ سنکر شاہ ہند نے نہایت تعظیم و تکریم سے ایک ایلچی معہ تحفہ وہدایا دے کر اسکندر ذوالقرنین کے پاس بھیجا جب شاہ ہند کا ایلچی اسکندر ذوالقرنین کے پاس پہونچا تو اس نے شاہ ہند کا بھیجا ہوا تحفہ وہدایا اور نذرانے انکے سامنے پیش کیئے تو اسکندر ذوالقرنین نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس ایلچی کو لیجاؤ اور اچھی طرح رہنے کو جگہ دو اور تین دن کے بعد اس ایلچی کو میرے پاس حاضر کرنا۔ چنانچہ حسب الحکم ملازموں نے اسکو لیجا کر اچھی طرح سے ایک جگہ پر رکھا اور تین دن کے بعد حضرت اسکندر ذوالقرنین کی خدمت میں حاضر کیا۔ اسکندر ذوالقرنین نے اس کو دیکھکر اپنا سر نیچا کیا اور اس ایلچی نے اسکندر ذوالقرنین کو دیکھکر اپنی ایک انگلی ناک کے نتھنے میں ڈال کر پھر نکال لی اور بغیر کہے کسی سے وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ خاص لوگوں نے یہ حال دیکھکر اسکندر ذوالقرنین سے عرض کی اے بادشاہ آپنے شاہ ہند کے ایلچی کو دیکھکر اپنا سر نیچا کیا اور اس ایلچی نے حضور کو دیکھکر اپنی انگلی ناک کے سوراخ میں ڈال کر پھر نکال لی اور بغیر کچھ سنے یونہی اپنی جگہ پر چلا گیا۔ اس میں کیا راز ہے۔ اسکندر نے فرمایا کہ میں نے اس کو دراز قد دیکھکر اپنا سر نیچا کیا اور یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ لمبے قد کا آدمی احمق اور بیوقوف ہوتا ہے اور یہ مثل مشہور ہے کہ کُلُّ طَوِیلٍ اَحْمَقُ اِلَّا عُمَرؓ۔ وَکُلُّ قَلِیلٍ فِتْنَۃٌ اِلَّا عَلِیؓ۔ یعنی یہ دیکھا گیا ہے کہ آدمی دراز قد والے زیادہ تر احمق ہوتے ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہر پستہ قد آدمی فتنہ ہوتا ہے مگر حضرت علیؓ نہیں ہیں۔ اور اس نے جو اپنی ناک کے سوراخ میں انگلی رکھی تھی کہ یہ میر اطالع سکندری دیکھئے پھر جاؤ اور اس کو میرے پاس لے آؤ اور اسکو کھانا کھلاؤ وہ بزرگ آدمی ہے۔ پھر اس کو واپس لے آئے اور اس کے کھانے کے واسطے صرف روٹی اور گھی بھیجدیا تاکہ اس کی عقل کی آزمائش ہو جائے۔ چنانچہ وہ روٹی اور گھی کھا گیا اور اس نے ایک سوئی اسمیں رکھ کر اسکندر ذوالقرنین کے پاس بھیجی اور اسکندر ذوالقرنین نے اسی سوئی کو سیاہ رنگ کر کے اسی روٹی اور گھی پر رکھ کر پھر اس کے پاس بھیجدی اور اس نے پھر ایک ٹکڑا آئینہ کا اس پر رکھ کر اسکندر ذوالقرنین کے پاس بھجدیا۔ پس یہ ماجرا بھی خاص خاص لوگوں نے دیکھا اور پھر ان لوگوں نے اپنے بادشاہ اسکندر ذوالقرنین سے عرض کی کہ اے جہاں پناہ اس میں کیا حکمت ہے۔ بادشاہ بولے کہ روٹی اور گھی دینے کا مجھ کو یہ مطلب تھا کہ مرد علم و حکمت میں خوب ہوتے ہیں جیسے روٹی ساتھ گھی کے اور جو اس نے روٹی اور گھی پر

سوئی رکھ کر بھیجی تھی یہ سمجھ کر کہ وہ علم و حکمت میں خوب ہے۔ پھر میں نے اس کی سوئی کو سیاہ رنگ کر کے جو بھیجا تھا اس کا یہ مطلب تھا کہ اس کا علم اور حکمت مانند آئینہ کے صاف روشن ہو اور ہم نے اس سے معلوم کر لیا کہ لمبے آدمی حقیقتاً بیوقوف ہوتے ہیں۔ پس ہم دونوں میں یہی اشارات گفتگو جاری تھی۔ پھر ہند سے ذوالقرنین مشرق کو جہاں سے کہ آفتاب طلوع ہوتا ہے وہاں جا پہونچے حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝ (ترجمہ) پھر لگا ایک اسباب کے پیچھے یعنی سفر کا سرانجام کیا یہاں تک کہ پہونچا ذوالقرنین سورج نکلنے کی جگہ پر تو اس نے پایا کہ سورج نکلتا ہے اور اسی جگہ پر ایک قوم کو بھی پایا کہ نہ انکے لئے کوئی گھر ہے اور نہ سایہ اور نہ کپڑا اور وہ لوگ بیابان ریگستان میں رہتے تھے کیونکہ ریگستان میں گھر وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ روئی کی کھیتی ہو سکتی ہے کہ اس سے کپڑا بناویں اور وہاں جاڑا بہت ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے کھانے کو دوسرے شہروں سے لا کر کھاتے ہیں اور زن و مرد سب ننگے رہتے ہیں اور مثال جانوروں کے جماع وغیرہ کرتے رہتے ہیں اور جب دھوپ نکلتی ہے تو انکے بدن میں قوت آتی ہے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو سخت سردی پڑتی ہے۔ یہ دیکھنے کے بعد پھر اسکندر ذوالقرنین دوسری جگہ پر جا پہونچے۔ چنانچہ اللہ رب العزت بایں الفاظ ارشاد فرماتا ہے قولہ تعالیٰ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ (ترجمہ) پھر پیچھے چلا اسکندر ذوالقرنین اور راہ کے یہاں تک کہ جب پہونچا درمیان دو دیواروں کے تو پایا اس نے ان دیواروں کے پاس ایک قوم کو جو ان دیواروں کے نزدیک تھی اور وہ بات نہ سمجھتے تھے۔

فائدہ۔ حد مشرق میں دو پہاڑ بلند ہیں اور درمیان ان دونوں پہاڑوں کے زاہد و حکیم بہت تھے اور وہ ایکدوسرے کی بولی کو نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ان کے درمیان دو پہاڑ حائل تھے اور وہی دو پہاڑ یاجوج ماجوج کے ملک کے درمیان اٹکاؤ ہیں لیکن درمیان میں کچھ کھلا تھا۔ چنانچہ اس راہ سے یاجوج ماجوج آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر کے چلے جاتے پس ذوالقرنین نے وہاں کے زاہدوں اور حکیموں کو وعظ و نصیحت کی اور خداوند قدوس کی راہ بتائی اس کے بعد وہ ان دونوں پہاڑوں کی طرف گئے وہ دونوں نہایت ہی عظیم الشان پہاڑ تھے جانے کی راہ اسمیں کسی طرف نہ تھی اور اسمیں آدمی دو گروہ ان کی تعداد بیحد و بیشمار سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اور ان کو قوم یاجوج ماجوج کہتے ہیں اور ایک اولاد یاجوج کی ایک پہاڑ میں رہتی ہے اور دوسرے پہاڑ میں اولاد ماجوج کی رہتی ہے اور یہ دونوں بھائی یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں، اور یہ لوگ طوفان نوحؑ کے بعد وہاں رہ گئے اور نسل انکی بے حد ہے اور بصورت آدمی ہیں لیکن قد و قامت کم و بیش ہیں۔ یعنی بعضے تو دراز قد اور بعضے ایک گز اور بعضے ایک بالشت کے ہیں اور کان انکے اتنے بڑے ہیں کہ وہ زمین پر لٹکتے ہیں اور جب وہ لوگ سوتے ہیں تو اپنا ایک کان زمین پر بچھا لیتے ہیں اور دوسرا کان بطور چادر کے اوڑھتے ہیں اور مثل حیوانات کے ایک سے

ایک جماع کرتا ہے ان میں کچھ بھی شرم وحیا نہیں ہے اور مثل بہائم کے بول وبراز کرتے ہیں اور انکے کھیتوں میں سوائے تل کے اور دوسری چیز کوئی بھی پیدا نہیں ہوتی، لہذا اسی کو وہ روزانہ کھاتے ہیں اور کسی بھی دین ومذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے یہاں تک کہ وہ خدا کو بھی نہیں جانتے اور نہ مانتے ہیں اور وہ مرتے بھی نہیں ہیں کافی عرصہ سے زندہ ہیں اور اپنی اسی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ پس وہ پہاڑ سے نکل کر ان زاہدوں اور حکیموں پر آکر ظلم کیا کرتے اور جس کو بھی پاتے مار ڈالتے۔ کھیت ومویشی ان کے لوٹ مار کر کے کھاجاتے اور وہ سب اس قوم وحشی سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، جب اسکندر ذوالقرنین وہاں تشریف لیگئے تو ان زاہدوں اور حکیموں پر بڑی نوازش فرمائی، چنانچہ ان سب نے مل کر اسکندر ذوالقرنین سے عرض کیا کہ یاجوج اور ماجوج کے ظلم سے ہم لوگ یہاں نہیں رہ سکتے، اور ان پر جو جو احوال گذرے تھے وہ سب اسکندر ذوالقرنین کے سامنے بیان کئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰی تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ہ (ترجمہ) کہا انہوں نے اے ذوالقرنین تحقیق یاجوج اور ماجوج فساد کرنیوالے ہیں زمین میں پس کردیویں ہم واسطے تیرے کچھ مال اوپر اس بات کے کہ کردیوے تو درمیان ہمارے اور درمیان ان کے دیوار کہ وہ ہماری طرف نہ آسکیں۔ پس خراج گذار بھی ہمیشہ ہم تمہارے ہونگے۔ یہ سنکر اسکندر ذوالقرنین نے فرمایا قولہ تعالےٰ۔ قَالَ مَا مَکَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ہ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ہ حَتّٰٓی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰٓی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ہ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ہ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ہ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَکَّآءَ وَکَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ہ (ترجمہ) کہا اسکندر ذوالقرنین نے جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے بیچ اس کے پس مدد کرو میری ساتھ قوت کے کہ کروں میں درمیان تمہارے اور درمیان یاجوج و ماجوج کے ایک دیوار موٹی اور کہا کہ تم لے آؤ میرے پاس تختے لوہے کے یہانتک کہ جب برابر کردیا دو پھانکوں تک پہاڑ کی گھاٹیوں کو یہانتک کہ جب کردیا اس کو آگ ذوالقرنین نے کہ لے آؤ میرے پاس کہ ڈالو اس پر تانبا پگھلا ہوا پس تاکہ نہ چڑھ سکیں کہ آویں اوپر اس کے اور نہ سوراخ کرسکیں اس میں۔ کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے اور پس جب آوے گا وعدہ میرے پروردگار کا تو کردے گا اس دیوار کو ریزہ ریزہ اور یہی وعدہ میرے پروردگار کا سچ ہے۔ فائدہ۔ اول لوہے کے بڑے بڑے تختے بنائے ایک پر ایک دھرتے گئے کہ دو پہاڑوں کے برابر ملادیا پھر تانبا پگھلا کے اس کے اوپر ڈالا اور وہ تانبا درزوں میں بیٹھ کر جم گیا سب مل کر ایک پہاڑ کے مانند ہوگیا ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں سدّ سکندری تک گیا ہوں اور میں نے اس کو دیکھا بھی ہے۔ یہ سنکر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی کیفیت بیان کرو۔ اس نے کہا

کہ وہ دیوار ایسی ہے کہ جیسا چار خانہ لنگی آپ نے یہ سُنکر فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے۔ کیونکہ اس دیوار میں لوہے کے تختے لگے ہیں
اور ان کی دیواروں میں تانبا پگھلا کر بھر دیا گیا ہے اس لئے وہ چار خانے کی شکل بن گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝ (ترجمہ) یہاں تک کہ کھولے
جاویں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہونگے یعنی جب روزِ قیامت نزدیک آوے گا یاجوج
ماجوج سدِ سکندری سے نکلیں گے اور تمام روئے زمین پر منتشر ہونگے جہاں جہاں جو چیز پاویں گے وہ کھا جاوینگے
اور پھر خدا کے حکم سے صور پھونکا جائے گا اس کی آواز سے ساری مخلوق مر جاوے گی اور ایک روایت حضرت علی
کرم اللہ وجہ سے ہے کہ ہر روز یاجوج اور ماجوج کوشش کرتے ہیں کہ سدِ سکندری کو توڑ کر باہر آویں لیکن بحکم خدا
وہ توڑ نہیں سکتے صبح سے شام تک اس دیوار کو سب چاٹتے ہیں مثل پوست بیضہ کے کر ڈالتے ہیں بس تھوڑی
سی باقی رہ جاتی ہے۔ پھر وہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ کل سب توڑ دیں گے اور پھر آسانی سے باہر نکل جائیں گے
مگر وہ انشاء اللہ اپنی زبان سے نہیں بولتے اس لئے وہ نہیں توڑ سکتے۔ بس صبح سے شام تک ان کا یہی معمول ہے
اور جب ان کا خروج ہوگا قیامت کے نزدیک تو اس قوم میں ایک لڑکا مسلمان پیدا ہوگا اور وہ جب بڑا ہوگا تو
انہیں لوگوں کے ساتھ مل کر بسم اللہ کر کے دیوار چاٹنا شروع کریگا اور پھر شام کو انشاء اللہ پڑھے گا کہ کل انشاء اللہ
اس کو توڑ ڈالوں گا جب وہ خدا کے حکم سے سدِ سکندری ٹوٹے گی۔ اور پھر اس کے بعد سب قوم اس دیوار سے
باہر نکل آوے گی۔ روایت ہے کہ طول اس دیوار کا چھتیس ۳۶ کوس کی راہ ہے اور عرض اس کا تین کوس کی راہ ہے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس دیوار کا طول تین سو کوس کی راہ ہے اور عرض اس دیوار کا ڈیڑھ سو کوس اور اونچائی
نشتر گز ہے اور یہ بھی خبر ہے کہ جب وہ دیوار توڑ کر باہر نکلیں گے تو سب سے پہلے ملک شام میں آویں گے اسکے بعد
بلخ میں۔ پس اسکندر ذوالقرنین نے یہاں سے مشرق کی طرف جانے کا قصد کیا موجودہ علماء و حکماء سے پوچھا کہ تم نے
کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ درازی عمر کس چیز کے سبب ہوتی ہے ان میں سے ایک حکیم صاحب نے اسکندر ذوالقرنین سے
عرض کی کہ اے جہاں پناہ میں نے حضرت آدم کے وصیت نامہ میں دیکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک چشمہ آب حیات
ظلمات میں کوہِ قاف کے اندر پیدا کیا ہے کہ پانی اس کا دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد
سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے نرم اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ جو اسے پیئے گا تو اسکو موت نہ آویگی اور وہ
قیامت تک زندہ رہیگا اور اس پانی کا نام بھی آب حیات ہے۔ یہ سُنکر حضرت اسکندر ذوالقرنین کو اس کا شوق
پیدا ہوا کہ اس چشمہ آب حیات کا پانی پینا چاہیئے۔ اور علماؤں سے بھی سکندر ذوالقرنین نے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ
اس کوہِ قاف کے ظلمات میں چلو۔ انہوں نے کہا کہ آپ جانیے اور ہم تو یہاں کے قطب ہیں۔ دنیا کی آفت سے ہم لوگ
کس طرح جائیں، اس لئے ہم نہیں جا سکتے۔ سکندر ذوالقرنین نے کہا کہ تم لوگوں کا ہمارے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے،

اور تم لوگ یہ بھی ہم کو بتاؤ کہ سواری میں سب سے زیادہ کون سا جانور چست و چالاک ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ گھوڑی کہ جس نے ابھی تک بچہ نہ جنا ہو تو وہ نہایت چست و چالاک ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے چند اعلیٰ قسم کی گھوڑیاں چن چن کر مخصوص کر لیں اور اُدھر حضرت خضر علیہ السلام کو بھی اس لشکر کا پیشوا مقرر کیا اور ان سے کہا کہ جب ہم اس کوہ قاف کے ظلمات میں جا پہونچیں گے تو یقین ہے کہ کوئی کسی کو نہ پاوے گا تو اس وقت کیا ہوگا اسوقت حکماء نے کہا کہ لعل و گوہر شاہسوار حضور کی سرکار میں ہو تو لے لیجئے۔ جب ایسی کوئی نوبت آوے گی تو اسی کی روشنی سے راہ چلیں گے پھر ایک گوہر شب چراغ خزانہ عامرہ سے نکال کر حضرت خضر کے حوالے کیا اور تخت و تاج اور سلطنت ملازموں سے اپنے ایک دانا عقلمند کے سپرد کیا اور بارہ برس کے وعدہ پر رخصت ہو کر اور کھانے پینے کا توشہ سرانجام لیکر ظلماتِ کوہِ قاف کی طرف آب حیات کی تلاش میں روانہ ہو گئے راہ بھول کر ایک برس مسلسل گھومتے رہے اور حضرت خضر بھی لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک اندھیرے میں جا پڑے اس وقت اس گوہر شب چراغ کو جیب سے نکال کر زمین پر رکھ دیا تو اس کی روشنی سے تاریکی جاتی رہی۔ اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے چشمہ آب حیات کا ان کو ملا پھر حضرت خضر نے اس میں مُنہ ہاتھ دھو کر آب حیات پی لیا اور خدا کا شکر بجا لائے۔ پس اس وجہ سے حضرت خضر کی عمر دراز ہوئی پھر وہاں سے مراجعت کر کے دوسری تاریکی میں آپڑے۔ پھر اسی گوہر شب چراغ کو نکال کر زمین پر رکھ دیا اس کی وجہ سے سب میں اُجالا ہو گیا۔ اور جتنے لشکر اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے سب حضرت کے پاس آکر جمع ہو گئے اور اسکندر ذوالقرنین اپنے لشکر سے کہہ رہے تھے کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو میں آگے چل کر کچھ تماشہ عجیب و غریب دیکھ آؤں۔ یہ کہکر جب وہ آگے بڑھے ایک بالاخانہ نظر آیا چار دیواری اسکی ہوا پر معلق ہے اور اسمیں مرغ پرندے بہت دیکھے۔ مرغوں نے حضرت سے کہا کہ تم اس ظلمت میں بستی چھوڑ کر کیوں آئے ہو۔ اسکے جواب میں حضرت اسکندر ذوالقرنین نے کہا کہ میں آب حیات پینے کو آیا ہوں، پھر ایک مرغ جو ان میں شاہ تھا وہ حضرت اسکندر ذوالقرنین سے کہنے لگا کہ اے ذوالقرنین اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ مرد سب لباس حریر کا پہنیں گے اور اچھے اچھے مکان بنا کر دنیا کے پیچھے لہو و لعب عیش و نشاط میں مصروف رہیں گے یہ کہہ کر پھر وہ اسی بالاخانہ کو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالاخانہ تمام کا تمام جواہرات کا بن گیا۔ پھر کہا کہ اے ذوالقرنین۔ اب وقت آگیا ہے کہ چنگ و رباب اور بربط اور طنبورہ بجنے کا۔ پھر تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ تمام بالاخانہ لعل و یاقوت کا بن گیا ہے۔ پھر تو یہ دیکھکر بہت حیران رہ گئے۔ اس مُرغ نے پھر حضرت اسکندر ذوالقرنین سے کہا اے مردِ مجاہد تو مت خوف کر یہ تمام کارخانہ ابلیس لعین کا ہے پھر اس مُرغ نے کہا کہ اب فساد ظاہر ہوگا مجھے یہ بتاؤ کہ اس وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ باقی ہے یا نہیں۔ یہ سُنکر حضرت اسکندر ذوالقرنین نے کہا کہ ہاں وہ باقی ہے پھر پوچھا خلق اللہ میں ہنوز دیانت بجا ہے یا نہیں اسکے جواب میں حضرت اسکندر نے کہا بجا ہے پھر وہ مُرغ اس جگہ سے دوسری جگہ پر چلا گیا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اس مرغ نے

کہا کہ تم اس بالاخانہ پر جاکر دیکھو وہاں کیا چیز ہے۔ تب ذوالقرنین وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایک پاؤں پر کھڑا اپنے منھ میں صور لئے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے، کہتے ہیں کہ وہ اسرافیل تھے۔ ذوالقرنین تو اپنی سلطنت اور روشنی ملک کی چھوڑ کر اس ظلمات میں کیوں آپڑے۔ کیا وہ تجھ کو بس نہ تھا۔ آپنے اسکے جواب میں کہا کہ میں آب حیات کو پینے آیا ہوں تاکہ آب حیات پینے سے زندگی زیادہ ہو اور خدا کی عبادت زیادہ کروں اس بات کو سنکر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اسکندر ذوالقرنین کے ہاتھ میں ایک پتھر مثل بلی کے سر کے برابر دیا اور کہا کہ میں نے تجھ کو غفلت سے ہوشیار کیا اور اب تم یہاں سے چلے جاؤ اتنے زیادہ حریص مت بنو، یہ سنکر حضرت اسکندر ذوالقرنین وہاں آب حیات نہ پاکر اپنے لشکر میں آگئے۔ پھر سب اکٹھے ہوکر چلے آتے تھے اندھیری رات میں ٹکڑے ٹکڑے سنگ ریزوں کے گھوڑوں کے پیر کے تلے مثال لعل شب چراغ کے چمکتے دیکھکر پوچھا کہ یہ سب کیا چیز ہے، جو حکماء اسوقت ان کے ہمراہ تھے وہ بولے یہ پتھر ہیں جو شخص بھی اسکو اٹھائیگا آخر وہ پچھتائے گا اور جو شخص اسکو نہ اٹھائیگا تو وہ بھی پچھتائے گا۔ آخر کسی نے ان کو چن لیئے اور کسی نے انکو نہ چنے۔ جب ظلمات سے نکل آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پتھر جن لوگوں نے چن لیئے تھے وہ تمام جواہرات لعل اور زبرجد اور یاقوت اور فیروزہ اور زمرد ہیں۔ یہ دیکھکر وہ لوگ بہت پچھتانے لگے جنہوں نے انکو نہیں چنا تھا۔ اور جن لوگوں نے انکو چن لیا تھا وہ اس لئے پچھتائے کہ کیوں نہیں زیادہ چنے۔ اسکندر ذوالقرنین نے حکماء سے پوچھا کہ جو پتھر اسرافیل نے مجھے دیا ہے اس میں کیا ماجرا ہے۔ حکماء نے کہا کہ تم اپنا پتھر ایک ترازو میں ایک طرف رکھو اور پھر سب پتھر ایک دوسری طرف رکھو کہ کس کا پتھر وزن میں بھاری ہوتا ہے۔ یہ ایسا کیا گیا تو دیکھا کہ اسکندر ذوالقرنین کا ہی وہ پتھر وزن میں بھاری تھا جو ان کو حضرت اسرافیلؑ نے دیا تھا۔ پھر اسکندر ذوالقرنین نے اپنے حکماء سے دریافت کیا کہ اس میں کیا اسرار ہے وہ بولے کہ اب سب کے پتھر اتار کر اس پلے میں ایک مشت خاک رکھ دو۔ جب ایک مشت خاک کو پلے میں رکھا تو دونوں پلے ترازو کے برابر آئے۔ دونوں طرف برابر رہے۔ پھر پوچھا کہ اس میں کیا بھید ہے۔ حکماء نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مشرق سے مغرب تک بادشاہت دی ہے تو بھی تم کو سیری نہیں مگر تم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ تمہارا پیٹ اور کھوپری کی خواہش ایک مٹھی خاک سے ہی بھرے گی جو گورستان میں نصیب ہوگی۔ جب اسکندر ذوالقرنین نے یہ بات سُنی تب تمام لشکروں کو اپنے پاس سے رخصت کیا اور سب اپنے اپنے ملک واپس چلے گئے اور اسکندر ذوالقرنین وہیں رہ گئے اور پھر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے اور پھر چند روز بعد ہی انتقال کیا اور پھر سونے کے تابوت میں وہیں مدفون ہوئے۔ اور یہ بھی بذریعہ ایک خبر کے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے اپنے مرنے کے وقت اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ بعد موت کے میری روح کو ثواب بخشیو اور یتیم۔ اسیر۔ غریب۔ مسکین۔ بیوہ۔ بیکس محتاجوں کو خوب کھلانا اور ان سے میری مغفرت کی دعا کرانا۔ جب ان کی ماں کو یہ خبر پہنچی تو وہ زار زار رونے لگیں اور بعد مرنے کے انکی وصیت

کو پورے طور سے بجالائیں۔ جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احوال اسکندر ذوالقرنین کو اور سوالات مذکورہ سے ابوجہل اور مکے کے کافروں کو اور وہاں کے یہودیوں کو جواب دیا۔ سب کافر سُنکر متحیر ہوئے اور بولے یہ سچ کہتے ہیں اور بالکل توراۃ و زبور کے یہ جوابات بتاتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں ہے۔ پس سوائے ابوجہل کے اور سب کے سب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ اور ابوجہل سے حضرت نے فرمایا کہ اب تم کو معلوم ہوا یا اب بھی شک میں ہو کہو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں یا نہیں۔ اور اگر تم کو کچھ اب بھی شک ہو تو پھر پوچھو تب اس لعین نے کہا کہ تم تو ایک ساحر ہو اور دوسرا ساحر موسیٰ تھا۔ ہرگز تمہارے دین میں نہیں آؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ان کافروں کے بارے میں۔ فَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ۞ (ترجمہ) پس جب پہونچی انکو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہا اُنہوں نے۔ کیوں نہ ملی پیغمبری جیسی ملی تھی موسیٰ کو یہ بات کہی اور راہِ ضلالت اختیار کی۔ پس اے میرے محترم بھائیو مومنو! ہم سب کو لازم ہے کہ خدا اور رسولؐ کی رضامندی پر راضی رہیں اور ان کے جملہ احکام شرع کو بجالائیں اور کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہوں اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ یارب العلمین۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

بیان فرعون علیہ اللّعنۃ

بعض تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون کے باپ کا نام معصب اور دادا کا نام ملک ریّان تھا اور بعض مورّخ نے لکھا ہے کہ فرعون کا نام معصب بن ولید بن ریّان تھا اور عمر بھی تقریباً چار سو برس کی ہوئی۔ اس عرصہ میں وہ کبھی بیمار بھی نہ ہوا تھا اور نہ اس کے سر میں درد ہوا تھا اور نہ کوئی غنیم و دشمن اس پر غالب ہوا۔ اور فرعون بھی اسکو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فقال اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ۞ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ۞ (ترجمہ) کہا فرعون نے لوگوں سے میں ہوں تمہارا رب سب سے بڑا اور اونچا۔ پس پکڑا اسکو اللہ تعالیٰ نے سزا میں پچھلی اور پہلی کی اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور اس نے دُنیا میں بھی عذاب پایا اول اچھا تھا۔ اس ملعون نے جب دعویٰ خدائی کا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت سی بلاؤں میں گرفتار کیا۔ اور تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پیدائش بلخ میں ہوئی تھی۔ جب وہ بڑا ہوا وہ سیر و سیاحت کو نکلا۔ ہوشخنہ ایک شہر کا نام ہے سیر کرتا ہوا وہاں پہونچا۔ اس جگہ ہامان بے ایمان سے ملاقات ہوئی چونکہ ہامان اسی جگہ کا باشندہ تھا۔ جب آپس میں ربط و ضبط قائم

ہو گیا تو ہامان نے فرعون سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ سیر کو چلونگا اور دنیا کے حالات معلوم کروں گا چنانچہ
دونوں ملعون مصر شہر میں آئے اور وہ ایام خربزے پھل کے تھے۔ ان دونوں نے کھیت والے کے پاس جاکر
کھانے کا سوال کیا۔ خربزے والے نے اُن دونوں سے کہا کہ بھائی ایسا کرو کہ تم دونوں ہمارے یہاں سے
خربزے بازار لیجاؤ اور وہاں جاکر فروخت کرو۔ جب یہ مال میرا تم لوگ فروخت کر دو گے تو پھر ہم تم دونوں
کو کھانے کو دیں گے۔ یہ سُنکر فرعون نے ہامان سے کہا کہ تم یہیں رہو اور میں یہ مال خربزے لیکر بازار جاتا ہوں، چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا یعنی فرعون خربزے لیکر بیچنے کو شہر میں گیا۔ دوکانداروں نے اس سے کہا ہم تو سودا اُدھار خریدتے ہیں
اور نقد میں پھل و ترکاری نہیں خریدتے ہیں اور جس کی جو قیمت ہوتی ہے اسکو مال اپنا فروخت کرکے بعد میں دے ڈالتے
ہیں، ہمارے شہر کا تو یہی دستور ہے۔ فرعون کچھ عرصہ تک سوچتا رہا اور پھر وہ خربزے اسی وعدہ پر بیچ کر واپس اسی جگہ
آگیا اور مالک خربزے سے جاکر کہا کہ یہ کام اچھا نہیں ہے۔ اتنا بول کر وہ وہاں سے چل دیا اور پھر شاہِ مصر کو جاکر ایک
درخواست پیش کردی کہ میں بعید الوطن غریب ہوں اور کھانے پینے سے بھی عاجز ہوں، فدوی کو کوئی کام اسی شہر مصر
میں جہاں پناہ کی سرکار عالی میں موافق گزارے کے ہو تو غلام کو اس جگہ پر مامور فرماکر سرفراز فرمائیں۔ پس اس بدبخت
کا نصیب بیدار تھا۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ مصر کا حکم ہوا کہ تو کون سا کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ بولا داروغی مقبرہ اسی شہر کی
چاہتا ہوں کہ بے اجازت میری کوئی وہاں مُردہ گاڑنے نہ پائے۔ یہ سُنکر بادشاہِ مصر نے اسکو گورستان کی داروغی دیدی
تب دروازے پر گورستان کے جا بیٹھا۔ قضاءِ الٰہی سے ایسا ہوا کہ اسی سال مصر میں وبا پھیل گئی۔ بہت آدمی مرنے لگے
فرعون نے جب یہ دیکھا تو اس نے ہر ایک لاش کے وارثوں سے ایک ایک درم سونے کا لینا شروع کر دیا۔ اس طریقہ سے
تھوڑے ہی دنوں میں اسکے پاس بہت سا روپیہ جمع ہو گیا۔ پھر اس روپیے سے مقربانِ بادشاہ کو دیکر تمام شہر کی داروغائی
لے لی۔ اور شاہِ مصر اپنے جہل سے اسکو پیار کرتا اور خلعت بھی دیتا۔ اتفاقاً قضائے الٰہی سے وزیر مصر مر گیا۔ اسکے بعد فرعون
ہی کو بادشاہِ مصر نے وزیر مقرر کر دیا۔ اسوقت فرعون نے ہامان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خدائی کا دعویٰ کروں، تاکہ
ساری مخلوق مجھ کو اپنا معبود جانے اور میری پوجا کرے۔ یہ سُنکر ہامان نے اس سے کہا کہ اگر تو خدائی چاہتا ہے تو یہ کام آہستہ آہستہ
کر سب سے پہلے تو مخلوق اپنے ہاتھ میں لو۔ فرعون نے ہامان سے کہا کہ ایسا کرنے کی کیا تدبیر ہے کیونکہ تمام لوگ تو اس وقت یوسف
بن یعقوب کے دین پر مستحکم ہیں کس طرح ان کو اپنا بناؤں آخر اسکی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ہامان اس بات کو سُن کر کچھ دیر سوچتا
رہا۔ پھر یہ تدبیر ٹھہرائی کہ بادشاہِ مصر سے درخواست کرو کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک برس تک مصر کی رعیت کیواسطے خزانہ
مفت فرمائشیں پوری کیجائیں اور فدوی اپنی طرف سے سرکاری خزانہ میں ایک سال کا جو کچھ خرچ ہو گا دیگا۔ بادشاہ نے
کہا کہ میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارا نقصان ہو اور میرا نفع۔ اچھا میں اجازت دیتا ہوں کہ اس سال کا خزانہ رعیتوں پر تمہاری
خاطر سے معاف کیا۔ فرعون نے جواب دیا کہ بس نہیں چاہتا کہ سرکارِ عالی کا خزانہ کسی طرح کم ہو۔ بس بادشاہ نادان اور کم فہم

تھا۔ فرعون کی خاطر رعیتوں سے ایک سال کا خزانہ نہ لیا اور کہا کہ اپنے دل کی مراد پوری کرو۔ تب فرعون نے اپنے دیوان اور خزانچیوں کو بلا کر پوچھا کہ مصر کا خزانہ رعیتوں سے کتنا وصول ہوتا ہے وہ سب بولے کہ اتنا ہوتا ہے۔ پس فرعون نے اُسی قدر روپیہ اپنی طرف سے ہامان کے ہاتھ بادشاہ کی سرکار میں داخل کیا۔ اور اسکے بعد پورے شہر میں منادی کرادی کہ اس سال خزانہ رعیتوں پر معاف کیا اور ہم نے اپنی طرف سے خزانہ بادشاہ سرکار میں داخل کر دیا اور مزید دو برس کی معافی کے واسطے بھی ہم نے سرکار عالی میں عرض کی سو وہ بھی قبول ہوئی۔ پھر تو تمام رعایا مصر کی یہ بات سُنکر بہت خوش ہوئی غریب و مساکین جتنے تھے سب نے فرعون کی ترقی کے واسطے دعائیں کیں اور سب کے سب خدا کا شکر بجالائے پس تین سال کا خزانہ موقوف ہونے سے مصر کی رعایا کو فراغت ہوگئی۔ پھر چند ہی روز بعد بادشاہِ مصر خود اپنی موت مر گیا۔ اور کوئی بھی اسکا ولی و وارث نہ تھا جو اسکے تخت شاہی پر بیٹھے۔ چنانچہ بادشاہِ مصر کی تجہیز و تکفین کے بعد تین دن تک تعزیت کی گئی اور چوتھے روز تمام شہر کے لوگ قاضی مفتی عالم فاضل اُمراء و غرباء چھوٹے بڑے سب بادشاہی دربار میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بادشاہ کے تخت پر کسی کو بٹھانا چاہیئے کیونکہ ملک بے سر نہ شد۔ چونکہ مصر کے لوگوں نے فرعون سے نیکی دیکھی تھی کہ تین برس کا خزانہ مصر کا معاف کیا تھا اور اپنے پاس سے تین برس کا روپیہ بادشاہ کو دیا تھا اس لئے سب اس سے خوش تھے۔ یہ خیر خواہی دیکھ کر سبھوں نے اس فرعون مردود کو تخت پر لے جا کر بٹھا دیا۔ جب یہ ملعون مصر کا بادشاہ ہوا اور پھر اس ہامان بے ایمان کو اپنا وزیر بنایا، اسکے بعد کہنے لگا کہ اب ملک مصر پورا ہمارے ہاتھ میں آیا ہے یعنی ہم اس ملک کے بادشاہ مقرر ہو گئے ہیں ہامان سے اس نے کہا کہ اب کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ تمام ملک مصر کے باشندے اور تمام خلائق مجھ کو خدا کہے اور مجھ ہی کو معبود جانے اور میری ہی پرستش کرے۔ اسکے مقرر کردہ وزیر ہامان نے فرعون ملعون کو یہ صلاح دی کہ پہلے مصر میں یہ حکم دیا جائے کہ اس وقت تمام علماء و فضلاء جتنے ہیں ہمارے قلمرو میں درس تدریس نہ دینے پائیں اور اپنے تمام تدریسی سلسلے کو بالکل ختم کر دیں۔ اس تدبیر سے آہستہ آہستہ لوگ اپنے دین سے بے خبر ہوتے رہیں گے اور جو آیندہ پیدا ہونگے وہ سب کے سب بغیر علم کے بلکہ جاہل ہونگے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ یہ بات ہامان کی سُن کر فرعون ملعون سے اپنے ملک مصر میں تعلیم و درس و تدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا کہ میرے اس ملک میں کوئی بھی علم نہ سیکھنے پائے فوراً درس تدریس کو بند کر دیں ورنہ ہم ان سب کو قتل کرا دیں گے فرعون بادشاہ کا یہ حکم سُنکر اور اسکے قتل کرانے کے خوف سے سب نے درس تدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا۔ اور بالکل لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا۔ چنانچہ چند ہی روز گذرے تھے کہ سارا ملک جاہل بن گیا اور اپنے حقیقی خدا کو بالکل ہی بھول گئے اور وہ مثل چوپائے وحوش کے ہو گئے۔ اسکے بعد فرعون نے حکم کیا کہ تمام لوگ اپنے اپنے بتوں کو سجدہ کیا کریں۔ پس ایک قوم قبطی جو کثیر تعداد میں تھی اس نے بُت پرستی شروع کر دی اور یہ سلسلہ تقریباً بیس برس تک رہا،

پھر اس کے بعد فرعون ملعون نے اعلان کرایا اور اس اعلان میں یہ الفاظ لوگوں کے کانوں تک پہونچائے جسکو قرآن مجید نے نقل فرمایا۔ فَحَشَرَ فَنَادٰی ۚ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ۚ (ترجمہ) پس لوگوں کو جمع کیا، پھر ان لوگوں سے کہا کہ میں ہوں رب تمہارا سب سے بڑا اور بلند۔ اور اس حالت پر چالیس برس گذرے، اسکے بعد تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ پھر اسی قوم قبطی نے فرعون کو پوجنا شروع کر دیا۔ اس قوم پر فرعون ملعون بہت نوازش کرتا اور دوسری قوم جو بنی اسرائیل تھی وہ اس کو خدا نہیں مانتی تھی اسکو طرح طرح سے تکلیفیں دیتا کیونکہ بنی اسرائیل قوم تو دین یوسف پر قائم تھے اور بعوض جزیہ کے فرعون ملعون ان سے قبطیوں کی خدمت کرواتا اور ان کو ہر وقت تحقیر کرتا اور جن کاموں کو وہ ناچیز سمجھتا تھا مثل محنت۔ اور بوجھ اُٹھانا۔ لکڑی چیرنا۔ اور چنا دینا۔ اور گھاس کاٹنا۔ جھاڑو کشی کرنا اور گوہ وگو بر پھینکنا علی ہذا القیاس ان سب کاموں پر مقرر کیا تھا اور کچھ لوگوں کو بنی اسرائیل قوم میں سے مختلف شہروں اور دیہات میں اپنے تابعین کی خدمت میں بھیجدیتا اور انکی عورتوں سے اپنی عورتوں کی خدمت لیتا۔ غرضکہ بنی اسرائیل قوم کی عزت و وقار نہیں کرتا تھا۔ مگر صرف ایک عورت کہ جن کا نام آسیہ تھا اور وہ بنی اسرائیل قوم سے تھیں اور بڑی ہی حسین و جمیل تھیں لیکن وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہی تھیں اور انکے خصائل بھی شہرۂ آفاق تھے اس وجہ سے فرعون ملعون انکو اپنے نکاح میں لایا تھا۔ اور بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ فرعون نے انکو پرستندہ اپنا جان کر بڑی عزت سے اپنے گھر میں رکھا تھا مگر وہ اپنے دین میں بہت مضبوط تھیں اور وہ خلاف شرع نہیں چلتی تھیں۔ اور ہمارے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ عورتوں کی پاکی اور بزرگی بیان فرمائی ہے۔ ایک حضرت موسیٰؑ کی ماں، دوسری مریم بنت عمران اور تیسری خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد جو حضور اکرم صلعم کی زوجۂ مطہرہ ہیں اور چوتھی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ بنت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور پانچویں بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کیونکہ یہ سب صالحہ تھیں۔ الغرض قوم بنی اسرائیل تیرہ برس تک فرعون کے عذاب میں اور اس کی قوم کی خدمت میں گرفتار رہی۔ زن و مرد اُس قوم کی خدمت کرتے اور اُنکی باربرداری میں لگے رہتے اور صبر کرتے تھے لیکن باوجود اتنی سخت تکلیف کے وہ اپنے آبائی دین اسلام سے نہیں پھرے اسی حالت میں وہ شب و روز استغفار اور خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ایک دن فرعون ملعون نے دریائے نیل کے کنارے مجلس جشن کی تھی تمام لوگ لشکر بنا کر وہاں گئے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان بھی لیگئے اور وہاں جاکر خوشیاں منائیں اور پھر فرعون نے اپنی قوم سے کہا قولہٗ تعالےٰ۔ وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۝ (ترجمہ) اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں بولا اے قوم میری بھلا مجھ کو کیا نہیں ہے حکومت مصر کی اور یہ نہریں چلتی ہیں نیچے میرے کیا تم نہیں دیکھتے بلکہ میں بہتر ہوں اس شخص سے کہ جس کو عزت نہیں ہے اور وہ صاف بھی نہیں بول سکتا ہے۔ اتنی بات فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی شان میں تکبری سے کہی تھی کہ وہ کیا جانتا ہے

اس بات کو لوگوں نے مانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ۔ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ (ترجمہ) پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی پھر اسی کا کہا مانا مقرر وہ لوگ تھے فاسق۔ پس چاہا اللہ تعالیٰ نے کہ اس کو دوزخ میں ڈالے اور اس کی قوم کو بھی جہنم میں ملا دے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسکو چار سو برس کی عمر دی تاکہ وہ ہر روز باغی ہوتا رہے اور اپنے حقیقی معبود کی نافرمانی کرتا رہے۔ پھر ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دریائے نیل کو سکھا دیا اور اس میں کچھ بھی پانی باقی نہ رہا۔ یہ دیکھکر فرعون ملعون کی قوم نے اکٹھے ہوکر کہا اگر تو ہمارا خدا ہے تو دریائے نیل کا پانی جاری کر دے جب جانیں گے کہ تو ہمارا رب ہے۔ پس فرعون نے یہ بات سُنی اور سنتے ہی سات لاکھ سوار اپنے ہمراہ لیکر میدان سعید الاعلیٰ کی طرف نکل گیا اور ایک ایک منزل پر ایک ایک لاکھ سواروں کو چھوڑتا گیا۔ اسی طرح سب کو رخصت کر کے تنہا ایک میدان میں جاکر ایک غار میں اندر گھسا اور گھوڑے کی باگ کو گلے میں لپیٹ کر قبلہ رُخ ہوکر سجدے میں جاگرا۔ اور پھر یہ مناجات کی۔ الٰہی تو ہی حق پر ہے اور میں باطل پر ہوں اور تو میرا رب بے نیاز و بے پرواہ ہے اور میں نے دنیا کو بعوض آخرت کے اختیار کیا اے میرے رب جو کچھ مجھ کو دینا ہے تو وہ دنیا کی زندگی میں ہی دیدے اور میں آخرت میں نہیں چاہتا ہوں اور یہ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ آخرت میں میرے لئے سوائے دوزخ کے اور کچھ نہ ہوگا۔ جب فرعون نے خدا کی درگاہ میں یہ دعا و مناجات کی تو اسی وقت ایک شخص غیب سے آیا اور اس غار کے منھ پر کھڑا ہوگیا۔ اور فرعون سے کہنے لگا کہ میں ایک شخص کی شکایت تمہارے پاس لایا ہوں تم اس کا انصاف کرو۔ یہ سُنکر فرعون بولا تو یہاں کیوں آیا یہ جگہ تو انصاف کی نہیں ہے کل دربار میں آنا وہاں میں اس کا انصاف کردوں گا اور اسوقت تو یہاں سے چلا جا۔ پھر وہ بولا کہ تم ہمارا انصاف یہیں کردو اور بغیر انصاف کرائے ہوئے ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ یہ مکالمہ ہو ہی رہا تھا کہ ادھر دریائے نیل میں پانی جاری ہوگیا نیل پھر بھر گیا۔ یہ دیکھکر فرعون نے بہت خوشی محسوس کی اور اسی خوشی کے عالم میں وہ اس شخص سے کہنے لگا کہ اے نوجوان تم کیا چاہتے ہو۔ اسکے پوچھنے پر اس نوجوان نے فرعون سے کہا کہ جو بندہ خداوند کی نافرمانی کرے اور اس کے حکم کو بھی تسلیم نہ کرے اور خداوند قدوس اس پر اپنی مہربانی کرے تو تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اس بندہ کی کیا سزا ہے؟ فرعون نے جواب دیا کہ اس بندہ کی سزا تو یہ ہے کہ اسکو دریائے نیل میں ڈبو کر مارنا چاہیئے۔ اس نوجوان نے یہ جواب سُنکر کہا کہ بہت اچھا۔ آپ اس کو مجھے لکھکر دیدیں تاکہ یادداشت رہے اور کل بندہ آپکے دربار میں حاضر ہوگا آپ کے حضور میں اظہار کریگا۔ فرعون بولا کہ بھئی یہاں تو دوات قلم و کاغذ نہیں میں کس طرح لکھوں۔ اس نوجوان نے کہا کہ میں دیتا ہوں تم لکھو۔ پھر فرعون نے اس غار کے اندر بیٹھ کر خوشی سے لکھا کہ جو بندہ اپنے خداوند کی نافرمانی کرے اور اس کا حکم نہ مانے اور خداوند اس کو سب طرح سے آرام دے کھانے کو دے تو اس بندہ کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریائے نیل میں ڈبو کر مارا جائے۔ اس طرح پر یہ دستاویز لکھکر اس نوجوان کے حوالے کی اور اس نے یہ نہ جانا کہ وہ نوجوان کون تھا۔

اور وہ نوجوان یہ دستاویز لکھوا کر نظروں سے غائب ہوگیا۔ وہ درحقیقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور پھر اس کے بعد ایک آواز آئی کہ اے فرعون! دریائے نیل کو میں نے تیرے حکم کے تابع کیا تو جب حکم کریگا کہ اے پانی تو کھڑا رہ تو وہ پانی تیرے حکم سے کھڑا رہے گا اگر تو کہے گا کہ اے پانی تو جاری ہو جا تو وہ پانی جاری ہو جائیگا۔ الغرض وہ تیرے فرمان کے باہر نہ ہوگا۔ تب فرعون یہ سُن کر اور خوش ہو کر اس میدان سعید الاعلیٰ سے اپنے گھر پر چلا آیا اور دریائے نیل کو جس طرف کہتا وہ اسی طرف ہو جاتا۔ اگر وہ یہ کہتا کہ اے پانی تو اونچا ہو کر چل تو پہاڑ سے زیادہ اونچا ہو کر چلتا اور اگر وہ کہتا کہ اے پانی تو نیچے ہو کر چل تو وہ پانی نیچے ہو کر چلتا۔ چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرعون ملعون کو ایسی کرامت دی تھی۔ باوجود اس کے وہ ملعون دعویٰ خدائی کا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا اے لوگو! میں مصر کا مالک ہوں اور دریائے نیل بھی میرے تابع ہے دیکھو تو پانی دریائے نیل کا بالکل خشک ہوگیا تھا وہ میں نے ہی جاری کیا تمہارے پینے کے لئے اہل مصر نے جب یہ کرامت فرعون سے دیکھی تو تعریف کرتے ہوئے سجدے میں گرے اور اس کی ربوبیت کا اقرار کیا بولے بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور ایک مکان بھی عالی شان لب دریا بنایا تھا اور نام اس کا عین الشمس رکھا تھا ایک حوض بنا کر دریا کے پانی کی نہر اس پر جاری کی تھی اور اس پر چار ستون سونے کے بنائے تھے اور وہ اس طرح بنائے تھے کہ حوض کے کنارے پر سے کوشک پر جا کر دوسری راہ نکل پڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے دو درخت بھی اس حوض کے کنارے پر پیدا کئے تھے ایک درخت سے تو روغن زرد نکلتا تھا اور دوسرے درخت سے روغن سُرخ، وہ روغن جس بیمار کو دیا جاتا خدا کے فضل و کرم سے شفا پاتا اسی وجہ سے فرعون ملعون فخر کر کے لوگوں کو جتاتا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنی ربوبیت کی دلیل ان دونوں درختوں سے دیتا کہ دیکھو میری ربوبیت کی یہ دلیل ہے۔ چنانچہ مخلوق نے جب ان درختوں پر غور کیا اور اس میں فرعون کی کرامت ظاہر پائی جو وہ کہتا اسی وجہ سے خلق اور بھی فرعون کی ربوبیت کی قائل ہو کر گمراہ ہوتی چلی گئی اور تمام ملک میں گمراہی پھیل گئی۔

بیان عوج بن عُنق کا

تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض راویوں نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قوم موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ زمین شام مقدس کی تم کو دوں گا تم وہاں سے ظلم و تعدّی کرنے والوں کو نکال دو اور درحقیقت مقام اجداد بنی اسرائیل کا کنعان میں ہی تھا اب مصر میں ہوا۔ بعد اس کے اللہ تعالےٰ نے حکم کیا کہ تمام ملک شام میں خدا کے دشمنوں سے جہاد کرو اور حضرت موسیٰ نے ان کے ساتھ فتح کا وعدہ کیا تھا اور وحی بھی نازل ہوئی۔ کہ اے موسیٰ بارہ آدمی سردار بارہ قوم سے بنی اسرائیل کے نقیب کر تاکہ ہر ایک سبط اپنے اپنے سرداروں کے تابع رہے اور ہماری رضا پر رہیں تو ان سے اس بات کو کہہ دے کہ انکا سردار نقیب جو حکم ان پر کرے تو وہ اس پر عمل کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (ترجمہ) اور اٹھائے ہم نے ان میں بارہ سردار پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کو ہمراہ لیکر جب کنعان میں گئے تو اپنے نقیبوں کو شام کے اطراف میں بھیجا تاکہ ان ظالم و رجابر لوگوں کا حال معلوم کریں۔ جب وہ لوگ وہاں گئے اور وہاں سے کچھ حالات معلوم کئے تو وہاں ایک بہت بڑی قد و قامت والا انسان بھی دیکھا جو سمندر کی تہہ میں مچھلی پکڑ لاتا تھا اور اپنی لمبائی کے سبب وہ سورج کی تپش سے بھون کر کھاتا تھا۔ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت نوح کے طوفان میں سے یہی شخص بچا تھا اور ایسا دراز قد تھا کہ سمندر کے پانی میں بھی وہ ڈوب نہ سکتا تھا اتنا بڑا لمبا جوان تھا اور اسکی عمر تین ہزار پانچسو برس کی ہوئی یعنی وہ شخص حضرت آدمؑ کے ایامِ زمانہ سے حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا۔ اور اسکی ماں کا نام صفورہ تھا وہ بیٹی حضرت آدم علیہ السلام کی تھیں اور اس کے باپ کا نام عنق تھا۔ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام سجان تھا اور ماں کا نام عنق اور وہ بنت آدم تھیں۔ پس عوج بن عنق نے حضرت موسیٰ کے بارہ سرداروں کو دیکھکر پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے۔ پھر انہوں نے اپنا حال بیان کیا۔ اسکے بعد عوج بن عنق نے ان سب کو پکڑ کر اور اپنی ازار میں لیکر اپنی بیوی کو دکھانے لے گیا اور اپنی بیوی سے کہ دیکھو یہ سب میرے ساتھ لڑنے کو آئے ہیں۔ یہ کہہ کر زمین پر رکھ کر اس نے چاہا کہ مثال چیونٹی کے پیر سے مل دے اسوقت اسکی بیوی نے کہا کہ انکو چھوڑ دو وہ ضعیف و ناتواں ہیں خود ہی چلے جائیں گے تجھ کو ان کے مارنے سے کیا فائدہ ہوگا اور پھر تیرا حال بھی لوگوں سے جا کر بیان کریں گے پس انکو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ نقیب حضرات جباروں کی کثرت اور حقیقت دریافت کر کے بہت ڈر گئے اور اپنی جگہ پر واپس چلے گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ان جباروں اور ظالموں کا حال جو ہم دیکھ آئے ہیں اپنی قوم سے نہ کہنا چاہئے کیونکہ وہ لوگ تو پہلے ہی بزدل ہیں لڑائی اور جہاد کے نام سے بھاگ جائیں گے لیکن ان لوگوں کا احوال حضرت موسیٰؑ اور ہارون سے کہنا چاہئے۔ تب حضرت موسیٰؑ سے وہاں کا حال بیان کیا۔ اور نیز یہ بھی بیان کیا کہ وہاں کے پھل فروٹ بھی بہت بڑے بڑے ہیں اگر ایک دانہ انار کا نکالیں تو آدمی شکم سیر ہو جائے اسی طرح انگور بھی بہت بڑا دیکھا اگر ایک دانہ کھالیں تو جی بھر جائے اور دوسرا نہ کھایا جائے۔ اور کچھ پھل فروٹ جو وہاں سے لائے تھے وہ حضرت موسیٰؑ کو دکھائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انکو دیکھکر بہت ہی متعجب ہوئے۔ پس دس آدمی سردار نقیب نے عہد شکنی کر کے احوال وہاں کا جو دیکھا تھا اور عوج بن عنق کے ہاتھ گرفتار ہونے کا اپنی قوم سے کہہ دیا لیکن دو شخص یعنی یوشع اور کالوت نے عہد شکنی نہ کی۔ یہ خبر سنکر بنی اسرائیل نے چاہا کہ جہاد میں نہ جائیں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم لوگ گھبراؤ مت اور نہ جہاد سے بھاگنے کی کوشش کرو میرے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے وعدۂ نصرت فرمایا اور فرمایا ہے کہ میں تمہیں ان کافروں پر فتح دونگا۔ اِدھر قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ (ترجمہ) بولی قوم اے موسیٰ وہاں پر ایک شخص ہے بڑی قد و قامت والا اور وہ بڑا ہی زبردست ہے

ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جاوے۔ اللہ تعالیٰ کی نوازش تھی۔ ان دونوں پر وہ یوشع بن نون اور کالوت بن قتادہ تھے اور وہ دونوں بزرگ نیک طینت تھے ان بارہ سرداروں میں بنی اسرائیل کے اور وہ دونوں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بعد پیغمبر ہوئے۔ وہ دونوں بزرگ بولے کہ اے قوم بیٹھ جاؤ اور ان پر حملہ کرو دروازے سے کیونکہ قوم جبار نہایت قوی ہے اور خدا تم کو فتح دے گا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا ہے کہ خدا انکو ضرور ہلاک کریگا۔ جیسا کہ فرعون کو ہلاک کیا۔ اور تم لوگ تو اللہ تعالےٰ پر یقین رکھتے پھر کیوں نہیں اس پر بھروسہ کرتے۔ اس پر بھی وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر جب تک وہ وہاں رہیں گے اے موسیٰ تو اور تیرا رب دونوں جاکر ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے غصہ ہو کر اللہ تعالےٰ سے بددعا کی۔ قولہ تعالیٰ قَالَ رَبِّ اِنِّی لَآ اَمْلِكُ الخ (ترجمہ) بولے موسیٰ اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی سو تو جدائی کردے ہم میں اور بے حکم لوگوں میں، قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جہاد کرو عمالقہ جبار سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ کے لئے وہ ملک تمہارا ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے بارہ شخص کو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے پر سردار کیا تھا اور ان کو ملک شام میں بھیجا تاکہ اس ملک کی خبر لائیں۔ چنانچہ وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت سی خوبیاں بیان کیں اور وہاں مسلط تھے عمالقہ ان کی قوت و زور بھی بیان کیا۔ پس حضرت موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم قوم کے پاس خوبی ملک کی بیان کیجیو اور قوت دشمن مت بیان کرنا۔ اس حکم پر صرف دو شخص قائم رہے اور دس شخص نہ رہے۔ جب قوم نے ان سے عمالقہ کا زور و قوت کو سنا تو وہ اپنی نامردی ظاہر کرنے لگے اور انہوں نے یہ چاہا کہ ہم پھر لوٹ کر اپنے مصر چلے جائیں۔ اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس شام کے فتح میں دیر لگی اور اسقدر مدت بنی اسرائیل جنگلوں میں پھرتے رہے اور اس قرن کے لوگ سب مر گئے تھے مگر دو شخص جو حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے یوشع اور کالوت ان کے ہاتھ سے ملک شام فتح ہوا۔ القصہ موسیٰ و ہارون اپنا عصا ہاتھ میں لیکر ملک شام کو برائے جہاد روانہ ہوئے اور جب رات ہوئی تو بنی اسرائیل نے مصر جانے کا قصد کیا تمام رات چلتے رہے اور صبح فجر کے وقت دیکھا کہ جس جگہ سے کوچ کیا تھا اسی پر آرہے ہیں۔ پھر دوسری شب کو تمام رات چلے فجر کو دیکھتے ہیں کہ جہاں سے کوچ کیا تھا اب تک وہیں ہیں۔ وہ سمجھے کہ موسیٰ کی بددعا سے یہ حال ہوا تب یوشع بن نون نے ان سے کہا کہ اس میدان میں ٹھہر جاؤ اور صبر کرو استغفار پڑھو جب تک حضرت موسیٰ ملک شام فتح کرکے واپس آویں جب تک یہیں ٹھہرے رہو۔ یہ بات سنکر بنی اسرائیل خدا پر توکل کرکے اسی جگہ رہے اور اس جگہ کا نام تیہ ہے جس جگہ پر یہ لوگ ٹھہرے رہے اسمیں بارہ اسباط بنی اسرائیل اور چھ لاکھ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے چالیس برس محبوس رہے اور وہ وہاں سے نہ نکل سکے اور وہ تیہ درمیان فلسطین اور تلہ اور اردن اور مصر کے ہے اور اس میدان تیہ کا طول چھتیس ۳۶ کوس ہے اور عرض اٹھارہ ۱۸ کوس کا ہے۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام جب نزدیک شہر عوج

کے گئے۔ لوگوں کی مہیب شکل دیکھکر ڈرے اور حافظ حقیقی کو یاد کر کے آگے بڑھے۔ جب عوج بن عنق نے ان کو دیکھا تو چاہا کہ پکڑ کر چیونٹی کی طرح پیروں سے مل دیں اور کہا کہ تو ہے سردار قوم بنی اسرائیل کا اور تو نے قبطیوں کو دریائے نیل میں فرعون کے ساتھ ڈبا مارا ہے۔ یہ کہکر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حملہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے جوابی حملہ کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی تقریباً دس گز لمبا تھا اور دس گز اوپر اُچھل کر اسکے ٹخنوں پر عصا مارا وہیں مردود مر گیا چالیس برس سے بنی اسرائیل تیہ مذکور میں تھے اور ادھر لاش عوج بن عنق کی میدان میں پڑی تھی اور گوشت پوست گل گیا تھا اور پشت کی ہڈی مثل پہاڑ کے اونچی ہو رہی تھی۔

بیان پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام

بعض تواریخ کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک رات فرعون ملعون نے اپنے خواب میں دیکھا کہ دو درخت عالم بالا پر گئے اور پھر سارا عالم ان کے زیر سایہ ہوگیا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے تمام حکیموں اور منجموں اور جادوگروں کو بلایا اور پھر ان سے پوچھا کہ تم کو خوب غور و خوض کر کے ہمکو اس خواب کی تعبیر بتانا چاہئے۔ یہ سُنکر فرعون سے ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی اپنی کتابوں میں اس خواب کی تعبیر معلوم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے خیالات کے مطابق اپنی اپنی کتابوں میں خوب اچھی طرح سے غور کیا۔ پھر ان لوگوں نے آکر فرعون سے کہا کہ قوم بنی اسرائیل سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا کہ تمہاری مملکت کو وہی خراب کریگا اور تمام لوگ اسکے زیر حکم ہونگے۔ یعنی ملک و میراث و نعمت کُل اسکے ہاتھ میں ہوگی۔ یہ گفتگو اپنے منجموں کی سُنکر فرعون بہت ہی ہراساں ہوا اور پھر بولا۔ وہ لڑکا کب پیدا ہوگا۔ وہ منجم کہنے لگے کہ تین رات دن میں وہ لڑکا اپنے باپ کی پشت سے مادر رحم میں آدیگا۔ یہ سُنکر فرعون نے گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے حکم دیا کہ جتنے بنی اسرائیل ہیں آج سے کوئی بھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر نہ ہونے پاوے اور جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کریگا تو اسکو مار ڈالونگا۔ چنانچہ اس نے ایک ایک آدمی بنی اسرائیل کے گھروں میں متعین کردیا۔ فرعون کے ڈر کی وجہ سے بنی اسرائیل میں کوئی آدمی بھی اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرتا۔ مگر تقدیر الٰہی سے چارہ نہ تھا۔ باوجود اس تنبیہ اور تہدید کے اس تین دن رات کے اندر جو نجومیوں نے کہا تھا روز موعود میں وہ لڑکا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں کے شکم میں آگئے اور اس کی شرح یوں ہے کہ خاتون نام عمران کی بی بی تھی اور وہ بھی بنی اسرائیل کی قوم سے تھیں اور اس سے پہلے ایک لڑکا بھی تھا اور ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام مریم تھا اور عمران فرعون کے ندیموں میں سے تھا اور وہ اس دن فرعون کے پاس تھا۔ بی بی کو شوق مباشرت کا ہوا اور انکو غلبہ ایسا ہوا کہ صبر و قرار بھی جاتا رہا۔ آخر وہ نہ ٹھہر سکیں رات ہی کو اُٹھ کر اور اپنے گھر سے نکل کر فرعون کے دروازے پر جا پہونچیں، اتفاقاً تمام دروازے کھلے ہوئے تھے اور دروازوں پر نگہبان اور دربانوں کو سوتے ہوئے دیکھا۔

اس دن اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کا غلبہ بھی زیادہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ خاتون بے کھٹکے فرعون کی خواب گاہ میں جا پہونچیں وہاں اپنے شوہر کو دیکھا کہ فرعون کی نگہبانی کر رہا ہے اور فرعون سوتا ہے اِدھر عمران کو اپنی بیوی دیکھکر جب کہ تمام لوگ آرام کی نیند سو رہے تھے شوقِ مباشرت زیادہ ہوا۔ بس وہاں سے سرک کر زن و شوہر نے مجامعت سے فراغت کرلی اور اسی گھڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے باپ کے صلب سے ماں کے رحم میں آئے۔ بعد اس کے بی بی خاتون وہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر چلی آئیں اور یہ بھید بھی کسی کو معلوم نہ تھا سوائے ربّ العالمین کے وہ تو ہر بھید کو اچھی طرح سے جانتا ہی بلکہ وہ تو ظاہر و باطن چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو فرعون نے اپنے نجومیوں کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ وہ لڑکا پیدا ہوا یا نہیں۔ تو اُنہوں نے اپنے نجوم سے حساب لگا کر بتایا کہ وہ آج کی شب گزشتہ میں باپ کے صلب سے ماں کے رحم میں آچکا ہے۔ یہ سُنتے ہی فرعون ملعون نے اپنے تمام کارکنوں کو حکم دیا کہ اگر کوئی بھی لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہو تو اسکو فوراً مار دو، لیکن لڑکی کو مت مارنا۔ اور اس خون کے عوض میں اسکی ماں کو ستّر درم دیدینا۔ چنانچہ پھر ایسا ہوا کہ روپے کے لالچ سے ماں باپ اپنے نوزائیدہ بچے کو فرعون کے پاس لاتے اور وہاں سے ستّر درم لیکر اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ اور فرعون ملعون نے ہر ایک گھر میں بنی اسرائیل کے ایک ایک قبطی کو تعینات کیا اور وہ قبطی اگر بیٹا ہوتا تو اسکو مار ڈالتا اور اگر بیٹی ہوتی تو اسکو نہ مارتا۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ (ترجمہ) اور جب چھڑا دیا ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے کہ دیتے تھے تم کو بڑی تکلیف ذبح کرتے تمہارے بیٹے اور زندہ رکھتے تھے تمہاری بیٹیوں کو اور اس میں آزمائش ہوئی تمہارے رب کی بڑی۔ پس بنی اسرائیل کو فرعون ملعون نے بڑے دُکھ میں رکھا تھا۔ اور ان کے بیٹوں کو قتل کرتا اور یہانتک اس نے کر رکھا تھا کہ ان کی عورتوں کے حمل آکر دیکھتے اور ان کے پیٹ پر غیر محرم ہاتھ پھیرتے تھے کہ حمل ہے یا نہیں۔ اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں حمل سے تھیں ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ وہ روٹی پکاتی تھیں یکایک انکے دردِ زہ ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے اور وہ نہایت خوبصورت تھے ان کے تولّد سے سارا گھر روشن ہوگیا۔ اور جو بھی کوئی ان کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ اور کچھ ہی عرصہ میں فرعون کے لوگ بھی آپہونچے اور حضرت موسیٰ کی والدہ اندیشہ کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ میں اس بچے کو کہاں لے جاکر چھپاؤں کیونکہ فرعون کے لوگ اس بچے کو دیکھتے ہی مار ڈالیں گے، یا اللہ اس بچے معصوم کو تو کسی جگہ پر پناہ دے۔ آخر مجبور ہو کر تنور کی آگ میں بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ڈال دیا اور ایک دیگ خالی اس کے اوپر چڑھا دی۔ بعد اس کے فرعون کے لوگوں نے آکر خاتون کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو کچھ بھی حمل کا اثر نہ پایا اور پھر وہ چلے گئے اور ادھر خاتون اپنے فرزند کی محبت میں رونے لگیں اور کہتی تھیں کہ ناحق میں نے اپنے بچے کو تنور میں ڈال دیا نہایت ہی افسوس کرکے اپنے ہاتھ پر

ہاتھ مارا کہ اب تو بچہ بالکل جل گیا۔ اور کہنے لگیں کہ اگر جلے ہوئے بچے کی ہڈی بھی ہو تو اس سے اپنے دل مجروح کی دوا کرتی۔ بعد اس کے جب اُنہوں نے اس چولھے کے اندر دیکھا تو وہ بچہ اسی آگ میں اپنے ہاتھ میں ایک سیب لئے کھیل رہا ہے۔ یہ حال دیکھکر بڑی ہی متعجب ہوئیں اور خدا کا شکر بجا لائیں۔ یہ دیکھتے ہی ان کو اس تنور سے فوراً اُٹھا لیا۔ اس کے بعد وہ پھر متفکر ہوگئیں کہ اس لڑکے کو کہاں چھپا کر رکھوں۔ ایسا نہ ہو کہ فرعون کے لوگ اسکو آکر مار ڈالیں، یہ کہتی جاتی تھیں اور انکی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (ترجمہ) اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا پھر جب تم کو ڈر ہو اس کا تو ڈال دے اس کو دریائے نیل میں اور اس میں نہ کچھ خطرہ کر اور نہ کچھ غم کر ہم پھر پہونچادینگے تیری طرف اور کریں گے اسکو اپنے رسولوں میں سے۔ تب حضرت موسیٰ کی والدہ یہ بشارت پاکر بہت خوش ہوئیں اور ایک صندوقچہ بنانے کے لئے ایک بڑھئی کی تلاش میں نکلیں۔ فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام بصورت بڑھئی کے ان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ حضرت موسیٰ کی والدہ ان سے کہنے لگیں کہ کیا تم صندوقچہ بنانا جانتے ہو وہ بولے ہاں میں صندوقچہ بنانا جانتا ہوں۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے گھر جاکر ایک صندوقچہ بناکر چلے گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو خوب دودھ پلایا اور بہترین حریر کے کپڑے میں لپیٹ کر اس صندوقچہ میں رکھ کر مقفل کرکے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی والدہ چپکے سے بڑھئی کو گھر میں لائیں اس سے کوئی بھی آگاہ نہ تھا مگر ایک شخص ہمسایہ ان کا اس راز سے مطلع تھا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ اس سے بھی بہت خوف کرتی تھیں، اور بڑھئی کو ستر دینار اُجرت اس کی دیکر رخصت کیا۔ چنانچہ اس ہمسائے نے یہ چاہا کہ اس کی خبر فرعون کو دوں، جب وہ اس ارادے سے فرعون کے پاس گیا اور چاہتا تھا کہ میں اس کو اس لڑکے کی خبر دوں تو خدا کے حکم سے اسکی زبان گونگی ہوگئی اور وہ اپنا مقصد جو لیکر گیا تھا فرعون سے کہہ نہ سکا، جب فرعون کے پاس سے باہر نکل آیا پھر اس کی زبان کھل گئی، یہ دیکھکر پھر اس نے قصد کیا کہ میں فرعون سے جاکر کہوں تو پھر وہ گونگا ہوگیا جب وہ وہاں سے باہر آیا تو اس کی زبان کھل گئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا قصد اس نے تقریباً سات مرتبہ کیا۔ لیکن جب وہ فرعون کے قریب پہونچتا اور ارادہ کرتا کہ میں اس خبر کو فرعون سے کہوں تو اس کی زبان فوراً گونگی ہو جاتی تھی۔ چنانچہ وہ مجبور ہوکر وہاں سے باہر نکل آیا اور اس قصد سے وہ باز آیا اور پھر اس نے توبہ بھی کی اور خداوند کریم پر ایمان لے آیا اور پھر اس نے یہ بات کسی سے بھی نہ کہی۔ الغرض ادھر حضرت موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو اس صندوقچہ میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا اور حضرت موسیٰ کی بہن مریم سے کہہ دیا کہ لے بیٹی تو اس صندوقچے کو دیکھتی ہوئی دریا کے کنارے کنارے چلی جا کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص دیکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور کہہ دیا اسکی بہن

کو کہ اس کے پیچھے چلی جا پھر وہ دیکھتی رہی اسکو اجنبی ہو کر اور انکو خبر نہ ہوئی۔ پس خدا کے حکم سے وہ صندوقچہ پانی میں بہتا ہوا دریائے نیل سے اس نہر کے اندر سے جو فرعون نے اپنے محل کے اندر ایک بڑا حوض بنایا تھا وہاں پر جا ٹھہرا اور اس وقت فرعون اپنی بیوی آسیہ خاتون کو ساتھ لیکر تخت پر بیٹھا تھا اچانک ان دونوں کی نظر اس صندوقچہ پر جا پہونچی۔ فرعون نے اپنی بیوی آسیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کیا چیز ہے جو پانی پر بہتی ہے یہ کہہ کر دونوں اپنے تخت شاہی سے اُٹھے اور اس کے قریب جاکر دیکھا کہ ایک صندوقچہ ہے۔ فرعون نے چاہا کہ اس صندوقچہ کو اپنے ہاتھ سے اُٹھائے لیکن وہ صندوقچہ اس کے ہاتھ میں نہ آیا۔ کیونکہ فرعون مردود کافر و مشرک تھا پلید کے ہاتھ سے نہ اُٹھا۔ اس کے بعد آسیہ خاتون نے اپنے ہاتھ دراز کئے اور اُنہوں نے وہ صندوقچہ اپنے ہاتھوں سے اُٹھا لیا اور پھر فرعون کے سامنے لا رکھا پھر فرعون نے اسکے کھولنے کی ہر چند کوشش کی لیکن وہ اس صندوقچہ کو نہ کھول سکا مجبوراً تھک کر بیٹھ گیا پھر آسیہ خاتون جو کہ مومنہ تھیں اُنہوں نے اس صندوقچہ کو کھولا اور بسم اللہ پڑھی۔ اس میں دیکھا کہ ایک لڑکا مہتاب صورت ہر اس کے نور سے سارا گھر فرعون کا روشن ہو گیا۔ یہ دیکھکر فرعون کے دل میں اسکی محبت آگئی۔ خداتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی نیک صورت دی تھی کہ جو کوئی ان کی طرف دیکھتا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ پھر آسیہ خاتون نے فرعون سے کہا کہ مجھے فرزند نہیں ہے میں اِسکو پالونگی اور یہ واضح ہو کہ آسیہ خاتون بنی اسرائیل قوم سے تعلق رکھتی تھیں اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت موسےٰؑ کی پھپیری بہن تھیں اور وہ اچھی طرح اپنے خویش و برادر کو پہچانتی تھیں۔ پھر فرعون سے کہنے لگیں کہ دیکھو یہ لڑکا تمہارا اور میرا نور چشم ہے اسکو نہ مارنا کیونکہ ہم اسکو پالیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور بولی فرعون کی عورت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ لڑکا مجھ کو اور تم کو اور اس کو نہ مارو شاید یہ ہمارے کام آوے یا بنا لیویں اس کو بیٹا اپنا اور وہ اس بات کو نہ سمجھتے تھے۔ یعنی انکو کچھ بھی خبر نہ تھی کہ وہی لڑکا بڑا ہو کر کیا کرے گا لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ یہ لڑکا بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے دریائے نیل میں ڈال دیا ہے۔ کہنے لگا کہ اگر ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا۔ یہ سمجھ کر انکو نہ مارا۔ اور فرعون کے یہاں ایک بیٹی تھی جو برص کی بیماری میں مبتلا تھی۔ اس نے آکر دیکھا کہ لڑکا رو رہا ہے اور اس کے مُنہ سے رال گرتی ہے اس نے جلدی سے آکر اس لڑکے کو اُٹھا لیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُنہ سے جو لعاب نکل رہا تھا وہ لعاب اس لڑکی کے برص کے دھبوں پر لگا تو اس کی برص کی بیماری جاتی رہی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ یہ دیکھکر آسیہ خاتون نے فرعون سے کہا کہ دیکھو یہ کیسا مبارک لڑکا ہے کہ اس کے مُنہ سے جو رال نکل رہی تھی وہ تمہاری بیٹی کے بدن پر لگی تو اس کے بدن سے برص کی بیماری جاتی رہی۔ یہ سُنکر اس نے اپنی بیٹی کو بُلایا اور پھر دیکھا کہ واقعی جو برص کی بیماری تھی وہ ٹھیک ہو گئی ہے۔ تب فرعون نے حضرت موسیٰ کو پیار کرتے ہوئے اپنی گود میں لے لیا اور ایک دائی دودھ پلانے کے واسطے بھی مقرر کر دی اور کہتے ہیں کہ

فرعون نے جب اپنے شہر کی تمام دائیوں کو بلایا اور بہت سی دائیاں آئیں تو حضرت موسیٰ نے کسی دائی کا دودھ نہ پیا
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ
يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝ (ترجمہ) اور حرام کر دیا ہم نے اوپر اس کے دودھ دائیوں کا
پہلے سے پس خواہر موسیٰ و ہارون موجود تھیں۔ وہ بولیں کہ میں بتاؤں تمہیں ایک گھر والی کو کہ پالے اسکو واسطے
تمہارے اور واسطے اسکے بہت خیر خواہ ہے۔ یہ سُنکر فرعون نے کہا کہ لے آؤ ان کو، پھر وہ دوڑی ہوئی گئیں اپنی ماں کے
پاس جاکر بولیں اے ماں میری خدا نے مہربانی کی ہے ہم پر چلو تم میرے بھائی کو دودھ پلانے اور فرعون بُلاتا ہے
اور اسکو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے اور اس نے بہت سی دائیوں کو بُلایا تھا مگر وہ کسی کا دودھ نہیں پیتا ہے
تم چلو کیونکہ میں نے اجنبی طور پر تمہاری بات فرعون سے کہی ہے کہ میں دودھ پلانے والی ایک دائی لاؤں گی۔ یہ سُنکر
حضرت موسیٰؑ کی ماں خوش ہو کر فرعون کے گھر پر آئیں وہاں آکر دیکھا کہ بہت سی دائیوں کو بُلایا ہے لیکن کسی دائی کا دودھ
بھی حضرت موسیٰ نہیں پیتے۔ جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ان کو اپنی گود میں لیا اور اپنا دودھ پلانا چاہا تو انہوں نے
فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ کی ماں خوش ہو کر فرعون اور اس کے گھر والوں سے یہ کہنا چاہتی تھیں
کہ یہ بیٹا بھی میرا ہے تب فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں القا ہوا کہ اے خاتون یہ راز کسی پر مت ظاہر
کرو اور اپنا بیٹا کہہ کر کسی کو مت کہو۔ ہامان پلید نے جو فرعون کا وزیر تھا اس نے شمہ اس کا قرینہ سے اور قیاس سے
دریافت کیا اور وہاں کھڑا ہو کر دیکھتا رہا۔ تب حضرت موسیٰ کی ماں سے پوچھا کہ اے دائی یہ لڑکا شاید تمہارے ہی بطن سے
معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولیں کہ ایسا نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ لڑکا میرے دودھ سے بہت خوش ہے پس فرعون نے
اس سے کہا کہ تم اپنے دودھ پلانے کی اُجرت ہر روز ایک دینار ہم سے لے لیا کرو۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ
فرعون سے اُجرت دودھ پلانے کی مہینہ میں تیس دینار لیا کرتی تھیں اور اس طرح وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ (ترجمہ) پھر پہونچا دیا ہم نے موسیٰ کو اس کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اسکی آنکھ اور وہ غم نہ کھاوے اور
جانے کہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ٹھیک ہے ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے؛ اسی طرح پر چند روز گذرے۔ ایک دن حضرت
موسیٰؑ کو فرعون دیکھکر خوش ہوا اپنی گود میں لیکر حضرت موسیٰ کو بوسے دینے لگا حضرت موسیٰ نے ایک ہاتھ سے داڑھی
پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے مُنہ پر ایک طمانچہ لگایا۔ یہ کیفیت دیکھکر فرعون بہت ہی غصہ میں آگیا اور اسی وقت
مار ڈالنے کا حکم کیا اور پھر بولا کہ شاید یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے کہ جسکے ہاتھ سے میرا ملک تباہ و برباد ہوگا۔ اسوقت
آسیہ خاتون نے کہا کہ اے فرعون کیا تم نہیں جانتے شیر خوار بچوں کا تو یہی فعل ہے انکو سمجھ بوجھ نہیں ہوتی اور یہ لڑکا تو
بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے جو تم خیال کرتے ہو۔ اور تم نے تو تمام قوم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو مار ڈالا ہے پس اس کے

آزمانے کے لئے ہامان نے دو طشت زر کے منگوائے ایک طشت میں تو انگارے آگ کے رکھے اور دوسرے طشت میں یاقوت سُرخ سے بھر کر حضرت موسیٰ کے سامنے لاکر رکھے اور پھر یہ بولا اگر یہ لڑکا آگ کی طشت میں اپنا ہاتھ ڈالیگا تو یہ سمجھنا کہ یہ لڑکا بنی اسرائیل کی قوم سے نہیں ہے اور اگر یہ لڑکا یاقوت کے طشت میں ہاتھ رکھے گا تو سمجھنا کہ یہ وہی لڑکا ہے جو ہمارا دشمن ہے۔ پس حضرت موسیٰ نے چاہا کہ اپنا ہاتھ اس یاقوت والی طشت میں ڈالیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے آکر اُنکا ہاتھ پکڑ کر آگ کے طشت میں ڈال دیا۔ پس اسی طشت سے ذرا سی آگ لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مُنہ میں رکھ لی اس سے کچھ زبان مبارک حضرت موسیٰ کی جل گئی۔ تب خاتون نے فرعون سے کہا کہ تم نے دیکھا بچّے نے آگ پکڑ کر اپنے مُنہ میں ڈال لی۔ یہی خصائل بچوں کے ہوتے ہیں پھر یہ بات سُنکر فرعون ان کو گود میں لیکر پیار کرنے لگا اور پھر ان کی ماں کے حوالے کر دیا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زبان طفولیت میں فرعون کے گھر میں جل گئی تھی جس کی وجہ سے صاف گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ جب حضرت موسیٰؑ بڑے ہوئے نوکر چاکر فرعون کے اپنے ساتھ لیکر شہر میں پھرا کرتے اور لقب آپ کا پسرِ فرعون تھا۔ اور کبھی کبھی فرعون ملعون ان کا ہاتھ پکڑ کر سامنے بٹھا کر اکثر باتیں علم اور حکمت کی لبِ شیریں سے ان کے سُنتا اور پھر بہت پیار بھی کرتا۔ جب حضرت موسیٰؑ کی عمر بیس برس کی ہوئی تو فرعون نے ان کی شادی بڑی شان و شوکت سے کر دی اور اس شادی کے بعد دو لڑکے پیدا ہوئے جنکے نام یہ ہیں ایک کا نام حرثون تھا اور دوسرے کا نام بلقا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون ملعون کے پاس تقریباً تیس برس رہے۔ پھر اسکے بعد شہر مدین کی طرف ہجرت کی اور حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس گئے۔

بیان ہجرتِ مصر حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور مُلاقات حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے معمول کے مطابق ایک دن شہر کے اندر قیلولے کے وقت گشت کر رہے تھے اسی اثناء میں دیکھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ ایک ان میں سے قوم قبطی تھا اور یہ فرعون ملعون کے باورچی خانے کے سرداروں میں سے تھا اور دوسرا ان میں قوم بنی اسرائیل سے تھا اور نام اس کا سامری تھا دونوں میں اچھا خاصہ جھگڑا ہو رہا تھا۔ سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھکر فریاد کی کہ دیکھو قبطی مجھ پر ظلم کرتا ہے اور میری لکڑیاں ظلم سے چھین لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ تو اسکی لکڑیاں چھوڑ دے۔ قبطی نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ یہ لکڑیاں تمہارے باپ فرعون کے باورچی خانے کے لئے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ نے اس سے کہا کہ تو میرے کہنے سے اسے چھوڑ دے اور دوسری لکڑیاں لے لو۔ لیکن اس قبطی نے نہ مانا۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے اس قبطی کے سینہ پر ایک گھونسہ

ایسا مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور فوراً ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالےٰ ۔
وَدَخَلَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَھْلِھَا فَوَجَدَ فِیْھَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَھٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ
فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَکَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۝ (ترجمہ) اور موسیٰ آئے
شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہو رہے تھے وہاں کے لوگ پس پائے اس میں دو آدمی لڑتے ایک ان میں ان کے
رفیقوں میں سے تھا اور ایک ان میں دشمنوں میں سے تھا پس فریاد کی موسیٰ علیہ السلام کے پاس اس نے جو تھا انکے
رفیقوں میں اس شخص سے جو تھا اس کے دشمنوں میں سے پس مکا مارا اس کو حضرت موسیٰ نے بس تمام کیا اسکو اور
وہاں کوئی قبطی برادر اس کا نہ تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو وہاں سے بھگا دیا کہ تو یہاں سے چلا جا،
نہیں تو تیرا دشمن قبطی تجھ کو پکڑ لے جائیگا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تضرع وزاری
کی اپنے گناہ سے جو کہ انہوں نے ایک قبطی کو ان کے حکم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنے کے سبب سے مار ڈالا تھا۔ قولہ تعالےٰ
قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (ترجمہ) کہا موسیٰ نے اے رب
برا کیا میں نے اپنی جان کا سو بخش مجھ کو پس بخش دیا اسکو بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان) اس کے بعد سب قبطی
آئے اور اس سردار قبطی کو مرا دیکھا پھر اس کی خبر فرعون ملعون کو پہونچائی۔ فرعون بولا جاؤ اور اس کے قاتل کو پکڑ کر میرے
پاس لاؤ۔ تمام قبطیوں نے بہت تلاش کیا لیکن اس کا قاتل نہ ملا۔ پھر اس مرے ہوئے قبطی کو لیجا کر دفن کیا۔ اگرچہ فرعون
کافر بیشک تھا مگر عدل وانصاف ظالم ومظلوم کا کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کا قاتل نہ پا کر خاموش ہو رہا۔ پھر دوسرے دن
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبح اٹھ کر شہر میں جا کر دیکھا کہ پھر ایک قبطی دوسرا اسی سامری کو اوپر سے مار رہا ہے۔ بمصداق
اس آیت مذکورہ کے۔ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ
قَالَ لَهٗ مُوْسٰی اَتُرِیْدُوْنَ اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ فَلَمَّآ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ ھُوَ عَدُوٌّ لَّھُمَا قَالَ لَهٗ
مُوْسٰی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا
تُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝ (ترجمہ) پھر صبح کو اٹھا موسیٰ شہر میں ڈرتا ہوا گیا تاکہ خبر لے، پھر وہی جس نے
کل مدد مانگی تھی وہی موسیٰ سے فریاد کرتا ہے اس کو کہا حضرت موسیٰ نے مقرر تو گمراہ ہے صریح یعنی تو ہر روز ظالموں سے الجھتا
ہے اور پھر مجھ کو لڑواتا ہے۔ پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اس پر جو دشمن تھا ان دونوں کا بول اٹھا اے موسیٰ کیا چاہتا ہے
تو کہ خون کرے میرا جیسا کہ خون کر چکا ہے تو کل ایک آدمی کا کیا تو یہی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھروں ملک میں اور تو نہیں
چاہتا کہ ہووے تو صلاح پسند ملاپ کرنے والا۔ پس جب موسیٰ نے اس ظالم قبطی کو مارنا چاہا سامری مظلوم تھا تو اس نے
جانا کہ صرف زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہاتھ بھی چلاویں گے، وہ کل کا خون چھپا ہوا تھا کہ کس نے کیا آج اس کی زبان سے مشہور
ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اے موسیٰ آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہو جیسا کہ کل ایک قبطی کو مار ڈالا تھا لہٰذا تم جبار ہو اس ملک میں۔

پس دوسرا قبطی سامری سے یہ بات سُنکر دوڑا فرعون کے پاس کہ کل کی بھی بات اس سے جاکر کہہ دے کہ کل موسیٰ ہی نے خون کیا ہے اس قبطی کا۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ ڈرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کو گئے کہ نہ جانے فرعون مجھ کو کیا کہے گا اور وہ ظالم بھی ہے اور عادل بھی ہے کہ اپنے بیٹے کی بھی رعایت نہیں کرتا اس سے بھی قصاص لیتا ہے۔ اپنی محترمہ والدہ صاحبہ سے یہ پوشیدہ باتیں کہہ رہے تھے اسی وقت ایک شخص نے آکر خبر دی کہ اے موسیٰ تم کو فرعون مار ڈالنے کی فکر میں ہے۔ اسی قبطی کا قصاص تم سے لیگا تم اس شہر سے کسی دوسرے شہر چلے جاؤ تب تو تم بچ سکو گے ورنہ پھر مشکل ہے اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں میں نے تم کو یہ خبر سُنادی ہے۔ اور خبر دینے والا بھی فرعون کا چچیرا بھائی مومن مسلمان ایمان والا تھا قولہ تعالےٰ۔ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) ایک شخص شہر کے دوسرے سرے سے دوڑتا ہوا آیا کہا اے موسیٰ دربار والے مشورہ کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں۔ لہذا تو یہاں سے نکل جا اور میں تیرا بھلا چاہتا ہوں پھر چلے گئے موسیٰ وہاں سے اپنی والدہ کو چھوڑ کر ڈرتے ہوئے اور خبر لیتے ہوئے۔ کہا اے پروردگار نجات دے مجھ کو قوم ظالموں سے، پس حضرت موسیٰؑ مصر سے نکل کر مدین کی طرف چلے گئے اور کہتے ہیں کہ مدین شہر مصر سے تقریباً دس کوس پر واقع ہے اور بعضے راویوں نے کہا کہ وہ سات دن کی راہ ہے۔ غرضکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شہر مدین کو چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۝ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ (ترجمہ) اور جب متوجہ ہوا موسیٰ طرف مدین کے کہا نزدیک ہے پروردگار میرا یہ کہ دکھاوے مجھ کو راہ سیدھی یعنی حضرت موسیٰ مدین کی راہ سے کما حقہ، آگاہ نہ تھے اللہ تعالیٰ ان کو سیدھی راہ پر لے گیا۔ جب پہونچے مدین کے پانی پر تو دیکھا کہ ہے ایک جماعت لوگوں کی کہ پانی پلاتے ہیں اپنی مویشی کو اور اس کے سوا اس پانی کے قریب پائیں دو عورتیں جو رُکی کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان سے پوچھا کہ تم کو کیا کام ہے، وہ بولیں کہ ہم اپنے مویشی کو پانی اسوقت تک نہیں پلا سکتے جبتک تمام چرواہے اپنے اپنے مویشی کو پانی نہ پلالیں اور پھر وہ چلے جائیں، اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے بڑی عمر کا۔ یعنی وہ شرم وحیا سے کنارے پر کھڑی تھیں اپنی بکریاں لیکر اور انمیں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ بھاری ڈول سے پانی اٹھا کر بکریوں کو پلادیں، اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اس میدان میں جا پہونچے۔ تو وہاں دیکھا کہ دو عورتیں چند بکریاں دُبلی لیکر کنوئیں کے کنارے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا تم کون ہو۔ یہاں کیوں کھڑی ہو۔ بولیں ہم بکریوں کو پانی پلاویں گے۔ لیکن یہ پتھر جو کنوئیں پر رکھا ہوا ہے یہ بہت وزنی ہے یعنی ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم اسکو ہٹا سکیں اور ہمارا باپ بھی نہایت ہی ضعیف ہے ان میں بھی قوت نہیں رہی کہ وہ یہاں آکر پانی پلاویں اس لئے ہم لوگ یہاں کھڑے ہیں کہ چرواہے آئیں گے تو وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کیواسطے

پتھر کو ہٹائیں گے پھر ہم بھی اپنے مویشی کو یعنی بکریوں کو پانی پلائیں گے۔ جب حضرت موسیٰ نے یہ بات سُنی تو از روے ہمدردی اُنہوں نے اس پتھر کو اس کنوئیں سے ہٹا دیا اور پھر اس کنوئیں سے پانی بھر کر ان کی بکریوں کو پلا دیا۔ اسکے بعد وہ چونکہ بہت تھکے ماندے بھوکے پیاسے تھے ایک درخت سایہ دار کے نیچے جا بیٹھے اور خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا الٰہی تو مجھ کو کچھ کھانے کو دے اور میں اسوقت شدید بھوک میں مبتلا ہوں۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝ (ترجمہ) پس پلا دیا اس نے ان جانوروں کو پانی پھر ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف بولا اے رب تو نے جو اُتاری ہے میری طرف اچھی چیز سے میں اس کا محتاج ہوں۔ پس دونوں بیٹیاں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جا کر بولیں۔ آج ایک نوجوان اجنبی نے آکر کنوئیں کے مُنہ پر سے اس پتھر کو اُٹھا دیا اور پھر ہماری بکریوں کو لا کر پانی پلا دیا۔ اور پھر ایک درخت سایہ دار کے نیچے جا بیٹھا۔ جب تعریف قوت کی اُنہوں نے اپنے باپ سے بیان کی تو حضرت شعیب علیہ السلام یہ سُن کر بولے کہ اے میری بیٹی جلدی جا کر اس کو لے آؤ تاکہ میں اسکو اس پانی بھرنے کی اُجرت دیدوں اور صحیح معنیٰ میں حق ادا کر دوں۔ تب حضرت شعیب کی بڑی بیٹی صفورا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لانے کے واسطے گئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۝ (ترجمہ) پس آئی ان کے پاس ایک ان دونوں میں سے چلتی ہوئی شرم سے کہا تحقیق میرا باپ تم کو بلاتا ہے تاکہ دیوے تجھ کو مزدوری کہ تو نے پانی پلایا واسطے ہمارے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ تقریباً سات دن کے بھوکے پیاسے تھے وہاں سے اُٹھ کر اس لڑکی صفورا کے ساتھ چلے۔ صفورا آگے چلتی رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ تھوڑی دور جا کر حضرت موسیٰؑ نے صفورا سے کہا کہ اے صاحبزادی میں آگے آگے چلوں اور تم میرے پیچھے چلو کیونکہ پیچھے سے غیر محرم عورت کا پاؤں دیکھنا گناہ ہے۔ یہ سُنکر صفورا نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم میرے گھر کی راہ نہیں جانتے اس لئے میں تم سے آگے چلتی ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اگر میں راہ بھولوں گا تو تمہارا کام یہ ہوگا کہ تم پیچھے سے اشارہ کر کے راہ بتا دینا۔ یہ بات سُنکر صفورا نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص بڑا ہی نیک مرد پارسا ہے۔ چنانچہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے آگے چلے اور صفورا ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ بھی بتاتی جاتی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد دونوں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جا پہونچے۔ دونوں نے جا کر حضرت شعیب علیہ السلام کو السلام علیکم کہا حضرت شعیب علیہ السلام نے سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دیا اور پھر انکو اپنے پاس بٹھایا اور ان سے حال و احوال پوچھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے دریافت کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا احوال مصر کا بیان کیا اور فرعون اور قبطی وغیرہ کا بھی درمیان گفتگو کے بیان کر دیا۔ یہ سُنکر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اب تم کچھ بھی اندیشہ مت کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پس آئے موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کے پاس اور بیان کیا پاس اسکے قصہ

کہا مت ڈر تو نے نجات پائی ظالموں سے اسکے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جو حضرت موسیٰ کو اپنے ہمراہ لے کر
آئی تھی وہ اپنے باپ سے بولی، چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ
الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ (ترجمہ) بولی ان دونوں میں سے ایک اے میرے باپ اس کو نوکر رکھ لو اور البتہ یہ بہتر نوکر ہے
اگر تم کو رکھنا ہی ہے کیونکہ یہ مرد زور آور بھی ہے اور امانت دار بھی ہے۔ یہ سُنکر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا
اے بیٹی بھلا تم نے ان کا زور تو دیکھا کنوئیں میں سے پانی بھرنے میں اور امانت دار تم نے اس کو کیونکر جانا۔ وہ بولیں
کہ ہم نے ان کی امانت داری راستے میں چال اور گفتگو سے معلوم کی ہے۔ پھر حضرت شعیبؑ نے اس چیز کو تسلیم کر لیا
اور حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا قولہ تعالیٰ۔ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ
تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا حضرت شعیبؑ نے موسیٰؑ سے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کو بیاہ دوں ایک بیٹی سے ان
دونوں میں سے اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس تک پھر اگر تو پورا کرے دس برس تو وہ تیری طرف سے ہوگا
اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ بلا وجہ تجھ پر تکلیف ڈالوں اور تو انشاء اللہ آگے مجھ کو پاویگا نیک بختوں سے۔ اس کے
جواب میں حضرت موسیٰؑ نے کہا قولہ تعالیٰ۔ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ
عَلَيَّ ۝ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ (ترجمہ) کہا موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے یہ ہو چکا ہے
عہد میرے اور تمہارے درمیان جونسی بھی مدت ان دونوں میں سے پوری کر دوں سو وہ زیادتی نہ ہوگی مجھ پر
اور ہمارا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اس کا جواب جو آپ کہتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام
سے کہا کہ آٹھ برس میں مجھے اختیار ہے چاہوں آٹھ برس نوکری کروں یا پھر دس برس لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے قول
سے پھر جاویں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ یہ کام مؤمن آدمی کا نہیں کہ وہ اپنے قول سے پھر جاوے غرضکہ
حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ برس کے اقرار سے اپنی بیٹی کے مہر کے عوض ان کی بکریاں چرانے کو حضرت موسیٰؑ سے
لکھوا کر اپنی بیٹی کو ان سے بیاہ دیا تاکہ دونوں پر نکاح درست ہو بمصداق اس حدیث شریف کے کہ اَعْطُوا الْاَجِيْرَ
اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ۔ یعنی مزدور کی مزدوری اسکے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ اب اس حدیث
سے لازم آتا ہے کہ اُجرت نوکر کی جلدی ادا کرنا واجب ہے۔ اب اگر ہزار قطرے مزدور کی پیشانی سے نکل آویں اور
خشک ہوں تو بھی اسکو کوئی غور نہیں کرتا۔ الغرض حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی بیٹی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے سپرد کیا۔ اور ایک عصا جو حضرت جبرائیلؑ نے بہشت سے لا کر حضرت آدم کو دیا تھا وہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام
کو ورثے نبوت میں پہونچا تھا۔ اپنی بیٹی سے کہا کہ یہ عصا لائق پیغمبر مرسل ہے لہذا یہ عصا حضرت موسیٰ کو دینا چاہئے۔
تب یہ سنتے ہی وہ عصا لیجا کر حضرت موسیٰ کے سامنے رکھ دیا اور پھر کہا کہ اے موسیٰ اگر تم اس عصا کو زمین سے اٹھا سکو گے

تو پھر تم کو دونگا۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰؑ نے جلدی سے اس عصا کو اپنے ہاتھ میں زمین سے اٹھالیا۔ یہ کرامت دیکھکر
حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے موسیٰؑ شاید تم کو اللہ تعالیٰ پیغمبر مرسل کریگا۔ اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں
کہ دیکھو اس فلانے میدان میں ہرگز بکری چرانے مت جانا کیونکہ اس میدان میں اژدہے بہت ہیں یعنی حضرت شعیب
علیہ السلام نے سختی سے منع فرمایا تھا کہ اس اژدہے والے میدان میں بکری چرانے مت جانا۔ اس نصیحت کو حضرت
موسیٰ نے ہر وقت ملحوظ رکھا اور ہر چند چاہا کہ بکریوں کو سانپوں کی جگہ سے روکیں لیکن وہ بکریوں کو نہ روک سکے
بکریاں اس میدان میں جاکر چرنے لگیں۔ ناچار ہوکر وہاں سے ایک سرشتہ پر جا بیٹھے اور اس عصا کو اپنے پہلو میں کھکر
بولے اے عصا خبردار اگر اژدہا یہاں آوے تو اسکو مار ڈالنا تاکہ وہ بکریوں کو کھانے نہ پاوے یعنی بکریوں پر نگہبان رہنا
یہ کہہ کر سو گئے اور خوب اچھی طرح نیند آگئی۔ کچھ دیر کے بعد ایک اژدہا اپنی جگہ سے نکل کر بکریوں کو کھانے آیا پس اس
عصا نے مثال ایک بڑے اژدہے کے بن کر اس آنے والے اژدہے کو مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی
نیند سے بیدار ہوئے کہ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اژدہا اس میدان میں جسمیں بکریاں چر رہی تھیں مردہ پڑا ہوا ہے۔
خوش ہوکر اپنی بکریوں کو لیکر اپنے گھر چلے آئے۔ یہ بات گھر آکر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہی کہ اجی حضرت
وہ جو آپ نے فرمایا تھا کہ اس میدان میں مت جانا کیونکہ وہاں پر اژدہا ہے اور وہ بکریوں کو کھا جائیگا۔ وہ اژدہا
خدا کے فضل وکرم سے مارا گیا۔ پس اس چیز سے حضرت شعیبؑ اور بھی یقین ہوا کہ حضرت موسیٰؑ مرسل پیغمبر ہونگے
کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے چار برس حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں اور جب پانچواں سال شروع ہوا
تو حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہارے اقبال سے اگر اس سال ہماری بکریاں بچہ نر جنیں گی تو وہ سب
تم کو دے ڈالیں گے۔ پس خدا کی مرضی سے وہی ہوا کہ تمام بکریوں نے نر ہی جنے تو سب حضرت موسیٰؑ کو دے دیئے
پھر جب چھٹا سال شروع ہوا تو پھر فرمایا کہ اگر اس سال ہماری بکریاں مادہ جنیں گی تو وہ بھی تم کو دیدوں گا۔ فضل الٰہی
سے سب بکریوں نے مادہ ہی جنا اور وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدیں گئیں۔ پھر ساتواں سال شروع ہوا
تو پھر کہا کہ اگر اس سال ہماری بکریاں سیاہ بچہ جنیں گی تو وہ بھی تم کو ہبہ کر دیں گے۔ آخر وہی ہوا۔ تمام بکریوں نے
سیاہ بچہ جنا وہ سب حضرت موسیٰؑ کو ہبہ کر دیا گیا۔ پھر آٹھواں سال شروع ہوا تو پھر فرمایا کہ اگر اس سال ہماری بکریاں
بچے ابلق جنیں گی تو وہ بھی حضرت موسیٰؑ کو ہبہ کر دونگا۔ مرضی الٰہی سے تمام بکریوں نے وہی ابلق بچہ جنا وہ سب حضرت
موسیٰ کو ہبہ کر دیا گیا۔ پھر تو ایسا ہوا کہ حضرت موسیٰ کی بکریاں حضرت شعیبؑ کی بکریوں سے دونی ہو گئیں۔ پس دسؔ
برس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بالعوض مہر کے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو چرایا اسکے بعد حضرت شعیب
علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ سب بکریاں اور لونڈی باندی مال ومتاع اور میری بیٹی صفورا کو میں نے تمہاری ملک
میں دیدیا تم جہاں چاہو وہاں جاؤ اور ان سب کو بھی اپنے ہی ہمراہ لے جاؤ۔ میں انہیں کچھ بھی رکاوٹ نہ کرونگا۔ خدا سب کو

خیریت سے رکھے۔ آمین +

بیان مراجعتِ مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام

مصر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آبائی وطن تھا اس لئے اس سے مانوسیت بھی بہت زیادہ تھی یکایک ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمنا ہوئی کہ اپنے ملک مصر جائیں اور وہاں جاکر اپنی والدہ کی خدمت سے مشرف ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بھائی ہارون سے بھی ملاقات کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے مصر جانے کی اجازت چاہی اور ساتھ ہی گذارش کی کہ ہمارے ہمراہ آپ کی بیٹی صفورا اور لونڈی باندی بھیڑ بکریاں مال و اسباب بھی سب لیکر مصر جائیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انکو اجازت مرحمت فرمادی۔ اسکے بعد وہ مدین سے روانہ ہو گئے جب وہ مدین سے ایک منزل نکل آئے تھے کہ رات ہوگئی اور اسی جگہ رات گزارنے کیلئے قیام کیا اور بکریوں بھیڑوں کو ایک جگہ پر باندھ دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا حمل سے تھیں اور وہ حمل بھی قریب لولادت تھا چنانچہ اسی رات بچہ جننے کا بھی اتفاق مرضی الٰہی سے ہوگیا۔ ادھر اسی وقت ایک ایسی ہوا اور آندھی کا طوفان آیا کہ تمام عالم پر اندھیرا ہوگیا۔ اور پھر آسمان بھی گرجنے لگا۔ کسی نے بھی اس رات آرام نہ کیا پانی بھی برسنے لگا اور سخت سردی پڑنے لگی۔ یہ دیکھکر پھر موسیٰؑ گھبرا کر آگ نکالنے کو چقماق جھاڑنے لگے لیکن اس سے آگ نہ نکلی ناچار ہو کر غصّے سے چقماق زمین پر پھینک دیا۔ پس خدا کے حکم سے اس چقماق نے موسیٰؑ سے کہا کہ اے موسیٰ مجھ کو خدا کا حکم نہیں ہے کہ تم کو آگ دوں یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چقماق سے باز آئے اور پھر آگ کے واسطے بہت متفکر ہوئے اور چاروں طرف دیکھنے لگے خدا کی مرضی ایسی ہوئی کہ کوہ طور کی طرف ایک شعلہ آگ کا نظر آیا اور حقیقت میں وہ آگ نہ تھی بلکہ وہ خداوند قدوس کا نور مبارک تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ (ترجمہ) پس جب پورا کر چکا موسیٰ وہ مدت اور لیکر چلا اپنے گھر والوں کو دیکھا کوہ طور کیطرف ایک آگ پھر یہ دیکھکر کہنے لگے اپنے گھر والوں کو تم سب یہاں ٹھہرے رہو میں نے ابھی دیکھی ہے ایک آگ شاید مَیں اس آگ کو لے آؤں تمہارے پاس وہاں سے یا تو وہ کچھ خبر ہے یا پھر وہ آگ کا انگارہ تاکہ تم لوگ اس سے تاپو پھر جب پہونچا اس کے پاس قولہ تعالیٰ۔ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ (پھر جب پہونچا موسیٰ اس آگ کے پاس آواز آئی میدان کے داہنے کنارے برکت والی زمین میں اس درخت سے کہ اے موسیٰ میں ہوں اللہ تعالیٰ تمام جہان کا رب

پھر کہا اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ۚ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ؕ وَ اَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی ؕ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ؕ (ترجمہ) پھر کہا تحقیق میں ہوں پروردگار تیرا پس اُتار ڈال دونوں جوتیاں اپنی تحقیق تو بیچ میدان پاک کے ہے کہ نام اس کا طویٰ ہے اور میں نے پسند کیا تجھے پس سُن جو کچھ کہ وحی کیجاتی ہے۔ تحقیق میں ہوں اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہوں پس تو عبادت کر میری اور قائم رکھ نماز کو واسطے میرے۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کو آنے لگے تو اپنی بیوی اور اپنی بکریاں ساتھ لیکر جنگل میں رات کی سردی میں راہ بھول گئے اور دوسرے انکی بیوی کو دردزہ شروع ہو گیا۔ بہت دور سے آگ نظر آئی کوہ طور پر حقیقت میں وہ آگ نہ تھی وہ اللہ تعالیٰ کا نور تھا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہاں کچھ دیر ٹھہرو میں تمہارے واسطے آگ لاتا ہوں یہ کہہ کر حضرت موسیٰ اپنے عیال کو یہاں چھوڑ کر صرف اپنا عصا ہاتھ میں لیکر کوہ طور پر گئے جب اسکے نزدیک پہونچے ایک درخت سبز دیکھا کہتے ہیں کہ وہ درخت عناب کا تھا یعنی بیری کے درخت کے مثل اور اوپر سے نیچے تک اس پر نور ہی نور تھا۔ حضرت موسیٰ نے یہ جانا کہ یہ آگ ہے پس اس جھاڑ کو کاٹ کر ہرے پر باندھ کر عصا سے اس درخت کے سر پر رکھ دیا تاکہ آگ سلگے اور اس کو پکڑے۔ پس وہ نور درخت کا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اور دوسری شاخ سے تیسری شاخ پر چلا جاتا تھا غرضکہ جہاں پر حضرت موسیٰ اپنا عصا رکھ دیتے تھے اس پر آگ نہیں سلگتی تھی یہ دیکھکر حضرت موسیٰ بہت مایوس ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب نعلین اپنے پاؤں سے نکالے اسوقت دونوں نعلین دو بچھو ہو گئے۔ اور یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ سے کوہ طور کی طرف جاتے ہوئے صفورا نے ان سے کہا تھا کہ خبردار اس میدان میں جہاں جا رہے ہو سانپ بچھو بہت ہیں اچھی طرح سمجھ بوجھ کر جانا۔ حضرت موسیٰ بولے میرے پاؤں میں نعلین ہیں اور میرے ہاتھ میں عصا ہے پھر مجھ کو کیا ڈر ہے۔ جب حضرت موسیٰ نے ان مادی طاقتوں پر اعتماد کیا تو وہ خدا کے حکم سے دونوں نعلین دو بچھو ہو گئے۔ یہ دیکھکر حضرت موسیٰ ڈر گئے اور پھر وہیں آواز غیب سے آئی۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَ مَا تِلۡکَ بِیَمِیۡنِکَ یٰمُوۡسٰی ؕ قَالَ ہِیَ عَصَایَ ۚ اَتَوَکَّؤُا عَلَیۡہَا وَ اَہُشُّ بِہَا عَلٰی غَنَمِیۡ وَ لِیَ فِیۡہَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰی ؕ قَالَ اَلۡقِہَا یٰمُوۡسٰی ؕ فَاَلۡقٰہَا فَاِذَا ہِیَ حَیَّۃٌ تَسۡعٰی ؕ قَالَ خُذۡہَا وَ لَا تَخَفۡ ٝ سَنُعِیۡدُہَا سِیۡرَتَہَا الۡاُوۡلٰی ؕ (ترجمہ) اور کہا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ یہ کیا چیز ہے تیرے داہنے ہاتھ میں حضرت موسیٰ بولے کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیکتا ہوں اور اس سے پتے بھی جھاڑتا ہوں اپنے مویشی یعنی بکریوں کے واسطے اور بھی اس میں میرے کتنے ہی کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تو اس کو ڈال دے اے موسیٰ۔ پس ڈال اسکو ناگہاں پھر تو وہ سانپ تھا دوڑتا پھرتا۔ پھر کہا اے موسیٰ اسکو تو پکڑ لے اور مت ڈر ذرا بھی پھر میں اسکو اسی حالت پر کر دوں گا جو اسکی پہلی حالت تھی یعنی یہ پھر لاٹھی بن جائیگی۔ پھر جب حضرت موسیٰ نے اسکو پکڑا پس وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ہو کر ہاتھ میں آ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس عصا کو ایک جگہ حَیَّۃٌ تَسۡعٰی اور ایک جگہ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ اور

ایک جگہ کَاَنَّھَا جَانٌّ فرمایا کہ پہلے دیکھتے ہی سانپ تھا معلوم ہوتا دوڑتا پھرتا اور بزرگی میں ثعبان کے مانند جان کے یعنی سانپ کی سٹک یہ تینوں صفتیں ہیں اور اس میں موجود تھیں کہتے ہیں کہ وہ عصا جب ثعبان کے مانند ہوتا تو بڑا اژدہا بنتا اور چشم اسکی مانند نیزے کے ہوتی اگر وہ پتھر پر بھی مارے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ؕ (ترجمہ) اے موسیٰ لے جا اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں کہ نکل آوے سفیدی بغیر بُرائی کے اور ملا اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے تاکہ سانپ کا ڈر جاتا رہے پس وہ دو دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے۔ فرعون اور اُسکے سرداروں پر تحقیق وہ ہیں قوم فاسق۔ پس حضرت موسیٰ نے خدا کے فرمان سے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا اسمیں ایک سفیدی ہتھیلی پر نظر آئی اور مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہوا۔ اور اسی کا نام ید بیضا ہے اس کی روشنی سے تمام جہان روشن ہو جاتا ہے اور اس کا نور آفتاب پر غالب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو معجزے حضرت موسیٰ کو دیئے تھے ایک عصا کا جس سے ہزاروں قسم کے معجزے ظاہر ہوئے اور دوسرا معجزہ ید بیضا دیا تھا۔ اس معجزے سے تمام عالم روشن ہو جاتا اور انہیں دو معجزے کو دیکھکر مخلوقِ خدا ان پر ایمان لاتی تھی۔ حکم ہوا اے موسیٰ تم مصر میں جاؤ اور وہاں جاکر فرعون ملعون کو خدا کی دعوت دو۔ قولہ تعالیٰ۔ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ؕ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ؕ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ؕ (ترجمہ) جب پکارا اس کو رب نے پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے اے موسیٰ تو جا فرعون کے پاس اس نے بہت سر اٹھایا ہے پس اسکو کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے اور میں تجھے نیک راہ بتاؤں جو حقیقی رب کی راہ ہے پس تجھ کو ڈر ہو۔ کہا موسیٰ نے اے رب میرے عیال اور میری یہ بکریاں بیابان جنگل میں پڑی ہیں اور انکی دیکھ بھال کو بھی کوئی نہیں ہے یہ سب چھوڑکر مصر میں کیونکر جاؤں۔ ندا آئی اے موسیٰ میں نے بہشت سے حوریں بھیجیں تیری بیوی کے پاس کہ وہ انکی خدمت کریں اور بچے کو دودھ بھی پلائیں اور بھیڑیوں کو کہا گیا ہے کہ وہ تیری بکری کے ریوڑ کی نگہبانی کریں اور تو ہر طرح سے خاطر جمع رکھ اور کوئی اندیشہ مت کر۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ؕ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ؕ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَا ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ؕ (ترجمہ) موسیٰ نے کہا اے رب میں نے خون کیا ہے ان میں سے ایک جی کا سو ڈرتا ہوں کہ کبھی وہ مجھ کو مار ڈالیں اور میرا بھائی ہارون ہے کہ اسکی زبان اچھی صاف چلتی ہے مجھ سے زیادہ سو تو اس کو بھی میرے ساتھ بھیج تاکہ وہ میرا مددگار ہو اور میں انکی نظر میں سچا ثابت ہوں اور میں یہ بھی ڈرتا ہوں کہ کبھی وہ لوگ مجھ کو جھوٹا کریں۔ فرمایا اے موسیٰ یقیناً ہم زور دیں گے تجھ کو تیرے بھائی ہارون سے اور پھر مدد دیں گے ان لوگوں پر تجھ کو تاکہ تو غالب آوے ان پر

اور وہ میری مدد کی وجہ سے تم پر غالب نہ آسکیں گے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پانچ حاجتیں طلب کیں قولہ تعالےٰ۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْ لِی أَمْرِی ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِی ۝ یَفْقَهُوا قَوْلِی ۝ وَاجْعَل لِّی وَزِیرًا مِّنْ أَهْلِی ۝ هَارُونَ أَخِی ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِی ۝ وَأَشْرِكْهُ فِی أَمْرِی ۝ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِیرًا ۝ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِیرًا ۝ (ترجمہ) کہا موسیٰؑ نے اے رب کشادہ کر میرا سینہ کہ میں جلدی خفا نہ ہوں اور آسان کر کام میرا سخت اور گرہ کھول میری زبان سے تا کہ لوگ سمجھیں میری بات۔ زبان حضرت موسیٰؑ کی بچپن میں جل گئی تھی اور وہ صاف بول نہ سکتے تھے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ یا الٰہی زبان میری کھول دے اور میرے واسطے ایک وزیر کر میرے بھائی ہارون کو جو کہ میرے اہل سے ہے اور میری قوت اسکے ساتھ مضبوط کردے اور میرے ہر کام میں اسکو شریک بنا دے یہاں تک کہ وہ شریک ہووے میری پیغمبری میں کہ میں صحیح طور پر تیری ذات پاک کا بیان کرسکوں اور پھر ملکر تیری یاد کرتے رہیں، بیشک تو ہی ہم کو دیکھنے والا۔ یہ سنکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ قَدْ أُوتِیتَ سُؤْلَكَ یَا مُوسَىٰ (ترجمہ) کہا اللہ تعالیٰ نے ملا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ دل تیرا روشن کیا اور کام تیرا آسان ہوا اور زبان بھی تیری بڑی فصیح کی اور تیرے بھائی ہارون کو تیرا وزیر کیا۔ اب تو جا فرعون کے پاس کیونکہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے۔ پس حضرت موسیٰؑ نے جب سوال کیا تو اس نے اللہ سے پایا اور ہمارے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا علم الدنی ان کو پورا حاصل تھا اور پھر ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِی أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (ترجمہ) کیا ہم نے نہیں کھولا اے محمد صلعم تمہارا سینہ اگرچہ تم نے مجھ سے نہیں چاہا تھا کہ علم و حکمت سے پُر ہے اور اتار رکھا ہم نے تم سے تمہارا بوجھ جس نے توڑی تھی پیٹھ تمہاری اور بلند کیا ہم نے تمہارے واسطے ذکر تمہارا پیغمبروں میں اور فرشتوں میں نام تمہارا بلند کیا۔ اور ابراہیم خلیل اللہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگی تھی جب مکہ مکرمہ کی بنیاد ڈالی تھی جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ وَإِذْ یَرْفَعُ إِبْرَاهِیمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَإِسْمَاعِیلُ ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۝ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ ۝ (ترجمہ) اور جب اُٹھانے لگے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ بنیادیں اس گھر کی تب کہا اے رب قبول کر ہم سے تحقیق تو ہی سُننے والا اور جاننے والا اور کہا رَبَّنَا اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ (ترجمہ) یا رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو معاف کر گناہ سے تب حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے مانگا جب سب کچھ ملا اور ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ عنایت کیا تھا اور انکی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (میں نے سب کچھ بخشا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تم سے پہلے ہوا اور جو کچھ پیچھے ہوا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کو بخشا انکی ذلت سے تجھ کو شفیع لانے سے اور اُمت کو بخشا تیری شفاعت سے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

چاہنے سے ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر مقرر کیا اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بے چاہت کے چار خلفاء کو وزیر مقرر کیا اور اسی طرح سے ہر ایک پیغمبر نے اپنے اپنے مقصد کو خدا تعالیٰ سے مانگ لیا تھا۔ اور ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے سب کچھ عنایت کیا۔ غرض موسیٰؑ اور انکے بھائی ہارون کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قولہ تعالیٰ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِیْ وَلَا تَنِيَا فِیْ ذِكْرِیْ ۚ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۚ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۚ فَاْتِيٰهُ الاٰیۃ (ترجمہ) اے موسیٰ جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لیکر اور اس کام میں سستی نہ کرو میری یاد میں جاؤ فرعون کی طرف کیونکہ اس نے بہت سر اُٹھایا ہے اور کہو اس سے بات نرم شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا پھر وہ مجھ سے ڈرے۔ کہا دونوں نے اے پروردگار ہمارے بیشک ہم ڈرتے ہیں اس بات سے کہ کبھی وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا پھر وہ غصہ کے جوش میں آوے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم بالکل مت ڈرو تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب سُنتا اور دیکھتا ہوں، پس تم جاؤ اسکے پاس اور اس سے جاکر کہو کہ ہم دونوں اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیجدے اور انکو کسی طرح کے عذاب میں مت ڈال اور ہم لوگ یہ پیغام لیکر آئے ہیں تیرے پاس اور ہم دونوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی نشانی موجود ہیں اور سلامتی بھی اسی شخص کی ہوگی جو ہدایت کی پیروی کریگا اور بیشک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اس شخص کے واسطے عذاب ہوگا جو کہ آئے ہوئے رسول کی پیروی نہ کرے بلکہ اس کو جھٹلائے اور ہدایت سے منہ پھیرے۔ اور اس وقت تیرے واسطے بہتر یہی ہے کہ تو ایمان لے آ، اور دعوٰی باطل کو چھوڑ دے پھر تجھ کو تین چیزیں ملیں گی۔ ایک جوانی۔ دوسری بادشاہی مشرق سے مغرب تک، تیسری چیز یہ ہوگی کہ تیری عمر بھی دراز کردی جائے گی تاکہ تو بہت عرصہ تک دُنیا میں بادشاہی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنا رسول بناکر تمام علم و حکمت کی باتیں اس میدانِ مقدس میں جو کوہ طور پر تھا سکھائیں۔ پھر انکو حکم دیا کہ اب تم مصر میں جاؤ اور فرعون کو ہدایت کرو۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی پاکر حضرت موسیٰ فوراً ہی واپس اسی جگہ پر آگئے جہاں پر اپنی بیوی صفورا کو چھوڑ گئے تھے آکر دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکا ان سے تولد ہوا اور ان کی خدمت میں اللہ تعالےٰ نے حورانِ بہشت مقرر فرمادی تھیں اور بھیڑیئے اور شیر ان کی بکریوں کی پاسبانی کر رہے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام احوال جو منجانب اللہ عنایت ہوا تھا اور جو جو گفتگو اللہ تعالیٰ سے کوہ طور پر ہوئی تھی اور جو حکم فرعون علیہ اللعنۃ کی طرف جانے کا اور اسکو ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے دیا تھا سب کچھ اپنی بیوی صفورا سے بیان کیا۔ صفورا نے جب یہ گفتگو حضرت موسیٰ سے سُنی تو وہ بولیں کہ تم فوراً چلے جاؤ اور خدا کے امر میں تاخیر مت کرو۔ بہت جلد جاکر اسکو خدا وند قدوس کا پیغام پہونچاؤ۔ یہ سُنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا تمام اسباب دلوازمہ اپنی بیوی صفورا کے پاس چھوڑ کر اور اپنا عصا ہاتھ میں لیکر خدا کو یاد کرتے ہوئے مصر روانہ ہوگئے اور جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو اسوقت عشا کا وقت تھا

اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر جاکر دستک دی تو ان کی بہن مریم نے گھر سے نکل کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ حضرت موسیٰ نے اسکے جواب میں کہا کہ میں مسافر ہوں۔ یہ سُنکر مریم اپنی ماں سے بولیں اے اماں جان ایک مہمان مسافر دروازے پر آیا ہے۔ مریم کی والدہ نے کہا کہ جلدی جاکر دروازہ کھول دو اور اس مسافر کو اندر لاکر کھانا کھلاؤ۔ حضرت موسیٰ یہ سُن کر اپنی صورت ایک اجنبی کی سی بناکر بستر ے کے کنارے پر جا بیٹھے۔ اسکے بعد ہارون اور ان کے والد عمران ان دونوں نے آکر حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ لیکن بعض حوالے کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت انکے والد اور انکی بہن دونوں انتقال کر گئے تھے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ الغرض والدہ نے آکر دروازہ کھول دیا۔ بچھونا اور چراغ اور کھانے کو نمک اور روٹی لاکر رکھ دی۔ جب حضرت موسیٰؑ کھانا کھا رہے تھے تو انکے بھائی ہارون نے آکر اپنی ماں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ وہ بولیں کہ یہ مسافر مہمان ہیں۔ پھر ہارون نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو میرے بھائی حضرت موسیٰؑ ہیں۔ تب پھر وہ اپنی ماں سے کہنے لگے کہ واہ یہ تو میرے بھائی حضرت موسیٰ ہیں یہ کہتے ہی گلے مِل کر رونے لگے اور یہ دیکھکر حضرت موسیٰ کی ماں بھی رونے لگیں۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت موسیٰ اپنی والدہ کو تسلّی دینے لگے اور ان کے بھائی ہارون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا اے میرے بھائی میں نے سُنا ہے کہ تم نے شہر مدین میں حضرت شعیب کی بیٹی سے بیاہ کیا ہے اور وہاں بہت دن رہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ ہاں میں نے شادی کی ہے اور مزید ایک خوش خبری میں تم کو دیتا ہوں کہ خدا نے مجھ کو پیغمبر کر کے فرعون کیطرف بھیجا ہے اور بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر مجھ سے کلام کیا۔ ہارون اس بات کو سُنکر بہت خوش ہوئے اور جلدی سے اُٹھ کر تعظیم کی اور دست بوس بھی ہوئے اور پھر خدمت میں حاضر رہے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ بھائی ہارون تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے میری پیغمبری میں شریک کیا ہے چلو مل کر فرعون کے پاس چلیں اور اس مردود ملعون کو خدا کا پیغام پہونچائیں اور اسکو سیدھی راہ کی ہدایت کریں اور خداوند قدوس نے مجھ کو دو معجزے بھی عنایت فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ عصا۔ اگر اس کو میں زمین پر ڈال دوں تو یہ اژدھا بن کر سارے مصر کے کفاروں کو کھاجائے اور پھر اس کے علاوہ جو میں کہوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہزار طرح کے معجزے اس عصا سے ظاہر ہونگے اور دوسرا معجزہ ید بیضا کا ہے یعنی میں جب جیب میں ہاتھ ڈالونگا تو یہ ید بیضا یعنی سفیدی نکل آوے گی اور پھر ہر ایک اُنگلی سے نور نکلے گا اور تاریکی جاتی رہے گی تمام جہان روشن ہو جائیگا۔ ان وجوہات سے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب کفاروں پر غالب ہونگے۔ ہارون بھی یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل فرعون کے ظلم وستم سے خلاصی پائیں گے۔ پھر دوسری صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر حضرت موسیٰ اور انکے بھائی ہارون دونوں فرعون لعین کے مکان پر گئے اور اس مردود نے اپنے گھر کے سامنے دونوں طرف راستے کے درخت خُرما بوئے ہوئے تھے اور انکے نیچے بڑے بڑے جنگلی شیر باندھ رکھے تاکہ کوئی دشمن اسکے مکان پر نہ جاسکے اور اس کے حکم کے بغیر اسکے

گرد بھی نہ پھرے۔ فی الواقع وہاں کوئی بھی اسکے ڈر سے نہ جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب حضرت موسیٰؑ اور انکے بھائی ہارون علیہما السلام وہاں تشریف لے گئے تو تمام شیروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھکر سلام کیا اور پھر باادب کھڑے ہو گئے۔ پس حضرت موسیٰؑ نے جاکر فرعون کے بالاخانہ کا حلقہ در پکڑ کر ہلا دیا۔ اس کے ہلتے ہی اس کے مکان میں لرزہ پڑ گیا۔ اور حضرت موسیٰؑ نے اسکے ساتھ ہی یہ آواز دی کہ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ یہ آواز بھی فرعون کے کان میں جا پہونچی۔ پردۂ زربفت اٹھا کر دیکھا کہ موسیٰ ہیں یہ دیکھکر چپ ہو رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو برس فرعون کے در پر حضرت موسیٰ رہے اس کے دربان وغیرہ سے کہتے رہے کہ ہم خدا کے رسول ہیں تم لوگ فرعون کے پاس خبر دو۔ وہ مردود کہنے لگے کہ تم لوگ دیوانے ہو اور فرعون تو ہمارا خدا ہے اور تم کیا بکتے ہو۔

دوسرے دن پھر انہوں نے کہا کہ ہم کو فرعون کے پاس جانے دو یا ہماری خبر اسکے پاس پہونچا دو۔ اور ہم دونوں خدا کی طرف سے آئے ہیں اسکو سیدھے راستے کی ہدایت کرنی ہے لیکن اسکے دربان کافروں نے نہ مانا اور ایک دن ایک مسخرہ کہ وہ فرعون ملعون کے دربار میں ہمیشہ ہزلیات کہا کرتا تھا جاکر بولا کہ کیا عجب بات ہے کہ آپکے دروازے پر دو شخص دو سال سے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ ہے کہ جو اگلے اور پچھلوں کا خدا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور وہی سب کو روزی دیتا ہے اور وہی سب کو پیدا کرتا ہے اور وہی پھر موت دیتا ہے۔ لیکن لوگ انکو دیوانے کہتے ہیں اور آپکے پاس نہیں آنے دیتے۔ یہ باتیں جو اس مسخرے نے فرعون سے کہیں اسکو سنکر فرعون بہت ہی خفا ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ کو طیش میں آکر اندر بلا لیا۔ قولہ تعالیٰ۔ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا فرعون ملعون نے کیا میں نے تجھ کو نہیں پالا تھا بطور اپنے فرزند کے اور برسوں تو ہمارے پاس رہا۔ اور کر گیا تو وہ کام اپنا جو کر گیا۔ اور تو تو ناشکروں سے ہے۔ پس تھوڑے دن ہوئے تو ہمارے پاس سے نکلا ہے اور ایک قبطی کا خون کر کے اب آئے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا سچ ہے میں وہی ہوں قولہ تعالیٰ۔ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا موسیٰ نے کیا تھا میں نے وہ کام اس وقت اور میں تھا چوکنے والا پس میں بھاگا تم سے جب ڈر دیکھا پھر بخشی میرے رب نے حکومت اور کیا مجھ کو پیغمبروں میں سے۔ کہا فرعون نے قولہ تعالیٰ۔ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (ترجمہ) فرعون نے کہا کہ کون ہے پروردگار تیرا جس نے تجھ کو بھیجا ہے میرے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۝ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا موسیٰ نے پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر ہو تم یقین لانے والے۔ یہ سنکر فرعون نے اپنی قوم سے کہا قولہ تعالیٰ۔ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (ترجمہ) کہا فرعون نے واسطے ان لوگوں کے جو اسوقت اسکے گرد تھے کیا تم سنتے ہو کہ کیا کہتا ہے موسیٰ

کہا پروردگار تمہارا اور پروردگار تمہارے اگلوں باپ داداؤں کا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ سے فرعون نے کہا قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ ہ (ترجمہ) کہا فرعون نے لوگوں کو تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا ہے سو وہ مجنون ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا قولہٗ تعالیٰ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَھُمَا ط اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ہ (ترجمہ) کہا موسیٰؑ نے یہ پیغام ہے پروردگار مشرق و مغرب کا اور جو کچھ درمیان میں ان دونوں کے ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو سمجھ لو۔ پس حضرت موسیٰ اس وقت ایک ایک بات کہے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بتاتے جاتے تھے اور فرعون بیچ میں اپنے سرداروں کے ساتھ کچھ غلط فہمیاں کرتا جاتا تھا اور انکو حضرت موسیٰؑ کے خلاف اُبھارتا جاتا تھا کہ کبھی ان کو یقین نہ ہوجائے۔ پھر فرعون بولا قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰھًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّکَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ہ (ترجمہ) کہا فرعون نے اگر پکڑے گا تو معبود میرے سوا تو البتہ کردونگا میں تجھ کو قیدیوں میں۔

۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر پیغمبر بناکر بھیجا ہے تو کہہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ سُنکر فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اے موسیٰ اگر میں یہ کلمہ پڑھونگا تو تیرا خدا مجھ کو کیا دیدیگا اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ اگر تو ایمان لادیگا تو میرا خدا تجھ کو تین چیزیں دیگا۔ اوّل جوانی دوسری بادشاہی مشرق سے مغرب تک۔ تیسرے دراز عمر یعنی ایک سو برس کی عمر اور بڑھادی جائے گی تاکہ تیری زندگی دنیا کے عیش و نشاط میں گذرے اور پھر قیامت میں بھی اس کا حساب نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ فرعون کے ساتھ نرم نرم بات کریں۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ فرعون سے نرم نرم بات کہتے تھے۔ فرعون بولا۔ اے موسیٰؑ آج مجکو مہلت دے تاکہ میں اپنے وزیروں سے صلاح و مشورہ کرکے جو کچھ مصلحت ہوگی اس کا جواب کل دونگا۔ پھر حضرت موسیٰؑ اور انکے بھائی ہارون دونوں اپنی والدہ کے گھر چلے آئے۔ اس کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو بلایا اور جو باتیں حضرت موسیٰؑ سے ہوئی تھیں وہ سب اسکو بیان کردیں اور بولا کہ مجھ کو اب اور کسی بات کی آرزو نہیں ہے مگر میں اپنی جوانی چاہتا ہوں کہ میں پھر از سر نو جوان ہوجاؤں۔ تب وزیر ہامان بے ایمان نے اس سے کہا کہ ابھی چند ہی روز ہوئے ہیں کہ تو نے دعویٰ معبودیت کا کیا ہے اور اب تو اقرار عبودیت کا کرتا ہے۔ اس بات سے تمام خلائق ہنسے گی۔ اور اگر تجھ کو جوان ہونے کی آرزو ہے تو آج ہی شب میں تجھ کو جوان کردوں گا۔ جب رات ہوئی جواہر فرعون کی داڑھی میں رہتے تھے اس نے ان کو لیکر کسی ترکیب سے کالا خضاب تیار کیا اور فرعون کی داڑھی میں سوتے میں لگادیا۔ فرعون نے صبح کو اُٹھ کر دیکھا تو اپنی داڑھی کو سیاہ پایا پھر اسکو یقین ہوگیا کہ میں جوان ہوگیا ہوں۔ پھر دوسرے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ اے موسیٰ تیرے پاس تیرے رب کی کیا دلیل ہے اور تری پیغمبری کا کیا معجزہ ہے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُکَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ہ (ترجمہ) کہا موسیٰ علیہ السلام نے اگرچہ لاؤں میں تیرے پاس

ایک چیز تب تو یقین لائیگا میری پیغمبری پر۔ کہا فرعون نے قولہ تعالیٰ۔ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (ترجمہ) کہا فرعون نے پس لے آ اگر ہے تو سچوں میں سے۔ پس حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا۔ قولہ تعالیٰ۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۞ (پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈال دیا اپنا عصا پس ناگاہ اژدھا اسّی گز کا ظاہر ہوا اور منہ اس کا کھلا رہا اور بہتر پاؤں مثل بڑے ہاتھی کے تھے اور بیشمار دانت اس کے ظاہر ہوئے اور دم اس کی مانند نیزے کے تھی اور اس کے منہ کا کف جس جگہ گرتا اس زمین کو بالکل جلا دیتا تھا۔ پھر اس جگہ پر گھاس بھی پیدا نہ ہوتی اور اگر وہ کف کسی آدمی پر گرتا تو وہ فوراً مر جاتا یا پھر اس کو برص کی بیماری ہو جاتی اس ہیبت شکل سے وہ سانپ فرعون کے بالاخانہ کی طرف گیا پھر اس سانپ نے اس بالاخانے کے قریب پہونچکر ایک لب اس نے فرعون کے تخت کے نیچے رکھا اور دوسرا لب اس نے تخت کے اوپر رکھا چاہتا تھا کہ معہ فرعون کے اسکے شاہی تخت کو نگل جائے۔ یہ دیکھکر فرعون بہت جلدی سے اپنے تخت سے اُتر پڑا اور حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر معذرت کرنے لگا۔ اے موسیٰ تو مجھ کو خدا کی دعوت دینے آیا ہے یا مجھے ہلاک کرنے آیا ہے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ میں تو تجھے خدا کی دعوت دینے آیا ہوں۔ یہ دیکھکر فرعون گھبرا گیا اور پھر کہنے لگا کہ اے موسیٰ مجھ میں تجھ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ بس اب تو اپنا اژدھا تھام لے۔ پھر اسکے کہنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدہے کی گردن پر ہاتھ رکھا اسی وقت وہ سانپ عصا بن کر حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں آگیا۔ پھر اسی وقت فرعون اپنے تخت پر جا بیٹھا۔ پھر اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر ید بیضا نکال کر دکھایا قولہ تعالیٰ۔ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (ترجمہ) اور بغل میں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا موسیٰ نے پس ناگہاں وہ سفید تھا واسطے ہر ایک دیکھنے والوں کے۔ پس یہ دیکھکر فرعون نے اپنی قوم سے کہا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۞ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۞ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ ۞ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۞ (ترجمہ) بولا فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے یہ کوئی جادوگر ہے پڑھا ہوا اور چاہتا ہی کہ نکال دیوے تم کو تمہارے دیس سے اپنے جادو کے زور سے سو اب تم کیا حکم دیتے ہو۔ وہ بولے کہ کچھ مہلت دو اسکو اور اس کے بھائی کو اور تمام شہروں میں اپنے نقیب بھیجو تاکہ وہ بڑے بڑے جادوگر لے آدیں۔ ادھر فرعون سے وزیروں نے کہا کہ تمہاری سلطنت میں تو بہت بڑے بڑے جادوگر موجود ہیں ان سب کو بلا کر جمع کرو۔ پھر دیکھیں کہ موسیٰؑ اپنی جادوگری میں کیونکر بڑھ سکتا ہے بلکہ وہ جادوگر تو موسیٰ پر غالب آجاویں گے، ان وزیروں کے کہنے سے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چند روز کے واسطے مہلت لے لی۔ حضرت موسیٰؑ اپنے گھر واپس آگئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اس عرصہ میں تقریباً چھ مہینے گذر گئے۔ فرعون ملعون نے تقریباً چار ہزار مشہور اور نامور جادوگروں کو جمع کیا۔ ہر جادوگر ایسا اپنے ہنر میں ہوشیار تھا کہ وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا ان میں ایک بڑا جادوگر اندھا بھی تھا فرعون

ملعون نے اپنے جادوگروں سے کہا کہ ہم تم کو تین سو برس سے پرورش کر رہے ہیں اور کپڑا بھی دیتے ہیں، اب اس وقت ہم پر کچھ مصیبت آپڑی ہے تم لوگوں کو یہ کرنا چاہیئے کہ اپنے اپنے علم اور جادو سے موسیٰ کو روک دو بلکہ اسکو شرمندہ کرکے ہمارے ملک سے نکال دو تب تم سے ہم خوش ہونگے اور دولت بھی بہت دینگے۔ جادوگروں نے کہا کہ ہم سب آپکے نمک خوار ہیں ذرا بھی حضور کے کام میں قصور نہ کریں گے، مگرغرض یہ ہے کہ آلات جادوگری بہت چاہئیں۔ برائے کرم آپ ہم کو منگوا دیجئے ہم سب طلسم تیار کریں گے۔ یہ سنتے ہی فرعون نے حکم دیا اور سب خزانہ اسکے خرچ کے واسطے کھول دیا۔ رسیاں اور سیماب وغیرہ جو ضروریات سے تھے سب مہیا کردیا گیا۔ چھ مہینے تک جادوگروں نے طلسم تیار کیا اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے معبود برحق کی عبادت میں مصروف تھے اور فرعون ملعون اپنے جادوگروں میں مشغول تھا، اور بارہ ہزار لشکر تیار کیا اور انکو اس مکان کے داہنے بائیں کھڑے کر دیئے اور اطراف میں اس مکان کے بارہ بارہ کوس تک میدان وسیع تھا۔ اسی میدان میں دوپہر کے وقت جب آفتاب گرم ہوا جادوگروں نے آلات طلسم والے چار ہزار ایک بار جنبش میں آئے اور وہ حشرات الارض سانپ اژدھا اور بچھو بن گئے اور اس میدان کے تمام پتھر و کلوخ موم ہو گئے پھر جادوگروں نے کہا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ (ترجمہ) کہا ان جادوگروں نے اے موسیٰ یا تو ڈال یا ہم ہوں ڈالنے والے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا نہیں تم ہی ڈالو۔ تب انہوں نے ڈالا سب رسیاں انکی اور لاٹھیاں انکی خیال میں آئیں ان کے جادو سے کہ وہ زمین پر دوڑنے لگیں، پھر ڈرنے لگے اپنے جی میں موسیٰؑ ہم نے کہا اے موسیٰ تو نہ ڈر اور البتہ تو ہی غالب رہیگا اور اب آخر میں ڈال اے موسیٰ جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے نگل جاویگا وہ سب جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو ایک فریب ہے جادوگروں کا۔ بس ڈالا اپنا عصا حضرت موسیٰؑ نے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ (ترجمہ) پھر ڈالا حضرت موسیٰ نے عصا پس وہ نگلنے لگا جو کچھ انہوں نے سوانگ بنایا تھا۔ پھر وہ عصا اژدھا بن کر میدان کے کنارے سے چل کر آیا اور جو اس میدان میں چار ہزار طلسم جادو کے فرعون کے جادوگروں نے تیار کیئے تھے ان سب کو ایک دم ایک ہی لقمہ میں نگل گیا۔ اور جو آلات اور اوزار ان کے بنانے کے تھے وہ بھی نگل گیا۔ اس میدان میں پھر کوئی چیز بھی باقی نہ رہی اور پھر بھی اس کا پورا پیٹ نہ بھرا۔ تب وہ اژدھا فرعون کے مکان کی طرف چلا۔ فرعون اسکو دیکھکر اپنا تخت چھوڑ کر بھاگا۔ جب لوگوں نے فرعون کو بھاگتے دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ جھوٹا برسرِ باطل تھا۔ اس اژدھے نے ایک لب اپنا فرعون کے بالاخانے پر رکھا اور دوسرا لب اس کے نیچے رکھ کر زمین سمیت اس مکان کو کھود کر ہوا میں اڑا دیا۔ پھر مکان کا کوئی نام و نشان بھی نہ رہا اور اس طرح سے حق اور باطل ظاہر ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝

(ترجمہ) ثابت ہوا حق اور باطل ہوا جو کچھ وہ کرتے تھے تب ہارے اس جگہ پر اور پھرے بہت ذلیل ہو کر اور پھر ندا آئی اے موسیٰ عصا اپنا پکڑ نہیں تو ملک مصر تباہ کر دیگا۔ اور اگر تو ذرا بھی ٹھہرے گا تو سارے مصر کو کھا جائیگا۔ تب خدا کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پکڑا اسی وقت وہ لاٹھی بن کر ہاتھ میں آگیا۔ یہ دیکھکر جادوگر بولے کہ عصا موسیٰؑ اژدہا بنکر ہمارے تمام سوانگ جادو کو کھا گیا۔ پھر ان سردار جادوگروں نے آپس میں کہا کہ دیکھو موسیٰؑ حق پر ہیں اور اب ہماری توصلاح یہ ہے کہ ہم سب ہل کران پر اور انکے خدا پر ایمان لاویں کیونکہ انکا خدا برحق ہے۔ بس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (ترجمہ) اور پڑ گئے جادوگر سجدے میں اور کہا اُنہوں نے ایمان لائے ہم ساتھ پروردگار عالموں کے اور پروردگار موسیٰ و ہارون کے اس کے بعد خداوند قدوس نے انکی آنکھوں کا پردہ اُٹھا کر تحت الثریٰ دکھایا جب اُنہوں نے اپنا سر سجدے سے اُٹھایا پھر انکو عرش اور کون و مکاں دکھایا پھر اُنہوں نے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی ہم ایمان لائے پروردگار بے شمار عالموں کے تب فرعون ملعون نے ان سے کہا کہ تمہارا رب تو میں ہوں۔ جادوگروں نے برجستہ جواب دیا کہ تو ہمارا پروردگار نہیں ہے بلکہ ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو پروردگار ہے موسیٰ اور ہارون کا۔ پھر فرعون نے ان سے کہا کہ ان کا خدا تم کو کیا دیگا۔ اُنہوں نے کہا قولہ تعالیٰ۔ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ۝ (ترجمہ) وہ بولے تحقیق ہم ایمان لائے ساتھ پروردگار اپنے کے تاکہ بخشے ہمارے واسطے خطائیں ہماری اور وہ چیز کہ زبردستی کی ہے تو نے ہم کو اوپر اسکے جادو سے یہ تو کفر ہے اور وہ خدا برحق ہے تو باطل ہے۔ فرعون لعین نے کہا قولہ تعالیٰ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۝ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ (ترجمہ) پس کہا فرعون نے جادوگروں کو البتہ کاٹوں گا میں ہاتھ تمہارے اور پاؤں تمہارے مخالف طرف سے اور البتہ سولی پر بھی کھینچونگا میں تم کو اوپر ٹنڈ کھجور کے پھر البتہ جانوگے تم کونسا ہم میں سے اشد ہے عذاب میں اور کون ہے باقی رہنے والا کہا اُنہوں نے ہرگز نہ اختیار کریں ہم تجھ کو اوپر اس چیز کے کہ آئی ہے ہمارے پاس دلیلوں سے اور اوپر اسکے کہ پیدا کیا اس نے ہم کو پس حکم کر جو کچھ کہ تو کرنے والا ہے سوا اس کے نہیں کہ حکم کریگا تو بیچ زندگانی دنیا کے۔ یہ سُنکر فرعون لعین نے اپنے جلادوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو۔ چنانچہ ان جلادوں نے حکم پاتے ہی ان جادوگروں کے ہاتھ پاؤں مخالف طریقے پر کاٹ ڈالے اور سولی پر بھی ان لوگوں کھینچا۔ پھر ان کے سروں سے آواز آئی۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا لَا ضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (ترجمہ) بولے کچھ ڈر نہیں ہم کو اپنے پروردگار کی طرف پھر جانا ہے اور ہم لوگ اس چیز کی اُمید رکھتے ہیں کہ ہم کو ہمارا رب بخشے اور تمام تقصیروں کو درگزر فرمائے اور ہم پہلے قبول کرنے والے ہیں اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے والے ہیں۔ پس موسیٰؑ اور

ان کے بھائی ہارون اپنے مکان پر آئے اور خدا کا شکر بجا لائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَن سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (ترجمہ) اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے پروردگار ہمارے تحقیق تو نے دیا ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال بیچ زندگانی دنیا کے اے پروردگار ہمارے تو کہ وہ گمراہ کریں تیری راہ سے اے میرے پروردگار مٹا دے ان کا مال اور سخت کر انکے دلوں کو کہ نہ ایمان لاویں جب تک نہ دیکھیں وہ دُکھ کی مار کو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ قبول ہو چکی تمہاری سو تم ثابت رہو اور مت چلو راہ ان کی جو انجان ہیں یعنی جلدی مت کرو اور میرے حکم کا انتظار کرو اور چند روز وعدہ ابھی باقی ہے یعنی چالیس برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکے بھائی ہارون برابر فرعون کو دعوت الی اللہ دیتے رہے کہ اے فرعون تو وحدانیت کا اقرار کر اور خدا پر ایمان لا جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا مگر باوجود بار بار تلقین وہدایت کے اس ملعون نے نہیں مانا اور اپنا جھوٹا دعویٰ خدائی کرتا رہا اور لوگوں کو برابر بہکاتا رہا۔ پھر کچھ روز بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ قولہ تعالیٰ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۝ (ترجمہ) کہا فرعون نے اے ہامان بنا میرے واسطے ایک محل بلند مینارے والا تاکہ جا پہونچوں میں آسمانوں کے راستوں پر پس جھانکوں میں موسیٰ کے معبود کی طرف اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں اسکو جھوٹا۔ پس یہ حکم سُنکر وزیر ہامان نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ جلد از جلد اینٹیں پختہ بنائیں جائیں، اور یہ بھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اینٹ کی ایجاد سب سے پہلے فرعون کے وزیر ہامان نے کی ہے۔ غرضکہ اینٹیں پختہ تیار ہونا شروع ہو گئیں اور چند روز میں ایک محل بڑے اونچے مینارے والا تیار ہونے لگا اور اس کا مینارہ اتنا بلند کیا گیا کہ راج اس پر اینٹیں رکھنے سے قاصر ہو گئے یعنی بلندی کی وجہ سے اینٹیں جا نہ سکتے تھے۔ غرض بہت کچھ مال وزر خرچ کر کے سات برس میں وہ مینار تیار ہوا۔ جب وہ بن کر تیار ہوا ہی تھا کہ خدا کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے آکر اس مینارے پر اپنا پَر مارا تمام مینارے کا ستیاناس ہو گیا اور اس مینارے کے بنانے والوں کو بھی ہلاک کر دیا اور جو لوگ اینٹوں کو پختہ کر رہے تھے وہ بھی اسی میں جل کر راکھ ہو گئے اور جو مزدور گارا بنا رہے تھے انکو بھی ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور پھر مانند خاک کے بنا دیا کسی بانی کار کو اس کے زندہ نہ رکھا۔ جب بیس برس گزرے تو ایک دن آسیہ خاتون اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھیں اتفاق سے کنگھی ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ تب بددعا کی کہ یا الٰہی تو فرعون کو غارت کر فرعون نے اس بات کو سُنکر آسیہ خاتون سے کہا۔ اے آسیہ شاید تو موسیٰ وہارون پر ایمان لائی ہے مجھے گفتگو کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولیں بیشک آج چالیس برس ہوئے ہیں میں خدا پر ایمان لائی ہوں اتنے دن میں نے چھپا رکھا تھا

اب ظاہر کیا ہے۔ یہ سُنکر فرعون ملعون نے آسیہ خاتون سے کہا کہ دیکھ تو موسیٰ کا دین چھوڑ دے میں تجھے سونے کا گھر بنا دونگا۔ وہ بولیں خدا نے میرے واسطے بہشت میں لعل و یاقوت اور جواہر کے مکان بنا رکھے ہیں میں دُنیا میں تمہارے سونے کا گھر نہیں چاہتی ہوں۔ یہ سُنکر اس کا غصہ بڑھ گیا اور وہ ملعون کہنے لگا کہ آسیہ میں تجھے سخت عذاب میں ڈالونگا آسیہ خاتون نے یہ سُنکر اسکو جواب دیا کہ جو تیرے جی میں آئے سو کر ڈال میں تو ہرگز حضرت موسیٰؑ کے دین کو نہ چھوڑونگی۔ پھر اسکے بعد مجبور ہو کر اس ملعون نے حکم کیا کہ اسکے بدن سے کپڑے اُتار کر زمین پر لٹا کر چاروں ہاتھ پاؤں میں اسکے لوہے کی میخیں ٹھونک دیں۔ جلادوں نے اسکے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب ان میخوں سے ان کے جگر میں درد پہونچا تب اُنہوں نے درد کی پریشانی کے عالم میں رُوبسوے آسمان کر کے کہا اے میرے خدا یہ فرعون ملعون مجھ کو سخت ایذا دے رہا ہے اور ستا رہا ہے تاکہ مَیں موسیٰؑ کے دین سے پھر جاؤں اور مجھے یہ بھی لالچ دے رہا ہے کہ تجھے سونے کا گھر بنا دونگا اور یہ چیز مَیں نہیں چاہتی ہوں بس تو مجھے اس عذاب ایذا سے نجات دے۔ پھر فرعون نے آسیہ خاتون سے کہا کہ تو موسیٰؑ کے دین کو چھوڑ دے تو میں تجھ پر عذاب و ایذا نہ دونگا۔ وہ بولیں اے فرعون تجھ کو میرے بدن سے کام ہے میرے دل سے کیا تعلق تو جو چاہے میرے ساتھ کر یہ سُن کر اسکے بعد فرعون شقی القلب وہاں سے الگ ہو گیا۔ ایک شخص بصورت موسیٰ آکر کہنے لگا اے آسیہ خاتون اسوقت اللہ تعالےٰ نے تیرے واسطے ساتوں آسمان کے دروازے کھولے ہیں اور تمام فرشتے اسوقت تجھ کو دیکھتے ہیں تو اسوقت کچھ حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگ تیری فرمائش ضرور پوری کیجاویگی تب وہ بولیں قولہٗ تعالےٰ۔ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۙ (ترجمہ) بولی فرعون کی بیوی اے رب بنا واسطے میرے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں اور بچا نکال مجھ کو ظالم لوگوں سے۔ منقول ہے کہ حضرت آسیہ خاتون رضی اللہ عنہا پہلے فرعون کے گھر میں آتے ہی یہ بولی تھیں کہ یا الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور تجھی کو میں معبود سمجھتی ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسیہ خاتون شروع ہی سے خدا پرست اور وحدانیت کی قائل تھیں، اور جب وہ فرعون ملعون کے گھر میں داخل ہوئیں تو بہت بڑے مصائب و ایذا میں مبتلا ہوئیں۔ غرضکہ فرعون ملعون نے آسیہ خاتون سے بار بار کہا کہ تو موسیٰ کے خدا کو بھول جا اور اسکے دین کو چھوڑ دے اور مجھ کو خدا مان لے جیسا کہ اور لوگ مانتے ہیں، ورنہ میں تجھ کو طرح طرح کی ایذا اور تکالیف دیتا رہونگا۔ یہ سُنکر آسیہ خاتون بولیں اے فرعون تجھ سے میں نہیں ڈرتی خدا میرا حافظ و ناصر ہے۔ پھر فرعون ملعون نے طیش میں آکر حکم کیا کہ اسکو شکنجۂ آہنی میں ڈالا جائے۔ چنانچہ جلادوں نے فرعون کے حکم کی تعمیل کی اسوقت اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے حجاب اُٹھا دیا اور گھر بہشت میں دکھلا دیا۔ ان کا خیال بھی بہشت کی طرف رہا اور فرعون ملعون کا عذاب انکو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ مروی ہے کہ فرشتے نے ایک سیب لا کر بہشت سے ان کے ہاتھ میں دیا اس میں ہی ان کی جان قبض ہو گئی تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو آسیہ خاتون نے پالا تھا فرعون کے گھر میں اور انکی مددگار بھی وہی تھیں۔ ایمان کو ظاہر

کرنے کی وجہ سے فرعون ملعون نے انکو مار ڈالا اسوجہ سے وہ شہید ہوگئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی
ہارون علیہ السلام فرعون کو چالیس برس تک دعوت خداوند پہونچاتے رہے۔ لیکن آخر وہ مردود حقیقی خدا پر ایمان نہ لایا
ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کا بھی خیال کیا اور کہا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ
اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ (ترجمہ)
اور بولا فرعون اپنے ارکانِ دولت سے کہ مجھ کو چھوڑ دو کہ میں مار ڈالوں موسیٰ کو اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ
اپنے رب کو نہ پکارے اور میں یہ بھی ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین بگاڑ دے اور ملک میں فساد برپا کردے اسوجہ سے
میں ہر وقت سوچتا رہتا ہوں۔ اور فرعون نے موسیٰ کو یہ جواب دیا کہ میں پناہ لے چکا ہوں اے موسیٰ تمہارے رب کی اور
جس وقت فرعون نے اپنے لوگوں سے یہ بات کہی کہ مجھے تم لوگ چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو مار ڈالوں اسوقت کوئی مومن
وہاں پر موجود نہ تھا مگر ایک بڑھئی جو حضرت موسیٰؑ کی ماں کو ایک صندوقچہ بنا کر دے گیا تھا جس صندوقچہ میں رکھ کر
حضرت موسیٰؑ کو دریائے نیل میں ڈالا تھا وہ وہاں حاضر تھا۔ اور نام اس کا حزقیل تھا۔ اس نے کہا اے فرعون!
حضرت موسیٰ رسولِ خدا برحق ہیں اور تم ان کو نہیں مار سکو گے، بہتر یہ ہے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ اور جو دین اسلام
لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے ہیں اسکو قبول کرلو۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ فرعون اس کا کچھ بھی نہ کرسکا۔ اسکے بعد فرعون
ملعون کے لوگوں میں سے ایک شخص ایماندار تھا اس نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ
اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَيٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۝ (ترجمہ) اور کہا اس شخص نے کہ ایمان لایا تھا اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ آوے تم پر دن
ان قوموں کے مانند جیسی مصیبت آپڑی قوم نوح پر اور قوم عاد پر اور قوم ثمود پر اور انکے پیچھے جو ہووے اور نہیں ارادہ
کرتا ہے اللہ تعالیٰ ظلم کا واسطے بندوں اپنوں کے اور اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں اس پکارے والے دن سے
کہ اس دن ہر ایک پھر جاوے گا اپنی پیٹھ موڑ کر اور نہیں ہوگا کوئی بھی بچانے والا اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے۔ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ نکل جاویں فرعون ملعون کے مکان سے اور ادھر فرعون کی قوم قبطیوں نے قصد کیا کہ حضرت
موسیٰؑ کو مار ڈالیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو شیر فرعون کے محل کے دروازے بندھے ہوئے تھے وہ سب چھوٹ
گئے اور ان مارنے والے قبطیوں کو پھاڑ کھایا اور جو باقی رہے تو انہوں نے فرعون ملعون کو خبر پہونچائی، پھر جو لوگ فرعون
کے نزدیک تھے وہ کہنے لگے قولہ تعالیٰ۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ
وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۝ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور کہا
سرداروں نے قوم فرعون کے کہ کیا چھوڑ دیتا ہے تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو کہ فساد پھیلاویں ملک میں اور موقوف کرے

تجھ کو اور تیرے بتوں کو۔ یہ سُنکر فرعون نے کہا کہ اچھا اب ہم انکی قوم کے بیٹوں کو ماریں گے اور زندہ رکھیں گے انکی عورتوں کو اور ہم ان پر زور آور ہیں۔ بس فوراً ملعون نے اپنا حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے جتنے بیٹے ہیں ان سب کو مار ڈالو اور انکی بیٹیوں کو زندہ رکھو اور آیندہ سے کوئی مرد بھی اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرے اور ان کو یہ بھی بتادو کہ دیکھو ہم قاہر ہیں مقہور نہیں ہیں اور کہو کہ ہم جبار ہیں مجبور نہیں اور ہم سب دولت والے ہیں مفلس و قلاش نہیں ہیں ہم لوگوں سے مقابلہ کوئی کیونکر کریگا۔ ان باتوں کو بنی اسرائیل نے سُنکر کہا اے حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نہ آتے تو اتنا عذاب فرعون ہم پر نہ کرتا اب قوم قبطی اور فرعون پہلے سے زیادہ عذاب کرنے لگے ہیں اور ہم پر تیری سختی آپڑی ہے یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان سے کہا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝ (ترجمہ) موسیٰؑ نے کہا اپنی قوم کو کہ تم لوگ اپنے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور پھر ثابت قدم رہو تحقیق زمین ہے اللہ تعالیٰ کی جسکو وہ چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اپنے بندوں میں سے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو کامیابی ہوگی وہ بولے کہ ہم پر سخت تکلیف رہی تیرے آنے سے پہلے اور جب تو آچکا تو بھی تکلیف بدستور رہی۔ کہا موسیٰؑ نے کہ وہ وقت بالکل قریب آچکا ہے کہ تمہارا رب اس قوم کو ہلاک کریگا یعنی تمہارے دشمن کو نیست و نابود کریگا اور پھر اس زمین کا وارث بناکر خلیفہ بنائے گا پھر دیکھتے ہیں کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر سال فرعون کو اور اس کی قوم کو ایک ایک نشانی دکھاتے گئے اور خدا کے عذاب سے بھی ڈراتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۝ (ترجمہ) اور دی ہم نے موسیٰ کو نَو نشانیاں ظاہر میں اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب عذاب خداوندی سے ان کافروں کو ڈراتے تھے وہ کہتے تھے اے موسیٰ اگر تو اس عذاب سے ہم کو بچالیگا تو ہم لوگ تجھ پر ایمان لے آویں گے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے خداوند قدوس سے دعا کرتے تو عذاب ٹل جاتا اور جب کافر یہ دیکھتے کہ عذاب آیا ہوا ہم سے ٹل گیا ہے تو وہ پھر ایمان لانے سے منکر ہو جاتے اور ایمان نہ لاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلٰى أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝ (ترجمہ) اور جب وقت پڑتا کافروں پر عذاب تو بولتے اے موسیٰ پکار ہمارے واسطے ہمارے اور اپنے رب کو جیسا کہ سکھا رکھا ہے تجھ کو تیرے رب نے اگر تو اُٹھا دے ہم سے یہ عذاب بیشک ہم تم کو ضرور مانیں گے اور پھر رخصت بھی کر دیں گے تیرے ساتھ قوم بنی اسرائیل کو پھر جب اُٹھا لیا ہم نے ان سے عذاب ایک وعدے تک کہ جا انکو پہونچنا تھا پھر وہ اپنے وعدہ سے مُنکر ہو جاتے تھے اور ایمان نہیں

لاتے تھے اور کہتے تھے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور اسی طرح عہد شکنی کرتے رہیں گے، اور ہم انکو نشانیاں بھی بڑی سے بڑی دکھاتے تھے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ إلی آخرہٖ (ترجمہ) اور جو دکھائی ہم نے ان کو نشانی سو وہ دوسری نشانی سے بڑی ہوتی تھی (لیکن بدبخت ایمان نہ لائے) اور پکڑا ہم نے ان کو عذاب میں شاید وہ باز آجاویں شرک سے اور کہنے لگے موسیٰؑ کو اے جادوگر پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیساکہ سکھا رکھا ہے تجھ کو تیرے رب نے ہم ضرور ایمان لاویں گے پھر جب اُٹھائی ہم نے ان پر سے تکلیف تب ہی وہ اپنے وعدے توڑ ڈالتے تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے رب کی نو نشانیاں دکھائیں اور ان کو ہر طرح سے ڈراتے رہے لیکن اس قوم نے برابر ایمان سے انکار ہی کیا۔ سب سے پہلی نشانی قحط سالی کی ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ ترجمہ۔ اور پکڑا ہم نے فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں شاید کہ کچھ نصیحت پکڑیں۔ پس غضب الٰہی تین برس مصر میں رہا اور پھر مصر میں کچھ بھی زراعت اور میوے پیدا نہیں ہوئے، مارے بھوک اور پیاس کے لوگوں نے فرعون کے آگے گریہ وزاری کی۔ قوم کی گریہ وزاری دیکھکر اس ملعون نے ستر ہزار مہمانوں کو سرائے بناکر کھانا کھلایا۔ آخر پھر وہ تمام غلہ ختم ہوگیا اور قحط بدستور جاری رہا۔ اس قحط سے لوگ سخت پریشان ہوئے اور بے اختیار ہوکر کہنے لگے اے فرعون یہ جو ہم پر قحط آپڑا ہے یہ سب حضرت موسیٰؑ کی بددعا سے ہے۔ یہ سُنکر فرعون بولا کہ تم سب موسیٰ کے پاس جاؤ اور پھر اس سے کہو کہ اے موسیٰ یہ قحط کا عذاب تمہارا خدا ہم پر سے اُٹھالے تو پھر ہم سب تیرے خدا پر ایمان لے آویں گے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۝ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۝ (ترجمہ) پس جب پہنچی ان کو بھلائی کہنے لگے یہ ہے ہمارے واسطے اور اگر پہونچی انکو بُرائی تو شومی بتاتے موسیٰؑ کو اور ان کے ساتھ والوں کو۔ آخر قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاکر مکر و فریب سے رو رو کر کہنے لگی۔ اے موسیٰؑ اپنے خدا سے کہو۔ یہ قہر ہم پر سے دور کرے تب ہم سب ایمان لاویں گے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا سے دعا کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہ قحط جاتا رہا لیکن پھر بھی وہ مردود ایمان نہ لائے اور کہنے لگے اے موسیٰ جو تو لاوے گا ہمارے پاس اپنی کوئی نشانی کہ اس سے تو ہم کو جادو کرے تو ہم تجھ پر ایمان نہیں لاوینگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ دعائیں کیں جس کی وجہ سے ان پر مندرجہ ذیل بلائیں نازل ہوئیں۔ قولہ تعالیٰ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ (ترجمہ) پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان مینہ کا اور ٹڈی اور چچڑی یعنی

جوئیں اور مینڈک اور لہو، دیکھو کتنی نشانیاں جدا جدا، پھر تکبر کرتے رہے اور درحقیقت وہ لوگ تھے گنہگار۔
تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس برس فرعون سے مقابلہ رہا اس بات پر کہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن مالوف کو جانے دے لیکن اس نے نہ مانا اور برابر اِدھر اُدھر کی حیلہ سازیاں کرتا رہا۔ مجبوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے بد دعائیں کیں جس کی وجہ سے یہ بلائیں ان پر آتی رہیں۔ یعنی دریائے نیل بہت چڑھ گیا۔ کھیت اور باغ اور گھر بہت تلف ہو گئے اور ٹڈیاں سبزی کھا گئیں اور پھر آدمیوں کے کپڑوں میں جوئیں کثرت سے پڑ گئیں۔ اسی طرح ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور تمام پانی خون بن گیا۔ لیکن ان سرکش کافروں نے پھر بھی حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول تسلیم نہ کیا اور برابر انکار ہی کرتے رہے۔ پہلا عذاب ان پر طوفان کا نازل کیا گیا۔ تو اسوقت لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ اس بلا سے اپنے رب سے دعا کرتا کہ ہمکو اس سے نجات ملے اور پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تجھ پر ایمان بھی لے آئیں گے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب سے التجا کی، اس دُعا سے وہ طوفانی عذاب جاتا رہا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے سبزی اور زراعت بہت پیدا کی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ایمان لے آؤ اور اپنا وعدہ پورا کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تم کو ہرگز خدا کا رسول نہیں مانیں گے کیونکہ یہ زراعت تو ہر سال ہمارا بُت ہم کو دیتا ہے یہ پیداوار کوئی تمہاری دعا سے تو نہیں ہے۔ پھر یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا سے اس ظالم قوم کے واسطے بد دعا کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بہت کثیر تعداد میں بھیج دیں جو ان کی تروتازہ زراعت کو کھا گئیں پھر کافروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ اگر تم ہم سے ان ٹڈیوں کے عذاب وبلا سے نجات اپنے خدا سے دلواؤ گے تو پھر ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ اس ظالم قوم کی باتیں سُنکر حضرت موسیٰؑ نے پھر اپنے خدا سے دعا کی، چنانچہ ان پر سے وہ ٹڈیوں کا عذاب جاتا رہا۔ پھر اس ظالم قوم نے آکر حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ یہ ٹڈیوں کا عذاب تو تمہاری شومی سے آیا تھا اور ہم تو تم پر یقین نہیں لاتے اور نہ ہم تمہارے خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا سے ان ظالم قوم کے واسطے بد دعا کی اس کے نتیجے میں اس قوم پر جوؤں کا عذاب آیا اور ہر شخص کے کپڑوں میں بہت کثرت سے جوئیں پڑ گئے اور سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ ہمارے بدن اور کپڑوں میں بہت کثرت سے جوئیں پڑ گئی ہیں اور وہ ہمارے جسموں کو کھا رہی ہیں ہم لوگ سخت پریشان ہیں۔ آپ اپنے خدا سے ہمارے لئے اس عذاب سے نجات دلانے کی درخواست کیجئے تو پھر ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے کہنے سے پھر اپنے رب سے دعا کی، اس دعا کی برکت سے ان پر آئی ہوئی یہ بلائیں جاتی رہیں۔ پھر ان کافروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ یہ سارا کھیل تیرے جادو کا ہے ہم تجھ کو ہرگز نہ مانیں گے تو بڑا جادوگر ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ

(ترجمہ) اور کہنے لگے کافر اے موسیٰ جو تو لاوے گا ہمارے پاس نشانی کہ اس سے ہمکو جادو کرے سو ہم تجھکو نہ مانیں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے بددعا کی جس کی وجہ سے مینڈک بیشمار پیدا ہوئے کہ کوئی جگہ ان کافروں کے چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے کی خالی نہ رہی تمام مینڈکوں سے بھر گئی چنانچہ وہ پلید اس عذاب میں گرفتار ہوئے اور سخت عاجز آ گئے اگر وہ ایک مینڈک کو مارتے تو بیشمار اور پیدا ہو جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھکر سخت پریشانی کی وجہ سے لوگوں نے فرعون ملعون سے جاکر کہا۔ ہم لوگ اس شدید عذاب سے تنگ آ گئے ہیں اور کسی طرح سے برداشت نہیں کر سکتے اور کہنے لگے کہ ہم سب موسیٰ سے سخت عاجز آ گئے ہیں وہ ہمکو ہر ہفتہ ایک نہ ایک بلا میں ضرور ڈالتا ہے۔ فرعون بولا تم مت ڈرو یہ تو اس کے جادو کے کھیل ہیں بلکہ تم پھر اس سے جاکر کہو کہ اے موسیٰ جب ہم تم کو مانیں گے کہ اب کی دفعہ اس بلا سے ہم کو نجات دلا دو۔ تب اُنھوں نے حضرت موسیٰ سے جاکر التجا کی۔ پھر یہ سُنکر حضرت موسیٰؑ نے اپنے خدا سے دعا کی، خدا کے حکم سے جتنے مینڈک تھے سب کے سب ختم ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اب تم ایمان لاؤ خدا پر، آخر کار اُنھوں نے انکار کیا اور نہ مانا جہنم کی راہ لی۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا سے مناجات کی تو پھر ان مردودوں منکروں کے پینے کے پانی دریا ندی سب لہو بن گئے اور جب قوم بنی اسرائیل اسکو پیتی تو وہ پانی صاف ہوتا اور اگر قوم فرعون اسی پانی کو پیتی تو وہ خون بن جاتا۔ پھر عاجز ہوکر فرعون سے کہنے لگے کہ اب تو ہم سخت عاجز آ گئے ہیں کہ ہر جگہ کا پانی لہو بن گیا ہے اور کسی جگہ پانی پی نہیں سکتے۔ یہ سُنکر فرعون ملعون کہنے لگا کہ یہ سب سحر سازی موسیٰ کی ہے۔ لہٰذا پھر تم اس سے جاکر کہو کہ اے موسیٰ اب کی دفعہ تو اور نجات دلا دو ہم لوگ ضرور تیرا دین قبول کر لیں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی قوم کے کہنے سے خدا تعالیٰ سے دعا کی، خدا کے حکم سے وہ ندی نالے دریا جو خون بن گئے تھے وہ سب پانی بن گئے۔ اور پھر اسی طرح حضرت موسیٰؑ کی بددعا سے ہر ہر بلا جب ان کافروں پر نازل ہوتی تھی تب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاکر تضرع وزاری اور عذر و حیلہ کر کے ایمان لانے کا وعدہ دے کر اپنے سر سے بلا دور کروا لیتے تھے اور جب وہ بلا ان کے سر سے ٹل جاتی تو پھر منکر ہو جاتے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا ادْعُ لَنَا الخ (ترجمہ) اور جب آن پڑتا ان پر عذاب تو بولتے اے موسیٰ پکار اپنے رب کو ہمارے واسطے جیسا کہ اس نے تجھ کو سکھا رکھا ہے اگر تو نے یہ عذاب ہم سے اُٹھا لیا تو بیشک ہم تجھ کو مانیں گے اور رخصت کریں گے قوم بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر اُٹھا لیا ہم نے ان سے عذاب ایک وعدے تک کہ ان کو پہنچنا تھا۔ تب ہی وہ منکر ہو جاتے اور ہرگز ایمان نہ لاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُنکے بھائی ہارون نے اپنے خدا سے بددعا کی اے رب تو نے دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو زینت مال و دنیا کی اور وہ اپنی زندگی میں لوگوں کو تیری راہ سے

بہکاتے ہیں اے اللہ تو ان لوگوں کا سب مال و دولت ان سے مٹادے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہٗ تعالےٰ
رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ (ترجمہ)
موسیٰ نے کہا اے رب مٹادے ان کے مال اور سخت کر ان کے دلوں کو کہ اب وہ ایمان نہ لاویں جب تک کہ دیکھیں
دردناک عذاب کو پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ
سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالیٰ نے قبول ہوچکی دعا تمہاری اے موسیٰ اور ہارون تم دونوں
ثابت رہو اور مت چلو انکی راہ جو انجان ہیں۔ پس خدا کے حکم سے فرعون اور اس کی قوم کا مال و متاع درم و دینار اور
میوے سب پتھر ہوگئے یہانتک کہ جو مرغیاں انڈے دیتیں زمین پر گرتے ہی سنگ ہوجاتے یہ دیکھکر فرعون کی قوم
نے پھر حضرت موسیٰؑ سے جاکر التجا کی اے موسیٰ یہ جو ہماری چیزیں پتھر ہوگئی ہیں اگر تیری دعا سے یہ اپنی اصلی حالت پر
آجائیں تو ہم سب تیرا دین ضرور قبول کرلیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان لوگوں کی یہ عاجزانہ التجا سُنی اور
کہنے لگے اے لوگو! میں تمہارے کہنے سے پھر اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ تمام چیزیں
ٹھیک ہوجائیں گی۔ چنانچہ یہ کہتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام سجدے میں گر پڑے اور اپنے پروردگار سے پُرخلوص
التجا کرنے لگے، اس التجا سے اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کو جو پتھر بن چکی تھیں پھر ان کو اصلی حالت پر کر دیا یہ ٹھیک
ہوتے ہی پھر فرعون کی قوم فوراً ہی حضرت موسیٰؑ کی نبوت سے منکر ہوگئے اور حضرت موسیٰؑ کو جادوگر ٹھہرایا۔ باوجود ان
نو علامات کے اول عصا دوسرا ید بیضا۔ تیسرا طوفان۔ چوتھا قحط۔ پانچواں ٹڈی۔ چھٹا جوئیں۔ ساتواں مینڈک۔
آٹھواں لہو۔ نواں طمس پھر بھی کفار حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان نہ لائے۔ آخر وحی نازل ہوئی۔ اے موسیٰ
بنی اسرائیل کو لیکر رات کو مصر سے نکل کر لب دریا جارہو اور اس طرح پر جاؤ کہ اہل مصر کو تمہارے جانے کی خبر نہ ہو
میں تم کو دریا کے پار کردوں گا۔ فرعون ملعون کو اور اس کی ساری قوم کو دریا میں ڈبو دونگا تب تم اور تمہاری قوم
اسکے شر سے رہائی پاؤ گے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝
(ترجمہ) اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ رات کو لیکر نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارے پیچھے لگیگا فرعون معہ اپنے
تمام لشکر کے اور ہم ان کو غرق کرنے والے ہیں اور تم کو دریا کے پار اُتار دینگے تم کسی کا خیال مت کرو۔

بیان غرق ہونا دریا میں فرعون اور اس کی قوم کا

تواریخ کے مطابق حسب الحکم خداوندی دوسرے دن قوم بنی اسرائیل نے فرعون کے پاس کے جو جو
ضروریاتی لوازمات سونے اور چاندی کپڑے اور زیور جوان کو درکار تھا عاریتہً مانگا اور فرعون نے خوش ہوکر

ان کو حکم کیا کہ جو کچھ تم کو چاہیئے ہو وہ بخوشی ہمارے سرکاری خزانے سے بے تکلف لے لو۔ یہ سنکر قوم بنی اسرائیل نے فرعون کے حکم پانے سے شاہی خزانہ سے جاکر سونے اور چاندی، لعل و جواہر کے زیورات اور جو کچھ ان کو مطلوب و مقصود تھا لے لیا اور وزیر ہامان اور دیگر قبطیوں کے گھر جاکر بھی کچھ ضرورت کے سامان لے لئے اور قبطیوں نے بھی ان کو دینے میں کوئی تردّد نہ کیا۔ کیونکہ ہر سال بنی اسرائیل ان سب سے زیورات عاریتہً مانگ کر نماز پڑھنے کے لئے عید کے دن میدان کی طرف نکل جاتے تھے۔ اس لئے آج بھی سونے اور چاندی کے اسباب دینے میں ان پر کچھ گمان فرار کا نہ کیا اور بے تکلف دیدیا۔ بعض تواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت شمار میں بنی اسرائیل چھ لاکھ مرد عاقل اور بالغ سوائے عورت اور لڑکے کے تھے سب کے سب کمر باندھ کر مصر سے نکل جانے کو تیار ہوئے۔ خدا کی مرضی سے ایسا ہوا کہ اسی دن شہر میں وبا پڑی کہ ہر ایک قبطی کے گھر میں ایک ایک بڑا بیٹا مر گیا وہ لوگ اپنے اپنے غم میں رونے لگے۔ جب رات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معہ اپنے تمام لشکر کے مصر سے نکلے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو مقدم لشکر کر کے قوم بنی اسرائیل کو جماعت جماعت بنا کر پیچھے روانہ کرتے رہے اور پھر آخر میں آپ بھی روانہ ہو گئے اور دریائے نیل کے کنارے ایک بڑے میدان میں جا پہونچے اور وہ تاریخ نویں محرم الحرام کی تھی جب سحر ہوئی تو فرعون کو خبر ہوئی کہ حضرت موسیٰ اور تمام قوم بنی اسرائیل مِل کر تمہارا مال و متاع اور سونا چاندی وغیرہ لیکر شبِ گزشتہ مصر سے نکل کر کہیں بھاگ گئے فرعون بولا تم جاؤ اور ان کا پیچھا کر و پکڑ کر سب کو مار ڈالو۔ اتنا مال و اسباب تمہارا اور ہمارا دغا سے لیکر بھاگے۔ یہ خبر تمام شہر میں اور اپنے تمام سپہ سالاروں کو بھیجی اور نقارہ کوس رحلت کا مارا چونکہ اس کی آواز بہت بلند تھی اسلئے آواز سنکر تمام سپاہ و لشکر چاروں طرف سے شام کے وقت دوشنبہ کے دن فرعون کے دروازے پر حاضر ہو گئے اس وقت ایک سو امیر سردار لشکر و فوج کے تھے اور ہر ایک سردار کے ہمراہ سو مرد جنگی رہتے تھے اور فرعون نے اپنے ہمراہ سات لاکھ غلام سیاہ پوش لیکر اور خود بھی سیاہ لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر وزیر ہامان کو مقدم لشکر کر کے حضرت موسیٰؑ کا پیچھا کیا اور دریائے نیل کے کنارے بڑے میدان میں بنی اسرائیل کو دیکھا چونکہ وہ لوگ تین دن اسی میدان میں ٹھہرے رہے اور بنی اسرائیل کی قوم نے جب فرعون کی قوم کا حشمت اور دبدبہ دیکھا تو وہ خوف سے کہنے لگے کہ شاید اب ہم کو فرعون اور اس کی قوم پکڑ لے گی اور اتنے بڑے لشکر سے ہم مقابلہ نہ کر سکیں گے کیونکہ فرعون کی فوج بہت ہے۔ اسوقت حضرت موسیٰؑ نے کہا قولہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ (ترجمہ) پس جب مقابل ہوئیں دو فوجیں کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے، کہا موسیٰؑ نے کہ کیوں گھبراتے ہو اے میرے ساتھیو! رب میرا میرے ساتھ ہے اور وہی مجھ کو راہ بتائے گا اور مجھ کو اور میری قوم کو بچا یگا انشاء اللہ اور فرعون سے ہم کو کچھ ڈر نہیں ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے اے موسیٰ اپنا عصا دریائے نیل پر مارو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ الخ (ترجمہ) پس جب حکم بھیجا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کہ اپنا عصا دریا

پر مارو پس پھٹ گیا دریا اور بن گیا اس میں ایک راستہ اور پار کر دیا ہم نے موسیٰ کو اور اس کی قوم کو اور دوسروں کو یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے دریا میں عصا مارا پانی پھٹ گیا اور بارہ۱۲ راستے بن گئے اور بیچ پانی کے پہاڑ کھڑے ہو گئے اور ان ہی بارہ راستوں سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے اُتر کر پار ہو گئے اور اسکے پیچھے قوم فرعون بھی ان ہی راستوں کے ذریعے قوم بنی اسرائیل کو پکڑنے کے واسطے دوڑی جب وہ دریائے نیل کے بیچوں بیچ پہونچی تو وہ راستہ جو خدا کے حکم سے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے واسطے بنائے گئے تھے ختم کر دیئے گئے اور سب راستوں میں دریا کا پانی پھیل گیا۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر عصا مارا دریا خشک ہو گیا اور اسمیں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل بارہ قبیلوں پر مشتمل تھے وہ ہر ایک اپنے اپنے راستے سے نکل گئے اور کچھ دیر بعد فرعون ملعون نے جا کر دیکھا کہ دریائے نیل میں بارہ راستے بنے ہوئے ہیں اور ان ہی راستوں سے قوم بنی اسرائیل پار ہوئی ہے۔ تب اس نے سوچا کہ یا تو موسیٰ کے جادو کی وجہ سے یہ راستے بنے ہیں یا معجزۂ پیغمبری سے، اگر یہ کیفیت میرا لشکر دیکھے گا تو شاید وہ ان پر ایمان لے آئیگا۔ پھر تو مجھے بڑی ہی ندامت ہوگی۔ تب حیلہ سازی سے اپنے لشکر کو کہا کہ اب ہم کو خوب یقین ہو گیا کہ موسیٰ بڑا جادوگر ہے، دیکھو تو جادو سے دریا کا پانی تک خشک کر دیا اور اپنی قوم کے واسطے بارہ راستے بنا لیئے تاکہ لوگ دیکھکر اسکے خدا پر ایمان لے آئیں اور اسکی نبوّت کے قائل ہو جاویں اور دل میں یوں بھی کہتا تھا کہ میری فوج کو دریا میں ان کے پیچھے جانے سے پانی ڈبو مارے گا۔ کیونکہ پانی دو طرفہ مثل پہاڑ کے معلق کھڑا ہے۔ یہی دل میں پس و پیش کرتا تھا کہ دریا میں اپنا گھوڑا ڈالوں یا نہیں۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر فرعون کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور وہ مردود بھی گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت جبرائیلؑ نے جلدی سے اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ یہ دیکھکر فوراً فرعون نے بھی اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور پھر ہر چند اس نے چاہا کہ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے مگر رک نہ سکا اور فرشتے سواروں نے آکر لشکر کے گھوڑوں کو چابک مار کر بیچ دریا میں ڈالدیا۔ جب فرعون کا لشکر بیچ دریا کے آچکا اسی وقت حضرت موسیٰؑ نے چاہا کہ دریا میں اپنا عصا مار کر ان کی راہ بند کر دیں، ندا آئی اے موسیٰ قولہٗ تعالیٰ۔ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ ‎٥ (ترجمہ) اے موسیٰ چھوڑ دے دریا خشک تحقیق وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔ تب وہ پانی جو دیوار سا ہو گیا تھا اور ہوا پر معلق تھا وہی پانی دونوں طرف سے آیا اور پوری قوم کو ڈبو دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون اپنے ڈوبتے وقت کہتا تھا کہ میں ایمان لایا بنی اسرائیل کے خدا پر اور اسکے رسول پر۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ الآیۃ۔ (ترجمہ) اور پار کیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا ان کے فرعون اور اس کا لشکر شرارت اور زیادتی سے جبتک کہ پہونچا اس پر دباؤ کہا فرعون نے کہ ایمان لایا میں کہ کوئی معبود نہیں کہ جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں بھی فرمانبرداروں سے ہوں۔ خدا کے فرمانے سے

حضرت جبرائیلؑ نے اسکو کہا قولہ تعالیٰ۔ اَلْآنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (ترجمہ) کیا اب ایمان لاتا ہی
اور تحقیق تو نافرمانی کرچکا ہے پہلے اس سے اور تھا تو مفسدوں سے۔ فائدہ۔ جبرائیلؑ نے کہا اُس کو اے فرعون تو
ساری عمر اللہ کا مخالف رہا اور اب عذاب دیکھکر ایمان لایا اور اب کامل یقین کرتا ہی اب اسوقت کا یقین لانا کیا
معتبر ہوسکتا ہے۔ تُف ہی ایک مُشتِ خاک لیکر اسکے مُنہ پر ڈال دی۔ پس وہ بدبخت اپنے لشکر سمیت دریائے
نیل میں ڈوب کر مرا۔ قولہ تعالیٰ۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِكَ الْاٰیَۃِ (ترجمہ) سو آج بچا دیں گے تجھ کو تیرے بدن سے
تاکہ ہووے پچھلوں کو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتوں پر دھیان نہیں کرتے۔ فائدہ۔ وہ بے وقوف
جیسا بیفائدہ ایمان لایا ویسا ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے مرنے کے بعد اس کا بدن دریا سے نکال کر ایک ٹیلے پر ڈالدیا
کہ قوم بنی اسرائیل اسکو دیکھکر شکر کریں اور پھر عبرت حاصل کریں۔ بدن بچنے سے اسکو کیا فائدہ۔ پس حضرت موسیٰؑ
نے اپنی قوم سے کہا کہ فرعون ملعون معہ اپنے تمام لشکر کے خدا کے حکم سے دریائے نیل میں غرق ہوگیا۔ یہ سُنکر قوم بنی اسرائیل
نے کہا اے حضرت موسیٰؑ جبتک ہم اسکو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے تب تک اسکے ڈوبنے پر ہم کو یقین نہ ہوگا۔ تب حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں دعا مانگی اس دعا کی برکت سے موجِ دریا نے ان سب کی لاش کو جہاں بنی اسرائیل
تھے پہاڑوں پر پھینک دیا ہڈیاں انکی درہم برہم ہوگئی تھیں، اور انکے قلب میں کچھ رمقِ جان باقی تھی۔ بنی اسرائیل دیکھتے
تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (ترجمہ) اور ڈبو دیا ہم نے
فرعون کے لوگوں کو اور یہ کہ تم دیکھتے تھے ایک شخص نے بنی اسرائیل کی قوم سے آرزو کی کہ اللہ مجھ کو فرعون سے ملادیوے
تو میں اس کی داڑھی سے اپنے گھوڑے کی باگ بناؤں گا۔ مرضِ الٰہی سے اس نے اسی دن فرعون کو بارشِ سُرخ دریا
کے کنارے مردہ پایا۔ پھر اس نے اس کی داڑھی سے اپنے گھوڑے کی باگ بنائی اور اسکے وزیر ہامان کو بھی بہت تلاش
کیا پر وہ نہ ملا۔ تب وحی نازل ہوئی۔ اے موسیٰ اب تم مصر میں جاؤ اور ہامان کو مصر میں ہی پاؤگے اس کو مَیں دوسرے
عذاب میں گرفتار کروں گا۔ یہ حکم سُن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون اور اپنی قوم کو لیکر مصر میں آئے اور
فرعون کے گھروں میں جاکر رہے اور فرعون کے گھروں میں مال و اسباب بہت کچھ ہاتھ لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّکُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ کَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ (ترجمہ)
پس نکالا ہم نے فرعون کو اور اس کی قوم کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور باعزت مکانوں سے
اسی طرح سے کیا اور وارث کردیا ہم نے قوم بنی اسرائیل کو۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ فرعون کے گھر کو اللہ تعالیٰ نے
مقام کریم فرمایا اس واسطے کہ ستّر مہمان خانے اس نے پُرتکلف بنائے تھے اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے انہی مکانوں
کا وارث کیا اور ہامان جو وزیر فرعون تھا وہ اندھا ہوکر ٹکڑا نان گدائی سے کھاتا پھرتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے دیکھکر
جناب باری تعالیٰ میں مناجات کی کہ یا الٰہی تونے تو فرمایا تھا کہ ہامان کو فرعون کے ساتھ دریا میں غرق کرونگا اور وہ

اب تک زندہ ہے۔ ندا آئی اے موسٰی اس کو میں نے خلق میں محتاج کیا اور در بدر مانگتے پھرنا یہ ہر روز گویا اس کی نئی موت ہے بلکہ ہزار درجہ اس سے مرنا بہتر ہے۔ یہ سُنکر حضرت موسٰی علیہ السّلام خُدا کا شکر بجالائے۔ جب ملک مصر تمام ان کے ہاتھ میں آیا اور کافر سارے نیست و نابود ہو گئے تب خاطر جمع ہو کر اپنی بیوی صفورا کے پاس گئے اور جس میدان میں اسکو رکھ کر گئے تھے جا کر دیکھتے ہیں کہ دو لڑکے جو حضرت موسٰیؑ سے تھے وہ نہایت توانا اور خوبصورت ان کے پاس موجود ہیں اور بھیڑ بکریاں مال و اسباب سب سلامت پایا بلکہ بکریاں اور بھیڑیں دونی ہو گئیں۔ وہاں سے اُن کو لیکر اپنی والدہ کے پاس مصر میں تشریف لائے اور یہاں مقیم اور منتظر ایفائے وعدہ حق تعالےٰ کے تھے کہ اب پھر کوہِ طور پر جا کر خداوند قدوس سے مناجات کریں پس وہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے انکو کوہِ طور پر بلا لیا تاکہ ان سے کچھ مناجات کیجائے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہوا۔ میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت موسٰیؑ کی کوہِ طور پر جانے کا اور اُن کی قوم کے گئوسالہ پوجنے کا

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کوہ طور پر جا کر خداوند قدوس سے مناجات کرنے لگے خدا کے حکم سے فرشتوں نے بہشت سے کرسی لا کر حضرت موسٰیؑ کے بیٹھنے کو دی اور کہا اے موسٰی اپنی نعلین پاؤں سے اُتار کر کرسی پر بیٹھ جاؤ اور پھر جو کچھ مناجات کرنی ہے کیجئے کیونکہ یہ جگہ مقدس اور با برکت ہے قدم تمہارا اس پر گریگا۔ تب موسٰی علیہ السلام نے بارشاد جناب باری تعالیٰ اپنے نعلین پاؤں سے اُتار کر کرسی پر بیٹھ کر مناجات کی۔ اسکے بعد حکم الٰہی ہوا اے موسٰی تیسؔ دن رات روزہ رکھ تاکہ میں اپنی کتاب توریت نازل کروں۔ اور پھر اس سے تمام خلائق راہ پاوے اور میری شریعت سیکھیں۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً (ترجمہ) اور وعدہ دیا ہم نے موسٰی کو تیس رات کا۔ یہ حکم پاتے ہی حضرت موسٰیؑ نے تیس رات دن کا روزہ رکھا متواتر، پھر اپنی قوم سے کہا کہ خدا تعالیٰ مجھ پر توریت نازل کریگا تاکہ تم کو شریعت سکھاؤں اور تم اسکے ذریعہ سے ہدایت پاؤ گے وہ بولے اے موسٰی ہم جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے اس وقت تک ہم کو یقین نہ ہوگا۔ تب حضرت موسٰی نے کہا کہ چلو تم چند آدمی قوم کے سردار و عالم میرے ساتھ کوہ طور پر کہ کتاب دکھاؤنگا۔ یہ بات حضرت موسٰی علیہ السلام کی سُنکر ان کی قوم کے اُنہترؔ آدمی عالم و صلح ساتھ ہوئے اور ایک آدمی یوشع بن نون دیرینہ جو بہ ریش سفید تھے انکو لیکر ستّرؔ آدمی پورے کئے اور پھر کہا کہ تم سب با طہارت لباس پاکیزہ پہن کر میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا (ترجمہ) چُن لئے حضرت موسٰی نے اپنی قوم سے مرد واسطے وعدے کے ہمارے پاس بس سب کو لیکر طور پر آئے اور ایک پتہ درخت سے توڑ کر چابنے لگے اور حکم الٰہی کے منتظر رہے

فوراً جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا اے موسیٰ میں نے تجھ کو روزہ رکھنے کو کہا تھا کس واسطے تو نے روزہ توڑا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میرے خداوندا تجھ کو معلوم ہے کہ میں نے تیس روزے رکھے مگر بوئے دہن سے میں ڈرا کہ کہیں میرے منہ سے بو نکلے اس واسطے پتا چبایا مسواک کا حکم ہوا اے موسیٰ میری خدائی کی قسم ہے روزہ دار کے منہ کی بو مجھ کو بہت زیادہ خوش آتی ہے اور وہ میرے نزدیک مشک و عنبر سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ کیوں تو نے بغیر میری اجازت کے روزہ افطار کیا۔ اس لئے اسکے بدل اور دس رات دن روزہ رکھ یعنی محرم الحرام کی دسویں تاریخ تک پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس روزے پورے کیئے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ (ترجمہ) اور پورا کیا اسکو حضرت موسیٰؑ نے اور دس روزے سے تب پوری ہوئی مدت اس کے رب کی چالیس رات کیونکہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ان ستر آدمیوں کے سامنے جو طور پر گئے تھے فرمایا اے موسیٰ اور دس روزے رکھ تب تجھ کو اپنی کتاب توریت دونگا۔ اس بات کو سُنکر وہ سب یقین نہ لائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ قولہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (ترجمہ) اور جب کہا تم نے اے موسیٰ نہ ایمان لاویں گے ہم تم پر یہاں تک کہ دیکھیں ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہر سامنے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم گفتگو خالق اور مخلوق کی تمیز نہ کر سکو گے کیونکہ مخلوق کی بات بغیر کان کے دوسرے اعضاء سے نہیں سُنی جاتی اور خالق کل کی بات تو صرف دل پر موقوف ہے وہی خوب سُنتا ہے۔ بلکہ وہ ایسا ہے ع معانی در معانی راز بار از ∴ ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے کہا لیکن اُنہوں نے نہ مانا۔ ناگہاں ایک آتش اللہ کی طرف سے آئی اور ان پر آکر گری وہ ہفتاد تن جل کے مر گئے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (ترجمہ) پھر پکڑ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت افسوس کرنے لگے اور کہنے لگے یا الٰہی میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا وہ سب کیا کہیں گے مجھ کو۔ تب حضرت موسیٰؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کیا۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (ترجمہ) پھر زندہ کیا ہم نے پیچھے مرنے تمہارے کے تاکہ تم شکر کرو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ ان سب کو لیکر مصر میں آئے اور پھر اُنہوں نے دس روزے بھی رکھے اور پھر ان کو کوہِ طور کی طرف لیکر گئے اور وہاں پہونچکر کہنے لگے کہ دیکھو میں پہلے جاتا ہوں کوہِ طور پر اور تم لوگ میرے پیچھے آنا۔ یہ کہہ کر جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے خطاب آیا۔ قولہ تعالیٰ۔ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هُمْ اُولَاۗءِ عَلٰٓي اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ (ترجمہ) کیوں جلدی کی تو نے اپنی قوم سے اے موسیٰؑ بولے وہ میرے پیچھے ہیں اور میں تیری طرف جلدی آیا اے میرے رب یہ میں نے اس واسطے کیا کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسوقت طور پر بلا واسطہ ستر کلمے جناب باری تعالیٰ سے سُن کر نہایت عشق کے شوق و ذوق میں بے اختیار کہا۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (ترجمہ) کہا موسیٰؑ

اے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں، یہ آواز سُنکر آسمان کے فرشتے کہنے لگے۔ اے پسر عمران کلام الٰہی تو نے سُنا اور پھر تجھ کو طمع رویت کی ہے۔ پھر آواز آئی اے موسیٰ زمین کی طرف دیکھو، جب دیکھا عرش تک نظر آیا۔ پھر عرض کیا خداوندا ساکنانِ آسمان تیرے آفریدہ ہیں مجھ کو اپنا دیدار دکھلا اتنے میں ستّر ہزار فرشتے مہیب شکل آسمان سے نازل ہو کر حضرت موسیٰؑ کے گرد پھرنے لگے۔ اور کہتے تھے۔ یَا ابْنَ النِّسَاءِ الْحَیْضِ اَتَطْمَعُ رُؤْیَۃَ رَبِّ الْعِزَّۃِ۔ (ترجمہ) اے بیٹے عورت حیض والی کے کیا تو جلیل وجبّار کو دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آواز سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام مارے ڈر کے بیٹھ گئے پھر بعد ایک لحظہ کے امواج عشق نے جوش مارا اور پھر ذوق وشوق سے پکارا۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (ترجمہ) بولے موسیٰ کہ اے رب تو مجھ کو دکھلا اپنا جلوہ اور میری یہی تمنّا ہے کہ میں تجھکو دیکھوں پھر ستّر ہزار فرشتے بصورت گرگ اور شیر کے نازل ہو کر ایک آواز مہیب سے حضرت موسیٰ کو پکارا جس طرح کہ اوّل فرشتے پکارتے تھے۔ یَا ابْنَ النِّسَاءِ الْحَیْضِ اَتَطْمَعُ فِیْ رُؤْیَۃِ رَبِّ الْعِزَّۃِ ۔۔۔ روایت کی گئی ہے یہ سات دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پکارا۔ یَا رَبِّ اَرِنِیْ۔ اور آسمان کے فرشتے ان کو ہر مرتبہ یہی کہتے تھے یَا ابْنَ النِّسَاءِ الْحَیْضِ اَتَطْمَعُ تا آخر۔ پھر ستّر ہزار شخص پشمینہ پوش اپنی صورت میں دیکھے عصا ہاتھ میں اور پکارتے ہوئے یَا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ یہ سُنکر حضرت موسیٰؑ بڑے متعجّب ہوئے کہ ہر شخص خواہندہ دیدار حق تعالیٰ کا ہوا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ان کے سوا میری مانند اور بھی کوئی دوسرا ہے۔ خطاب آیا کہ اے موسیٰ میری قربت کے سبب تو نے بزرگی پائی۔ اپنے تئیں جانتا ہے کہ تیرا سا کوئی نہیں بلکہ یوں جان کہ ایک پل میں تجھ سے صدہا پیدا کرسکتا ہوں۔ اس بات کو سُنکر پھر ذوق وشوق سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (ترجمہ) بولا اے رب تو مجھے اپنا جلوہ دکھا اور میں یہی تمنّا رکھتا ہوں۔ تب جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ ؕ کہا کہ تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا دُنیا میں لیکن تو نظر کر اپنی پہاڑ کی طرف پس اگر قائم رہے وہ اپنی جگہ پر پس البتہ دیکھ سکیگا تو مجھ کو دنیا میں پس جب اللہ تعالیٰ نے ذراسی تجلّی دکھائی اپنی پہاڑ پر تو موسیٰ گر پڑے اسی وقت بیہوش ہو کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ (ترجمہ) پس اپنی تجلی ڈالی پروردگار نے پہاڑ کی طرف تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب حضرت موسیٰ ہوش میں آئے تو کہا موسیٰ علیہ السلام نے تیری پاک ذات ہے اور میں نے توبہ کی تیرے پاس میں سب سے پہلے یقین لایا۔ بعض تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی تھی اور بے فرشتے خداوند قدوس سے کوہِ طور پر کلام کیا اور پھر انکو شوق ہوا کہ خدا کا دیدار بھی دیکھیں، تب اللہ تعالیٰ نے ذراسی تجلی پہاڑ کی طرف کی تو وہ ریزہ ریزہ

ہوگیا اور اسکی برداشت نہ ہوئی۔ پھر خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کو فرمایا۔ قَالَ یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ (ترجمہ) کہا اے موسیٰ برگزیدہ کیا میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنے پیغام بھیجنے سے اور اپنے کلام کرنے سے پس پکڑ جو کچھ دیا ہم نے تجھ کو اور تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ سے حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ وہ بہشت سے لوحیں زمرد کی لائیں اور قدرت کے قلم کو حکم ہوا اس کی کتاب توریت لکھے تقریباً چار ہزار فرشتوں نے ان تختیوں کو لیکر حضرت موسیٰؑ کے سامنے لاکر رکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو دیکھا کہ اس میں ایک ہزار سورۃ اور ہر سورۃ میں ہر آیت کی درازی مثل سورۂ بقرہ کے اور ہر آیت میں ہزار وعدہ اور ایک ہزار وعید اور ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی لکھی ہوئی تھیں اور توریت کے شروع میں عبادت کا ذکر اسکے بعد علماء و حکماء کی صفت بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۝ (ترجمہ) اور لکھا ہم نے واسطے اس کے تختیوں پر ہر چیز سے نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی پس پکڑ اسکو ساتھ قوت کے اور حکم کر اپنی قوم کو کہ عمل کریں اس کی بہتر اور اچھی باتوں پر جلد اور دکھاؤں گا میں تجھ کو گھر فاسقوں کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوش ہوکر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی یا الٰہی کیا وہ علماء و حکماء میری اُمت میں سے ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ یہ سب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے اور وہ تمہاری اُمت سے بہتر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی۔ یَارَبِّ الْوَقْتُ وَقْتِیْ وَالْعَطَاءُ لِغَیْرِیْ۔ اے رب ہمارے ہمارے وقت میں عطا کرنا غیر کو کیا مرضی، حکم آیا اے موسیٰ تو میرا کلیم ہے اور وہ میرا حبیب ہے کلیم کو حبیب سے کیا نسبت پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی ان کو میری اُمت میں داخل کر۔ فرمایا اے موسیٰ پیغمبری تمہاری بھی اسوقت معتبر ہوگی جب تم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات کو سُنکر خاتم النبیین پر ایمان لائے اور اسی وقت وہ کوہِ طور سے اُتر آئے اور فرشتے الواحِ توریت لیکر ان ستر آدمیوں کے بیچ میں آئے جو کہ نورِ تجلّی سے جل کر مر چکے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے تنگ دل ہوکر ان کے واسطے درگاہِ باری میں مناجات کی۔ یارب میری قوم بہت کمزور و ضعیف ہے وہ میرے ساتھ خصومت کرے گی۔ اور بولے گی کہ ہمارے سردار اور بزرگوں کو تم نے لیجا کر ہلاک کیا۔ میں اس کا کیا جواب دونگا اغلب ہے کہ وہ میرے دین سے پھر جاویں۔ تب موسیٰؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کیا اور وہ اُٹھ کر موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی طرف نظر نہیں کر سکتے تھے۔ چشم خیرہ ہوجاتی تب اپنے چہرے پر نقاب پیرہن کا رکھا وہ نقاب بھی نور سے جل گیا۔ پھر لوگ ان کے چہرے کی طرف نظر نہیں کر سکتے تھے پھر اُنہوں نے لکڑی کا نقاب بنا کر اپنے چہرے پر ڈالا لیکن وہ بھی نور سے جل گیا۔ پھر اُنہوں نے لوہے کا نقاب بنا کر ڈالا تو وہ بھی جل گیا۔ اسکے بعد جناب باری تعالیٰ میں عرض کی الٰہی میں کس چیز کا نقاب بناؤں۔ ندا آئی اے موسیٰ فقیروں کے خرقے سے نقاب اپنا بنا۔ تب حضرت موسیٰؑ نے

اس سے نقاب بنا کر اپنے مُنہ پر ڈالی تب لوگ آکر حضرت موسیٰؑ سے بات چیت کرنے لگے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام وہ سّتر آدمی اور کتاب توریت لیکر چالیسؔ دن کے بعد مصر میں تشریف لے آئے اور پھر وہیں سکونت اختیار کرلی اور خدا کے پیغام برابر لوگوں کو پہنچاتے رہے۔

بیان گئوسالہ پرستی قوم بنی اسرائیل اور سامری

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک زرگر تھا اور اُسکا نام سامری تھا۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سامری حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھانجا تھا۔ جب بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے قبضہ سے نکال کر مصر سے چلے اسوقت یہ سامری بالکل بچّہ تھا۔ جب دریا کے کنارے سب اکٹھے ہوئے تو لوگوں نے اس سامری کو بہت ڈھونڈھا لیکن اسکو اس گنتی میں نہ پایا۔ مصر سے آتے وقت راستے میں اکیلے بیٹھے روتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے اسکو اپنے بازوؤں پر بہت روز تک رکھا یہانتک کہ جب ماں باپ اس کے گھر میں آئے تب حضرت جبرائیل علیہ السلام اسکو لیجا کر اسکے ماں باپ کے گھر کے دروازے پر بٹھا کر چُپکے سے چلے گئے کیونکہ سامری کو حضرت جبرائیلؑ سے بہت محبّت تھی۔ ان کے چلے جانے اور جُدا ہونے کی وجہ سے وہ بلند آواز سے رونے لگے۔ ان کے باپ ان کے رونے کی آواز سُنکر اپنے گھر سے باہر نکل آئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ اپنا ہی بیٹا رو رہا ہے تب گود میں اُٹھا کر اسے اپنے گھر میں لے گئے اندر گھر میں اسکی ماں بھی دیکھکر بہت خوش ہوئیں۔ اسکے بعد چند روز تک سامری نے زرگری سیکھی۔ جب موسیٰ علیہ السّلام اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا کر بنی اسرائیل میں چھوڑ گئے تھے اور سّتر آدمیوں کو لیکر کوہ طور پر گئے تھے اس کے بعد سامری نے فرصت پا کر سب قوم کو جمع کر کے کہا کہ آج بیسؔ دن ہوئے سّتر آدمی بزرگ کو لیکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کوہِ طور پر گئے اس کے خدا نے مجھ کو خبر دی ہے کہ وہ سب کوہِ طور پر مر گئے۔ اگر تم لوگ اسکی صداقت چاہتے ہو تو اسکے خدا کو میں تمہیں دکھاؤں تاکہ تم اس سے پوچھ لو تب حال معلوم ہو جائیگا۔ اُنہوں نے کہا اچھا اس میں کیا مضائقہ ہے۔ تب سامری مردود نے مٹی سے ایک قالب صورت گئوسالہ بنا کر بطور سانچے کے اسکو آگ میں رکھ دیا اور پھر اس مردود نے سونا وچاندی کو بہت سا لا کر اس آگ میں سانچے پر ڈال دیا وہ دونوں گھل کر پانی ہو کر اس قالب کے اندر بیٹھ گیا۔ اور پھر وہ بچھڑے کی صورت بن گیا۔ سامری نے اس قالب کو آگ سے نکال کر ایک بچھڑا سونے کا خوبصورت اسکے اندر سے نکال کر پاک وصاف کر کے رکھ دیا۔ اور اس کا نام بھی گئوسالہ سامری رکھا اور پھر اسی کو قوم سامری پوجتی تھی۔ اور بعض محققوں نے یوں لکھا ہے کہ فرعون کے دریا میں غرق ہونے کے وقت سامری اسوقت طفل نہ تھا بلکہ جوان تھا۔ اسوقت ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر فرعون کے

لشکر میں آیا جب اس کا گھوڑا قدم اُٹھاتا تھا تو اس کے زیر سُم مرتبے اور ہریالی سے تازہ گھانس پیدا ہوتی تھی۔ سامری نے معلوم کیا کہ شاید یہ جبرائیل ہونگے جو حضرت موسیٰؑ کی مدد کو آئے ہیں۔ اُسوقت ایک مُشت خاک انکے گھوڑے کے سُم کے نیچے سے اُٹھا کر رکھ لی تھی۔ جب گئو سالہ بنایا تو قوم بنی اسرائیل کو کہا کہ آؤ تم اس خدا کو سجدہ کرو مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْہَا۔ اور جو گمراہ ہوئے وہ اسی وقت سامری کے کہنے سے چلے آئے۔ جب سامری نے اس مُشت خاک کو بچھڑے کے مُنہ میں ڈال دیا تو خدا کے حکم اور اسکی قدرت سے اس بچھڑے کے مُنہ سے بیدھڑک گائے کی آواز نکلی۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ؕ (ترجمہ) پس بنا لیا نکالا ان کے واسطے ایک دھڑ جس میں بچلانا وغیرہ گائے کا تھا۔ پس کہا اُنہوں نے ان سے یہ خدا ہے تمہارا اور خدا موسیٰ علیہ السلام کا سو وہ بھول گیا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ بھول گئے دور جگہ میں چلے گئے۔ لیکن بنی اسرائیل اس کی آواز سُنکر یقین لائے اور سجدہ بھی کیا۔ اور پھر وہ اسی کو پوجنے لگے۔ اور بعضے آدمی بارہ قوم میں سے تھے جو ایمان میں کامل تھے ان لوگوں سے جدا ہو کر کوہ قاف کی طرف نکل گئے اور وہاں مسجد بنا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے اور پھر ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز کیئے گئے۔ معارج النبوہ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ شعلۂ نور زمین سے لیکر ساق عرش تک چمکتا ہے۔ آپ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے وہ بولے کہ قوم بنی اسرائیل جو گئو سالہ پوجتے تھے اور ان میں سے ایک جماعت نکل کر کوہ قاف میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی تھی یہ نور انہیں کا ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو ان کے پاس لے چلو۔ یہ سُنکر حضرت جبرائیلؑ ان کے پاس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو لیگئے اور پھر کہا هٰذَا نَبِيُّكُمُ الْاُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ الْهَاشِمِيُّ الْمَكِّيُّ الْمَدَنِيُّ۔ یہ سُنتے ہی وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو تعلیم قرآن کی اور سورتیں وغیرہ سب پڑھا دیں اور پھر اسکے بعد ہدایت کی کہ دینِ محمدی پر قائم رہیں۔ القصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ ستر آدمی اور توریت لیکر جب کوہِ طور سے آئے اور اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ ایک گئو سالہ بنا کر پوجتے ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت موسیٰ علیہ السلام ساری قوم پر بہت خفا ہوئے اور پھر کہا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ الخ (ترجمہ) کہا موسیٰ علیہ السلام نے کیا بُری بات کی تم نے میرے پیچھے کیوں جلدی کی اپنے رب کے حکم سے اور ڈال دیں موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں اور پھر پکڑا سر اپنے بھائی ہارون کا اور اپنی طرف کھینچنے لگے۔ وہ کہنے لگے کہ میرے بھائی میں تو بے گناہ ہوں قوم کو میں نے ہر چند منع کیا لیکن ان لوگوں نے نہ مانا اور مجھ کو ناتوان سمجھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے مار ڈالیں۔ پس اے میرے بھائی مت ہنسا دشمنوں کو مجھ پر اور مجھ کو ان گنہگار لوگوں میں مت ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون دونوں سگے بھائی تھے۔ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کے سر کے بال چھوڑ دیئے اور کہا گئو سالہ

کس نے بنایا وہ بولے کہ سامری نے بنایا ہے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے سامری کو بلاکر زجر و تہدید کیا اور پھر کہا کس طرح بنایا تونے اس کو اور تو کیوں خدا کو بھول گیا اور اس چیز کے بنانے سے قوم میں فتنہ ڈالا۔ اور یہ گئوسالہ بناکر قوم کو گمراہ کر دیا۔ یہ سُنکر سامری بولا کہ میرے دل نے یہی مجھ سے کہا۔ قولہٗ تعالیٰ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ الخ (ترجمہ) کہا سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دیکھا میں نے اس چیز کو کہ نہ دیکھا لوگوں نے اس کو پس بھر لی میں نے ایک مٹھی خاک پاؤں کے نیچے اس بھیجے ہوئے گھوڑے کے سُم کے نیچے سے اور وہی خاک ڈالدی میں نے گئوسالہ کے مُنہ میں تب سے یہ بات نکلی اور یہی مصلحت دی مجھ کو میرے دل نے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف مُنہ کرکے کہا۔ الٰہی اگرچہ سامری نے گئوسالہ بنایا اسکو بولنے کے واسطے زبان کس نے دی۔ ندا آئی اے موسیٰ اسکو بولنے کی قوت گویائی میں نے دی۔ پھر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی یہ سب تیرا آزمانا ہے قولہٗ تعالیٰ۔ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ الخ (ترجمہ) کہا موسیٰ علیہ السّلام نے الٰہی یہ سب تیرا آزمانا ہے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسکو تو چاہتا ہے تو ہے ہمارا دوست پس بخش ہمکو اور رحم کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ جناب باری تعالےٰ سے وحی آئی اے موسیٰ تم نے اپنی قوم اپنے بھائی ہارون کو سپرد کی تھی کہ وہ آپ کی عدم موجودگی میں نگہبان رہے گا۔ کیوں تم نے مجھ کو نہ سونپا کہ ہم ان کو راہ پر رکھتے۔ جب حضرت سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت پہونچی تو آپنے اپنی اُمت کو خدا پر سونپا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے دن اولاد آدم ایک سو بیس۱۲۰ صفوں میں مشرق سے مغرب تک کھڑی کی جاوے گی ان صفوں میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اَسّی صفیں ہونگی اسوقت خدا تعالیٰ فرماوے گا اے محمدؐ! تمہاری اُمت میں جتنے چھوٹے بڑے ہیں دیکھ لو موجود ہیں اور پھر اسوقت تم جو کچھ مجھ سے مانگوگے سو پاؤگے یہ سُنتے ہی سیّدالانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ اے میرے پروردگار اس وقت میری اُمت عرصات میں کہاں رہے گی اور میں کہاں لے جاؤنگا تو ان کا گناہ بخش اور عفو فرما اور انکو بہشت دے اور انکے درجات بلند فرما اور پھر اپنے دیدار سے شاد فرما تاکہ تیرا فضل و کرم ظاہر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا الٰہی میں نے توبہ کی اور تو میری توبہ قبول کر۔ پھر حکم ہوا کہ اے موسیٰ تمہاری توبہ قبول ہوئی مگر تم اپنی امت گئوسالہ پرست کو ایک دوسرے سے قتل کرواؤ یا پھر اپنے وطن سے خالی ہاتھ ان کو نکال دو۔ ان دونوں میں جسکو اختیار کروگے تب انکی توبہ اور تمہاری توبہ میری درگاہ میں قبول ہوگی۔ موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل کو جو بُت پرست تھے بُلوا کر اللہ کی طرف سے یہ بات کہی کہ سزاے اعمال بُت پرستی میں ان دونوں میں سے جسکو اختیار کروگے نجات پاؤگے۔ اُنہوں نے کہا اے موسیٰ ہم کو غربت وطن کی برداشت نہیں آپس میں لڑکر مرجانا بہتر ہے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کی طرف سے خطاب آیا کہ اے موسیٰ ان کو کہہ دو کہ وہ اپنے بدن سے کپڑے اُتار کر اپنے گھر کے دروازے پر تلوار سے ایک دوسرے کو قتل کریں تب انکی توبہ قبول ہوگی۔ اگر کوئی اس معاملے میں اُف

بھی کریگا تو پھر توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس بجز جان دینے کے اور کچھ چارہ نہ دیکھا تب صبح کے وقت ستر ہزار مرد گئوسالہ پرست برہنہ ننگی تلوار کھینچ باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو اپنے آپ مار قتل ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سر کو برہنہ کیا اور پھر خدا کے دربار میں خوب گریہ وزاری کی اور برابر سرگوشی کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۞ (ترجمہ) موسیٰؑ نے کہا اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے بھائی کو اور ہم کو داخل کر اپنی رحمت میں اور تو ہے سب سے زیادہ رحم والا۔ ندا آئی اے موسیٰ دعا تمہاری اور توبہ انکی قبول ہوئی پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ تختیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ قولہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ الخ (ترجمہ) اور جب فرو ہوا غصہ موسیٰ کا تو اُنہوں نے وہ تختیاں اُٹھالیں اور جو ان میں لکھا ہوا تھا راہ کی سوجھ ہے اور مہربانی انکے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو ہاتھ میں لیکر بنی اسرائیل کو کہا کہ اے لوگو! تمہارے واسطے ہم نے کتاب توریت لادی کہ احکام الٰہی اپنے گھروں میں لکھو اور پھر اسکو ہر وقت پڑھتے رہو۔ اور پھر جو کچھ اس میں اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے اسکو بجالاؤ۔ وہ کہنے لگے اے موسیٰ اگر ہم پڑھیں گے تو کچھ عمل نہ کرینگے اور اگر عمل کریں گے تو کچھ نہ پڑھیں گے۔ ان دو میں سے ایک عمل اختیار کریں گے۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ عمل بھی کرو اور اسکو ہر وقت پڑھو بھی۔ وہ بولے اے موسیٰ یہ ہم سے نہ ہو سکے گا۔ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پہاڑ مثل ابر کے ان کے سر پر لا رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم تمہارے سر پر خدا تعالیٰ نے ایک عذاب کا پہاڑ نمودار کیا ذرا اوپر نگاہ اُٹھا کر تو دیکھو۔ جب ان لوگوں نے اپنی نگاہوں کو اوپر اُٹھا کر دیکھا تو وہ اس عذاب کو دیکھکر ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ الخ (ترجمہ) اور جب اُٹھایا ہم نے پہاڑ اوپر ان لوگوں کے کہ گویا وہ ایک سائبان ہے اور جانا اُنہوں نے یہ کہ وہ گر پڑے گا ان پر کہا ہم نے جو کچھ دیا تم کو ساتھ قوت کے اور یاد کرو جو کچھ بیچ اس کتاب کے ہے تاکہ تم بچو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم خدا پر ایمان لاؤ اور کتاب توریت کو پڑھو اور اس پر عمل بھی کرو اور گئوسالہ پرستی کو چھوڑ دو۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بعض لوگوں نے کہا۔ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔ یعنی ہم نے سُنا اور پھر اسکو نہ مانا جب منکروں نے یہ کہا تو پہاڑ ان کے سر کے قریب آیا تو وہ اس کو دیکھکر سب کے سب بیٹھ گئے۔ پھر پہاڑ جو درحقیقت عذاب تھا وہ بھی نیچے اُترا اور جب وہ کھڑے ہوتے تو پہاڑ بھی ان کے سر پر کھڑا رہتا یہ دیکھکر مارے ڈر کے سب کے سب سجدے میں گر گئے اور پھر اپنا آدھا سر مُنہ مٹی میں لگاتے اور نگاہ کو بار بار اُٹھا کر اس پہاڑ کو دیکھتے تھے کہ کہیں یہ پہاڑ ہمارے سروں پر نہ گر پڑے جسمیں دب کر ہم سب مر جائیں۔ پس بعض ایمان لائے اور بعضے کہنے لگے کہ ہم ایمان تو لائے مگر سچے دل سے نہیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے سر پر سے پہاڑ اُٹھالیا اور جو لوگ کہ منکر تھے

وہ اپنے گئوسالہ پرستی میں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قسم دیکر فرمایا کہ میں اس گئوسالہ کو پارہ پارہ کرکے جلاؤنگا اور پھر اسکو دریا میں بہادونگا۔ غرضکہ اس کا نام ونشان نہ رکھوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَانْظُرْ اِلٰی اِلٰھِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا الخ (ترجمہ) کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے دیکھ طرف اپنے معبود کے جو ہو گیا تھا تو اوپر اس کے معتکف ابھی جلادوں گا اسکو اور پھر اسکو اُڑادونگا دریا میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا اسوقت حضرت جبرائیلؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ فلانی گھانس سے اس بچھڑے کو جلا ڈالو۔ تب یہ اچھی طرح سے جل جاویگا۔ اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پتھر سے چور چور کرکے ذرہ ذرہ کرکے دریا میں ڈال دو۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو پتھر سے چورہ کرکے دریا میں ڈال دیا یہانتک کہ ان گئوسالہ پرستوں نے دریا میں جاکر اس کا پانی پی لیا مارے کفر کے۔ چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ (ترجمہ) اور پلایا گیا دلوں میں ان کے بچھڑے کی محبت بسبب کفران کے۔ روایت ہے کہ جو کوئی اس کا شستہ پانی دریا میں جاکر پی آیا تو اس کا تمام بدن سیاہ ہو گیا اور کفر کی حالت ہی میں مر گیا۔ لہٰذا میں اس واقعہ کو جو سامری اور گئوسالہ پرستی کا تھا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

بیان قارون کے ہلاک ہونے کا

روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ان تختیوں سے کتاب توریت کو نقل کرکے پڑھو اور پھر اسی پر عمل کرو۔ تب انہوں نے کتابیں اس کی نقل کیں۔ پھر حکم ہوا کہ اے موسیٰ ان لوگوں سے کہو کہ اس کتاب کو بہت زیب وزینت سے رکھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس سے گزارش کی کہ یارب ہم زر نہیں رکھتے کس طرح توریت کو زینت سے رکھیں گے پس حضرت جبرائیل نے آکر کہا جو گھانس میں نے تم کو بتلادی تھی کہ بچھڑے کو اس میں رکھکر جلا ڈالو۔ سو وہ گھانس اور یہ ایک قسم اور اس میں ملالو تو جس پر یہ رکھو گے ہماری قدرت سے اگر تانبے پر رکھو گے تو سونا ہوگا اور اگر پیتل پر رکھو گے تو چاندی ہوگی۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے ایک رقعہ یوشع کو لکھا اور ایک قارون کو لکھا کہ فلانی گھانس مجھے لادو اور ایک رقعہ کالوت کو بھی لکھا کہ فلانی گھانس مجھ کو درکار ہے بھیجدو۔ تب تینوں نے گھانس منگوائی۔ قارون نے یوشع سے کہا کہ میں دیکھوں کہ تمہارے رقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا لکھا ہے۔ قارون چونکہ چالاک تھا اس نے ان کا رقعہ پڑھ کر پھر کالوت کے رقعہ کا مضمون بھی دریافت کیا اور ان تینوں گھانسوں سے اس نے کیمیا گری سیکھ لی۔ اور وہ تینوں گھانسیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لیجا کر دیں۔ قارون چونکہ حافظ توریت تھا وہ سب دریافت کرکے چپکے سے جاکر گھر میں کیمیا بناتا رہا اس سے اس نے بہت دولت جمع کرلی۔ بجز خدا کے کوئی بھی اس کے حال سے خبردار نہ تھا۔ خبر ہی کہ عمل قارون کا توریت

پر تھا۔ جب دولت جمع ہوئی تو مال کی محبت اور بخل کیوجہ سے زکوٰۃ مال اور صدقہ نہیں دیتا تھا اور پھر خدا کا حکم بھی نہیں مانتا تھا اسی وجہ سے کافر مردود ہوا۔ روایت ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جدّی چچیرا بھائی تھا وہ بیٹا صافن کا تھا اور صافن بیٹا فاحش کا اور فاحش بیٹا ایک حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا جب دولت دنیا اس نے بہت جمع کرلی تو وہ اپنے تکبر و غرور میں پرورش پاتا رہا اور موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کرنی شروع کردی اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَیْھِمْ الخ ترجمہ قارون جو تھا حضرت موسیٰ کی قوم سے پھر وہ شرارت کرنے لگا ان پر پھر ہم نے اسکو دولت کے خزانے دیئے اور اتنے دیئے کہ کنجیوں سے اسکے کئی مزدور تھک گئے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ساٹھ مزدور زور آور مقرر تھے اس کی کنجیاں اُٹھانے اور رکھنے پر، اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اسکی کنجیوں کا بوجھ ستر اونٹ تھا مترجم نے بھی توریت میں یہی دیکھا ہے اور ہر ایک کنجی کا وزن نیم درم سنگ تھا۔ یہ دیکھکر پھر اس سے قوم نے کہا۔ قولہ تعالےٰ اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ الخ (ترجمہ) جب قارون کو اس کی قوم نے کہا مت خوش ہو تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا ہے بہت خوش ہونیوالوں کو اور جو کچھ اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے تو اپنا پچھلا گھر بنا اور ایسا بھی نہ کر کہ اپنا حصہ جو تو دنیا میں لینا چاہتا ہے اس کو چھوڑ دے یعنی اپنے حصہ کے مطابق دنیا میں کھا اور پہن اور اپنے زیادہ مال سے آخرت کما اور وہ کام کر کہ جس سے خلق خدا کو فائدہ پہونچے اور ان پر تیرا احسان ہو، جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالےٰ نے تجھ پر اور اللہ کی زمین میں فساد مت پھیلا اور تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا ہے فساد کرنے والوں کو اور صدقات اور زیادہ زکوٰۃ اور خیرات دیا کرو محتاجوں کو تاکہ اس سے آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ۔ یعنی بھلائی کر جیسی اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی تجھ سے قارون بولا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (ترجمہ) قارون بولا اے موسیٰ یہ مجھ کو ملی ہے دولت ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے اور تیرا خدا میرے مال پر کیا حق رکھتا ہے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَھْلَکَ الخ (ترجمہ) اور کہانہ جا اس طرف کیا اس نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے سنگین اور قوت والی جماعت کو ہلاک کرچکا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ گنہگاروں سے ان کے گناہ پوچھے نہ جائیں گے اور بے پوچھے وہ تمام سب کے سب جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نہ مانا اور باغی ہوگیا پھر اس نے ایک ایسا عالیشان مکان بنوایا کہ اونچائی اس کی اسّی گز تھی اور اس پر کنگرے بڑے بڑے بنائے تھے اور طلا کاری سے مزیّن کیا تھا اور تخت مرصّع تھا یہ جو کچھ لکھا گیا سب جامع التواریخ سے لکھا ہے۔ اس کے بعد قارون نے بنی اسرائیل کی دعوت کی اور وہ دو گروہ ہوگئے۔ ایک گروہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری میں رہا اور دوسرا گروہ قارون کے ساتھ فسق و فجور شیطانی میں رہا۔ ایک دن قارون اپنی عورت کو خوشی سے بیاں فاخرہ

پہنا کر اور ہزار غلام و لونڈی کو بھی مرصع جواہرات سے آراستہ کر کے ہمراہ لیکر پھرنے لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ (ترجمہ) پس نکلا قارون اپنی قوم کے سامنے ساتھ آرائش کے اور بہت بڑی تیاری کے اپنا تاج بھی مرصع جواہرات سے کر کے اپنے سر پر رکھکر نکلا تاکہ اسکو آفتاب کی گرمی نہ پہونچے اور اس کے غلام سب کے سب دائیں بائیں چلتے تھے اور کچھ غلام اس کے آگے اور کچھ پیچھے بھی چلتے تھے۔ یہ دیکھکر جو لوگ مال اور زندگانی دُنیا کے طالب تھے وہ اسکو دیکھکر کہنے لگے اور ان کے دل میں حرص پیدا ہو گئی۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا الخ (ترجمہ) کہنے لگے جو طالب تھے دُنیا کی زندگی کے اے افسوس کس طرح ہمکو ملے جیسی کہ ملی ہے دولت قارون کو۔ بیشک اسکی بڑی قسمت ہے اور وہ بولا جسکو ملی تھی سمجھ بوجھ اے خرابی۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے انکو جو یقین لائے اور کیا بھلا کام اور نہیں سکھائی جاتی یہ بات مگر صبر کرنے والوں کو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ قارون کو کہہ دو کہ وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے اور اس حساب سے ادا کرے کہ ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار فقرا اور مساکین کو دیوے اگر نہ دیوے گا تو وہ مغضوب ہوگا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا تو قارون نے اپنے مال کو حساب لگا کر دیکھا تو بہت روپیہ اس کے مال میں زکوٰۃ نکلتی تھی۔ یہ معلوم کر کے اسکے دل نے نہ چاہا کہ ہم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں۔ پھر قارون بولا اے موسیٰ میں زکوٰۃ دوں یا نہ دوں تمکو اس سے کیا واسطہ حضرت موسیٰ نے کہا اے قارون کیمیا گری سے سونے چاندی کے ظروف بنانے میں جتنے ریزے گرتے ہیں اتنا فقیر محتاجوں کو دے ڈال تب بھی تیری زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ یہ سُنکر قارون بولا اگر میں زکوٰۃ مال کی دوں تو تیرا خدا مجھ کو کیا دیگا۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اس نیکی کے سبب تجھ کو جنت ملے گی۔ پھر وہ مردود بولا کہ بہشت سے مجھ کو کیا کام ہے۔ آخر ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک افترا کیا تہمت لگائی تاکہ ان کو لوگوں میں شرمندہ کرے اور پھر یہ موسیٰ مجھ سے زکوٰۃ کی بات نہ بولے۔ ایک دن ایک عورت فاجرہ خوبصورت جو قوم بنی اسرائیل میں سے تھی قارون کے پاس گئی اور قارون نے اس سے کہا کہ میں تجھ کو ایک ہزار اشرفی اور مختلف قسم کے زیورات اور اچھی اچھی پوشاک بیش قیمت دونگا تو میرے واسطے ایک کام کر۔ جب بنی اسرائیل کی جماعت جمع ہوگی تو تو سب کے سامنے مجمع میں جا کر پکار پکار کر یہ کہنا کہ موسیٰ ہمارا یار ہے اور وہ ہم سے زنا کرتا ہے۔ پس اس فاجرہ عورت نے روپئے کے لالچ سے کہا بہت اچھا میں ایسا ہی کہوں گی۔ پس قارون نے اس سے جو کچھ کہا تھا روپئے وغیرہ دیکر اسکو رخصت کر دیا۔ اتفاق سے ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے منبر پر بیٹھے وعظ وغیرہ کہہ رہے تھے اور ان کے گرد قوم بنی اسرائیل بیٹھی ہوئی تھی۔ قارون نے موقعہ پا کر اس فاجرہ عورت کو وہاں بھیجدیا اور خود بھی وہاں پہونچ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو حلال و حرام کی باتیں بتا رہے تھے۔ اور یہ بھی بتا رہے تھے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کیواسطے نہ دیگا تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنے عذاب میں گرفتار کریگا اور اللہ تعالیٰ اس سے اس مال کا مواخذہ لیگا اور جو زنا کریگا اسکو سنگسار کر دینا ہوگا یعنی دنیا

میں ایسا ہوگا اور آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس قسم کی نصیحتانہ باتیں لوگوں کو سناتے تھے۔ پس قارون مردود نے اس مجلس میں جا کر کہا کہ اے موسیٰ اگر تم نے زنا کیا ہوگا تو تمہاری کیا سزا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا قتل بھی واجب ہے۔ قارون بولا البتہ تم نے زنا کیا گواہ موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جھوٹ ثابت کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑی، چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ (ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مت ہو جاؤ مانند ان لوگوں کے کہ جنہوں نے ایذا دی موسیٰ علیہ السلام کو پس پاک کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز سے جو وہ کہتے تھے اور وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا آبرو والا تھا۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور بات ہمیشہ سیدھی کہا کرو۔ پس قارون نے اس فاجرہ عورت کو بلا کر حاضرین مجلس کے روبرو کہا کہ کہو موسیٰ نے تم سے کیا بدفعلی کی تھی۔ وہ چاہتی تھی۔ بولے کہ موسیٰ میرا یار ہے تو قوم قارون خوش ہوئی اتنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے دل اس کا جھوٹ بات سے بھر گیا۔ پس لوگوں سے کہا اے نیک مرد موسیٰ تو پاک ہے اور جو کچھ قارون کہتا ہے جھوٹ و بہتان ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں جھوٹ بات کہنے سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات کو سنکر بڑے متعجب ہوئے اور غش کھا کر اپنے منبر سے گر پڑے فوراً حضرت جبرائیلؑ نے آکر اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اور پھر انکو ہر طرح سے تسلّی دینے لگے۔ اور پھر کہا اے موسیٰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین کو تمہارے حکم کے تابع کیا اور اب تم جو چاہو قارون کو سزا دو۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا اے قارون تم جھوٹ مت بولو۔ اور افترا مت کرو اور نہ تہمت لگاؤ اور خداوند قدوس سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ اس مردود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ میں ہرگز تمہاری بات نہ مانوں گا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنا عصا زمین پر مارا اور پھر کہا کہ اے زمین تو اس مردود سرکش کو اپنے اندر دبا لے یہ حکم سنتے ہی زمین نے اس کے تخت سمیت اسکو اور جو اسکے فرمانبردار تھے سب کو ٹخنوں تک دبا لیا۔ اسکے بعد وہ لوگ سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے۔ اے موسیٰ مجھ کو اس سے خلاصی دے میں کبھی ایسا نہ کہونگا اور نہ میرے ساتھی اس قسم کی کوئی بات آپ سے کہیں گے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے زمین کو غصّہ سے کہا کہ اے زمین ان کو تو زانوں تک دبا لے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس مردود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ستّر مرتبہ معافی مانگی اور اپنے اعمال سے توبہ کی۔ اور حضرت موسیٰؑ زمین کو غصّہ سے کہتے کہ اے زمین دبا لے یہانتک کہ زمین نے انکو کاندھوں تک دبا لیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون نے ان کو عذاب الٰہی میں مبتلا دیکھا تو وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے اے میرے بھائی موسیٰ! قارون تو ہماری برادری میں سے ہے اور اور ان کی جو تقصیر ہو اسکو درگذر کیجئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصّہ سے کہا یا اَرض خُذِیۡہِ۔ پھر زمین نے

گلے تک دبالیا۔ قارون نے کہا اے موسیٰؑ تو ہماری دولت پر طمع رکھتا ہے فقرائے بنی اسرائیل کے دینے کو جب اس نے یہ کہا تو جتنا مال و متاع اور گنج و خزانہ اس کا تھا خدا کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے اس کے سامنے لار کھا۔ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے قارون لے اپنے مال کو اور زمین کو کہا اے زمین دبالے، زمین نے اسکو معہ مال و متاع و درہم و مکانات سب کو دبالیا کچھ اثر اس کا باقی نہ رہا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہٗ تعالیٰ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ (ترجمہ) پس دھنسا دیا ہم نے قارون کو اور اسکے گھر کو زمین میں پس نہ ہوئی واسطے اس کے کوئی جماعت مددگار۔ اور پھر قارون کوئی مدد نہ لاسکا۔ قارون مردود کا یہ حال دیکھکر باقی لوگ خدا کا شکر بجالائے اور پھر کہنے لگے قولہٗ تعالیٰ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ الخ (ترجمہ) اور فجر کو لگے کہنے جو شام کو آرزو کرتی تھی اس کے سارے مرتبے کی ارے خرابی ہو تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے رزق جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں اور بند کر لیتا ہے رزق جسے چاہتا ہے۔ پھر جو لوگ نیک کام کرتے تھے وہ بولے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ ارے خرابی یہ تو کچھ بھی بھلا نہیں پاتے کافر و منکر لوگ، یعنی اگر فضل خدا ہم پر نہ ہوتا تو مثل قارون کے ہمارا ابھی یہی حال ہوتا، تعجب ہے کہ کافر لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے اور نہ وہ کچھ سنتے ہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ جو کوئی جیسا کرتا ہے ویسا ہی اسکو بدلہ ملتا ہے، اگر اس دنیا میں نیک کام کروگے تو تم کو اچھا بدلہ اس دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی اجر ملے گا، لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ نیک کام کرے تاکہ بدلہ اس کو دو جہان میں اچھا ملے۔

بیان ہے عامیل مقتول بن سلیمان کا

روایت کی گئی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نام اس کا عامیل تھا ملک اور دولت اور حشمت اسکی بہت تھی لیکن اسکے گھر میں کوئی فرزند نہ تھا ایک بھتیجہ تھا وہ بھی بہت ہی غریب مگر تھا وہ بہت ہی طاقتور اور اپنے چچا کے مال پر طمع رکھتا تھا اور وہ اپنے دل میں یہ سوچتا رہتا تھا کہ کوئی وقت ایسا مجھے مل جائے کہ میں اپنے چچا کو مار ڈالوں اور اس ملک اور میراث پر اپنا پورا قبضہ کرلوں۔ غرض دنیا کی طمع و لالچ نے اسکو مجبور کردیا۔ ایک شب چپکے سے اپنے چچا کو مار کر شہر سے باہر لیجا کر دور کسی گاؤں کی سرحد میں رکھ آیا اور پھر اس کی ملک اور میراث سلطنت کا مالک ہوا۔ اور مکر و فریب کرکے اپنے چچا کے قاتل کا پتہ تلاش کرنے لگا۔ بالآخر اسی گاؤں والوں پر تہمت لگائی کہ انہوں نے میرے چچا کو مار ڈالا ہے، لہذا تمام گاؤں والوں کو میرے پاس حاضر کرو تاکہ میں ان سے اپنے چچا کے متعلق معلومات کروں۔ ادھر گاؤں کے لوگ ایک دوسرے پر تہمت لگانے لگے کہ اس نے ان کے چچا کو مارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو یوں فرمایا۔ قولہٗ تعالےٰ۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ

(ترجمہ) اور جب تم نے مار ڈالا ایک شخص کو اور پھر لگے ایک دوسرے پر بہتان کرنے اور اللہ تعالیٰ کو ظاہر کرنا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر کہنے لگے یا رسول اللہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اس مقتول کے قاتل سے اللہ تعالیٰ خبر دے کہ اس کو کس نے مارا ہے۔ یہ بات سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خداوند قدوس سے دعا کی حضرت جبرائیلؑ نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غماز کو ہم دشمن جانتے ہیں غمازی کیونکر کریں۔ ان کو کہہ دو کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور پھر اس کی زبان لیکر اس مقتول پر ماریں تب وہ زندہ ہو جائیگا اور وہ خود بولے گا کہ مجھے فلاں آدمی نے مارا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا گائے ذبح کرنے کو کیونکہ وہ قوم گائے ہی پوجتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے معبود کو ذبح اپنے ہی ہاتھ سے کریں تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ ہم جس کو اپنا معبود سمجھتے ہیں وہ تو ہماری جتنی بھی طاقت وعقل کا مالک نہیں ہے۔ غرض حضرت موسیٰؑ نے خدا کے فرمانے سے اس قوم کو اس چیز کی خبر دی قولہ تعالےٰ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً (ترجمہ) اور جب کہا حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم کو کہ ذبح کرو ایک گائے تو البتہ تم قاتل کو معلوم کرلوگے، اُنہوں نے کہا۔ قولہٗ تعالےٰ۔ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا (ترجمہ) بولی وہ قوم کیا ہم کو پکڑا مذاق ہیں۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ (ترجمہ) کہا حضرت موسیٰ نے پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے اور نہ ہوجاؤں میں جاہلوں سے، بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو کہ وہ گائے کیسی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قولہٗ تعالےٰ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِکْرٌ (ترجمہ) کہا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچہ بلکہ وہ جوان سال ہو، اب تم وہی کرو جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے پھر انہوں نے کہا قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُھَا (ترجمہ) کہنے لگے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ وہ بیان کردے ہمارے لئے کیسا ہے رنگ اس گائے کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ صَفْرَآءُ (ترجمہ) کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہو خوب زرد رنگ کی جو اچھی معلوم ہوتی ہو دیکھنے والوں کو پھر اُنہوں نے کہا قولہٗ تعالیٰ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا ھِیَ الخ (ترجمہ) بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کردے ہمکو کہ کس قسم کی ہو وہ گائیوں میں شبہ پڑا ہی ہم کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم راہ پاویں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا ذَلُوْلٌ الخ (ترجمہ) کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک گائے ہے نہ وہ محنت کرنیوالی ہو اور نہ ہل جتنے والی ہو کہ پھاڑے زمین کو اور نہ پانی دیتی ہو کھیتوں کو اور اپنے بدن سے پوری تندرست ہو اور داغ اسمیں کچھ نہ ہو۔ تب کہا اُنہوں نے اب لایا ہے تو ہمارے پاس ٹھیک بات، اب ہم ضرور ذبح کریں گے۔ پھر وہ مذکورہ بالا صفت کی گائے تلاش کرنے لگے۔ حضرت جبرائیلؑ نے بصورت اجنبی ان کو آکر فرمایا کہ بنی اسرائیل میں فلاں کے پاس اس صفت

کی گائے کو مَیں دیکھ آیا ہوں اور قیمت اسکی اسکے چمڑے بھر کے روپئے کی ہر جو چاہے سو خریدے۔ در اصل قصہ گائے کا یوں
ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل میں مرد صالح نیک بخت تھا۔ اور اسکے ایک ہی بیٹا تھا اور وہ بہت چھوٹا تھا اور اس کے
ایک گائے تھی جو اس نے اپنے بیٹے کے واسطے جنگل میں خدا پر سونپی تھی کہ الٰہی جب میرا بیٹا بڑا ہو تب اس گائے
کو دیجیو۔ اور وہ گائے جب بڑی ہوئی جنگل میں اسے کوئی پکڑ نہیں سکتا تھا جب وہ لڑکا جوان ہوا نیک بخت صالح
اپنی ماں کی خدمت کرتا اور اپنی ماں کا مطیع و فرمانبردار رہتا اور اس نے اپنا معمول یہ بنا رکھا تھا کہ وہ رات کے تین
حصے کرتا۔ پہلے حصے میں وہ سوتا اور دوسرے میں عبادت کرتا اور آخر حصے میں اپنے باپ کی قبر کی زیارت کرتا تھا یہ اسکا
روزانہ کا دستور العمل تھا۔ جب فجر ہوتی تو جنگل و میدان میں جاکر لکڑیاں چُن لاتا اور پھر اسکو بازار میں بیچتا جب وہ فروخت
ہو جاتیں تو اسکے بھی تین حصے کرتا۔ ایک حصہ تو فقراء و مساکین کو صدقہ کرتا اور ایک حصہ اپنی ماں کو دیتا اور تیسرے حصے
میں آپ خود کچھ کھا لیتا۔ ایک دن اسکی ماں نے اس سے کہا۔ اے بیٹے تیرا باپ فلانے میدان میں تیرے لئے ایک گائے
خدا پر سونپ کر گذر گیا ہے تو جا اور وہاں جاکر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے خدا سے مانگ تب وہ گائے
تیرے ہاتھ آجائے گی۔ اور اس گائے کی شناخت یہ ہے کہ وہ مثل شعاع آفتاب کے نظر آوے گی۔ یہ سُنکر اس نے
اس میدان میں جاکر دیکھا اور کہا یا الٰہی وہ گائے جو میرے باپ نے میرے واسطے اس میدان میں چھوڑی ہے سو مجھ کو دیدے
پس وہ گائے بحکم خدا اسکے سامنے آموجود ہوئی اور وہی گائے پھر بولی اے لڑکے اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تو میری پیٹھ
پر بیٹھ میں تیری فرمانبردار ہوں۔ اس لڑکے نے کہا کہ میری ماں نے مجھ سے نہیں کہا تیری پیٹھ پر بیٹھنے کو مگر یہ کہا ہے کہ تجھ کو
پکڑ کر لیجاؤں۔ پس وہ جوان لڑکا اس گائے کو پکڑ کر اپنے گھر کی طرف لیچلا۔ اسوقت شیطان بصورت رکھوالے کے اسکے
آگے آکر بولا کہ اے جواں مرد میں اس کا پاسبان ہوں اس پر اپنا اسباب لاد کر اپنے گھر کو جانا چاہتا تھا۔ جب راستے میں
مجھے کچھ حاجت پڑی میں اسمیں مشغول ہو گیا اور یہ گائے مجھ سے چھوٹ گئی تھی اور مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں اس کو
پکڑ سکوں۔ آخر یہ بھاگ گئی اور اب میں نے اسے یہاں پایا ہے اب تم ہم کو اس پر سوار کر کے مجھے اپنے گاؤں تک پہنچا دو
اور جو اسکی مزدوری ہوگی وہ مجھ سے لے لینا۔ یہ بات سُن کر اس جوان نے اس سے کہا کہ جا خدا پر بھروسہ کر جب تیرا ایمان
درست ہوگا اللہ تعالیٰ بے توشہ اور بے سواری تجھ کو منزل مقصود پر پہنچا دیگا۔ ابلیس نے کہا اگر تم چاہو تو مجھے بیچ دو۔ اس
لڑکے نے جواب دیا کہ یہ بات میری ماں نے نہیں کہی ہے کہ مَیں گائے کو بیچ دوں یہ کہتے ہی اس نے اپنا ایک قدم بڑھایا
اچانک ایک پرند جانور گائے کے پیٹ کے نیچے سے اُڑ گیا اور گائے بھی اسکے ساتھ بھاگ گئی۔ تب اس نے پکارا
اے گائے برائے خدا میرے پاس آجا۔ گائے نے یہ آواز سُنی اور فوراً حاضر ہو گئی اور پھر اس نے اس لڑکے سے کہا اے
نوجوان جو مجھ کو لے بھاگا تھا وہ مرغ نہ تھا بلکہ وہ شیطان تھا اور وہ مجھ پر سوار ہو کر بھاگا۔ جب تو نے خدا کا نام لیا تو
میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھ کو اس لعین سے چھڑا لیا۔ غرض وہ جوان اس گائے کو لیکر اپنی ماں کے پاس آیا۔

اس کی ماں نے کہا اے بیٹا ہم غریب ہیں اور کچھ روپیہ پیسہ کھانے پینے کو نہیں تو اس گائے کو فروخت کر ڈال۔ وہ بولا اے میری ماں اسکو کتنے میں فروخت کروں۔ اس کی ماں نے جواب دیا کہ تو اسکو تین اشرفی کو فروخت کر ڈال۔ وہ لڑکا اپنی ماں کی بات سُنکر بازار میں گیا۔ ادھر خداوند قدوس نے فرشتہ بھیجا کہ گائے کی قیمت بتادے۔ فرشتے نے پوچھا کہ تم اسکو کتنے میں فروخت کروگے وہ بولا ہم اسکو تین دینار میں فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ فرشتے نے اسکو بتایا کہ اس گائے کو تم چھ دینار میں فروخت کرو۔ وہ لڑکا بولا کہ میری ماں نے تو اسکو چھ دینار میں فروخت کرنے کو نہیں کہا۔ اگر تم اس گائے کے وزن برابر بھی دینار دوگے تو بھی بے حکم ماں کے نہیں بیچوں گا۔ یہ سُنتے ہی پھر جوان نے اپنی ماں سے جاکر کہا کہ گائے کی قیمت تو چھ دینار بازار میں ہوتی ہے۔ تب اسکی ماں نے اسکو اسکی اجازت دیدی۔ جب وہ بازار میں آیا تو پھر اس فرشتے نے بارہ دینار قیمت اسکی کہی، پھر اس نے اپنی ماں سے جاکر کہا کہ بازار میں اس گائے کی قیمت بارہ دینار ہوتی ہے۔ یہ سُنکر اسکی ماں نے اس لڑکے سے کہا کہ شاید وہ شخص فرشتہ ہوگا جو اسکی قیمت لگاتا ہے اور وہ ہم کو فائدہ بتانے آیا ہے۔ پھر وہ جوان جاکر دیکھتا ہے کہ وہ مرد وہیں کھڑا ہے تب اس نے اسکو دیکھکر کہا کہ اب اس گائے کو مت بیچو اور تم اپنی ماں سے جاکر کہو کہ تم اسکو موسٰی بن عمران کے آنے تک اسکو رکھو کیونکہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا ہے اور قاتل اس کا اب تک نامعلوم ہے اسکو وہ خریدے گا اور اسکے چمڑے بھر وزن کرکے روپئے تمکو دیگا۔ جب موسٰی علیہ السلام نے اس سے وہ گائے اسی صفت کی پائی جو اللہ تعالیٰ نے اس کا نشان بتایا تھا، چنانچہ اس گائے کو اس بیرزن سے خرید کر ذبح کیا اور اسکے چمڑے بھر روپئے وزن کرکے اسکو دیئے اور زبان اس گائے کی کاٹ کر عامیل مقتول پر جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے رکھدی، خدا کے حکم سے وہ شخص زندہ ہوگیا۔ اور اس کی رگوں میں اور اس کے گلے سے خون جاری ہوا تب اس نے باآواز بلند اور فصیح زبان سے کہا۔ اے لوگو! گواہ رہو مجھ کو گاؤں والوں نے نہیں مارا میرے بھتیجے نے مجھے دولت کی لالچ سے مارا ہے۔ اتنا بول کر وہ پھر مرگیا۔ پس حضرت موسٰیؑ نے اس عامیل مقتول کے بھتیجے قاتل کو مار ڈالا اس کا قصاص لیکر تمام مال و اسباب اس کا محتاجوں اور فقیروں کو بانٹ دیا۔ تب وہاں کے لوگوں نے اس قاتل کے شر سے امان پائی اور پھر وہ سب حضرت موسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آئے (واللہ اعلم بالصواب)

بیان مُلاقات حضرت خضرؑ اور حضرت موسٰی علیہ السلام

بعض تواریخ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت موسٰی علیہ السلام ایک محفل میں بیٹھے ہوئے قوم بنی اسرائیل کو وعظ کر رہے تھے اور بعض روایتوں میں یوں آیا ہے کہ جب اس میدان تیہ میں قوم بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے لگے تو اسوقت بحکم خدا ایک ابر سفید نے ان کے سر پر سایہ ڈالا اسوقت ان لوگوں کے دلوں میں یوں گذرا اور وہ کہہ بیٹھے کہ آج ہمارے

برابر کوئی علم و فضیلت میں نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس واسطے یہ بات کہی کہ چالیس شتر کا بوجھ توریت کی تختیوں میں تھا اور حضرت موسیٰؑ نے اسکو حفظ کر رکھا تھا اور خداوند قدوس سے بلا واسطہ تکلم کیا تھا۔ یہ سُنکر اس محفل میں ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ بالکل بجا فرماتے ہیں آپکے برابر کوئی بھی نہیں تمام طرح کے مدارج میں آپ بلند و بالا ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ سچ کہتے ہو، حقیقت میں کسی کو بھی اپنے سے بلند نہیں دیکھتا۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے موسیٰ ایسا مت خیال کر تجھ سا کوئی نہیں خبردار میرے بندوں میں تجھ سے بھی زیادہ علم ہے اور تجھ کو کیا معلوم ہے کہ میں نے کس کو زیادہ علم دیا دیکھ خلق میں ایک نیک میرا بندہ ہے جو کہ مجمع البحرین ہے اس سے جاکر ملاقات کر پھر دیکھ کہ زیادہ علم اسکو ہے یا تجھ کو۔ یہ سُنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے خداوندا وہ کون ہے اسکو مجھے دکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے موسیٰ مجمع البحرین کے قریب ایک میدان ہے اس میں وہ رہتا ہے اور وہ اس کام پر مامور ہے کہ ہر گمراہ کو راہ بتاتا ہے اور میری طرف سے یہ معجزہ بھی اسکو دیا گیا ہے کہ وہ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اسکے ذمے دیگر اور کام بھی ہیں اور اس کا نام خضر ہے۔ لہٰذا تو اگر دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو جاکر دیکھ پھر تجھ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس میں کیا کیا کرامات ہیں۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمراہ یوشع کے مجمع البحرین کی طرف گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا قولہ تعالےٰ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝ (ترجمہ) اور جب کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو یعنی یوشع کو میں نہ ہٹوں گا جب تک کہ نہ پہونچونگا دو دریا کے ملاپ پر خواہ میں چلا جاؤں برسوں تک۔ پس دونوں حضرات مجمع البحرین تک گئے اور مجمع البحرین دو دریاؤں کا نام ہے جو فارس اور روم کے درمیان جانب مشرق کے واقع ہے اور ان کے ساتھ انکی زنبیل میں بُھنی ہوئی نمکدار مچھلی تھی اور یہ واقعہ معالم التنزیل میں لکھا ہے اور کلام اللہ اور حدیث شریف میں ترجمہ میں تلی ہوئی مچھلی ہے۔ ان دونوں نے اپنے کھانے کے واسطے لے لی تھی جب یوشع نے دریا کے کنارے ایک پتھر کے قریب زنبیل رکھ دی اور پھر اسی دریا کے پانی سے وضو کیا تو ایک قطرہ پانی کا ان کی اُنگلی سے مچھلی پر ٹپکا تو فوراً وہ مچھلی زندہ ہو گئی۔ زنبیل میں سُرنگ بناکر دریا میں جا پڑی۔ چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا الخ (ترجمہ) پس جب پہونچے دونوں دریا کے کنارے تو وہ اپنی مچھلی کو بھول گئے تو اس مچھلی نے اپنی راہ نکال لی سُرنگ بناکر دریا میں۔ یوشع چاہتے تھے یہ ماجرا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں اور اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سوتے تھے۔ بعد ایک لحظہ خواب سے اُٹھکر اس جگہ زنبیل بھول کر اپنی راہ پر چلدیئے اور پھر دوسرے دن فجر کی نماز پڑھ کر جلد روانہ ہوئے، راہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی اس وقت اپنے ساتھی یوشع سے وہ مچھلی کھانے کو مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا الخ (پس جب وہ آگے چلے دونوں۔ کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو دے ہمکو کھانا ہمارے صبح کا ناشتہ تحقیق ہم نے پائی سفر میں

تکلیف۔ یوشع نے کہا کیا نہ دیکھا تم نے جب ہم نے وہ جگہ پکڑی تھی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا وہ مچھلی اور یہ مجھ کو بھلایا ہے شیطان نے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا ذکر عنقریب آپ سے کروں اور وہ مچھلی تھی کہ جو اپنی سرنگ لگا کر دریا میں چلی گئی یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہی جگہ ہے جو ہم چاہتے تھے پھر اُلٹے واپس پھرے دونوں اور اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے جاتے تھے۔ پس پایا اس جگہ ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جسکو دی تھی ہم نے اپنے پاس سے مہر اور اسکو علم بھی اپنے پاس سے سکھایا تھا۔ غرض حضرت موسیٰؑ اور یوشع دونوں اسی جگہ پر واپس آئے جہاں مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی تھی اور وہی مچھلی دریا میں کبھی تو پانی کے اوپر دکھائی دیتی تھی اور کبھی وہ پانی میں ڈوبتی نظر آتی تھی۔ اس مچھلی کو جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دیکھا تو حضرت موسیٰؑ دریا میں جا گرے اور پھر پانی میں غوطہ لگایا تاکہ وہ اس مچھلی کو پکڑ لیں پس جب اُنہوں نے پانی میں غوطہ لگایا تو ایک گنبد نظر آیا جو پانی میں معلق ایستادہ ہے اور اس میں حضرت خضر نماز پڑھ رہے تھے۔ جب حضرت خضر نماز سے فارغ ہوئے حضرت موسیٰ نے سلام علیک کہا اور پھر ان کے سامنے بیٹھے۔ اُنہوں نے احوال پوچھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا پورا حال بیان کیا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر میں بات چیت ہو رہی تھی کہ اچانک ایک پرندہ آیا اور انکے سامنے دریا سے ایک قطرہ پانی چونچ مار کر لے چلا۔ پس حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنے تئیں سمجھتے ہو کہ علم میں سب سے زیادہ ہوں حالانکہ علم اوّل و آخر و ظاہر و باطن بنی آدم کا اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس سے کمتر ہے جیسا کہ یہ مرغ ایک قطرہ پانی سمندر کے نزدیک کیا چیز ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا اور ہمارا علم کیا چیز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمکو تربیت فرمائی۔ یہ بات یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک علم مجھ کو ہے تم کو نہیں اور ایک تمکو ہے مجھکو نہیں۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۝

(ترجمہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا کیا پیروی کروں میں تیری اس پر کہ سکھا دے تو مجھ کو اس چیز کو کہ سکھایا گیا ہے تو کچھ بھلائی سے یعنی خدا نے تجھ کو جو علم سکھایا ہے سو تو مجھ کو سکھا۔ پھر حضرت خضر نے ان سے کہا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا اور مجھے یقین ہے تو صبر ہرگز نہ کر سکے گا۔ اور کیونکر صبر کریگا تو اس چیز کو کہ جس چیز کا تجھ کو علم نہیں ہے۔ کیونکہ میرا کام باطنی ہے اور تو اسکو دریافت نہ کر سکیگا کیونکہ باطن کا حال معلوم کرنا بڑا محال ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ البتہ پا دیگا تو مجھ کو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں تیری نافرمانی بھی نہ کروں گا کسی حکم میں۔ یہ سُنکر حضرت خضر نے کہا کہ اگر پیروی کریگا تو میری پس مت سوال کیجیو مجھ سے کسی چیز سے یہانتک کہ میں شروع کروں تجھ کو دکھانے کو کوئی چیز۔ پھر یہ عہد کر کے دونوں وہاں سے چلے یہانتک کہ سوار ہوئے ایک کشتی پر پھاڑ ڈالا اسکو حضرت خضر نے۔ تب یہ دیکھکر حضرت موسیٰؑ بولے کہ تو نے تو کشتی ہی کو پھاڑ ڈالا ممکن ہے وہ ہمکو ڈبو دے۔ یہ دیکھکر حضرت موسیٰ نے کہا کہ اے خضر تم نے تو ایک بالکل نئی چیز پیدا کر دی۔ تب حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میں نے تجھ کو نہ کہا

تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور نہ ڈال مجھ پر میرا کام مشکل
پھر دونوں چلے وہاں سے یہاں تک کہ ملاقات ہوئی ایک لڑکے سے پھر اسکو خضرؑ نے مار ڈالا۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے کہا تو نے
تو اس لڑکے کو مار ہی ڈالا اے خضر تو نے یہ فعل نامعقول کیا۔ پھر حضرت خضر نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میں نے کہا تھا
تجھ کو اے موسیٰ کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا اگر میں اسکے بعد تجھ سے کوئی چیز پوچھوں تو پھر تو ہم کو
اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ یہ کہہ کر وہ دونوں پھر چلے ایک گاؤں کی طرف یہاں تک کہ پہونچے ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس
کھانا مانگا وہاں کے لوگوں سے پس ان لوگوں نے انکار کیا یہ کہ وہ ضیافت کریں۔ پس پائی ان دونوں نے ایک دیوار
اس گاؤں میں کہ وہ گرنے کے قریب ہی تھی۔ پس حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ پھر یہ دیکھکر حضرت
موسیٰؑ نے کہا کہ اے خضر اگر تو چاہتا تو البتہ لیتا تو اس دیوار کی مزدوری اور ہم بھوکے ہیں کیوں تو نے بغیر مزدوری کے
دیوار کو سیدھا کر دیا۔ ہم تو ان سے مزدوری طلب کرتے اور وہ مجبوراً اسکی مزدوری دیتے۔ اس پر حضرت خضر نے کہا کہ
جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضرور ہے اس پر مزدوری ہم نہیں لیتے۔ پس حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضر سے پہلی دفعہ بھولکر
پوچھا تھا اور دوسری دفعہ اقرار کرنے کو آپس میں اور تیسری دفعہ رخصت ہونے کو جان بوجھ کر پوچھا تھا کیونکہ حضرت
موسیٰؑ نے سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں اور میرا علم تو وہ ہے کہ جس میں خلقِ خدا پیروی کرے تو اس کا بھلا ہو
اور حضرت خضر کا علم وہ ہے کہ دوسرے کو اس کی پیروی بن نہ آوے۔ تب حضرت خضر نے کہا اے موسیٰ تو نے عہد
اپنا توڑ دیا۔ اور میں نے تو تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں جو کام کرونگا تو مجھ سے مت پوچھیو۔ اب تم سے ہماری جدائی
ہے قولہ تعالیٰ۔ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ (ترجمہ) کہا حضرت خضر نے اے حضرت موسےٰ
اب جُدائی ہے میرے اور تیرے درمیان اور اب پھر میں بتاتا ہوں تجھ کو ان باتوں کو کہ جس پر تو صبر نہ کر سکا پہلا
وہ جو کشتی تھی کتنے فقیر اور محتاجوں کے لئے کماتے اور محنت کرتے دریا میں سو میں نے چاہا کہ اسمیں نقصان ڈالوں
کیونکہ ایک بادشاہ ظالم لوگوں سے کشتی چھین لیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو پھاڑ ڈالا اور اسکے تختے الگ
الگ کر دیئے تاکہ ظالم بادشاہ اس کو عیب دار جان کر نہ لے سکے اور غریبوں کے لئے کمائی باقی رہے۔ اور دوسرے
وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ تھے ایمان والے میں ڈرا کہ وہ اپنے ماں باپ کو گرفتار کرے سرکشی اور سفر میں۔
پس اگر وہ بڑا ہوتا تو موذی اور بدراہ ہوتا اور اس وجہ سے اسکے ایماندار ماں باپ بدنام ہوتے۔ پس میں نے
چاہا کہ خدا تعالیٰ اسکو جزا دیوے بہتر جزا اور مہر کرے اس واسطے میں نے اسکو مار ڈالا تاکہ ماں باپ اور مخلوقِ خدا اسکے
ہاتھ سے امن میں رہے اور اسکے ماں باپ کو خدا تعالیٰ اسکے بدلے میں ایک لڑکی دیوے کہ اسکی نسل سے ستّر پیغمبر پیدا
ہوں۔ اور تیسرا یہ کہ وہ دیوار تھی سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے مال گڑا ہوا تھا۔ اور ان یتیم بچوں کے
ماں باپ صالح نیک تھے اور لوگوں کو قرض حسنہ دیتے تھے لیکن کبھی تقاضہ نہیں کرتے تھے۔ اس سبب سے خداوند قدوس

نے ان کو مال و دولت سے نوازا تھا۔ اور وہ اپنا قرض نہایت نرمی سے لیتے۔ اور سود بالکل نہیں لیتے تھے اور نہ خیانت کسی کی کرتے تھے اور نہ کسی کو آزار پہونچاتے تھے۔ اور میں نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے جب جوانی کو پہنچیں گے تو اپنے ماں باپ کا مال گڑا ہوا نکال لیں گے۔ اس دیوار کے نیچے سے تیرے رب کی مہربانی سے اور یہ میں نے کہا اپنے حکم سے پھر یہ ان چیزوں کا جن پر تو صبر نہ کر سکا اور وہ دیوار قریب گرنے کے تھی اگر وہ گرتی تو مال اسکے نیچے سے ظاہر ہو جاتا تو اسکو لوگ لے جاتے اور وہ یتیم محروم رہ جاتے اس لئے میں نے اس کی مرمت کردی بغیر کسی مزدوری کے۔ اور پھر حضرت خضر نے کہا اے موسیٰ تم نے سمجھا تھا کہ تمہارے برابر کسی کو علم نہیں اور تم نے یہ نہ سوچا کہ خدا کے بندے ایک سے ایک ایسے ہیں کہ تمہارا علم انکے برابر رائی اور سرسوں کے برابر ہے۔ پس اب تم جاؤ اور اب ہماری تم سے جُدائی ہے اور دو تین باتیں نصیحت کی بھی مجھ سے یاد رکھو اوّل خوش رو۔ خوش خلق لوگوں میں رہو تب تمہاری عزت و وقار ہو گا۔ اور ترش روئی اور غرور کسی بات پر مت کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اور دوسرے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے حاجت مت مانگیو خواہ اپنے واسطے ہو یا غیر کے واسطے ہر حاجت کا پورا کرنا اللہ تعالےٰ ہاتھ ہے اگر ایسا خیال رکھو گے تو ہر دعا مقبول ہو گی۔ پس حضرت خضر یہ کہہ کر ایک دم غائب ہو گئے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؕ

بیان وفات حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت خضر سے رخصت ہو کر جب اپنی قوم میں آئے تو لوگوں نے ان سے کہا اے حضرت موسیٰ آپ حضرت خضر سے کون سا علم سیکھ کر آئے ہیں وہ ذرا بیان تو کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ جو دیکھ کر یا سُن کر آیا ہوں وہ تم سے بیان کرنے کے قابل نہیں ہے وہ علم تو نبیوں کو ہی ہوتا ہے۔ جب تین برس موسیٰؑ و ہارونؑ کو اس میدان تیہ میں گذرے تو حضرت موسیٰؑ کو وحی نازل ہوئی اے موسیٰ فلانے روز فلانے وقت فلانی جگہ ہارون کو اپنے پاس بُلا لونگا۔ جب ارشاد ہوا موسیٰؑ روزِ موعود کے منتظر رہے۔ جب وعدہ آیا ہارون کو فرمایا۔ اے بھائی چلو اس میدان سے فلانی جگہ پر۔ پس دونوں حضرات اپنی قوم سے نکل کر ایک باغ میں گئے اسکے نیچے ایک نہر جاری دیکھی اور اسکے کنارے ایک تخت پُر تکلف دھرا پایا۔ حضرت ہارون اس پر جا بیٹھے اور کہا اے بھائی یہ کیا خوب جگہ ہے یہاں رہنا چاہیئے۔ تب خدا کے حکم سے ملک الموت نے آکر جان انکی قبض کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ دیکھ کر بہت ہی افسوس کیا۔ اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ حضرت ہارونؑ کو اس تخت سمیت اللہ تعالیٰ نے آسمان پر لے لیا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ انکو تخت سمیت زمین کے نیچے لے لیا۔ اسکے بعد حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میرے بھائی ہارون نے انتقال کیا۔ یہ سُنکر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ وہ مرے نہیں شاید تم نے ہی مارا ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے ان کو نہیں مارا اس بات کو خدا خوب جانتا ہے۔ وہ بولے

اگر تم نے نہیں مارا تو ان کی لاش ہمکو دکھاؤ۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس سے دعا کی اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی لاش اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نیچے اُتاری یا نیچے سے زمین کے نکالی تب اُنھوں نے حضرت ہارون کی لاش کو سرتاپا دیکھا کچھ اس پر نشان نہ پایا پھر بھی انکے مرنے پر یقین نہ کیا اور پھر کہا اے موسیٰ ہارون کو تم نے ہی مارا ہے۔ اس بات کو قوم نے حضرت موسیٰ سے اس واسطے کہا کہ وہ قوم حضرت ہارون علیہ السلام کو زیادہ دوست رکھتی تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس سے دعا مانگی پھر اللہ تعالیٰ نے ہارون کو زندہ کیا حضرت ہارونؑ نے زندہ ہو کر اپنی قوم سے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے نہیں مارا میں تو خدا کے حکم سے مرا ہوں، اتنا کہہ کر پھر وہ جاں بحق ہو گئے اور اسی وقت وہ غائب ہو گئے۔ تب ان سب کو یقین ہوا حضرت ہارون علیہ السلام کے مرنے کا۔ پس اس تیہ میں حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے پاس پھر آئے اور یوشع انکے بھانجے تھے ان کو اپنا خلیفہ بنا دیا۔ جب تین برس گذرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے ملک الموت تو میری زیارت کو آیا ہے یا روح قبض کرنے کو۔ وہ بولے میں تو روح قبض کرنے کو آیا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کس راہ سے میری روح قبض کرے گا۔ وہ بولے تمہارے مُنہ سے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے مُنہ سے خدا سے تکلم کیا۔ اُنھوں نے کہا اچھا میں آنکھ سے نکال لونگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ آنکھ سے میں نے خدا کا نور دیکھا ہے اُنھوں نے کہا کہ اچھا ہم پیر کی راہ سے نکالیں گے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں پیر سے چل کر کوہ طور پر گیا تھا۔ پھر اُنھوں نے کہا اچھا میں خدا کے حکم سے تیری روح قبض کرونگا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت غصہ میں آئے اور کہا اے عزرائیل کتنے ہزار کلام میں نے خدا سے بلا واسطہ کیئے اور کوئی بھی بیچ میں واسطہ نہ تھا۔ پس اس کی عزت کی قسم ہے میں بھی جلدی جان دینا اپنی تسلیم نہ کروں گا۔ خداوند قدوس سے میرا اور بھی سوال ہے۔ ملک الموت یہ سُنکر چلے گئے۔ جناب باری تعالیٰ میں عرض کی خدایا تجھ کو خوب معلوم ہے جو موسیٰؑ نے مجھ کو کہا کہ اس وقت میں جان تسلیم نہ کرونگا پھر خطاب آیا کہ اے موسیٰ تو میری طرف آنے کو راضی نہیں ہے۔ وہ فوراً بول اُٹھے اے میرے پروردگار میں تیری طرف آنے کو راضی ہوں مگر ایک بار تیرے دیدار کی تمنا رکھتا ہوں کہ میں کوہ طور پر جا کر مناجات اور شکر کروں اور وہیں تیرا کلام سُنوں ہزار جان میری فدا ہوں تیرے کلام پر۔ پس حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے کوہ طور پر جا کر عرض کی خدایا میں نے اپنی آل اور اُمت تجھ کو سونپی اسکو تو اپنی رضا پر رکھیو اور ان کو مال حرام سے بھی باز رکھیے اور انکو حلال روزی دیجیے کیونکہ میری اُمت ناتواں ہے۔ پس ندا آئی اے موسیٰ زمین پر عصا مار جب عصا مارا تو پھٹ کر دریا نکلا پھر حکم ہوا دریا پر عصا مار جب مارا تو اسکے اندر سے ایک پتھر سیاہ ظاہر ہوا پھر حکم ہوا اس پتھر پر اپنا عصا مار جب عصا مارا تو وہ پتھر بھی دو ٹکڑے ہو گیا اس میں سے ایک کیڑا نکلا وہ کیڑا اپنے منہ میں گھاس لیکر اللہ کا ذکر کرتا ہوا تسبیح پڑھ رہا تھا۔ کتاب وتسمع

کَلَامِیْ وَتَعْرِفُ مَکَانِیْ وَتَرْزُقُنِیْ فِیْ قَلْبِ حَجَرٍ (ترجمہ) اے پروردگار تو مجھ کو دیکھتا ہے اور میرا کلام سنتا ہے اور جگہ میری جانتا ہے اور روزی پتھر کے اندر پہونچاتا ہے۔ کسی کو محروم بھوکا تو نے نہیں رکھا اپنے فضل و کرم سے پس جناب باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ قعر دریائے تحت الثریٰ میں پتھر کے اندر کیڑے کو میں روزی پہونچاتا ہوں اسکو بھی نہیں بھولتا تو میں تیری اُمّت کو کیونکر بھولونگا۔ یہ سُنکر حضرت موسیٰ کوہ طور سے خوش ہوکر نیچے اُتر آئے اور راہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ سات آدمی ایک قبر کو کھود رہے ہیں ان سے پوچھا تم کس کے واسطے یہ قبر کھودتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ قبر خدا کے دوست کے لئے کھودتے ہیں تم بھی آؤ اور اس میں شریک ہوکر ثواب حاصل کرو۔ جب وہ قبر تیار ہوگئی تو اُنہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ جو صاحب قبر ہے وہ تمہارے قد کے برابر ہے ایک بار تم اس میں اُتر کر دیکھو تمہارے قد کے برابر ہوئی یا نہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر میں اُتر کر لیٹ کر دیکھا اور پھر کہا کہ یہ کیا خوب جگہ ہے کاش کہ یہ قبر میرے لئے ہی ہوتی تو کیا خوب تھا۔ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نے ایک سیب بہشت سے لاکر حضرت موسیٰؑ کے سامنے لاکر رکھ دیا اُنہوں نے اس کو سونگھا فوراً جاں بحق تسلیم ہوگئے اور فرشتوں نے ان کو نہلا دھلا کر بہشت کا کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھکر اسی قبر میں دفن کر کے قبر کو چھپا دیا۔ اس لئے کہ کوئی نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰؑ کی قبر کہاں ہے۔ جب حضرت عزرائیل حضرت موسیٰؑ کی جان قبض کرنے آئے حضرت موسیٰؑ نے غصّہ ہوکر ایک طمانچہ ان کے چہرے پر ایسا مارا کہ آنکھ ان کی نکل پڑی۔ اُنہوں نے جناب باری تعالےٰ میں جاکر فریاد کی کہ الٰہی تجھ کو معلوم ہے کہ موسیٰ نے مجھ کو ایک طمانچہ ایسا مارا کہ ایک آنکھ میری جاتی رہی اور اگر وہ تیرا کلیم نہ ہوتا تو ہم ہر دو آنکھیں اس کی نکال ڈالتے۔ پس ندا آئی اے عزرائیل تم جاکر حضرت موسیٰؑ کو کہو کہ تم کو حیاتِ دُنیا اور منظور ہے۔ تو بھیڑ کی پُشت پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ کتنی پشم اس میں آتی ہے اتنی ہی عمر ہم تمکو اور دیں گے اگر تم یہ چاہتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے جب یہ بات سُنی تو اپنے دل میں سوچا آخر ایک بار مجھ کو مرنا ہی تب عزرائیل سے کہا کہ خدا کے حکم سے اب میری جان قبض کرو۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً ایک سَو پچاس برس کی ہوئی تھی۔ پس ان کے حکم سے ان کی جان قبض ہوئی۔ اور بعض روایت میں یوں ہے کہ ملک شام میں جباروں سے فتح کرنے کے بعد انتقال فرمایا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بیان عابد بلعم ابن باعورا اور حضرت یوشع بن نون و بنی اسرائیل کا

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قوم بنی اسرائیل اس تیہ مذکورہ میں تقریباً سات برس تک رہے جب چالیس برس بموجب میعاد اللہ تعالےٰ کے اس تیہ میں پورے ہوتے اور نیز یہ بھی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے تھے حضرت مریم سے پہلے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبری عنایت فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس قوم بنی اسرائیل کو اس تیہ سے نکال کر ملک شام جباروں کے قبضے سے نکال کر تم سب مصر میں جا رہو تب یوشع ابن نون بمطابق ارشاد خداوندی کے تمام قوم بنی اسرائیل کو لیکر ملک شام میں چلے گئے بعض مردودوں کو تہ تیغ کیا اور بعضوں کو رونق اسلام سے مشرف کیا۔ پس وہاں سے فتحیاب ہو کر شہر ایلیا میں جا کر اکثر مردودوں کو قتل کیا اور پھر اس شہر پر قابض ہو کر پھر شہر بلقان میں آئے یہ بڑا شہر پایۂ تخت بادشاہ کا تھا۔ اور اس بادشاہ کا نام بالق تھا۔ افواج و رعیت اسکی بہت تھی۔ حضرت یوشع نے ان سب مردودوں کا محاصرہ کیا۔ بالآخر کافروں نے شدید ہزیمت پائی۔ بلعم ابن باعور کے پاس جا کر استمداد چاہی اور ان سے کہا کہ آپ مقبول خدا ہیں ہمارے لئے دعا کریں کہ ہم دشمنوں پر فتح پاویں۔ اس نے کہا کہ یوشع ابن نون تو خدا کا پیغمبر ہے اور اس کا لشکر و سپاہ تو خدا کا فرستادہ ہے اور ہم کو کیا طاقت کہ ہم انپر بددعا کریں۔ اور میری تو یہ رائے ہے کہ تم سب لوگ دین موسیٰ کو قبول کر لو اور ان پر ایمان لے آؤ اور درحقیقت وہ نبی مرسل تھے۔ پس یہ سنکر ان مردودوں نے کہا کہ ہم ہرگز موسیٰ کا دین اختیار نہ کریں گے اور تم کو یہ بتلا دیتے ہیں کہ اگر تم ہمارے حال پر بددعا نہ کروگے تو تم کو ہم لوگ دار پر کھینچیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ بلعم ابن باعور اس بات کو سنکر دل میں کچھ خوف کرنے لگا لیکن دعا پھر بھی نہ کی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بلعم ابن باعور کی عورت بہت خوبصورت تھی اور وہ اس پر عاشق و فریفتہ تھا۔ اس بادشاہ نے اسکو بہت سا روپیہ دیکر راضی کیا اور وہ تو راہزن ایمان و گمراہ تھی۔ روپئے کے لالچ سے اپنے شوہر سے سفارش کی کہ تم دعا کرو ہماری خاطر بادشاہ کے لئے۔ پس بلعم باعور نے اپنی عورت کی خاطر اور اس بادشاہ کے خوف سے اور خدا سے ڈر کر آخر کچھ حیلہ کیا اور وہ یہ تھا کہ انکو ایک فعل ناشائستہ بتا دیا۔ کہ تم اچھی اچھی عورتیں جوان خوبصورت انار پستان چودہ چودہ برس کی لاکر ان کو یوشع ابن نون کے لشکر گاہ میں بھیج دو اغلب ہے کہ وہ سب ان کو دیکھ کر فریفتہ ہو کر مرتکب زنا ہوں گے اور وہ اسی بدبختی سے ہزیمت پاویں گے اور اس میں تمہاری فتح و کامیابی ہو جائے گی۔ یہ سنکر بادشاہ بالق فاسق گمراہ نے ویسی ہی فاجرہ عورتیں منگوا کر حضرت یوشع بن نون کے لشکروں میں بھیجدیں۔ پھر خدا کے فضل سے وہ نیک کردار سب لوگ اس فعل بد سے بچ گئے اور انہوں نے ان فاجرہ عورتوں کی طرف قطعاً خیال نہ کیا۔ یہ حال دیکھکر پھر بلعم ابن باعور کی عورت نے آکر اس سے کہا کہ اگر تم میرے کہنے سے بددعا نہ کروگے تو مجھے تم طلاق دیدو۔ یہ سنکر بلعم ابن باعور بہت پریشان ہوا اور اس مجبوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے چاہا کہ میں ایک حجرے میں جا کر بددعا کروں ناگہاں اسی وقت دو شیر اس حجرے میں آگئے اور ان دونوں نے بلعم ابن باعور پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر وہ بہت گھبرایا اور پھر اپنی بیوی سے کہا کہ اے میری بیوی اس بات کو جانو مجھے خدا سے شرم آتی ہے اور میں اس کا کیا جواب دونگا۔ اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پیغمبر کا ہونا اس شہر میں بہتر ہے۔ یہ سنکر اس کی بیوی نے کہا کہ دیکھو جب تک تم انکے لئے

بد دعا نہ کرو گے تب تک میں تم سے نہ بولوں گی۔ ناچار پھر بلعم ابن باعور نے چاہا کہ کہیں خلوت میں جا کر دعا مانگے پھر وہی شیر اسکو کاٹنے کے واسطے آ گئے پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو خداوند قدوس سے ڈر۔ اور میں نبی پر کیونکر بد دعا کروں یہ سُنکر پھر اس کی عورت بولی کہ پھر تم ایک مکر لائے ہو اگر تم میری بات نہیں سُنتے ہو تو مجکو طلاق دیدو۔ پھر بہت ہی مجبور ہو کر بلعم ابن باعور اپنے گھر سے نکل کر ایک گدھے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف گیا۔ اور اس میں دوسرا چلّہ اس کا تھا جب کچھ دور گیا گدھا راہ میں چلنے سے رُک گیا۔ ہر چند گدھے کو مارا تو بھی اس نے قدم آگے نہ بڑھایا۔ اور مفسّرین نے بعض تفاسیر میں یوں لکھا ہے کہ خدا کے حکم سے گدھے نے اس سے یہ بات کہی کہ اے بلعم ابن باعور تم یہاں سے اپنے گھر کی طرف پھرو اور اپنے گھر چلو اور بد دعامت کرو اور تم اس کام سے باز آؤ ورنہ گنہگار ہو گے آگ میں ڈالے جاؤ گے۔ پس گدھے سے یہ بات سُنکر وہ بہت ڈرا اور اسی وقت وہاں سے واپس ہو لیا۔ اتنے میں ابلیس لعین بصورت آدمی بن کر اسی راہ میں اس سے بولا کہ اے بلعم ابن باعور تو کیوں نیک راہ سے مُنہ موڑتا ہے۔ وہ بولا کہ مجھے یہ گدھا منع کرتا ہے کہ تم اس امر سے باز آجاؤ۔ اور پھر میں بھی اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ یہ کام بُرا ہے۔ یہ سُنکر شیطان نے اس سے کہا کہ تم کو جس نے راہ سے پھرایا وہ شیطان تھا کیونکہ تم یہ جانتے ہو کہ گدھے نے بھی کوئی بات کہی ہے۔ بس ٹھیک یہ ہی ہے کہ تو بادشاہ بالق کے حق میں دعا کر، تاکہ وہ سب لوگ دور ہو جائیں اور تم ہی اس شہر میں قوم بالق پر سرداری کرو گے۔ اگر تم ان کو خدا کی طرف بلاؤ گے تو وہ تم کو مانیں گے اور وہ تمہارے فرمانبردار بھی ہونگے اور تم ان کے پیغمبر ہو گے۔ اور پھر نیک عورت بھی تمہارے ہاتھ لگے گی۔ بلعم ابن باعور نے ان باتوں کو سُنکر ایک پہاڑ کی طرف رُخ کیا اور عزم بالجزم ارادہ بھی کیا جہاں کہ اس کا چلّہ تھا پا پیادہ وہاں گیا اور پھر وہاں جا کر دعا کی اور گدھا یہیں رہا اس دن کی بد دعا سے بنی اسرائیل نے شکست پائی۔ یوشع ابن نون نے متحیر ہو کر گھوڑے سے اُتر کر سر زمین پر رکھ کر درگاہِ الٰہی میں مناجات کی یا رب ہم شہر کے در پر آج چھ مہینے سے پڑے ہیں اس میدان میں کہ ان جباروں کا ملک فتح کر کے تیرا حکم بجالائیں اور تیرا شکر کریں اور جو کچھ مال و متاع ان کا ہم پاویں سب آگ میں جلا دیویں، اور آج کی لڑائی جو جیتا وہ بغیر تیری مدد کے نہیں اور ہم نے ہزیمت پائی ہے بے حکم تیرے نہیں۔ ندا آئی اے یوشع ابن نون اس قوم میں ہمارا ایک بندہ مقبول ہے اور وہ اسم اعظم میرا پڑھتا ہے اسکو میں نے بزرگی دی ہے۔ اس نے وہ پڑھکر دعا کی میں نے اسکی دعا کو قبول کر لیا اسی وجہ سے تم نے شکست پائی۔ حضرت یوشع بن نون نے اپنا سر زمین پر رکھ کر عرض کی یا الٰہی تو اس کا مرتبہ اور بزرگی چھین لے۔ تب اُن کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم معہ لباس و تقویٰ بلعم ابن باعور سے چھین لیا۔ تب آپنے اپنا سر سجدے سے اُٹھایا اور قوم بنی اسرائیل کو اس کی خبر دی اسوقت یوشع ابن نون نے ایک ہی حملہ سے قوم بنی اسرائیل کے ساتھ مِل کر ان کافروں کا محاصرہ کیا اسکے بعد بلعم ابن باعور نے دعا کی لیکن وہ قبول نہ ہوئی۔ اور دوسرے دن روز جمعہ تھا۔ یوشع ابن نون اور قوم بنی اسرائیل نے مِل کر ان جباروں کے ساتھ لڑائی

شروع کی خدا کے حکم سے زمین لرزے میں آئی اور حصار ٹوٹ پڑا اور چاروں طرف نمازیوں کی تلوار چلی لڑتے لڑتے جب شام قریب ہوئی تب یوشع ابن نون کے دل میں خوف آیا اور وہ اندیشہ کرنے لگے کہ توریت میں ہفتہ کے دن سوائے عبادت کے لڑائی کرنا اور دنیا کا کام کرنا وغیرہ ممنوع ہے۔ دل میں سوچا اگر آج کے دن فتح نہ ہوگی تو کل قوم جباروں کی آکر ایک ہی حملے میں لے لیگی اور ہمکو یہاں سے نکال دے گی۔ تب روبسوئے آسمان کرکے دعا مانگی کہ اے پروردگار اس وقت تو آفتاب کو اپنی قدرت سے حرکت دیکر اور دو گھڑی دن زیادہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور دو گھڑی دن بڑھا دیا اور آفتاب ٹھہر گیا۔ اس دو گھڑی کے عرصہ میں شب ہفتہ کی شام ہوتے ہوئے قوم بنی اسرائیل فتحیاب ہوکر سجدۂ شکر بجالائے اور وہ سب مزدور زیر شمشیر ہوئے اور توریت میں مال غنیمت حلال نہ تھا' ایسا مال جو غنیمت سے حاصل ہوتا تھا وہ سب آگ میں ڈال دیا جاتا تھا لیکن ان کا مال کچھ نہ جلا کیونکہ حکم ایسا تھا جو غنیمت میں پاتے آگ لگا دیتے۔ اگر اس میں سے مال کچھ باقی رہ جاتا یا کوئی اس میں سے کچھ چرالیتا تو آگ اس مال کو نہیں جلاتی۔ اور علامت مقبولیت اور نامقبولیت کی یہی تھی۔ سب کے نام سے قرعہ ڈالا نام چور کا جب نکلا اس مال کو منگوا کر پھر آگ میں ڈالا تب سب جل گیا۔ پس بلعم ابن باعور نے آکر یوشع ابن نون کو تعظیم و تکریم سے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا اے بلعم ابن باعور تمہارے واسطے میں نے بد دعا کی تھی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے تمہاری بزرگی اور مراتب سب چھین لئے اور اب میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ صرف تین حاجتیں تمہاری اللہ تعالیٰ کے پاس بحال ہیں۔ یہ سُنکر بلعم ابن باعور پُرغم ہوا اور اپنی بیوی سے کہا اے بدذات بدبخت میں نے نہ کہا تھا کہ پیغمبروں پر بد دعا نہیں چلتی یہ میں نے سخت گناہ کیا اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے میری بزرگی اور کرامت سب چھین لی۔ یہ سُنکر اسکی عورت بولی کہ تم نے تین سو برس فقیری کمائی اور اپنے اندر کمالیت حاصل کی پھر بھی تمہاری کمالیت اور مقبولیت کچھ بھی باقی نہ رہی۔ بلعم ابن باعور بولا تین دفعہ تین حاجت کی دعا باقی رہی۔ وہ بولی (یعنی اسکی بیوی) اس وقت میرے لئے ایک دعا کرو۔ باقی دو دعائیں تمہارے واسطے رہیں۔ بلعم ابن باعور بولا کہ تینوں دعائیں روز جزا کے واسطے رہنے دے، خدا سے مجھ کو اپنی نجات مانگنا ہے آتشِ دوزخ سے۔ پھر وہ بولی اے صاحب میرے۔ لئے ایک دعا صرف کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جمال بخشے۔ ہر چند بلعم ابن باعور نے کہا کہ جمال صورت تیری سب عورتوں سے زیادہ ہے۔ لیکن وہ نہ مانی۔ بالآخر بلعم ابن باعور نے ناچار ہوکر اسکے لئے دعا کی اسوقت اس کی صورت سے تمام گھر میں اُجالا ہوگیا اور خدا کے غضب سے بلعم ابن باعور کی صورت تبدیل ہوگئی چہرے پر سیاہی آگئی۔ ادھر اس کی عورت خلوت میں ایک جوانمرد منگوا کر ہر روز عیش کرتی تھی۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ بیگانے مرد سے عیش کرنے میں مشغول ہے اسی وقت طیش میں آکر اپنی بیوی کو بد دعا کی اسی وقت اسکی بیوی کی شکل تبدیل ہوکر کتیا کی مانند ہوگئی اور جو اس سے اولاد تھی وہ یہ حال دیکھکر رونے لگی، کیونکہ ہر اولاد کو اپنے ماں باپ سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ ان کی اولاد سے قوم بنی اسرائیل اور اس شہر کے لوگوں نے

کہا کہ یہ تمہاری ماں نہیں ہے یہ تو کتیا ہے اور بلعم ابن باعور سے کہا کہ اے بلعم اپنی بیوی کیلئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہیئت اصلی پھیر دے۔ تب لوگوں کے کہنے سے بلعم ابن باعور نے اپنی بیوی کے حق میں دعا کی کہ خدایا اسکی اصلی صورت بخش دے پھر خداوند قدوس کی قدرت سے جو صورت اس کی اوّل تھی وہی پھر ہو گئی۔ اے مومنو ذرا غور کرو اور دیکھو بلعم ابن باعور کتنا بڑا درویش تھا باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی نفس امّارہ کی پیروی سے کی تھی اپنی بیوی کی بات سے مردود ہوا پس جو شخص نفس امّارہ کا تابع ہوگا بیشک اس کی جگہ دوزخ ہے اور جو شخص نفس امّارہ کی پیروی نہیں کرے گا تو بیشک اس کی جگہ جنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ۔ فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ (ترجمہ) پس جس نے شرارت کی اور بہتر سمجھا دُنیا کا جینا تو بیشک وہ دوزخی ہے اور وہ اسی میں رہیگا اور جو کوئی ڈرا اپنے پرودگار سے کھڑا ہونے سے واسطے حساب کے اور اپنی خواہش نفس کو بُرائی سے بچایا پس بیشک وہ جنتی ہے اور وہ اسی میں رہیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ یوشع ابن نون نے مطابق الہام الٰہی کے قوم بنی اسرائیل کو فرمایا کہ چلو شہر بلقا میں جاکر جہاد کریں اور خدا کی درگاہ میں سجدہ کرتے ہوئے دعائیں مانگیں تب قوم بنی اسرائیل نے سرکشی کے طور حضرت یوشع بن نون کے فرمانے سے اپنی عبرانی زبان میں حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہا یعنی حِطَّ عَنَّا خطایانا۔ اے رب گناہ ہمارے بخش دے اور بعضے مذاق کی صورت میں کہتے حِنْطَةٌ حِنْطَةٌ یعنی اے رب ہم کو گیہوں دے۔ ہم تقریباً چالیس برس کے بعد اس میدان تیہ سے واپس آئے اور بعض سجدہ کی جگہ چوتڑ کے بل ہٹنے لگے اور اس طرح ہنسی کرتے تھے۔ پھر شہر میں گئے تو وہاں جاکر دیکھا کہ ان پر وبا آئی دوپہر کے وقت اور اس وبائی مرض میں تقریباً ستر آدمی مرگئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بات کو وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ الخ (ترجمہ) اور جب کہا ہم نے داخل ہو اس گاؤں میں۔ پس کھاؤ اس میں جو چاہو تم بافراغت اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو کہ بخشش مانگتے ہیں ہم تب بخشیں گے ہم تمہارے واسطے خطائیں تمہاری اور البتہ زیادہ دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو پس بدل ڈالا اُنہوں نے بات کو جنہوں نے ظلم کیا تھا سوا اس کے کہا گیا واسطے ان کے پس اُتارا ہم نے اوپر ان کے جو ظلم کرتے تھے عذاب وبا کی صورت میں آسمان سے بسبب اسکے کہ تھے وہ فسق کرتے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آگ آسمان سے نازل کی تھی ان لوگوں کے جلانے کے واسطے بغرض سب نے پھر توبہ استغفار پڑھا۔ تب خدا نے اپنے فضل وکرم سے عفو فرمایا۔ اکثر لوگوں کا قول یہ ہے کہ جب قوم بنی اسرائیل میدان تیہ میں تھی اسوقت لڑائی میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جانے کو فرمایا کہ سجدہ کرتے ہوئے اور حِطَّةٌ کہتے ہوئے ملک شام میں داخل ہو۔ پس شاید کہ نافرمانی عین حیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل سے صادر ہوئی تھی۔ اب یوشع ابن نون نے ان سب کو لیکر اس شہر میں جاکر بُت پرستوں کو قتل کر دیا۔ اور وہاں کے بادشاہ کو تختِ دار پر کھینچا اور پورے شہر کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر کوہستان کی طرف اطراف شام میں دو شہر تھے ایک کا نام عماد اور

دوسرے کا نام صیفون تھا جب وہاں گئے سب نے حضرت یوشع ابن نون کے پاس آکر دین موسیٰ قبول کرلیا۔ پھر وہاں سے کوہ اردی اور سلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں کے حاکم کا نام بارق تھا۔ یوشعؑ کے وہاں جاتے ہی وہ اور اس کے تابع جتنے تھے دین اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور وہاں سے پھر وہ مغرب کی طرف گئے اور وہاں پانچ شہر تھے پانچوں شہروں کے بادشاہ حضرت یوشع ابن نون سے لڑنے کو مستعد ہوئے۔ آخر خدا کے فضل سے یوشع ابن نون نے ان پر نصرت پائی اور تمام کافر ہزیمت پاکر غاروں میں جا گھسے۔ لشکر یوشع ابن نون نے وہاں جاکر ان کو واصل جہنم کیا اور وہاں کے بادشاہوں کو نکال کر تختۂ دار پر کھینچا۔ منقول ہے خدا تعالیٰ نے ان کے واسطے ایک شکنجہ بھیجا۔ اس شکنجے نے سب کو مار ڈالا۔ تب یوشع ابن نون نے ان پر نصرت و فتح پائی۔ پس حضرت یوشع ابن نون نے سات برس کے اندر بادشاہوں کو مار ڈالا اور تمام ملک فتح کرکے قوم بنی اسرائیل کو تقسیم کردیا۔ اور تمام لوگوں پر احکامات توریت جاری کردیئے۔ اسکے بعد کالوت کو اپنا خلیفہ او رولیعہد کرکے ۳۸۹۰ء تین ہزار آٹھ سو نوے یا دو سو بیس میں انتقال فرمایا۔ کتاب المنتظم میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ایک سو نہتر برس کی تھی۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان نبوّت کالوت علیہ السلام،

جامع التواریخ میں کتاب المنتظم سے لکھا ہے کہ طالوت ابن یوقنا اولاد شمعون بن یعقوبؑ سے تھے اور وہ شوہر مریم کے تھے وہ مریم جو حضرت موسیٰؑ کی بہن تھیں اور کالوتؑ پیغمبر مرسل تھے بموجب وصیت حضرت یوشع ابن نون کے آپ نے جمیع مہمات بنی اسرائیل کے اپنے ذمے لئے تھے فراغ امور شرعی وغیرہ کے بعد بادشاہ بارق ملک سلم میں گئے اور وہ لوگ دین سے برگشتہ تھے اس کو اور اسکے عیال کو حبس کیا اور دس ہزار کافروں کو قتل کیا اور جو باقی بچ رہے تھے وہ سب کے سب پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ بارق کے ساتھ ستّر آدمی صاحب ملک محبوس تھے۔ اور ان سب کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ کر پھینک دی تھیں اور روٹی کو ان کے سامنے توڑ توڑ کر ڈال دیتے تھے وہ مثال کتّوں کے اوندھے ہوکر منہ سے اٹھا کر کھا لیتے تھے۔ اسی طرح ان کو ذلیل و خوار کرکے مصر میں لائے۔ چند روز کے بعد یوساوش نام اپنے بیٹے کو قائم المقام کرکے انتقال فرمایا۔

قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ تقریباً ساٹھ برس کے بعد بنی اسرائیل مصر میں آئے۔ چالیس برس تک اس تیہ مذکورہ میں رہے اور ان کے بیسؔ برس جہاد میں گذرے۔ اسکے بعد مصر اور شام اور اور ملکوں میں جاکر سکونت اختیار کی اور اب تک ان کی اولاد ان مذکورہ ملکوں میں موجود ہے +

بیان خرقیل ابن ثوری علیہ السلام

بعض تفاسیر کے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ خرقیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذریعہ معجزے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور نام ان کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذوالکفل رکھا ہے چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ؕ (ترجمہ) اور یاد کر اسمٰعیل کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک میری خبر پہونچانے والوں سے تھے اور دراصل خرقیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تھا آپ نے ایک دن قوم بنی اسرائیل کو خدا کے فرمانے سے جہاد میں جانے کا حکم کیا۔ اُن لوگوں نے مرنے کے خیال سے جہاد میں جانا قبول نہ کیا۔ اس کی پاداش میں وہ لوگ خدا کے غضب میں وبائی امراض میں مبتلا ہو گئے یعنی طاعون کی بیماری ان میں پھیل گئی اور اس وبائی بیماری میں کثیر تعداد میں مر گئے اور بہت سے لوگ مارے ڈر کے اپنے اپنے گھروں سے نکل بھاگے۔ جب وہ لوگ ایک سو کوس پر گئے تو وہاں ایک آواز مہلک ایسی آئی کہ اس آواز سے سب کے سب مر گئے اور بوجہ مُردوں کی کثرت سے ان کو شہر میں لا کر دفن نہ کر سکے اور پھر اس کی ترکیب یوں کی کہ چاروں طرف سے ایک دیوار کھینچ کر سب مُردوں کو ایک جگہ جمع کر دیا اور ان کو زمین میں دفن نہ کر سکے اور وہ تمام آفتاب کی گرمی سے سڑ گئے تھے۔ جامع التواریخ میں لکھا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ اس ڈھیر میں چار ہزار لاشیں تھیں اور حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ وہ آٹھ ہزار تھے اور وہب ابن منبہ نے کہا کہ وہ اسّی ہزار کی تعداد تھی جو اس وبائی بیماری سے مرے تھے۔ حضرت خرقیل علیہ السلام سات روز بعد اعتکاف سے نکل کر شہر سے باہر جا کر دیکھتے ہیں کہ صرف ہڈیاں ان سب کی رہ گئی ہیں اور ان کا گوشت پوست سب گل گیا تھا۔ یہ دیکھکر دل میں رحم آیا۔ جناب کبریا میں عرض کی الٰہی تو نے میری قوم کو ہلاک کیا تو پھر ان کو زندہ کر۔ ندا آئی اے خرقیل یہ سب وبا کے ڈر سے شہر سے نکل بھاگے تھے اور انہوں نے میرے قبضۂ قدرت کا خیال نہ کیا۔ اس لئے میں نے ان کو مار ڈالا ہے اور پھر تمہاری دعا کرنے سے میں نے ان لوگوں کو زندہ کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ (ترجمہ) کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کے جو نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ تھے ہزاروں پس ان لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ نے کہا مر جاؤ پھر جلا دیا اُن کو تحقیق اللہ تعالےٰ کا یہ سب کچھ فضل ہے اوپر لوگوں کے ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے پھر وہ لوگ جب کہ شہر میں آئے کہتے ہیں کہ ان سب کے بدن سے اور ان کی نسل کے بدن سے جب پسینہ نکلتا تو اس میں مُردے کی بُو آتی تھی اور پھر وہ اپنی اپنی میراث پر جا بیٹھے اور کبھی تو متابعت اور کبھی مخالفت حضرت خرقیل کی کرتے تھے اور اُنہوں نے رفتہ رفتہ دین موسیٰ چھوڑ کر بُت پرستی شروع کر دی اور حضرت خرقیل یہاں سے ہجرت کر کے دیار شام زمین بابل میں جا بسے اور وہیں انتقال فرمایا اور درمیان دجلہ اور کوفہ کے مدفون ہوئے ✣

بیان الیاس ابن یاسین بن محاص ابن امام غزار ابن ھارون کا،

اور وہ نبیِ مرسل تھے !!!

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (ترجمہ) بیشک الیاس ہے ہمارے رسولوں سے، روایت ہے کہ بعد خرقیل علیہ السلام کے ایک مدت تک قوم بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا کہ ان کو وعظ و نصیحت امر و نہی سُنائے اور ہدایت کرے۔ چنانچہ یہ قوم متفرق ہو کر ملک شام و مصر اور دیگر ملکوں میں جابسی۔ اگرچہ بعض علماء عصران کو حضرت موسیٰؑ کے دین کی تحریص و ترغیب دیتے تھے اور ان کو سیدھے راستے کی تلقین بھی کرتے تھے مگر اس قوم پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ بُت پرستی اور زنا کاری اور فعل شنیعہ اختیار کرلئے اور بہت تھوڑی قوم حضرت موسیٰؑ کے دین پر رہ گئی۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو ان پر مبعوث فرمایا اور ان کے زمانے میں ایک بادشاہ تھا ملک شام میں اس نے ایک بُت تراش کر اُسکا نام بعل رکھا تھا اور تمام لوگ اس کو ہر روز پوجتے تھے۔ اور دیگر لوگوں کو بھی پوجنے کو کہتے تھے اور حضرت الیاس علیہ السلام اسکے پوجنے سے مخلوق خدا کو منع کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ وَاِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ (ترجمہ) جب کہا حضرت الیاس نے اپنی قوم کو کہ کیا تم کو ڈر نہیں کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو جو اللہ ہے رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔ اے لوگو! ایسے جبار و خالق مالک کو چھوڑ کر بُت پرستی کرنا یہ کام نبی کا نہیں۔ پھر بُت پرستوں نے حضرت الیاسؑ کی بات نہ مانی اور برابر تکذیب کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ (ترجمہ) پس جھٹلایا اس کو پس البتہ حاضر کیئے جائیں گے قیامت کے دن۔ روایت ہے کہ حضرت الیاسؑ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو شہر بعلبک میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو بعل کے پوجنے سے منع کریں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی اور اس کا نام بعل تھا۔ اس کی ایسی صورت تھی کہ بتانِ آذر نزدیک اسکے رخسارۂ ماہ قریب کے محض سنگ تھے۔ اسی کو لوگ پوجا کرتے تھے اور یہ دیکھکر حضرت الیاسؑ وہاں کے لوگوں کو اس کے پوجنے سے ہر وقت منع فرماتے تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت کیا کرتے تھے۔ پس کچھ روز بعد وہاں کا وہ بادشاہ ایمان لے آیا اور اس نے حضرت الیاسؑ کو اپنا وزیر بنالیا۔ اور پھر ان کی بہت ہی قدر و منزلت کرتا تھا۔ پھر چند روز کے بعد اس نے اپنی قوم کے ساتھ راہ ضلالت اختیار کرلی اور اپنی قوم کے ساتھ بُت پرستی شروع کردی۔ یہ دیکھکر حضرت الیاس علیہ السلام نے اس سے خفا ہو کر ان پر قحط کی بددعا کی۔ جسکے نتیجہ میں تین برس تک اس جگہ پانی نہیں برسا سارے ملک میں قحط نازل ہو گیا اور کھانا اور جانوروں کو خوراک نہ ملنے کی وجہ سے آدمی اور جانور سب کے سب مرنے لگے۔ معاً لوگوں کو

خیال آیا کہ یہ قحط سالی جو ہم پر نازل ہوئی ہے وہ حضرت الیاسؑ کی بددعا سے ہوئی ہے لہذا اس کو جہاں بھی پاؤ فوراً مارڈالو۔ اور ادھر حضرت الیاسؑ ایک بڑھیا کے مکان میں چلے گئے اس لئے کہ وہ بڑھیا حضرت الیاسؑ کی معتقدہ تھی، اور اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اور اس کا نام لیسع تھا اسکو حضرت الیاس کی خدمت میں دیدیا اور حضرت الیاسؑ اس لڑکے کو لیکر شہر در شہر پھرتے رہے۔ بعد تین برس کے اس بادشاہ صیفور سے کہا کہ آج تین برس سے تم پر قحط اور تکلیف مسلّط ہے لہذا تمکو لازم ہے کہ تم جسے پوجتے ہو اسی سے مانگو کہ وہ تمکو پانی دے اور اس بلائے قحط سے تمکو نجات دے اگر اس سے نہ ہو تو تم خالق ارض وسما کو پوجو اور اسی پر ایمان لاؤ تو ضرور تم کو اس بلا سے نجات دیوے گا پس حضرت الیاسؑ کے کہنے سے اُنھوں نے اسی وقت اپنے بُت معبود سے جاکر نجات مانگی اس سے انکو کچھ بھی جواب نہ ملا پس اُنہوں نے حضرت الیاسؑ سے آکر عرض کی کہ آپ ہمارے واسطے دعا کریں کہ ہم اس بلا سے جلد خلاصی پاویں۔ تب آپ پر ایمان لے آویں گے۔ یہ سُنکر حضرت الیاسؑ نے خدا کی درگاہ میں ان کے لئے دعا مانگی تو انکی فرمائش کرنے پر اسی شب پانی برسا۔ ترکاری گھاس غلہ زمین سے اُگنے لگا۔ قحط جاتا رہا۔ پھر بھی وہ برابر جھٹلاتے رہے اور ایمان نہ لائے۔ گمراہی میں بعل کو پوجتے رہے۔ حضرت الیاسؑ نے جب اُنکے لئے دعا کی تب خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اُے الیاس تیری دعا سے میرے بندے اس قحط میں بہت مارے گئے۔ تو پھر حضرت الیاسؑ نے جناب باری تعالےٰ میں عرض کی الٰہی تونے میری دعا سے ان پر قحط نازل کیا۔ اب میری دعا سے پھر سب کے واسطے بھلائی کر۔ غرض جب حضرت الیاسؑ نے دیکھا کہ کافروں نے آخر بُت پرستی نہ چھوڑی تب الیسع کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ بناکر اس قوم سے علیحدہ نکل گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دم صور تک دی اور انکو بحر وبر میں رہنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر الیسعؑ کو نبی کیا آپنے سب سے پہلے خداوند قدوس کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور صحیح راستے کی ہدایت فرمائی لیکن اس قوم نے انکو بھی نہ مانا اور برابر جھٹلایا آخر وہ ساری قوم مردود ہی رہی۔ پھر چند روز کے بعد حضرت الیسعؑ نے انتقال فرمایا ایک روایت میں آیا ہے کہ بعد حضرت الیسع علیہ السلام کے سات سو برس تک کوئی نبی ان پر مبعوث نہ ہوا۔ صرف علماء وفضلاء تھے وہی خدا کی راہ بتاتے رہے مگر ان کی بات کوئی نہ سُنتا تھا۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ علیہ السلام کو اس قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔

بیان حضرت حنظلہ علیہ السلام

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ قوم بنی اسرائیل کو یہ پیغام پہونچادیں کہ وہ اپنے خالق ارض وسما کو پوجیں اور بُت پرستی چھوڑ دیں یہ حکم پاتے ہی حضرت حنظلہ ہر روز شہر کے چاروں طرف دروازوں پر جاکر قوم بنی اسرائیل کو پُکار پُکار کر کہتے کہ اے لوگو! خداوند قدوس کو

واحد جانو اور اسی کو پوجو اور اسی کو اپنا معبود حقیقی مانو اور بت پرستی چھوڑ دو۔ اے قوم یہ شیطان نے تم کو گمراہ کیا ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور حقیقت میں وہی تمہارا رب ہے۔ یہ سُنکر اس قوم بنی اسرائیل نے کہا جو گمراہی میں بہت ہی بڑھ گئے تھے اے حضرت حنظلہ ہمارا یہی رب ہے جو ہم پوجتے ہیں۔ حضرت حنظلہ نے ان سے کہا کہ اے تمہارے باپ دادے بتوں کو نہیں پوجتے تھے پھر تم کیوں پوجتے ہو۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی خدا سے نہیں ڈرتے ہو تم پر ضرور عذاب نازل ہوگا جیسا کہ تمہارے آگے نافرمان لوگوں پر بلائیں اور عذاب نازل ہوا تھا اور تم لوگ عذابِ خدا برداشت نہیں کر سکو گے ہر چند انکو ہر طرح خوف دلایا لیکن وہ ہرگز ایمان نہ لائے اور برابر تکذیب کرتے رہے بلکہ حضرت حنظلہؑ کو مار ڈالنے کیلئے مستعد ہو گئے اور اس شہر کا بادشاہ جس کا نام طیفور بن طفیانوس تھا وہ بارہ ہزار اپنے غلام اور اپنے ساتھ خزانے بے حد رکھتا تھا اور لشکر بھی اس کا بیشمار تھا اس مردود نے حکم کیا کہ تم لوگ حضرت حنظلہؑ کو پکڑ کر مار ڈالو۔ اور ادھر حضرت حنظلہ علیہ السّلام رات و دن بام قصر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی دعوت پکار پکار کر لوگوں کو دیتے تھے اور ان لوگوں کو راہ حق بتاتے تھے یہاں تک وہ تبلیغ میں اسقدر بڑھ چکے تھے کہ قوم بنی اسرائیل رات و دن آرام نہیں کر سکتی تھی اور نہ وہ صحیح طور پر سو سکتے تھے۔

ایک رات آپ نے کہا کہ اے قومِ بنی اسرائیل تم سب بُت پرستی چھوڑ دو ورنہ کل تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور تم پر مرگِ مفاجات آجاوے گی۔ پس وہ لوگ چونکہ اپنی موت سے بے خبر تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ موت کیسی ہے کیونکہ اس قوم میں سات سو برس تک کوئی بھی ان میں سے نہ مرا تھا اس لئے وہ حضرت حنظلہ کی بات پر یقین نہ کرتے تھے جب ان پر غضب الٰہی نازل ہوا یعنی ان پر عذابِ الٰہی آیا وہ دوپہر کا وقت تھا اور اس وقت ہر آدمی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول تھا کسی کو کوئی گمان بھی نہ تھا کہ عذاب الٰہی آج آہی جائے گا۔ اس عذاب الٰہی سے ہزاروں آدمی واصلِ جہنم ہوئے اور جو لوگ باقی بچے وہ اپنے بادشاہ کے پاس جاکر سوختہ دل ہو کر کہنے لگے۔ اے جہاں پناہ آج مرگ مفاجات سے بے شمار لوگ ہماری قوم کے مر گئے۔ طیفور عقل کے مہجور نے ان سے کہا کہ یہ مرگ مفاجات نہیں ہے بلکہ تم حنظلہ کے شور و غل سے رات و دن سونے نہیں پاتے ہو یعنی کثرت بیداری سے گرمی نے غلبہ کیا یہ موت بیہوشی کا عالم ہے وہ سب مرے نہیں ہیں۔ اگر تم آزمانا چاہتے ہو تو انکو سیخ چبھو کے دیکھو وہ اپنے آپ سے اُٹھ بیٹھیں گے۔ پس طیفور مردود کے کہنے سے ان گمراہوں نے ویسا ہی کیا لیکن ان میں کچھ حس و حرکت نہ ملی۔ پھر بادشاہ طیفور سے جاکر کہا کہ آپ نے جو کہا تھا سو ہم نے کر دیکھا لیکن ان میں کچھ بھی حس و حرکت نہ ملی۔ بادشاہ طیفور بے شعور نے ان لوگوں سے کہا کہ سچ ہے وہ مُردے ہونگے۔ پھر اس بادشاہ طیفور مردود نے ایک ایسا بلند خانہ بنوایا کہ بارہ ہزار برج اسمیں تھے اور پھر حکم کیا کہ ہر برج میں ایک غلام زرہ پوش ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر متعین رہے کیونکہ موت اس قصر پر آنے نہ پاوے اور اگر موت آئے تو اسکو مارے تلواروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور دروازے گنبد

کے بند کردو اور درمیان ان گنبدوں کے ایک کوٹھری لوہے کی بنوائی اور پھر اسمیں سنگ مرمر لگایا۔ اور اسمیں ایک شاہی تخت اور ہر قسم کی نعمتیں اس میں رکھ دیں اور شمع بھی اس میں روشن کی۔ پھر اسکے بعد وہ بادشاہ مردود اس تخت پر جا بیٹھا اور کہنے لگا۔ اے موت اب تو میرا کیا کر سکتی ہے تو اس لوہے کی کوٹھری کے اندر کس طرح آسکتی ہے اب تو اسکے دروازے بھی بند ہیں۔ وہ اسی گھمنڈ میں تھا کہ اچانک ایک مرد بڑا ہی ہیبت والا اس گنبد کے درمیان جہاں وہ بادشاہ مردود بیٹھا تھا اس نے اس جگہ کھڑا ہوا دیکھا۔ مارے ڈر کے ایک دم چونک پڑا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس کی جان قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ یہاں کس طرح آئے ہو۔ اس نے کہا کہ میں عزرائیل ہوں۔ طیفور بادشاہ نے کہا تم یہاں کیوں آئے ہو وہ بولے کہ میں تیری جان قبض کرنے کو آیا ہوں۔ بادشاہ طیفور بولا آج تو مجھ کو ذرا مہلت دو کل جو چاہو سو کرنا۔ تب ملک الموت چلے گئے۔ چونکہ زندگی بادشاہ طیفور کی ایک دن اور باقی تھی۔ پس ملک الموت کے جانے کے بعد وہ مردود وہاں سے نکل کر ان غلاموں کو جو گرداگرد اس برجوں میں چوکیدار تھے مارنے لگا کہ کیوں تم نے عزرائیل کو یہاں آنے دیا وہیں کیوں نہیں مار ڈالا۔ انہوں نے کہا اے جہاں پناہ ہم نے اسکو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح آیا۔ اسکے بعد بادشاہ طیفور اس گنبد میں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ اس میں ایک سوراخ ہے وہ سمجھا کہ عزرائیل کی آمد اسی سوراخ سے ہوئی ہے لہذا وہ اس سوراخ کو بند کرنے لگ گیا اور جب وہ بند ہو گیا تو پھر وہ بہت ہی بے پرواہ ہو گیا۔ پھر اسی تخت پر جا بیٹھا اور وہ اس قسم سے بنوایا تھا کہ دیکھنے والا یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا دروازہ کہاں سے ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے اپنی نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت عزرائیلؑ اسی جگہ گنبد کے اندر موجود ہیں جہاں کل دیکھا تھا۔ پوچھا کہ تم کس راہ سے آئے ہو۔ یہ بات سنکر انہوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ فوراً جگر میں ہاتھ ڈال کر جان اس مردود کی اور اسکے ساتھ بارہ ہزار غلاموں کی جو اسکی حفاظت میں گرداگرد چوکیدار تھے ایک ہی پل میں قبض کر لی۔ پھر نہ وہ قصر رہا اور نہ وہ گنبد نہ مالک رہا اور نہ وہ حشم نہ صغیر نہ کبیر سب کے سب جہنم رسید ہو گئے اور پانی دریا و چشمے کا سکھا دیا۔ باقی جو قوم بچی تھی وہ یہ دیکھکر بہت ہی متعجب ہوئی اور بہت حیرت زدہ ہو گئی نہ تو مالک رہا اور نہ اس کا حشم اور نہ پانی سب کا سب ویران ہو گیا۔ پس جو باقی بچے تھے ان لوگوں سے حضرت حنظلہ نے کہا کہ اگر تم خدا پر ایمان لاؤ گے اور میری رسالت کا اقرار کرو گے تب تو تم اس عذاب سے نجات حاصل کر سکتے ہو ورنہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اسکے جواب میں ان لوگوں نے حضرت حنظلہ سے کہا کہ یہ سب بلائیں اور مصیبتیں تمہاری بدخواہی و شومی سے ہم پر نازل ہوئی ہیں اگر تم ہم میں نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں ہم پر کبھی نہ آتیں۔ یہ کہکر وہ حضرت حنظلہ پر دست درازی کرنا چاہتے تھے کہ اتفاق سے حضرت حنظلہ علیہ السلام انکے بیچ سے نکل گئے۔ اسکے بعد خدا تعالیٰ نے ایک سانپ ایسا اُن کے واسطے بھیجا کہ اس شہر کا طول و عرض چھتیس [۳۶] کوس کا تھا اس سانپ نے یکبارگی چاروں طرف اسکے احاطہ کر لیا اور شہر کو دبانا شروع کیا تاکہ مقامات ان پر تنگ ہو جائیں۔ اور چشموں سے دھواں نکلا اور اس دھوئیں سے اکثر لوگ ہلاک ہو گئے۔ اور پھر اسکے کچھ روز بعد حضرت حنظلہ علیہ السلام

نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی اور جو نعمتیں بنی اسرائیل نے شام کے عمالقہ سے پائی تھیں وہ سب اپنے صرف میں لائے اور عمالقہ کے لوگ یہاں سے ہزیمت پاکر زمین مغرب میں جا رہے۔ پھر ایک مدت مدید کے بعد قصد کیا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ چلو بنی اسرائیل سے جاکر اپنی مملکت اور نعمتیں چھین لیں اور ہم لوگ کب تک اس ملک میں رہینگے اور اسی طرح دکھ اٹھاتے رہیں گے چلو سب ملک شام میں اپنے باپ دادا کی میراث پر بیٹھیں اور اپنا دخل کریں اور یہ بہتر ہے اس زندگی سے کہ ان سے لڑ بھڑ کر مر جائیں۔ پس قوم عمالقہ اس تدبیر میں تھی اور قوم بنی اسرائیل اس سے غافل تھی۔ تمام دن فسق و فجور میں مستغرق رہتے اور اپنی بدبختی کے مارے اللہ تعالیٰ نے بھی ان میں سے پیغمبری اور بادشاہی کو چھین لیا تب یہ لوگ ذلیل و خوار ہوگئے۔ قوم عمالقہ نے آکر ان سے لڑائی کی اور اس تابوت سکینہ اور مال و دولت کو اُن سے چھین کر زمین مغرب میں لے گئے اور وہی تابوت سکینہ ایک سبب تھا ان کے اقبال بلندی کا۔ اب ان میں نہ بادشاہی رہی کہ آرام سے کھاویں اور نہ اب کوئی پیغمبر رہا کہ اس کی دعا سے مقہور ہوویں سب کے سب غریب و عاجز ہوگئے اور یہاں تک کہ ان کے درمیان میں کوئی عالم و فاضل بھی نہ رہا کہ انکو ہدایت کرے اور انکو شریعت سکھائے۔ سب گمراہ ہوگئے اور تابوت سکینہ جو عمالقہ قوم نے چھین لیا تھا وہ درحقیقت آہنی تھا اس میں قفل مضبوط لگے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس تابوت کا سر مثل بلی کے سر کے تھا۔ جس کسی کے تئیں حاجت ہوتی تو وہ تابوت سکینہ کے چاروں طرف پھر کے دعا مانگتا تو وہ دعا خداوند قدوس فوراً اس کی پوری کر دیتا اور اگر کسی دشمن سے لڑائی کا موقعہ ہوتا تو اس تابوت کو سامنے رکھتے تھے اور اس سے ایک آواز نکلتی مثل آواز بلی کے اور اسی آواز سے دشمنوں کے دل میں ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور وہ سب بھاگ جاتے تھے اور مومن لوگ اس کی برکت سے فتحیاب ہوتے تھے اور ہر طرح کا آسائش و آرام ملتا تھا۔ مگر اس تابوت کے اندر کیا چیز تھی یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ الخ (ترجمہ) اور کہا ان کو ان کے نبی نے نشان انکی سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو ایک صندوق جس میں دلجمعی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور باقی اس چیز سے کہ چھوڑ گئی ہے۔ موسیٰ و ہارون کی اولاد۔ اُٹھا لاویں گے اس کو فرشتے اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو۔ خبر ہے کہ اس تابوت کے اندر حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت ہارون کا عمامہ تھا۔ اور وہ ترنجبین جو آسمان سے ان کی قوم کے لئے میدان تیہ میں اُترتی تھی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اور دو تختیاں توریت کی شکستہ جو حضرت موسیٰؑ نے زمین پر مار کر توڑ دی تھیں وہ بھی اسی تابوت کے اندر تھیں یہ حالات تمام کتاب قصص الانبیاء میں ہیں اور انہوں نے توریت سے نقل کئے ہیں۔ بعض تفسیر میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا۔ اسمیں تبرکات تھے۔ موسیٰؑ و ہارونؑ کو جب جنگ پیش آتی اس کو سردار کے آگے لے چلتے اور پھر حملہ دشمن پر کرتے تو اس وقت اس کو اپنے آگے دھر لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح دیتا۔ جب بنی اسرائیل بدنیت ہوگئے تو وہ صندوق ان سے چھین لیا گیا اور وہ غنیم کے ہاتھ لگا۔ اب جو طالوت

بادشاہ ہوا وہ صندوق خود بخود رات کے وقت اس کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ غنیم کے شہر میں جہاں اسکو رکھا تھا ان پر بلائیں نازل ہوئیں شہر ویران ہوا۔ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص غریب مسکین تھا اسکی دو بیویاں تھیں ایک نے لڑکا جنا اور دوسری نے نہیں جنا۔ لڑکے والی نے اس سے کہا کہ تم نے ایک لڑکا بھی نہ جنا۔ اس نے کہا کہ اے بی بی اللہ تعالیٰ کسی کو بے مانگے فرزند دیتا ہے اور کسی کو مانگنے سے نہیں دیتا اور میں تو اسکی درگاہ سے اُمیدوار ہوں کہ تم کو بے مانگے اس نے لڑکا دیا مجھ کو بھی دے گا۔ پس دلگیر ہو کر اس نے تمام شب خدا کی عبادت کی اور اپنا سر سجدہ میں رکھ کر دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا کو قبول کیا اور ایک فرزند اسکو عنایت کر دیا اور پھر اسکی والدہ نے اس فرزند کا نام شموئیل رکھا جب وہ بڑے ہوئے اور تقریباً چالیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل وکرم سے نبوت سے سرفراز کیا تاکہ وہ مخلوق خدا کو راہ حق دکھائیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اظہار کریں اور تاکہ دنیا سے گمراہ لوگوں کا خاتمہ ہو۔

بیان حضرت شموئیل علیہ السّلام کا

تواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت شموئیل علیہ السلام نے نبوتِ خداوندی سے سرفراز ہونے کے بعد موجودہ لوگوں کو خدا کی دعوت دی تو اکثر لوگ قوم بنی اسرائیل کے ان پر ایمان لے آئے اور اُنہوں نے کہا کہ جو تابوت سکینہ ہم سے عمالقہ چھین لے گئے ہیں سو وہ ان سے لانا ہے اگرچہ ان سے ہم کو لڑنا ہی کیوں نہ پڑے پھر سب لوگوں نے یہ عہد و پیمان کیا اور جو کافر باقی تھے اُنہوں نے اس تابوت کو آگ پر لے جا کر رکھ دیا۔ لیکن خدا کے فضل سے اس کو آگ جلا نہ سکی۔ پھر اُنہوں نے اس کو توڑنا چاہا لیکن وہ اسکو توڑ بھی نہ سکے آخر مجبور ہو کر کہنے لگے کہ بھائی یہ تابوت تو بنی اسرائیل کے خدا کا ہے اسی واسطے تو نہیں ٹوٹتا ہے اور نہ وہ آگ میں جلتا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اس تابوت کو ناپاک جگہ میں لیجا کر رکھ دیا تاکہ لوگ اس پر بول و براز کریں۔ چنانچہ جو مردود بھی اس پر اپنا بول کرتا تو اسکے ناسور ہو جاتا اور بواسیر کا مرض پیدا ہو جاتا اور وہ کسی طرح سے اچھا نہ ہوتا، آخر کار وہ مردود اسی مرض میں مبتلا رہ کر مر جاتا۔ پھر اُنہوں نے اس تابوت کو بت خانے میں لیجا کر اپنے بتوں کے نیچے دبا رکھا۔ لیکن وہ اس کو بھی وہاں چھپا نہ سکے۔ بہرصورت وہ سب مردود جب اس سے لاچار اور پریشان ہو گئے تب اس تابوت کو دو بیلوں پر لاد کر بیلوں کو ہانک دیا اور اسی وقت فرشتوں نے اس تابوت کو اور دونوں بیلوں کو طالوت کے گھر پہونچا دیا۔

بیان عداوت طالوت کی حضرت داود علیہ السّلام کے ساتھ

ایک روایت میں ہے کہ جب طالوت نے جالوت کی لڑائی پر فتح پائی تو قوم بنی اسرائیل نے ان سے کہا کہ تم نے

جو وعدہ کیا تھا کہ جالوت کو جو مارے گا اسکو آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی سے شادی کر دونگا لہذا اب اپنا وعدہ پورا کرو یعنی حضرت داؤدؑ کو آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی بیاہ دو۔ یہ سُنکر طالوت نے کہا کہ میری بیٹی بہت خوبصورت ہے اور داؤدؑ کا رنگ زرد ہے اور کبود چشم بھی ہے اس لئے میں اپنی بیٹی کی اس سے شادی نہیں کرونگا۔ اور جب حضرت داؤدؑ کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے بھی انکار کیا اور یہ کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا کہتا ہے تو میں بھی اسکے یہاں شادی نہیں کرونگا۔ ایک روایت میں ہے کہ بالآخر طالوت نے اپنی بیٹی کو حضرت داؤدؑ سے بیاہ دیا۔ اور اپنی نصف سلطنت بھی دیدی[۱] اس کے بعد جب طالوت نے دیکھا کہ لشکری لوگ حضرت داؤد سے بہت موافقت رکھتے ہیں تو اس نے اپنے دل میں خوف کیا کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ وہ میری سب سلطنت کو چھین لے۔ یہ خیال ہوتے ہی طالوت نے حضرت داؤد کو مار ڈالنے کا قصد کیا۔ اور حضرت داؤدؑ ایک پہاڑ کے کنارے جاکر اور وہاں ایک مسجد بنا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور تقریباً اسّی ساٹھ ستّر آدمی عابد تھے اور وہ سب کے سب اس مسجد میں عبادت کرتے تھے۔ یہ دیکھکر بنی اسرائیل نے طالوت سے کہا کہ داؤدؑ کے ساتھ بہت عابد جمع ہو گئے ہیں اگر وہ سب کے سب بد دعا کریں گے تو ہم سب برباد ہو جائیں گے۔ اور ہماری سلطنت بھی چھن جائے گی۔ طالوت نے جب یہ سُنا تو بہت لشکر اپنے ساتھ لیکر داؤدؑ کے مارنے کو اس پہاڑ کے نزدیک گیا جہاں انکی عبادت گاہ تھی۔ رات کے وقت ان کو جا گھیرا اور ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر چاہا کہ مسجد کے اندر گھس کر معہ تمام عابدوں کے حضرت داؤد علیہ السلام کو مار ڈالے۔ خدا کی مرضی ایسی ہوئی کہ ان کو خواب نے غلبہ کیا۔ آخر طالوت معہ لشکر سب سو گئے اور جب وہ طالوت مع اپنے لشکر کے سو گیا تو اسی وقت حضرت داؤدؑ مسجد سے نکل کر دیکھتے ہیں کہ طالوت تو معہ اپنے لشکر کے سو گیا۔ تب ننگی تلوار اُسکے ہاتھ سے لیکر پتھر پر ماری اور پتھر کو دو ٹکڑے کر کے اس کے پیٹ پر تلوار اور وہ پتھر بھی اور ایک کاغذ کا ٹکڑا لکھکر رکھ دیا اور جو چراغ جل رہا تھا وہ بھی بجھا دیا۔ اور اس کاغذ کے ٹکڑے پر یہ لکھا تھا "اے طالوت یہ تیری تلوار میں نے پتھر پر ماری اور پتھر کے دو ٹکڑے کر دیئے اگر تیرے پیٹ پر مارتا تو تیرے پیٹ کے بھی دو ٹکڑے کر ڈالتا اور پھر تجھ کو خبر بھی نہ ہوتی کوئی بھی تیری فریاد کو نہ پہونچتا۔ پس بہتری تیری اسی میں ہے کہ تو اُٹھکر یہاں سے چلا جا اور ان عابدوں کے مارے جانے کا ارادہ بالکل ترک کر دے ورنہ آخرت میں بھی تو گنہگار ہوگا"۔ جب روز روشن ہوا اور طالوت اپنی نیند سے بیدار ہوا تو وہ دیکھتا ہے کہ اپنی تلوار اور ایک کاغذ کا ٹکڑا اور دو پتھر پیٹ پر رکھے ہیں ڈر کر اُٹھ کھڑا ہوا اور فوراً پشیمان ہو کر بیت المقدس میں چلا گیا۔ اور ادھر حضرت داؤد علیہ السلام معہ اپنے تمام عابدوں کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے پھر کچھ روز بعد طالوت نے

---

[۱] مترجم کے بیان سے آگے معلوم ہوتا ہے کہ طالوت نے اپنی بیٹی سے نکاح کر دیا اور ان کو نصف سلطنت بھی اپنی دیدی۔ بعد مارے جانے طالوت کے حضرت داؤدؑ نے اسکی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر تمام سلطنت پر قابض ہوئے اور ہمیشہ عدل و انصاف سے بادشاہی کرتے رہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے پیچھے چند سپاہی بھیجے کہ تم جاکر داؤد کو معہ اس کی جماعت کے شب خون کرکے مار آؤ۔ تب وہ مردود حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے ساتھی عابدوں کے مارنے کے واسطے گئے۔ اتفاقاً اس شب کو حضرت داؤد علیہ السلام اپنی عبادت گاہ سے باہر نکلے تھے اور ان کی جماعت کے عابد لوگ مسجد کے اندر ہی تھے ان لوگوں نے مسجد کے اندر جاکر تمام عابدوں کو مار ڈالا۔ جب طالوت کو خبر ہوئی کہ تمام عابد لوگ مارے گئے اور حضرت داؤد بچ گئے ہیں۔ درحقیقت مطلب اس کا حضرت داؤد سے تھا اور ان کے عابدوں کے مارے جانے سے وہ بہت ہی پشیمان ہوا اور حضرت داؤدؑ کو بُلا بھیجا تاکہ وہ اپنی بیٹی کو انکے ساتھ بیاہ دے اور اپنی تقصیر کی عذرداری بھی کرے۔ جب اسکے قاصدوں نے حضرت داؤدؑ سے جاکر کہا کہ آپ کو طالوت بادشاہ بلاتا ہے آپ ہمارے ہمراہ چلئے وہ آپ سے اپنی تقصیر کی معافی چاہتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے اس بات کو سُنکر ان سے کہا کہ طالوت نے گناہ کبیرہ کیا ہے۔ کیونکہ اس نے بے گناہ مسلمان عابدوں کو مار ڈالا ہے اور اس نے تو میرے بھی مار ڈالنے کا قصد کیا تھا۔ جب تک وہ لڑائی میں نہ جائیگا اور بعوض ہر عابد کے ایک کافر کو جب تک نہ مارے گا اس وقت تک میں وہاں نہ جاؤنگا۔ پس قاصدوں نے یہ باتیں اپنے بادشاہ طالوت سے جاکر کہیں۔ بادشاہ طالوت یہ باتیں سُن کر اپنے کردار پر بہت ہی پشیمان ہوا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا فرمان بجالایا۔ جب وہ لڑائی کے معرکے میں جاکر کھڑا ہوا اچانک ایک تیر دشمن کی طرف سے آیا اور اسکے سینے پر ایسا لگا کہ پشت سے نکل گیا۔ بس وہیں اسکی جان نکل گئی اور یہ دیکھکر اس کا پورا لشکر ہزیمت پاکر واپس آگیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ خبر پاکر طالوت کے گھر آکر اس کی بیٹی سے بیاہ کیا اور بادشاہ طالوت کی سلطنت کے مالک ہوئے اور انکو صبر کی پاداش میں بادشاہی اور پیغمبری ملی۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ ۝ (ترجمہ) اور دی اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت یعنی پیغمبری سے نوازا۔

بیان نبوّت حضرت داؤد علیہ السَّلام کا!

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام یہودا ابن یعقوب کی اولاد میں سے تھے۔ جب تختِ سلطنت پر بیٹھے اس کے چالیس برس کے بعد ان کو پیغمبری ملی اور اللہ تعالیٰ نے قوت انکو اتنی دی تھی کہ کوئی بادشاہ ان کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (ترجمہ) اور یاد کر ہمارے بندے داؤد کو جو صاحب قوت تھے اور ہماری طرف رجوع کرنے والا اور ہمارا ذکر کرنے والا تھا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے فرمایا۔ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ (ترجمہ) اور زور دیا ہم نے اسکی سلطنت کو اور ہم نے اسکو حکمت بھی عطا کی اور فیصلہ کرنے والی بات کا ملکہ بھی دیا۔ اور اللہ رب العزت نے انکو زمین کا خلیفہ بنایا۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (ترجمہ) اے داؤد تحقیق

ہم نے کیا ہے تجھ کو خلیفہ زمین میں پس تو حکم کر درمیان لوگوں کے حق کے ساتھ اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی مت کر اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً تجھ کو گمراہ کر دیوے گی خدا کی راہ سے اور اللہ تعالےٰ نے انکو ایسا خوش آواز کیا تھا یعنی جب وہ اپنی آسمانی کتاب زبور کو پڑھتے تو ان کی خوش الحانی سے بہتا پانی بھی تھم جاتا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آسمانی کتاب زبور کو بہتر طرح کے الحان سے پڑھ سکتے تھے۔ اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے وحوش، چرند و طیور و پرند جمیع جانور ہوا پر اور زمین پر کھڑے ہو کر سنتے تھے اور پھر سنکر بیہوش ہو جاتے تھے اور درختوں کی پتیاں بھی زرد ہو جاتی تھیں اور پتھر موم کی مانند ہو جاتے تھے اور بڑے بڑے پہاڑ جنبش میں آجاتے تھے اور سب کے سب حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا۔ یَاجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ (ترجمہ) اے پہاڑو اے جانورو رجوع سے پڑھو اور تسبیح کرو اور اسی کے ساتھ کتاب زبور کو بھی پڑھا کرو جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد پر الہام سے وہ آسمانی کتاب نازل فرمائی تھی۔ بعض کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مترجم نے اپنے مطالعہ خاص میں بھی یہ چیز دیکھی ہے کہ توریت اور زبور میں زیادہ تر مسائل امر و نہی وعدہ وعید کے ہیں اور طریقہ عبادت کے کم مذکور ہیں۔ اور زبور پڑھتے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز تقریباً چالیس فرسنگ تک پہونچتی تھی۔ اس آواز سے کافر لوگ بیہوش اور مردہ ہو جاتے تھے۔ یہ درحقیقت انکی نبوت کا ایک معجزہ تھا اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ خدا نے ان کی انگلیوں میں ایسی تاب اور گرمی دی تھی کہ ان کے چھوتے ہی لوہا پگھل کر نرم ہو جاتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ (ترجمہ) اور نرم کیا ہم نے داؤد کے واسطے لوہا۔ یعنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اور بغیر کسی آلہ و ہتھیار اور بے آتش کے ہاتھ سے کڑیاں موڑ کر زرہ بناتے اور لوگوں کو فروخت کرتے۔ اور دیگر لوگ آگ میں تپا کر کڑیاں بناتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ لوہے کی زرہ پہلے انہوں نے ہی ایجاد کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰہُ صَنْعَۃَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ۔ (ترجمہ) اور سکھائی ہم نے کاریگری اور بنایا ایک قسم کا پہناوا تمہارا تاکہ بچا دے تم کو لڑائی سے اور ایک زرہ اسوقت چار سو درہم میں فروخت ہوتی تھی اور ان کا یہ معمول تھا کہ وہ دو سو درہم درویشوں محتاجوں کو دیتے تھے اور ایک سو درم اپنے خویش و اقارب کو دیتے اور صرف ایک سو درہم اپنی عبادت کے لئے اپنی غذا میں صرف کرتے اور اپنے جملہ اوقات کو بھی تین طرح پر تقسیم کیا تھا۔ اور وہ طریقہ عمل یہ تھا کہ چند روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور چند روز لوگوں انصاف کرتے تھے اور چند روز اپنے کام میں مصروف رہتے تھے یہ انکی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔

بیان مبتلا ہونا بلا میں حضرت داؤد علیہ السلام کا

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بلا میں مبتلا ہونے کا یہ سبب تھا کہ ایک روز کتاب صحیفہ پیشین

پڑھتے تھے۔ اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی بزرگی کا بیان لکھا پایا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ان حضرات نے خداوند قدوس کے کیا کام کئے تھے جو یہ مرتبے اور بزرگیاں پائیں اسی وقت دربار الٰہی سے خطاب آیا۔ اے داؤد ان پر میں نے مختلف قسم کی بلائیں نازل کیں اور وہ اس میں ثابت قدم رہے۔ اسی وجہ سے ان کو مرتبہ وبزرگی میری طرف سے عنایت کی گئی۔ پس حضرت داؤد نے خدا تعالیٰ کی حضوری میں درخواست کی کہ الٰہی تو ہم کو بھی کسی بلا میں مبتلا کر انشاء اللہ میں بھی صبر کروں گا اور ثابت قدم رہونگا تاکہ اسکے صلہ میں مجھ کو بھی بزرگی ملے اور میں خدا کے یہاں سے مرتبہ پاؤں۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جب بادشاہ طالوت کی سلطنت ملی اور قوم بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر ہوئے تو مارے خوشی کے انہوں نے یہ اعلان کیا میں اللہ کی قسم اچھی طرح سے عدالت کرونگا اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کرونگا۔ لیکن یہ کہتے وقت وہ لفظ انشاء اللہ کہنا بھول گئے اور اس لفظ کو اپنی زبان سے نہ کہا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طالوت کے اعتماد پر دعا کی کہ اے پروردگار تو گنہگاروں پر رحم فرما اور اپنے کو گناہ سے پاک تصوّر کیا اور اس بات میں اکثر راویوں نے اختلاف کیا ہے۔ حاصل کلام صرف یہ ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ اے داؤد خدا نے تم کو صحت اور عافیت سے رکھا ہے اور تم اپنی خواہش سے دُکھ طلب کرتے ہو۔ اچھا اگر تمہاری تمنا یہی ہے تو وہ دن بالکل قریب ہے کہ ایک روز تم پر کوئی بلا نازل ہوگی۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام ایک روز اپنے گھر میں بیٹھے تھے روز موعود کو دوشنبے کے دن سترھویں تاریخ ماہ رجب کی اچانک ایک خوبصورت پرندہ کبوتر کے مانند اور بدن اس کا سونے کے رنگ کے مانند اور ہر پر اس کا رنگ برنگ مثل جواہر کے تھا۔ اور ناخن اور چونچ مثل یاقوت سُرخ کے اور اسکی آنکھیں مانند زمرد کی اور پاؤں اس کے مانند فیروزے کے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کی جو عبادت گاہ اپنے گھر میں تھی اسمیں ایک طاق بھی تھا یہ پرندہ اسی طاق میں حضرت کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کا حسن ولطافت دیکھکر خواہش کی کہ اسکو اپنے لڑکوں کے واسطے پکڑیں۔ جب حضرت داؤد نے اس کے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ پرندہ وہاں سے اُڑکر ایک بالاخانے پر جا بیٹھا۔ حضرت داؤد نے اسکے پکڑنے کا تعاقب کیا پھر وہ پرندہ وہاں سے اُڑکر ایک باغ میں جا بیٹھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسکے پکڑنے کے واسطے وہاں بھی گئے اور وہاں جاکر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ باغ کس کا ہے وہاں کے لوگوں نے حضرت داؤد سے عرض کی کہ یہ باغ ایک عورت کا ہے اور اس کا نام بطشا ہے۔ یہ سُنکر حضرت داؤد علیہ السلام ایک بالاخانے پر چڑھ کر چاروں طرف بہت دیر تک دیکھتے رہے اور اسی باغ میں بطشا عفیفہ ننگی حوض میں اپنے نہاتی تھی حضرت داؤد علیہ السّلام کی اچانک نظر اس پر جا پڑی۔ ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤدؑ نے اس کو دیکھکر بہت خواہش کی (واللہ اعلم) اور ادھر بطشا کو معلوم ہوا کہ یہ شخص مجھ پر بہت خواہش رکھتا ہے پس اس نے اپنے بالوں سے

اپنا تمام بدن ڈھانپ لیا اور اپنے دل میں انکے نہال محبت کو بویا۔ اور ادھر حضرت داؤدؑ نے بالاخانے سے اُتر کر
اس باغ کے پاس جاکر پوچھا کہ یہ پرندہ کس کا ہے۔ وہاں کے رہنے والوں نے جواب دیا کہ یہ پرندہ بطشا عورت
کا ہے جو اس باغ کی مالکہ ہے۔ پھر حضرت داؤدؑ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا اس کا شوہر ہے؟ وہاں کے لوگوں
نے حضرت داؤدؑ کو تبلایا کہ ہاں ایک شخص ہے چند روز ہوئے اس سے اس کا بیاہ ہوا تھا اور اس کا نام اوریاہ لیکن
اب تک اس سے اس عورت کی ہمبستری نہیں ہوئی ہے۔ یہ سُنکر حضرت داؤدؑ نے اوریا کو بلایا اور بہت ہی پیار و محبت
سے کہا کہ تم جہاد میں جاؤ اور بہت روپیہ پیسہ دیکر اس کو جہاد میں جانے کو تیار کیا اور اس کو اچھی طرح سے خوش کر دیا اور
پھر اسکو جہاد پہ روانہ کر دیا۔ جہاں کی جائے دشوار تھی یعنی وہاں جو جاتا پھر واپس لوٹ کر نہیں آتا پس اوریا نے وہاں
جاکر بہت لڑائی کی اور پھر فتح بھی پائی۔ پھر وہاں سے دوسری جگہ کہ اس کا نام ناطقہ تھا وہاں جاکر بہت لڑائی کی اور
درجۂ شہادت پائی۔ اسکے بعد اس لشکر نے جو حضرت داؤدؑ نے روانہ کیا تھا اس ملک کو فتح کر کے اور بہت سا مالِ
غنیمت لاکر حضرت داؤدؑ کو دیا۔ اور حضرت داؤدؑ نے اوریا کی شہادت سُنکر ایک برس تک تعزیت کی۔

اس کے بعد اس بطشا عورت کو اپنے نکاح میں لائے اور اس کے علاوہ ننانوے بیویاں انکے اور تھیں۔ جب حضرت
داؤد نے بطشا سے نکاح کر لیا تو اب پوری ایکسو بیبیاں ہو گئیں۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان
بطشا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک دن حضرت داؤدؑ محراب میں بیٹھے تھے اور خداوند قدوس سے مناجات کر رہے
تھے۔ اتفاقیہ دو شخص اجنبی اس محراب کی دیوار توڑ کر اندر آئے۔ یہ دیکھکر حضرت داؤدؑ چونک پڑے۔ اُنہوں نے کہا کہ
اے داؤد مت ڈرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَهَلْ أَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ
دَخَلُوا عَلٰى دَاوُدَ (الآیۃ) ترجمہ۔ کیا پہونچی ہے خبر تجھ کو دعویٰ کرنے والوں کی جب وہ دیوار کو توڑ کر اندر
آئے تیرے عبادت خانے میں داخل ہو گئے یہ دیکھکر داؤد گھبرایا اور وہ ان سے بولے کہ تم مت گھبراؤ ہم تو دو
جھگڑنے والے ہیں اور زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر سو تو فیصلہ کر دے ہمارے درمیان انصاف کا۔ اور زیادہ دیر
مت کر اور ہم کو سیدھی راہ بھی بتادے۔ یہ سُنتے ہی حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے کہا اپنا احوال بیان کرو۔ پس
کہا اس فریادی نے حضرت داؤد علیہ السلام سے قولہٗ تعالیٰ۔ إِنَّ هٰذَا أَخِي قف لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً الآیۃ (ترجمہ)
یہ جو ہے وہ میرا بھائی ہے اسکے پاس ہیں ننانوے دُنبیاں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے پھر یہ کہتا ہے مجھ سے کہ تم اپنی
دُنبی بھی میرے حوالے کر دو۔ اور اس بات میں مجھ سے زبردستی بھی کرتا ہے۔ یہ بات سُنکر حضرت داؤد علیہ السلام نے
اس کے مخالف شخص سے کہا کیوں جی یہ جو کچھ کہتا ہے سچ ہے یا نہیں۔ وہ بولا سچ کہتا ہے قولہٗ تعالیٰ قَالَ لَقَدْ
ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ۝ (ترجمہ) بولا داؤد کہ وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دُنبی کو
اپنی دُنبیوں میں ملانے کو۔ پس حضرت داؤد سے دونوں فرشتوں نے جو کہ آپس میں متخاصمین بن کر آئے تھے ہنس کر

کہا کہ اے داؤد باوجود تیری ننانوے بیویوں کے اوریا کی بیوی سے حرص کی غرض سے نکاح کیا اور پوری ایک سو عورتوں کو اپنے نکاح میں لائے۔ یہ درحقیقت ایک مقدمے کی صورت میں پیش کر کے جو ہم آئے ہیں تمہارے پاس یعنی دُنبی کا معاملہ لیکر، کہ یہ تم نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ یہ کہکر دونوں فرشتے غائب ہو گئے۔ یہ واقعات جامع التواریخ میں مذکور ہیں اور قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے وقت میں اوریا ایک شخص تھا اور ایک عورت سے اسکے نکاح کا پیغام تھا۔ اور بہت ممکن تھا کہ اس کا نکاح ہو جائے۔ لیکن اس عورت کے وارثوں کو اوریا سے کچھ خلش تھی، اسی واسطے اس عورت کو اوریا کے نکاح میں انھوں نے نہیں دیا تھا۔ پھر اسکے بعد حضرت داؤدؑ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ حالانکہ ان کی ننانوے بیبیاں موجود تھیں۔ اگرچہ یہ کچھ خلافِ شرع نہ تھا لیکن ازروئے توریت و زبور کے ایسا ہو سکتا تھا۔ لیکن بظاہر اتنا بھی پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ شاید کوئی اس میں شک و شبہ کرے کہ یہ چیز بھی شانِ پیغمبری میں درست نہیں یہ درحقیقت جانچ تھی جو اُن دو فرشتوں کے ذریعے سے کرائی گئی اور حضرت داؤد علیہ السلام اس بات سے بہت ہی نادم ہوئے اور اس واقعہ سے ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں فرشتے اپنی دُنبی کا معاملہ لیکر ہم کو نصیحت کرنے آئے تھے پھر حضرت داؤد علیہ السلام اپنی جملہ تقصیر و خطا سے معترف ہو کر بہت روئے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور چالیس روز تک مسلسل سجدے میں پڑے رہے اور نہ اچھی طرح کھاتے تھے اور نہ اچھی طرح کوئی چیز پیتے تھے اور شب و روز رویا کرتے تھے۔ اور جس جگہ پر وہ سجدہ ریز تھے ان کے رونے کے آنسوؤں سے اسکے قرب و جوار میں گھاس پیدا ہو گئی اور وہ بڑھتے بڑھتے سر سے بھی اونچی ہو گئی۔ تب جناب باری تعالیٰ سے ندا آئی اے داؤد اپنا سر سجدے سے اُٹھا اور میں نے تیری جملہ تقصیرات کو معاف فرمایا۔ یہ سُنکر حضرت داؤدؑ نے اپنا سر سجدے سے اُٹھایا۔ اور پھر ایک ایسی آہ ماری کہ اس آہ سے سب گھاس جوان کے چاروں طرف تھی جل گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ الآیۃ (ترجمہ) اور خیال کیا ہم نے اس کو جانچا اور پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور پھر گر پڑا جھک کر سجدے میں اور رجوع ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف پس ہم نے معاف کیا اسکو وہ کام حضرت جبرائیلؑ نے آکر فرمایا۔ اے داؤد اوریا کی قبر پر جا کر اس سے اپنی تقصیر کی معافی مانگ تاکہ کل قیامت میں وہ تم سے مواخذہ نہ کرے۔ حضرت داؤدؑ نے حضرت جبرائیلؑ کی اس بات کو سُن کر اسکی قبر پر جاکر پکارا کہ اے اوریا تیسری دفعہ اس نے جواب دیا۔ کہ تم کون ہو جو بار بار مجھ کو پکارتے ہو اور مجھے نیند سے جگا دیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا میں داؤد ہوں۔ وہ بولا اے خلیفۂ خدا آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اسوقت حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ اے حضرت داؤد آپنے تو مجھ کو جہاد میں بھیجا تھا میں وہاں جاکر شہید ہو گیا اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بہشت میں جگہ دی اور اب میں بہت ہی آرام سے ہوں اور جو کچھ آپنے میرے ساتھ کیا ہو گا وہ سب میں نے معاف کیا۔ پس حضرت داؤدؑ نے اس سے خوش ہو کر اپنے گھر کی راہ لی۔ پھر حضرت جبرائیلؑ

نے ان سے کہا اے داؤد خدا نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ پھر تم اوریا کے پاس جاکر کہو کہ تم کو میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں بھیجا تھا۔ محض اپنی نفس کی خواہش سے تو وہاں جاکر شہید ہوا میں نے بطشا سے نکاح کیا یہ تقصیر مجھ سے ہوئی تو مجھ کو معاف کر۔ پس بموجب ارشاد جناب باری تعالیٰ کے حضرت داؤد نے اوریا کی قبر پر جاکر پکارا۔ اس نے جواب دیا۔ اے حضرت داؤد پھر کیوں آپ مجھ کو پکارتے ہیں اپنا احوال کہو۔ اُنہوں نے بطشا اس کی عورت کی حقیقت سب بیان کی اور اپنی خطا کی معافی چاہی۔ اوریا نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ حضرت داؤد بہت گریدہ ہوئے اور رو رو کر کہا کہ اے اوریا میری تقصیر معاف کر میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ تب اس نے کہا اے حضرت داؤد مت رو، اس بارے میں تم کو معاف نہ کرونگا جو تم نے کیا ہے۔ پھر حضرت داؤدؑ نے رو رو کر معافی مانگی پھر بھی اس نے معاف نہ کیا۔ تب درگاہِ الٰہی سے ندا آئی۔ اے داؤد مت رو۔ میں نے تجھ کو معاف کیا۔ حضرت داؤد نے عرض کیا یا الٰہی اوریا مجھ کو معاف نہیں کرتا ہے تب حکم ہوا اے داؤد حشر کے دن اسکے لئے ایک قصر یاقوت سُرخ کا بناؤنگا اور اسمیں حوریں بہشت کی رہیں گی۔ اوریا کو اُن پر عاشق و فریفتہ کروں گا۔ تب اسکے بدلے میں وہ تم کو معاف کر دے گا۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بہشت میں ایک مکان پُر تکلف جواہرات سے بنا کر اوریا کو دکھایا اور پھر اس سے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ کو معاف کر تو یہ قصر بہشت تجھ کو دونگا۔ پس اس وقت وہ یہ قصر اور حوروں کو دیکھ کر عاشق ہوا اور خوش ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کو پکارا کہ اے حضرت داؤد میں نے تمہاری خطا معاف کی۔ اسکے بعد حضرت داؤد علیہ السلام خوش ہو کر اپنے گھر پر آئے۔ ایک دن بنی اسرائیل جمع ہو کر کہنے لگے اے نبی اللہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم لوگ آپ کو تقریباً چالیس روز سے دیکھتے ہیں کہ آپنے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے اور غم دیدہ ہو کر ہر وقت سرگرداں رہتے ہیں۔ یہ سُنکر حضرت داؤدؑ نے فرمایا اے میرے صاحبو! خدا نے جب مجھ کو خلیفہ کیا اور تم پر نبی بنا کر بھیجا اور مجھ کو منع فرمایا تھا کہ دیکھو تم نفس امارہ کے پیچھے مت پڑنا ورنہ خراب ہو جاؤ گے پس میں نے اس بات کا خیال نہ کیا اور مَیں بھول گیا اور اسی بھول میں میں نے نفس امّارہ کی پیروی کی تھی۔ یعنی ایک شخص جس کا نام اوریا تھا میں نے مغالطہ دیکر اسکو جہاد میں بھیجا اور وہ وہاں شہید ہو گیا اور میری تمنا تھی کہ بعد شہید ہونے کے اسکی عورت سے مَیں نکاح کروں، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی اس کی چھوڑی ہوئی بیوی سے میں نے نکاح کر لیا۔ اسی پاداش میں خداوند کریم نے مجھ کو چند روز تک اس بلا میں مبتلا کیا۔ اور اب خدا کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس سے مجھے نجات بخشی ہے۔ اور ایک روایت وہب ابن منبہ سے ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنی اس خطا کی وجہ سے تقریباً تیس ۳۰ برس تک رویا کئے اور اس کثرت سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے کہ کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ماننے والے عابد بھی تقریباً چار ہزار کے لگ بھگ تھے وہ بھی رویا کرتے تھے اور حضرت سلیمانؑ جو آپ کی اولاد سے ہیں وہ اپنے والد کی آنکھوں سے آنسو پونچھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت

حسن بصریؒ سے بھی ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے گناہ کے معاف ہونے کے بعد بھی انتہائی انکساری کی وجہ سے اپنی روٹی پر نمک چھڑک کر کھاتے تھے اور پھر بھی ہر وقت آنسو بہاتے رہتے تھے۔ اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی خوراک ہے صاحبِ تقصیر کی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حال تقریباً ستّر برس تک یہی رہا۔ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام بیت المقدس میں جاکر زمین پر سر رکھ کر رو رہے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ جناب باری تعالیٰ سے یہ مژدہ لیکر آئے اور پھر کہنے لگے قولہٗ تعالیٰ۔ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ (ترجمہ) پس ہم نے معاف کر دیا اسکو وہ کام اور اس کا ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام　ایک دن بیت المقدس کے منبر پر چڑھ کر شکر خدا بجا لائے اور زبور پڑھ کر عرض کی، الٰہی توبہ تو نے میری قبول فرمائی۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ تمہاری توبہ میں نے قبول کی، پھر اسی وقت عرض کی کہ اے رب میں ڈرتا ہوں کہ خطا اپنی بھول جاؤں تو میرے بدن پر ایک نشان خطا کا رکھ دے تاکہ اس گناہ سے اپنے تئیں نہ بھولوں اور مجھے نشان دیکھنے سے یاد رہے۔ تب بجب خواہش اللہ تعالیٰ نے ان کی داہنی ہتھیلی پر ایک نشان اس گناہ کا جو مذکورہ ہو رکھ دیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام ہمیشہ اس پر نگاہ رکھتے تھے۔ اور اپنی خطا کو ماضی کو نہ بھولتے تھے اور بار بار استغفار پڑھتے رہتے تھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھتے تھے اور اس ہاتھ کو جس پر وہ گناہ کا نشان تھا سب کو دکھاتے تھے۔ اور خود اس کو دیکھ کر بہت افسوس کیا کرتے تھے، اور کبھی کبھی زار و قطار روتے بھی تھے۔ اسی وجہ سے خدا کے دربار میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور کبھی عدل و انصاف کے تخت پر بیٹھتے تھے۔ ایک روایت یوں آیا ہے کہ ایک دن دو دہقانی متخاصمین دادخواہ ان کے پاس آئے ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کی بکریوں نے میرا کھیت کھایا ہے اور آپ اس کا انصاف کر دیجیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ قیمت بکریوں کی اور کھیت کی بتاؤ تب انہوں نے بکریوں کی اور کھیت کی قیمت ٹھہرائی، تو معلوم ہوا کہ زراعت کی قیمت بکریوں سے زیادہ ہے۔ حضرت داؤدؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ زراعت والے کو بکریاں حوالے کر دیں اور بکری والا حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے روتا ہوا نکل آیا۔ اور اس وقت حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی عمر صرف سات برس کی تھی وہ اپنے دروازے پر بیٹھے تھے اس شخص کو روتے دیکھا تو انہوں نے اس شخص دریافت کیا کہ بھائی تم کیوں روتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بھائی حضرت داؤد نے انصاف کر کے میری کل بکریاں کھیت والے کو دیدی ہیں۔ یہ سنکر حضرت سلیمانؑ نے اس سے کہا کہ تم خلیفہ خدا سے جاکر کہو کہ اے خلیفہ خدا اگر آپ ہمارے اس مقدمے کو غور کر کے انصاف فرماویں تو پھر اس غریب کے حق میں بہتر ہوگا۔ اس شخص نے بموجب ارشاد حضرت سلیمانؑ کے حضرت داؤدؑ سے جاکر کہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ بات سنی اور پھر فرمایا کہ یہ بات تم کو کس نے بتلائی۔ وہ بولا حضرت سلیمانؑ نے مجھ کو کہا کہ تم پھر خلیفہ خدا کے پاس جاؤ اور ان سے گذارش

کرو کہ میرے مقدمہ پر پھر غور کیا جائے تاکہ غریب کے حق میں کچھ بہتری ہو۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمانؑ کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو میرے پاس کیوں بھیجا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا اے اباجان اگر حضور اس مقدمہ کو اچھی طرح سے غور کر کے انصاف فرماویں تو میرا خیال ہے کہ پھر اس غریب کے حق میں بہتری ہوگی۔ تب حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا کہو تم اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے تب دونوں حضرات نے اس مقدمہ پر نہایت غور و خوض کیا اور اس کا فیصلہ یوں چکا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہٗ تعالیٰ۔ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ الآیۃ (ترجمہ) داؤد اور سلیمانؑ کو دی ہدایت ہم نے جس وقت وہ حکم کرتے تھے دونو بیچ کھیتی والوں کے جس وقت کہ چگ گئیں بیچ اسکے بکریاں ایک قوم کی اور روبرو تھا ہمارے ان کا فیصلہ۔ پس سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ سلیمانؑ کو اور دونوں کو حکم اور علم تھا۔ بعض تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریوں کو دلوا دیا اور کھیتی والوں کو بدلہ ان کے نقصان کا۔ اور اس وقت ان کے دین میں یوں تھا کہ چور کو اپنا غلام بنا لیتے تھے اسی کے موافق یہ حکم کیا اور حضرت سلیمان کم سن ہی تھے انہوں نے بھی جھگڑا اپنے پاس منگوایا اور کہا کھیتی والوں کو کہ بکریاں تم ان کی رکھو اور ان کا دودھ پیو اور کھیتی کو پانی دیا کریں بکری والے جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جاوے تب انکی بکریاں واپس کر دیجیو اور اپنی کھیتی کو اپنے قبضہ میں کر لینا تاکہ دونوں کو کوئی نقصان نہ ہو۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ انصاف کیا۔ اور آئندہ سے حضرت داؤد علیہ السلام بغیر مشورہ سلیمان کے کوئی بھی حکم لوگوں پر نافذ نہیں کرتے تھے۔ ایک دن یوں ہوا کہ ایک بڑھیا سلیمان کے غائبانہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دادخواہ آئی اور وہ آکر یوں بولی اے خلیفہ خدا میں بڑھیا ہوں اور نہایت ہی ضعیفہ عیالدار بھی ہوں ایک روز اپنے عیال واطفال کے لئے دکھ و محنت کر کے اپنے سر پر آٹا لائی تھی اسی وقت ہوا اتنی تیز چلی کہ میرے سر پر جو آٹا تھا وہ سب اڑا لیگئی اور میرے لڑکے بالے بھوکے مرتے ہیں آپ اس کا کچھ انصاف کیجئے اگر ممکن ہو تو اس سے میرا آٹا دلوا دیجئے۔ یہ سنکر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ اے بڑھیا ہوا پر میرا حکم نہیں چلتا اور میں کیونکر ہوا سے تجھ کو آٹا دلوا دوں؛ میں اس کے بدلے میں اپنی طرف سے آٹا دیتا ہوں تو اس کو لے جا۔ یہ سنکر بڑھیا خوش ہوگئی اور آٹا لیکر دعا کرتی ہوئی چلی۔ دروازے پر حضرت سلیمان بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بڑھیا کو دیکھکر پوچھا کہ اے بڑھیا مائی تو کیوں آئی تھی۔ فریاد کرنے آئی تھی یا آٹا مانگنے کو۔ وہ بولی میں تو فریاد کرنے آئی تھی حضرت داؤدؑ نے انصاف کیا کہ اپنی طرف سے مجھے آٹا دلوا دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا وہ کیا معاملہ ہے؟ تب اس نے بیان کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس بڑھیا سے کہا کہ تم جاؤ خلیفۂ خدا سے کہو کہ اے نبی اللہ میں تو ہوا سے قصاص چاہتی ہوں آپ سے آٹا نہیں مانگتی۔ یہ سنکر بڑھیا پھر واپس حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئی اور ان سے جاکر کہا کہ میں تو ہوا سے اپنا قصاص مانگتی ہوں آٹا نہیں مانگتی۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بڑھیا سے کہا کہ اے بڑھیا تو مجھ سے دس من آٹا لیجا پر ہوا سے انتقام مت چاہ کیونکہ میری حکومت ہوا پر نہیں چلتی کہ میں اسکو پکڑ منگواؤں

اور اس سے تیرا انتقام حاصل کروں۔ پھر بڑھیا ناچار ہو کر دس من آٹا لیکر اور خوش ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام سے رخصت ہو کر دروازے پر جب آئی تو پھر حضرت سلیمانؑ نے اس بڑھیا سے کہا۔ اے بڑھیا تو کیوں بغیر فیصلہ کے جاتی ہے پھر جا کر خلیفۂ خدا سے کہو کہ میں آٹا نہیں چاہتی ہوں آپ اسکو پھیر لیجئے اور میرا ادار کا کوئی فیصلہ کر دیجئے۔ یہ سُنکر بڑھیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئی اور ان سے وہی باتیں جا کر کہیں جو کہ حضرت سلیمان نے بڑھیا سے کہی تھیں وہ باتیں سُنکر حضرت داؤدؑ نے اس سے پوچھا کہ تجھے یہ باتیں کس نے بتائی ہیں۔ وہ بڑھیا بولی کہ یہ باتیں مجھے دروازے پر حضرت سلیمان نے بتائی ہیں پھر حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمان کو بُلایا اور کہا۔ اے بیٹے میں ہوا کی تجویز کیسے کروں وہ تو پکڑی نہیں جاتی ہاں اگر اسکی صورت مجسّم ہوتی تو البتہ اس کو پکڑ منگواتا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اے ابا جان اُسکو پکڑ کے حاضر کرنا بہت سہل بات ہے اور وہ آپ کی دعا کافی ہے، آپ دعا کریں خدا کے حکم سے ہوا صورت شخص بن کر خود ہی حضرت کے حضور میں حاضر ہووے گی، اور میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن خدا کے پاس مواخذہ ہو۔ اگر وہ بڑھیا آپ سے انصاف کا مطالبہ اور شکوہ کرے اور وہ انصاف طلب کرے تو آپ اس وقت اس کو کیا جواب دیں گے۔ یہ سُنکر حضرت داؤدؑ نے خدا کی جناب میں دُعا مانگی اور حضرت سلیمانؑ نے ان کے ساتھ آمین کہی۔ اسی وقت خدا کے حکم سے ہوا بصورت شخص ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی۔ تب بڑھیا نے ہوا سے اپنے آٹے کا دعویٰ کیا اور ہوا نے اس کا یہ جواب دیا کہ یا نبی اللہ میں نے جو کیا تھا وہ خدا کے حکم سے کیا تھا۔ یہ سُنکر حضرت داؤدؑ نے کہا کہ وہ کیا ہے بیان کرو۔ ہوا نے اس کا یہ جواب دیا کہ یا نبی اللہ دریا میں ایک قوم کی کشتی تھی اور اسمیں ایک سوراخ ہو گیا تھا اور وہ قریب ڈوبنے کے تھی اور دریا کے سیلاب کے گرداب میں آپڑی تھی۔ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کی نذر مانی تھی کہ اگر کشتی اس گرداب سے خداوند قدوس بچالیوے گا تو اس کشتی کا سب مال خدا کی راہ پر فقیروں اور محتاجوں کو دیں گے اسی وقت خداوند قدوس نے مجھ کو حکم دیا کہ تو اس بڑھیا کا آٹا لیکر اس کشتی کے سوراخ کو بند کر دے تاکہ یہ کشتی غرق ہونے سے بچ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چند روز کے بعد وہ کشتی کنارے پر آلگی اور اُدھر حضرت داؤدؑ کو خبر ہوئی کہ ایک کشتی نذر کی دریا کے کنارے پہونچی ہے۔ حضرت داؤدؑ نے سب مال نذر کا کشتی سے منگوا کر آدھا فقیروں اور محتاجوں کو دیا اور آدھا مال اس بڑھیا عورت کو دیا کہ جسکے آٹے سے اس کشتی کا سوراخ ہوا نے بند کیا تھا۔ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بڑھیا عورت سے پوچھا کہ تم نے خدا کی کیا اطاعت و بندگی کی تھی جو تجھ کو اتنا مال ملا۔ وہ بڑھیا بولی کہ میں نے خدا کی بندگی نہیں کی تھی مگر ایک دن ایک فقیر بھوکا محتاج پیاسا میرے پاس آیا اور اس نے کھانے کا سوال کیا اور اس وقت میرے پاس صرف ایک ہی روٹی تھی، چنانچہ میں نے وہ روٹی اس فقیر کے حوالے کر دی اور اس فقیر نے اس روٹی کو کھا کر پھر مجھ سے کہا کہ میں بہت بھوکا ہوں اور بہت دور سے آیا ہوں اور اس روٹی سے مجھے سیری نہیں ہوئی کچھ اور دیجئے۔ میں نے کہا کہ تم ذرا ٹھہرو میں گیہوں پیس کر روٹی بنائے دیتی ہوں یہ کہکر میں آٹا پیس کر اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ راستے میں ہوا کی تیزی سے وہ سب آٹا اُڑ گیا۔ اور میں جانتی ہوں کہ مجھ پر تکلیف

گزری اس بھوکے فقیر کے سبب سے بھی بہت ہی متفکر و غمناک ہو کر تمہارے پاس داد خواہ آئی تھی اتنا مال خدا کی مہربانی سے تمہارے ہاتھ سے مجھ کو ملا ہے کہتے ہیں کہ اس وقت خدا کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ سے آکر کہا یہ بات کہی کہ اس بڑھیا کو کہدو اتنا مال جو تونے پایا اس آٹے کا بدلہ ہے جو ہوا سے اُڑ گیا تھا۔ اور اس روٹی کے بدلے جو تونے اس فقیر کو دی تھی اس کا بدلہ آخرت میں ستّر روٹیاں ملیں گی۔ منقول ہے کہ ایک دن بنی اسرائیل نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ ہم احوال قیامت کو دنیا میں دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہم کو قیامت کا یقین ہو۔ اور یہ بھی ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ روز قیامت اسی طرح ماجرا گذرے گا۔ یہ سُنکر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کل عید کے دن تم کو یہ ماجرا دکھاؤنگا۔ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص سردار رئیس القوم مالدار تھا اور اس کی ایک گائے زرد رنگ خوشنما پاؤں تھے اور اس پر زری کے کپڑے ڈال کر خوب سجا کر میدان میں چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت نہایت ہی عابدہ زاہدہ تھی اور اس کا ایک بیٹا تھا وہ بڑا نیک اور صالح تھا۔ دونوں نے صحرا میں جاکر ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی اور وہاں جاکر عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک روز وہ دونوں اپنی بنائی ہوئی عبادت گاہ میں خدا کی عبادت میں مصروف تھے اور ان کے پاس کھانے پینے کا کچھ بھی اسباب نہ تھا۔ مگر اسکے کنارے ایک چشمہ قدرتی جاری تھا۔ اور اسی چشمہ کے کنارے ایک انار کا درخت بھی تھا۔ خدا کی مہربانی سے ہر روز اس میں دو انار لگتے تھے اور اسکو وہ دونوں ماں بیٹے کھاتے تھے اور اسی پر قناعت کرتے تھے۔ تقریباً یہ حال ستّر برس تک رہا۔ ایک روز اس کے بیٹے نے کہا کہ اے اماں شہر کے اندر تو بازار میں بہت سی چیزیں بکتی ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ بازار سے لاکر کھاؤں۔ اس کی ماں نے اس سے کہا کہ اے بیٹے دو انار اللہ تعالےٰ ہم کو بغیر کسی محنت و مشقت ہر روز عنایت کرتا ہے یہی کھا کر شکر کر اور کسی دوسری چیز کا لالچ مت کر لالچ بُری چیز ہے یہ کہکر جب درخت کی طرف نظر کی تو وہ دو انار جو روزانہ لگتے تھے اچانک غائب ہو گئے یہ دیکھکر اس کی ماں نے کہا۔ اے بیٹا وہ دو انار جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بطور روزی کے دے رکھے تھے بسبب بے صبری اور ناشکری کے غائب ہوئے۔ پس ایک رات اور ایک دن دونوں ماں بیٹے بھوکے رہے۔ اتنے میں اجنبی ایک گائے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے دونوں ماں بیٹوں کے پاس آئی اور بولی کہ مجھ کو ذبح کرکے کھا جاویں میں تمہاری حلال روزی سے ہوں۔ اسکی ماں نے کہا اے بیٹا یہ گائے چاہتی ہے کہ ہم کو گناہ میں گرفتار کرے تب اسکو ہانک دیا پھر وہ آکر موجود ہوئی ہاتھ پاؤں چھوڑ کر زمین پر سو گئی اور اپنا حلق سامنے کرکے بولی۔ اے میاں مجھ کو ذبح کرکے کھاؤ میں تمہارا رزق حلال ہوں۔ لیکن اس پر بھی اُنہوں نے نہ مانا۔ اور پھر اسکو ہانک دیا۔ کچھ دیر بعد پھر وہ آکر موجود ہوگئی تب ناچار ہو کر تیسرے دن ماں بیٹے نے اسکو ذبح کیا۔ اور کباب وغیرہ بنا بنا کر کھا گئے۔ ادھر جب وہ گائے تیسرے دن اپنے آقا کے گھر نہ گئی تو آقا نے اس کی بہت تلاش کی اور بہت سے لوگوں کو جنگل اور میدانوں کی طرف بھیجا آخر وہ نہ ملی۔ بالآخر ایک عورت دلالہ قوم بنی اسرائیل سے تھی جو ہر گھر میں خرید و فروخت کے واسطے جاتی تھی اتفاقاً وہ عورت ان دونوں

ماں بیٹے کے گھر گئی - دیکھتی کیا ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے وہ دونوں ماں بیٹے کباب بنا کر کھا رہے ہیں - اس دلالہ عورت کو دیکھکر یہاں ماں بیٹے دونوں گھبرا گئے اور اسی گھبراہٹ میں ماں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آج کتنے برس سے ہم یہاں اپنے خالق کی عبادت میں مشغول ہیں اور رزق بھی حلال کھاتے ہیں آخر میری بات تو نے نہ مانی بیگانی گائے ذبح کر کے کھا گئے کیا خبر خدا ہم کو کس عذاب میں مبتلا کرے اور پھر ہمکو رسوا کرے سارے ملک میں پس اس عورت دلالہ نے جا کر اس گائے کے مالک کو خبر دی اور اس کا نشان بھی بتا دیا - اس گائے کے مالک نے حضرت داؤد علیہ السلام سے جا کر اپنی درخواست پیش کی کہ فلاں شخص نے میری گائے ذبح کر کے کھالی ہے - حضرت داؤدؑ نے اسی وقت حکم کیا کہ اس شخص کو فوراً میرے دربار میں حاضر کرو - اس حکم کو لیکر لوگ ان ماں بیٹے کے پاس گئے اور ان دونوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے دربار میں لا کر حاضر کر دیا - حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیوں دوسرے کی گائے ذبح کر کے کھائی ہے - انہوں نے کہا کہ اے خلیفۂ خدا وہ گائے تین دن تک ہمارے دروازے پر آ کر پڑی رہی اور بار بار ہانکنے سے بھی نہ گئی اور وہ بولتی تھی کہ میں تمہاری حلال روزی ہوں مجھے تم ذبح کر کے کھاؤ اور ہم لوگ تین دن کے بھوکے تھے اسکو ذبح کر کے کھا گئے - یہ بات سنکر اس گائے کے مالک نے کہا کہ تم جھوٹ کیوں بولتے ہو - گائے بیل نے بھی کسی سے بات کی ہے - حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کر سکتی ہے - الغرض صاحب گائے نے دونوں ماں بیٹے سے قصاص طلب کیا - پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ان کو معاف کر دو اور اسکے عوض میں ہم سے ایک ہزار اشرفیاں لے لو - وہ بولا کہ میں ہرگز ان کو معاف نہ کروں گا، میں تو اپنی گائے کا قصاص لونگا - پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اس گائے کا چمڑا بھر کے اشرفی مجھ سے لے لو اور ان کو اس خطا سے معاف کرو - اس جاہل نے حضرت داؤد علیہ السلام کا کہنا نہ مانا - اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے داؤد اللہ تعالیٰ نے تم کو سلام کہا اور فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل احوال قیامت تجھ سے دُنیا میں دیکھنا چاہتے تھے تم ان سے کہہ دو کہ کل عید کے دن میدان میں جا کر سب حاضر ہوں احوال قیامت کو وہاں دیکھیں گے تب حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے کہہ دیا - وہ سب چھوٹے بڑے زن و مرد قوم کے اس میدان میں عید کے روز جا کر حاضر ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے منبر پر چڑھکر کتاب زبور پڑھنے لگے اور تمام لوگ انکی خوش الحانی کیوجہ سے غش میں آ گئے - اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا اس رئیس قوم صاحب گائے سے پوچھو کہ اس دن کو وہ یاد کرے کہ جس دن شام کی راہ سے فلانے سوداگر کے ساتھ تو نوکر ہو کر جاتا تھا - اسکے ساتھ پانچسو اونٹ بکری اور مال و اسباب تھا تو نے اس کو مار کر سب چھین لیا تھا اور پھر مصر میں جا کر اس کے مال و اسباب سے تو نے بہت نفع اُٹھایا تھا اور اسکے بعد تو ملک شام چلا آیا تھا - اتنا مال و متاع تو نے جو جمع کیا یہاں تک کہ تو قوم بنی اسرائیل کا سرغنہ بھی ہوا - سو وہ سوداگر

جس کو تو نے مارا تھا اسی کی یہ بیوی ہے اور اسی کا یہ لڑکا ہے جو تیری گائے کو ذبح کر کے کھا گئے ہیں اور اس وقت جتنا مال تیرے پاس موجود ہے سب اس کا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے یہ حقیقت جبرئیلؑ سے سُن کر صاحب گائے سے پوچھا اس نے اس بات سے انکار کیا اور پھر کہا کہ میں نے ہرگز کسی کو نہیں مارا اور نہ مال کسی کا میں نے چھینا لوٹا، یہ بات کس نے کہی ہے بالکل جھوٹ ہے جو آپ نے سُنی ہے۔ اس وقت خدا کے حکم سے زبان اسکی گونگی ہوگئی اور پھر ہاتھ پاؤں نے اس کی گواہی دی۔ اسکے ہاتھ نے کہا سچ ہے میں نے چھری سے اس سوداگر ذبح کیا تھا اور اس کا شتر اور مال و اسباب سب لے لیا تھا اور اسی طرح تمام اعضاء نے اسکی گواہی دی۔ قوم بنی اسرائیل یہ حقیقت سُنکر بڑی متعجب ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بھائی مومنو ایسی حقیقت ہوگی حشر کے دن جس نے بھی جو کچھ نیک و بد کام کیا ہوگا قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر ہوگا ہاتھ پاؤں انکے گواہی دیں گے جیسا کہ صاحب بقر کے ہاتھ پاؤں نے گواہی دی اور مُنہ سے اس دن کچھ نہ بول سکے گا جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ الایۃ (ترجمہ) آج ہم مُہر کر دینگے ان کے مُنہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے دُنیا میں۔ آخر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں ماں بیٹوں کو کہا کہ رئیس قوم جو صاحب گائے ہے تمہارے باپ کو مار کر تمام مال و دولت لوٹ لے گیا تھا۔ اب خدا کے حکم سے اسے مار کر تم اپنے باپ کا قصاص لو اور اس سے اپنا سب مال و اسباب لے لو اس لڑکے نے اس بات کو سُنکر اسی وقت صاحب گائے کا سر کاٹ لیا اور جو مال و اسباب تھا اپنے باپ کا سب لے لیا اور پھر شکر خدا کا بجا لایا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کی عمر آخر ہوئی اور موت قریب آئی تو حضرت جبرائیل نے ایک صندوق ان کو لا کر دیا اور پھر کہا کہ اے داؤدؑ تم اپنے بیٹوں سے پوچھو کہ اس کے اندر کیا چیز ہے جو کوئی اسکے اندر کی چیز بتائیگا اسی کو خلافت و سلطنت ملے گی۔ تب بنی اسرائیل اور پندرہ بیٹوں کو اپنے پاس بلا کر ایک جگہ جمع کر کے پوچھا کہ بتاؤ کہ اس صندوق کے اندر کیا چیز ہے جو کوئی بھی بتا سکے گا اسکو میں اپنا ولی عہد مقرر کرونگا اور وہ نبی بھی ہوگا اور وہ بنی اسرائیل اور سارے جہان کا بادشاہ بھی ہوگا۔ کسی سے بھی اسکے اندر کی چیز نہ بتائی گئی۔ حضرت سلیمان اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے تھے وہ خدمت باپ کی بجالائے اور کہا اے ابا جان اگر حکم ہو تو خادم عرض کرے کہ اسکے اندر کیا ہے۔ انہوں نے کہا اے بیٹا کہو۔ تب سلیمانؑ نے کہا کہ اسکے اندر ایک انگشتری اور ایک چابک اور ایک خط یہ تینوں چیزیں اسکے اندر محفوظ ہیں اور ان تینوں کے علاوہ اس میں اور کچھ نہیں ہے جب صندوق کو کھول کر دیکھا تو وہی تین چیزیں پائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ تینوں چیزیں معجزے سے تعلق رکھتی ہیں، یہ انگوٹھی جو ہے بہشت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور جو شخص بھی اسکو اپنے ہاتھ میں رکھے گا جو چاہے گا اس سے حاصل ہوگا اور جب اس پر نگاہ کریگا جو کچھ دُنیا کے بیچ میں ہے مشرق سے مغرب تک بھلا بُرا مخلوق کا

ہویدا ہوگا اور تمام طیور و پرند و چرند و حوش سب کے سب اسکے تابع فرمان ہونگے اور جو چابک ہے وہ دوزخ کا ہے جو شخص بھی صاحب چابک سے باغی ہوگا یعنی اسکی اطاعت نہ کریگا۔ جب صاحب چابک اس پر ارشاد کریگا وہ چابک خود بخود جا کر اسکو معذب کریگا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چابک نہ تھا بلکہ وہ دور باش تھا جو باغی ہوتا اللہ تعالیٰ سے چابک اسکو معذب کر کے لاتا۔ کہتے ہیں کہ کوئی اس چابک کو بوجہ ڈر کے نہ چھوتا تھا یعنی صرف مالک ہی اسکو اپنے ہاتھ میں لیتا تھا کیونکہ اس کا خاصہ تھا کہ بغیر استعانت غیر کے لوگوں پر عذاب کرتا اور پھر اسکے بعد حضرت جبرائیل نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ اس خط کے اندر کیا لکھا ہوا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تو کوئی اس کا حال دریافت نہ کرسکا۔ سلیمان نے کہا کہ اسکے اندر پانچ مسئلے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ایمان۔ اور محبت۔ عقل و شرم اور طاقت۔ پھر پوچھا ہر ایک کا کام مقام و قرار بدن میں کس جگہ ہے۔ وہ جو مقام ایمان و محبت کا دل ہے اور مقام عقل سر ہے اور مقام شرم آنکھ اور مقام قوت و طاقت ہڈی ہے۔ جب حضرت سلیمان نے یہ باتیں کہیں تب حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وہ خاتم سلطنت انکی انگلی میں پہنائی اور وہ چابک بھی انکے ہاتھ میں دیا اور بخوشی انکو اس شاہی تخت پر بٹھایا اور خود گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے عبادت خانے میں جا بیٹھے اسوقت عمر انکی ایک سو برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت انکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ یہ حوالہ جامع التواریخ سے لکھا ہے۔ ایک دن ملک الموت آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے پوچھا تم کون ہو۔ وہ بولے کہ میں ملک الموت ہوں۔ آپ کیوں یہاں آئے ہیں۔ حضرت عزرائیل نے کہا کہ تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عزرائیلؑ سے کہا کہ مجھ کو دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ اس کے جواب میں ملک الموت نے کہا کہ خدا کا حکم نہیں ہے اور تم کو ابھی جانا ہے یہ کہہ کر ان کی جان قبض کر لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (پس جب آتا ہے وقت ان کا نہیں پیچھے رہ جاتے ہیں ایک ساعت اور نہ آگے نکل جاتے ہیں بعد فوت انکے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعزیت اور انکی تجہیز و تکفین کی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیان مسخ ہونا بعضے بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں

ایک روایت میں ہے کہ ایک قبیلے نے قوم بنی اسرائیل سے علیحدہ ہوکر دریا کے کنارے پر کچھ اپنے رہنے کیواسطے مکان بنا لئے تھے اور یہ واقعہ اس وقت عمل میں آیا جب حضرت داؤد علیہ السلام بلائے ناگہانی میں مبتلا ہوئے تو ان لوگوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اکثر احکام توریت کے چھوڑ کر خلاف شرع کام شروع کر دیئے منجملہ ان امور کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ ہفتہ کے دن شکار نہ کریں اور نہ دنیا کی کوئی خرید و فروخت کریں یہ سب چیزیں کتاب توریت میں حرام تھیں۔

ان لوگوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور ان حرام کردہ چیزوں پر کاربند ہو گئے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ جب اس قوم نے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی شروع کی تو پھر ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے بطور آزمائش کے دریا کی مچھلیوں کو حکم دیا کہ وہ ہفتے کے دن دریا سے نکل کر ساحل پر آکر اپنے کھیل کود میں مشغول رہیں اور دنوں میں دریا میں جا رہیں۔ پس خداوند تعالے کے حکم سے مچھلیاں ہفتے کے دن دریا سے نکل کر کنارے پر آکر پھرتی رہتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں دریا میں جا رہتیں۔ آخر یہودیوں نے ان کو دیکھکر لالچ سے ایک حیلہ کیا کہ اُنہوں نے دریا کے کنارے پر نہر کھود کر وہاں پر اپنے جال ڈالے کیونکہ ہفتے کے دن مچھلیاں دریا سے آکر کھیل کود کے شام کے وقت پھر دریا میں چلی جاتی تھیں آخر وہ سب ہفتے کے دن نہر میں جال ڈال کر رکھتے اور صبح کو اُٹھ کر یکشنبہ کو حسب ضرورت اپنی آرزو کے مطابق کھاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ (الآیۃ) ترجمہ۔ اور پوچھ ان سے احوال اس بستی کا کہ جو تھے کنارے دریا کے جب وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم میں اور جب آنے لگیں ان پر مچھلیاں ہفتے کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو وہ نہ آویں یوں ہم آزمانے لگے اس واسطے کہ وہ لوگ بے حکم تھے اور جب بولا ایک فرقہ ان میں سے کہ کیوں نصیحت کرتے ہو۔ ان لوگوں کو کہ جسکو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے یا ان پر عذاب مسلط کرے اور وہ لوگ یہ سُنکر سخت بولے کہ تم ہم کو ڈراتے ہو ہم ہر طریقہ سے طاقتور ہیں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن پھر بھی نصیحت کرنے والوں نے انکو برابر نصیحت کی جب اُنہوں نے کسی طرح سے بھی نہ مانا اور برابر خلاف شرع کام کرتے رہے تو پھر انکو عذاب خداوندی نے آپکڑا محض اس وجہ سے کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی کرتے تھے اور نصیحت کرنے والے کی نصیحت پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اور پھر ہم نے جن کاموں سے منع کیا تھا وہ اسی کے کرنے پر برابر گامزن رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بندر ذلیل ہو گئے۔ قرآن مجید کے سورۂ اعراف کے ترجمہ کے فائدے میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے عہد میں یہود کو ہفتے کے دن شکار کرنا منع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان شہریوں کو بے حکم دیکھا تو پھر ان کو بطور آزمانے کے ہفتے کے دن مچھلیاں دریا سے اوپر پھریں اور دوسرے دنوں میں غائب رہیں ان کا جی نہ رہ سکا۔ اور اُنہوں نے بالآخر ہفتے کے دن شکار کیا۔ اور اُنہوں نے اپنی دانست میں یہ حیلہ کیا کہ کنارے دریا کے پانی کاٹ لائے کہ مچھلیاں وہاں بند ہو رہیں تو بھی وہ مچھلیاں انکے ہاتھ نہ آئیں اور ہفتے کی شام کو وہ مچھلیاں نکل جاتیں۔ آخر اُنہوں نے ہفتے کے دن بھاگنے کی راہ بند کی اور اتوار کو پکڑ لیا۔ پھر وہ لوگ بندر ہو گئے اور ان میں تین فرقے ہو گئے۔ ایک تو ان میں وہ تھے کہ جو شکار کرتے تھے۔ اور دوسرے وہ لوگ تھے جو باز آگئے تھے نافرمانیوں سے اور برابر منع کرتے رہتے تھے۔ اور تیسرے وہ لوگ تھے جو منع کرنے سے تھک گئے تھے اور منع کرنا چھوڑ بیٹھے تھے۔ لیکن وہ بہتر تھے جو برابر منع کرتے رہے۔ اور منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے ملنا چھوڑ دیا ایک دن صبح کو اُٹھے تو دوسروں کی آواز نہ سُنی تو دیوار پر چڑھکر دیکھا کہ ہر گھر میں بندر ہی بندر نظر آرہے ہیں، اور

ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ آدمی کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر اپنا رکھتے اور پھر رونے لگتے۔ بالآخر وہ اپنے بُرے حال سے تین دن میں سب کے سب مر گئے۔ کتاب توریت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب تم حکم توریت کا چھوڑ دو گے تو تم پر اور لوگ مسلّط ہونگے اور پھر قیامت تک ذلیل ہی رہو گے۔ اب تم غور کرو کہ روئے زمین پر یہود کی کہیں بھی حکومت نہیں اور وہ غیر کی رعیت ہیں۔ پس اے مؤمنو! بسبب نافرمانی خداوند قدوس بنی اسرائیل کے چہروں اور بدن کو مسخ کیا گیا۔ یعنی مسخ ہو کر وہ بصورت بندر ہو گئے اور ہم لوگ چونکہ خاتم النبیین کی اُمت میں ہیں اس لئے اس زمانے میں گناہ کرنے کے باوجود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے مسخ نہیں کیئے جاتے لیکن یہ یاد رہے کہ قیامت کے دن اس نافرمانی کی سزا ذلت مسخ سے کم نہ ہو گی۔ یا اللہ تو ہمیں نیکیوں کی توفیق عطا فرما اور دین اسلام پر ثابت و قائم رکھ اور ہمارے سارے گناہوں کو معاف فرما۔ آمین۔ (یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ہ)

بیان طالوت کے بادشاہ ہونے کا!

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک دن بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السّلام سے کہا کہ اے حضرت آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجیئے تا کہ اللہ تعالیٰ پھر ہمکو سلطنت عنایت فرمائے اور ہم لوگ خدا کے دشمنوں کو مار کر زیر کریں اور ایک سردار بھی ہم پر مقرر کر دے کہ ہم لوگ اسکی اقتدا میں جہاد کریں۔ چنانچہ یہ بات سُن کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی الآیۃ (ترجمہ) کیا تو نے نہ دیکھی ایک جماعت قوم بنی اسرائیل میں حضرت موسٰی کے بعد میں جب کہا اُنہوں نے اپنے نبی کو مقرر کر دیوے ہمارے واسطے ایک بادشاہ کو کہ ہم جہاد کریں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ بولا یہ بھی توقع ہے تم سے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تب تم نہ لڑو۔ وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور ہم کو نکال دیا ہے ہمارے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے پھر جب ان کو حکم ہوا لڑائی کا پھر گئے مگر تھوڑے ان کے اپنے عہد و قرار پر قائم رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو ظالم ہیں۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد حضرت موسٰیؑ کے ایک مدت تک بنی اسرائیل کا کام بہتر رہا۔ پھر جب ان کی نیت بُری ہو گئی تو پھر ان پر غنیم مسلّط ہوا۔ یعنی جالوت بادشاہ کافر نے ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور خوب اچھی طرح سے لوٹا اور قیدی کر کے لے گیا۔ اور جو باقی بچے وہ بھاگ کر شہر بیت المقدس میں جمع ہوئے اور پھر اُنہوں نے حضرت شموئیل پیغمبر سے کہا کہ کوئی بادشاہ با اقبال مقرر کر دو کیونکہ بغیر با اقبال بادشاہ کے ہم لڑ نہیں سکتے۔ طالوت ایک شخص تھا قوم بنی اسرائیل میں اور وہ کسی کسی کے چوپائے چرایا تھا۔ ایک دن ایک چوپایہ اس سے گم ہو گیا۔ مالک چوپایہ نے اس سے اسکی قیمت طلب کی اور اسکو یہ مقدور نہ تھا

کہ وہ اس چوپایے کی قیمت دیوے۔ آخر ناچار ہو کر حضرت شموئیل پیغمبر کے پاس گیا کہ چوپایے کے مالک کے لئے کچھ سفارش کریں تاکہ وہ اس چوپایے کی قیمت کو معاف کر دے۔ حضرت شموئیل پیغمبر نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا کہ میرا نام طالوت ہے تب شموئیل پیغمبر نے اسکو بغور دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک شاخ بہشت سے لاکر شموئیلؑ نبی کو دی اور پھر کہا جس کا قد اس عصا کے برابر ہوگا وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اور اس کا نام بھی طالوت ہوگا۔ جب حضرت شموئیل نے طالوت کا قد اس عصا سے ناپا تو اس کے بالکل برابر نکلا۔ پھر حضرت شموئیل علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تعالیٰ طالوت کو تم میں بادشاہ کریگا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ط الآیۃ (ترجمہ) اور کہا ان لوگوں کو انکے نبی نے اللہ تعالیٰ نے کھڑا کر دیا تمہارے لئے طالوت بادشاہ کو اور اُنہوں نے حضرت شموئیل نبی سے کہا کہ کیونکر ہوگی اس کی سلطنت ہمارے اوپر اور ہمارا حق اس سے زیادہ ہے سلطنت میں اور اسکو مال کی بھی کچھ کشائش نہیں ہے اور پھر اس سے ایک چوپایہ بھی گم ہوگیا تھا۔ اور وہ بھی اس کی قیمت نہ دے سکا۔ آخر وہ کیونکر ہمارا بادشاہ ہوگا۔ یہ سُن کر حضرت شموئیل نبی نے فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ الآیۃ۔ (ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ نے اسکو پسند فرمایا تم میں سے اور اسکو زیادہ کشائش علم میں دی اور اسکے بدن میں قوت و طاقت عطا فرمائی۔ اور اللہ تعالےٰ دیتا ہے اپنا ملک جسکو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی گنجائش والا ہے اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ اور قوم بنی اسرائیل نے طالوت کو حقیر جان کر اس پر کوئی التفات نہ کیا۔ اور بلکہ کہنے لگے اے نبی اللہ یہ ہم کو بتاؤ کہ اسکی بادشاہی کی کیا نشانی ہے تب ہم لوگ آپ کی بات مانیں گے اور اس کے مطیع و فرمانبردار ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا کہ نشانی اسکی بادشاہی کی یہ ہے کہ وہ تنہا جاکر تابوت سکینہ دیار عمالقہ سے تم کو لاکر دیگا۔ قولہٗ تعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ الآیۃ (ترجمہ) اور کہا ان کو ان کے نبی نے کہ نشانی اس کی سلطنت کی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق جسمیں دلجمعی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور باقی وہ چیزیں جو چھوڑ گئی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اُٹھالاویں گے اسکو فرشتے اس میں نشانی ہے پوری تم کو اگر تم لوگ یقین رکھتے ہو۔ پس حضرت شموئیل نبی نے طالوت کو اقبال مند دیکھکر کہا کہ تم قوم بنی اسرائیل میں بادشاہ ہوگے اور اب تم میدان کیطرف جاؤ اور وہاں تم تابوت سکینہ پاؤ گے وہ قوم بنی اسرائیل کو لاکر دے دو۔ پس طالوت حضرت شموئیلؑ کے کہنے سے میدان کی طرف چلے گئے اور وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تابوت سکینہ کو ایک بیل گاڑی پر جس میں دو بیل باندھے ہوئے تھے فرشتے لاد کر لا رہے ہیں۔ طالوت اسکے قریب پہونچے اور اس بیل گاڑی پر بیٹھکر ہانکتے ہوئے اس تابوت سکینہ کو بنی اسرائیل کی جماعت میں لے آئے۔ اور ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سب فرشتے خدا کے حکم سے اس تابوت سکینہ کو طالوت کے گھر پہونچا گئے۔ بہر حال تابوت سکینہ

قوم بنی اسرائیل کو طالوت نے جب پہونچایا تو وہ اسکو دیکھکر بہت ہی زیادہ تعجب میں پڑ گئے اور حیرت زدہ رہ گئے اور پھر اُن کو اپنا بادشاہ بنالیا اور اسی وقت سے ان کے مطیع فرمان ہو گئے۔ اسکے بعد طالوت نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر اسی قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ چلو ہمارے ساتھ جہاد کے واسطے۔ تب اُنہوں نے یہ بات انکی قبول کرلی اور حضرت شموئیل علیہ السّلام نے ایک زرہ آہنی طالوت بادشاہ کو عنایت فرمائی اور پھر کہا کہ یہ زرہ جس کے بدن پر راست آوے گی اسی کے ہاتھ سے بادشاہ جالوت جو جابر و ظالم اور کافر ہے مارا جائے گا۔

بیان لڑائی طالوت بادشاہ کی جالوت کے ساتھ اور مارا جانا جالوت کا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے

ایک روایت کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب طالوت حضرت شموئیل علیہ السّلام سے رخصت ہوکر معہ اپنے تمام غازیوں کے روانہ ہوئے تو ایک روایت میں ہے کہ طالوت کے ہمراہ اسّی ہزار آدمی تھے جو طالوت کے ساتھ لڑنے کو گئے۔ اور کچھ مخبروں نے جاکر جالوت کو خبر پہونچائی وہ یہ خبر سُنتے ہی ناہنجار کمر باندھکر اور اپنا لشکر جرار لیکر مستعد جنگ ہوگیا اور ادھر قوم بنی اسرائیل طالوت کے ہمراہ کوچ کرتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ جب کچھ دور پہونچی تو طالوت نے ان سے اسی راستے میں مخاطب ہوکر کہا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ الخ (ترجمہ) پس جدا ہوا طالوت اپنی فوجیں لیکر تو اس نے اپنی فوجوں سے کہا کہ دیکھو اللہ تعالےٰ تم کو آزمانے والا ہے۔ ایک نہر سے پس جس نے پانی پیا اس کا پس وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اسکو نہ چکھا وہ میرا ہے مگر جو کوئی بھرلے ایک چلو پانی اپنے ہاتھ سے، پھر پی گئے اس کا پانی مگر تھوڑے ان میں سے یہ کہکر وہ چلے بعد قطع منازل بیاباں کے درمیان فلسطین کے وہ نہر ملی پانی اس کا نہایت صاف و شفاف مثل آبحیات کے تھا کچھ لشکریوں نے بوجہ مارے پیاس کے باوجود ممانعت طالوت بادشاہ کے اس نہر سے پانی پی لیا۔ مگر تھوڑے لوگوں نے پانی نہیں پیا اور وہ پیاسے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ الآیۃ ترجمہ پس پی گئی قوم پانی اس کا مگر تھوڑے لوگ جنہوں نے ان کی ممانعت نہ سُنی اُنہوں نے زیادہ اور پیاس بڑھائی اور وہ جتنا پانی پیتے اتنی ہی اور پیاس ان پر غالب ہوتی۔ تب ناچار ہوکر طالوت نے ان کو رخصت کردیا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پانی پیتے پیتے زبان ان کی باہر نکل پڑی تھی اور ان کے پیٹ پھول گئے پھر وہ اسی حالت میں مر گئے اور جن لوگوں نے موافق حکم طالوت کے ایک قطرہ بھی پانی کا نہ پیا وہ نہایت آرام سے رہے قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کل آدمی طالوت کے ساتھ اسّی ہزار تھے اور اس میں سے تین سو تیرہ جالوت کی لڑائی میں رہے اور اسمیں حضرت داؤد علیہ السلام اور انکے بھائی وغیرہ بھی لشکر کے ساتھ تھے۔ راستے میں لشکر کے

ساتھ آتے وقت تین پتھر لے وہ کہنے لگے کہ ہم کو بھی اُٹھا لے جاؤ اور ہم جالوت کو ماریں گے۔ یہ سُنکر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پتھروں کو اُٹھا لیا۔ اودھر طالوت کے لشکریوں نے کہا کہ ہم اس جالوت بادشاہ کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں اور جالوت بادشاہ کا لشکر بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن ان میں بعض متوکل علی اللہ بھی تھے وہ کہنے لگے کہ اگرچہ ہم تھوڑے ہیں مگر ہمارا خداوند قدوس مددگار و ناصر ہے قولہ تعالیٰ۔ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (ترجمہ) بہت جگہ جماعت تھوڑی غالب ہوئی بڑی جماعت پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے جب سب جالوت بادشاہ کے مقابلے میں آئے تو کہنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ الآیۃ (ترجمہ) اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے بولے یعنی طالوت کے لشکری لوگ اے رب ہمارے ڈال دے ہم میں جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر۔ جالوت نے جب طالوت کے لشکر کی طرف دیکھا ان کی دلیری پر متعجب ہوا اور پھر اس کو شرم آئی اس بات سے کہ ہم ایک لاکھ آدمی جری ہیں۔ ان تین سو تیرہ آدمی ضعیف کے ساتھ ہم کو لڑنا کچھ جوانمردی نہیں۔ پھر اس نے طالوت کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جو سپاہی تو لڑنے کو لایا ہے یہ میرے لڑنے کے قابل نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ خیال باطل چھوڑ دے اور میری اطاعت قبول کر اور اگر تو یہ نہیں چاہتا ہے تو پھر میرا سامنا کر اور میدان میں آ۔ یہ سُنکر طالوت نے حکم کیا اپنے لشکریوں کو کہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جالوت مردود کا سر کاٹ کر جلدی لے آوے اور پھر جالوت مردود کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے آئے ہیں تو یہ مت گمان کر کہ سپاہی میرے قلیل تعداد میں ہیں اور تیرا لشکر اسکے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ یاد رکھ خدا میرا بزرگ ہے وہ مجھکو غالب کر دیگا تجھ پر اور ایسا بہت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تھوڑی جماعت غالب ہوئی بڑی جماعت پر کیونکہ اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ پس ناگاہ ایک لحظ کے بعد ایک جوان مہیب شکل دیو ہیکل تمام سلاح پوش گھوڑے پر سوار چوب نیزہ تلوار ہاتھ میں لیکر مخالف لشکر گاہ سے بر صف کارزار آ کھڑا ہوا اور ایک مثل گدھے کے مارا اور کہا کہ میں جالوت ہوں اور تم سب کو کافی ہوں تم لوگ میرے سامنے آتے جاؤ۔ اس بات کو سُنکر طالوت نے اپنے لشکر فرمایا کہ تم سب میں کوئی ہے جو اس مردود کا سر کاٹ کر لے آوے تو اس کو آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی بیاہ دوں گا۔ آخر کسی نے بھی اس کا جواب نہ دیا یہ دیکھکر طالوت بہت سُست ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اب جالوت لعین ہم پر حملہ کریگا اور قوم بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی اسکے مقابلے میں بڑھتے نہیں یہ کہہ کر خود چاہا کہ اس مردود سے جا کر لڑے اس وقت ایک نوجوان نہایت قوی نے اپنے سر پر خود رکھکر لباس حریر پہن کر ایک چوب ہاتھ میں لیکر طالوت کو آکر سلام کیا اور کہا کہ تم کچھ اندیشہ مت کرو خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں جالوت سے لڑونگا

اور انشاء اللہ اس کو مار ڈالونگا۔ طالوت بولا کہ تم کس قوم سے ہو اور تمہارا کیا نام ہے وہ بولے کہ میں اسرائیلی ہوں اور میرا نام داؤد ہے اور میرے چھ بھائی ہیں آپکے لشکر میں' اس نے کہا کہ تم نے کبھی اوّل بھی لڑائی کی ہے۔ وہ بولے اکثر میں سباع اور درندوں سے لڑا ہوں۔ اسوقت دو برادر ان کے طالوت کے پاس حاضر تھے انہوں نے طالوت سے کہا اے طالوت داؤد کبھی کسی سے لڑا نہیں وہ جو کہتا ہے حضور میں غلط ہے اس نے تو کبھی لڑائی نہیں دیکھی اور وہ جالوت مردود بڑا لڑنے والا ہیکل ہے اور وہ جنگ آزمودہ ہے اس سے یہ کیونکر لڑ سکے گا۔ پس طالوت نے حضرت داؤد کو ایک زرہ پہنائی اور وہ زرہ انکو حضرت شمویئل نے دی تھی۔ کہ یہ زرہ جسکے بدن پر صحیح آویگی وہی لڑائی فتح کریگا اور وہی بادشاہ ہوگا۔ اور ایک روایت میں یوں ہو کہ طالوت نے خواب میں دیکھا تھا کہ جسکے بدن میں یہ زرہ موافق آوے گی اسی کے ہاتھ سے جالوت بادشاہ کافر مارا جائیگا۔ بہرصورت وہ زرہ ہر ایک کو پہنا کر دیکھی کسی کے بدن میں موافق نہ آئی۔ اور جب حضرت داؤد علیہ السلام نے اس زرہ کو پہنا تو انکے بدن میں بالکل ٹھیک آئی۔ پھر طالوت نے ان سے کہا کہ تم جاؤ جنگ میں جالوت مردود تمہارے ہاتھ سے مارا جائیگا۔ پس انہوں نے عہد مؤکد کر کے وہ زرہ پہنکر اور وہ تین پتھر جو لشکر کے ساتھ آتے وقت راہ میں ملے تھے اور جنہوں نے کہا تھا کہ ہمکو بھی اُٹھا کر لیجاؤ ہم تمہارے کام آویں گے اور ہم ان پتھروں میں سے ہیں کہ جن پتھروں کے برسانے سے اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کیا تھا لہذا ان پتھروں کو لیکر حضرت داؤد معرکۂ جنگ میں جالوت کے سامنے گئے جالوت نے ان سے کہا کہ تو میرے ساتھ کون سے ہتھیار سے لڑیگا۔ وہ بولے میں ان پتھروں سے تیرا سر توڑ کر مار ڈالونگا۔ یہ سُنکر جالوت نے متکبرانہ لہجے میں کہا کہ ان پتھروں سے بادشاہ کے ساتھ نہیں لڑنا چاہیئے۔ یہ سُنکر حضرت داؤد نے کہا کہ تو میرے نزدیک کتا ہے۔ اور کتے کو پتھر سے مارنا چاہیئے۔ جالوت نے کہا تو چلا جا ورنہ ناحق مارا جائے گا اور میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو نہایت غریب و ضعیف ایک پتھر ہاتھ میں لیکر مجھ سے لڑنے کو آیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ میں خدا کے حکم سے لڑنے کو آیا ہوں۔ اسی نے مجھ کو قوت دی ہے تجھ کو اس پتھر سے مار ڈالوں گا۔ یہ کہکر پتھر اُٹھا کر اس مردود پر پھینک مارا وہ مردود فوراً ہی واصلِ جہنم ہوا۔ اور دوسری روایت میں بہت تفسیر سے لکھا ہے کہ اس پتھر کو فلاخن میں رکھکر مارا وہ پتھر جالوت کے سینے پر جا پڑا۔ وہاں اس کو جہنم رسید کر کے وہیں پتھر کے دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا لشکر کے داہنی طرف جا گرا اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور دوسرا ٹکڑا لشکر کے بیچ میں گرا وہ سب درہم برہم ہو کر کوئی کہیں بھاگا اور کوئی جہنم رسید ہوا۔ قولہٗ تعالےٰ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ قف وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ (ترجمہ) پس شکست دی بنی اسرائیل نے قوم جالوت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور مار ڈالا حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو' طالوت نے حضرت داؤد سے کہا کہ ماشاء اللہ تمہاری بڑی قوت ہے تم نے اکیلے ہی جالوت کو مار ڈالا۔ اور اسکے لشکر کو بھی شکست دیدی اور میں کیا طاقت رکھتا تھا کہ میں اسکو مار ڈالوں۔ ایک تفسیر میں یوں لکھا ہوا ہے کہ حضرت شمویئل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ کو بُلا کر کہا کہ تم اپنے بیٹے کو مجھکو

دکھلاؤ۔ان کے باپ نے اپنے چھ بیٹوں کو دکھلایا جو بڑے جسیم اور قد آور تھے اور اُنہوں نے حضرت داؤد کو نہ دکھایا کیونکہ وہ زیادہ قد آور نہ تھے۔اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے لیکن حضرت شموئیل علیہ السلام نے پھر ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم جالوت کو مارو گے۔ اُنہوں نے کہا کہ بیشک میں ضرور ماروں گا اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔اسکے بعد وہ جالوت بادشاہ کے سامنے گئے اور وہی تین پتھر اُنہوں نے اپنے فلاخن میں رکھ کر مارے۔ادھر جالوت کا سر کھلا تھا اور تمام بدن لوہے کے زرہ میں غرق تھا۔وہ پتھر اسکے سر میں جا کر لگے اور اسکے پیچھے سے نکل گئے اور بعد فتح لڑائی کے طالوت نے اپنی بیٹی حضرت داؤد علیہ السلام سے بیاہ دی اور پھر حضرت داؤد بھی بادشاہ ہو گئے۔اس واقعہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔(وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان حضرت عُزیر علیہ السّلام کا

بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بخت نصر کافر تھا اور مشرق سے مغرب تک اسکی بادشاہت تھی اور وہ قوم بنی اسرائیل پر غالب ہوا اور شہر بیت المقدس کو خراب کیا اور بہت کچھ توڑ ڈالا اور بنی اسرائیل کو اس نے کافی تعداد میں مقیّد کیا۔جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو انکی طرف مبعوث فرمایا تو وہ کافی مدت کے بعد اس شہر کی طرف گئے تو اُنہوں نے وہاں جا کر اس شہر کو خراب و ویران دیکھا بہت ہی تعجب و تاسف کیا۔ اور پھر یہ دیکھکر کہا کہ اللہ تعالیٰ یہ شہر پھر کیونکر آباد کریگا۔یہ بات وہ اپنے دل میں کہہ رہے تھے کہ اتنے میں خدا کے حکم سے وہیں انکی جان قبض ہوئی۔پھر ایک سو برس بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔اور پھر اُنہوں نے اس شہر کو آباد دیکھا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا الخ (ترجمہ) یا مانند اس شخص کے کہ گذرا ایک شہر پر سے اور وہ شہر گر پڑا تھا معہ اپنی تمام چھتوں کے وہ بولا کہ کیونکر زندہ کریگا اس شہر کو بعد برباد ہو جانے کے پس مار رکھا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سو برس پھر جلایا اسکو اللہ تعالیٰ نے پھر کہا کہ تو کتنی دیر سوتا رہا وہ بولا میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم خداوند کریم نے فرمایا نہیں۔بلکہ تو سوتا رہا سو برس اور اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا کہ وہ نہیں سڑا اور پھر دیکھ اپنے گدھے کو اور میں تجھ کو لوگوں کے واسطے نمونہ بنانا چاہتا ہوں اور پھر دیکھ کہ ہڈیاں کس طرح سے جڑتی ہیں پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں اور جب یہ چیزیں اُن پر ظاہر ہوئیں تو وہ کہنے لگے کہ مَیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔اور یہ تمام واقعات کتاب قصص الانبیاء میں مذکور ہیں۔اور ایک تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ بخت نصر ایک بادشاہ کافر تھا۔اور وہ قوم بنی اسرائیل پر غالب آگیا۔اور اس نے شہر بیت المقدس کو خراب کر دیا۔اور تمام لوگوں کو قیدی بنا کر پکڑ لیا۔اسکے بعد حضرت عُزیر علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے انکی طرف مبعوث فرمایا اور وہ بغرض تبلیغ اس شہر بیت المقدس سے گزرے تو اسکو دیکھا تو اتنا خوبصورت شہر کہ جس کو

اس بری طرح سے خراب و برباد کیا گیا ہے یہ کیونکر آباد ہوگا۔ بس اتنا کہنا تھا کہ فوراً ان کی روح اسی جگہ قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور پھر وہ سو برس کے بعد زندہ کئے گئے یہاں تک کہ انکا کھانا اور پینا بھی انکے پاس ہی رکھا ہوا تھا۔ اور وہ جوں کا توں ہی تھا کچھ خراب نہ ہوا تھا اور ان کی سواری کا گدھا مر کر اسکی ہڈیاں بھی اسی طرح انکے قریب دھری تھیں۔ پھر ان کا گدھا بھی ان کے روبرو خدا کے حکم سے زندہ ہوا۔ اور اسی ستّو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہوئے اور شہر بیت المقدس پھر آباد ہوگیا اور انہوں نے زندہ ہو کر اس شہر کو آباد ہی دیکھا۔ یہ دیکھکر فوراً سجدے میں گر پڑے اور توبہ استغفار کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (ترجمہ) پھر جب اس پر ظاہر ہوا تو بولے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر اپنی قدرت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اسکے کام کو کوئی بھی روکنے والا نہیں۔ اور میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان حضرت زکریا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ارمیا کی اولاد میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل میں اور پیغمبروں میں برگزیدہ کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا (ترجمہ) یعنی مذکور ہے تیرے رب کی مہربانی کا اپنے بندے زکریا پر جب پکارا اس نے اپنے پروردگار کو پکارنا آہستہ یعنی اپنے دل میں ہی دعا کی یا پکارا اکیلے مکان میں چھپ کر اس واسطے کہ وہ بڑھاپے میں بیٹا مانگتے تھے یعنی اگر انکو بیٹا نہ ملے تو لوگ ہنسیں۔ جب وہ بوڑھے ہوئے فرزند کے واسطے سر اپنا سجدہ میں رکھ کر کہا۔ قولہ تعالےٰ۔ قَالَ رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ الخ (ترجمہ) کہا حضرت زکریاؑ نے اے پروردگار میرے تحقیق سست ہوگئی ہیں ہڈیاں میری اور شعلہ مارا میرے سر نے بڑھاپے سے یعنی بال میرے سر کے سفید ہوگئے ہیں اور میں تجھ سے شرما کر فرزند مانگ رہا ہوں کہ میں بدنصیب نہ ہوں اور میری موت کے پیچھے لوگ مجھ کو طعنہ نہ دیں اور یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ میری بیوی بانجھ ہے۔ پس اے خدا عنایت فرما مجھے ایک صالح خوبصورت فرزند تاکہ وہ میرا ولی و وارث ہو اور اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو۔ اور وہ فرزند بھی تیرا پسندیدہ ہو اے میرے پروردگار پس حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۔ (ترجمہ) اے زکریا علیہ السلام ہم خوش خبری دیتے ہیں تیرے تئیں ایک لڑکے کی کہ نام اس کا یحییٰ ہے۔ نہیں پیدا کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی بھی حضرت زکریاؑ بولے اے رب کہاں سے ہوگا

مجھ کو لڑکا اور عورت میری بانجھ ہے اور میں بھی بوڑھا ہو گیا ہوں یہانتک کہ میرا جسم بھی اکڑ گیا ہے آنے والے فرشتوں نے کہا کہ اے حضرت زکریا خداوند کریم نے یونہی فرمایا ہے اور وہ فرماتا ہی کہ یہ چیز مجھ پر بہت ہی آسان ہے کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اس سے پہلے تجھ کو بنایا اور تو کوئی حقیقت نہ تھا۔ یہ سُنکر حضرت زکریا نے کہا۔ اے میرے رب ٹھہرا دے مجھکو کچھ نشانی۔ کہا رب نے کہ نشانی تیری یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین رات دن بات نہ کر سکے گا حالانکہ تو بالکل صحت مند ہوگا اور تیرے جسم کو کوئی بھی گزند نہ پہونچے گا۔ پس زکریا علیہ السلام نے تین رات دن تک لوگوں سے بات چیت نہ کی اور پورے نو مہینے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور چار برس تک حضرت یحییٰؑ باہر نہیں نکلے اور نہ کسی لڑکے کے ساتھ کھیلے اور ان کی ماں کہا کرتی تھیں اے بیٹا کیوں نہیں باہر لڑکوں میں کھیلتے۔ وہ بولے اے میری ماں خداوند کریم نے مجھ کو کھیلنے کے واسطے نہیں پیدا کیا ہے اس نے جس واسطے مجھے پیدا کیا ہے وہ وہی کام لینا چاہتا ہے۔ یہ بات بار بار کہتے تھے اور پھر رات و دن روتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے خدا سے عرض کی کہ اے رب میرے میں نے تجھ سے ایک ولی چاہا تھا وہ تو نے مجھے عنایت فرمادیا تاکہ میں خوش رہوں۔ اب ایک گزارش یہ ہے کہ جو فرزند تو نے عنایت فرمایا ہے وہ رات دن روتا ہی رہتا ہے جسکی وجہ سے مجھ کو چین نہیں پڑتا اور اس وجہ سے میں غمگین رہتا ہوں۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا۔ اے زکریا مجھ سے تو نے ایک صالح بیٹا چاہا تھا اور میں نے تجھ کو ویسا ہی دیا جیسا تو نے مجھ سے طلب کیا تھا اور تو نے خواہش کی تھی کہ فرزند ایسا ہونا چاہئے کہ وہ میری اطاعت کرے میں ایسے بندے کو پیار کرتا ہوں کہ وہ شب و روز میری محبت سے رویا کرے اور میرے عذاب سے ہر وقت ڈرتا رہے اور میرے سوا کسی سے کوئی امید نہ رکھے۔ یہ سُنکر حضرت زکریا علیہ السلام خدا کا شکر بجالائے اور پھر قوم بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ اتفاقیہ ایک دن کہنے لگے کہ میرا بیٹا یحییٰ اگر یہ بات بہشت و دوزخ کی سُنے گا تو اور بھی زیادہ روئے گا اور تمام قوم بنی اسرائیل حضرت زکریا علیہ السلام کا وعظ سُن رہے تھے اور حضرت یحییٰ بھی وہاں ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے چپکے سُنتے تھے اور ان سب کو معلوم تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام اسوقت بہشت و دوزخ کا وعظ بیان فرما رہے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۝ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝۔ (ترجمہ) اور دوزخ پر وعدہ ہے ان سب کا اور اس دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کو ان میں ایک فرقہ بٹ رہا ہے۔ جیسے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اور وہ نیک اعمال والوں پر تقسیم کیے ہوئے ہیں۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ ہے کیونکہ بعضے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاویں گے اور ان کے پاس کوئی خاص عمل بھی نہ ہوگا اور باقی سات دروازوں سے نیک عمل کرنے والے داخل کئے جائیں گے۔ اور جو پرہیزگار ہونگے وہ جنّت کے باغوں میں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا کہ جاؤ اس میں سلامتی سے خاطر جمع سے رہو۔ جب یہ نصیحت و وعظ خوف و رجا کا یحییٰؑ نے گوشہ میں بیٹھ کر اپنے باپ سے سُنا ایک آہ مار کر اُٹھے اور وہاں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے

مسلسل سات دن رات پہاڑوں پر روتے اور پھرتے رہے اور ان کی ماں پہاڑوں میں جاکر سات دن تک تلاش کرتی رہیں وہ کہیں بھی ان کو نہ ملے پورے سات دن بعد ایک نوجوان نے خبر دی کہ تمہارا بیٹا تمام دن پہاڑوں میں روتا پھرتا ہے اور شب کو فلانے غار میں جاکر سوجاتا ہے یہ کیا بات ہے۔ یہ بات سنتے ہی ان کی ماں ان پہاڑوں میں جاکر تمام دن اس غار کے پاس بیٹھی رہیں۔ جب شام ہوئی یحییٰ علیہ السلام نے اس غار کے پاس اپنی ماں کو دیکھا چاہا کہ بھاگیں ان کی ماں رو رو کر کہنے لگیں اے بیٹا ذرا ٹھہر جا مجھ سے بات کر اور اپنا رونا موقوف کر اور مجھے بتاؤ کہ تم کس واسطے روتے ہو۔ مجھ سے کہو تو صحیح، وہ بولے اے اماں جان میں کیونکر خاموش رہوں مجھے تو دوزخ کی بات یاد پڑتی ہے اور مجھے یہ خوف آتا ہے کہ نہ جانے اللہ تعالیٰ مجھ کو کہاں لیجاکر رکھے۔ میں اسی وحشت میں پڑا ہوں آخر کیا ہوگا بہر صورت ان کی ماں ان کو سمجھا کر پہاڑ سے ان کو اپنے مکان پر لائیں اور یحییٰ علیہ السلام کی اس وقت عمر صرف سات برس کی تھی انہوں نے مسجد میں جاکر گوشہ نشینی اختیار کی اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ اور ادھر قوم بنی اسرائیل نے ایک فساد برپا کیا یعنی وہ لوگ بے شرع چلنے لگے ہر چند ان کو حضرت زکریا علیہ السلام وعظ و نصیحت کرتے تھے چونکہ ان لوگوں میں شقاوت ازلی تھی اس لئے وہ مردود کچھ نہیں سنتے تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو مارنے کا قصد کیا کرتے تھے اسی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام نے ان ظالموں سے نکل کر ایک درخت کے پاس جاکر پناہ لے رکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے درخت کے تنہ کو کھوکھلا کر کے اپنی رہائش اختیار کر لی تھی اور وہ ظالم جو آپ کے دشمن تھے برابر آپ کا تعاقب کرتے رہتے تھے۔ ایک روز حضرت زکریاؑ کو جاتے ہوئے دیکھا دشمنوں نے آپ کا تعاقب کیا حضرت زکریا علیہ السلام اس درخت کے تنے میں گھس گئے اور وہ مردود آپ کا تعاقب کرتے ہوئے اس درخت کے پاس پہونچے اس کے اردگرد بہت ہی تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا۔ پھر وہ حیرت زدہ ہوگئے اور آپس میں پھر کہنے لگے کہ ابھی ابھی ہم لوگوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو دیکھا تھا وہ کہاں غائب ہوگئے یہ وہ کہہ رہے تھے کہ اتنے میں ان لوگوں کے پاس شیطان مردود آیا اور ان کو بتایا کہ جسکو آپ لوگ تلاش کر رہے ہیں وہ اس درخت کے تنہ میں گھسا ہے اور دیکھو اس کے جانے کا نشان بھی ابھی تک باقی ہے مٹا نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی ان ظالم مردودوں نے ایک آرہ بڑا لاکر اس درخت کو سر سے پاؤں تک چیر ڈالا اسی اثنار میں جبکہ وہ آرا چلا رہے تھے چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام اندر تھے تو ان کے سر مبارک پر آرہ جا لگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اُف کر اٹھے اور فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضرت زکریا سے کہا اے حضرت زکریا خدا فرماتا ہے اگر تو اُف کریگا تو صابر پیغمبروں کے دفتر میں تجھ کو داخل نہ کرونگا۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ خداوند کریم سارے عالم کا پناہ دہندہ ہے اور تو نے کیوں اس درخت سے پناہ حاصل کی اب تو اسی درخت سے پناہ اور مدد مانگ۔ وگرنہ تو صبر کر اس بلا سے۔ پس زکریا نے سر پر آرہ لگنے سے اُف تک نہ کی اور اپنی جان اسی طرف سے خدا کو سونپ دی اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ پھر اسکے بعد یہ خبر حضرت یحییٰؑ کو پہونچی کہ

کچھ کافروں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اس درخت کے اندر آرے سے چیر ڈالا۔ یہ سُن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط)

بیان حضرت یحییٰ علیہ السلام

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے والد محترم کی وفات کے بعد بہت دنوں تک مسجد کے اندر ہی عبادت میں مشغول رہے اور بنی اسرائیل میں ملکہ نام کی ایک عورت تھی اور پہلے شوہر سے اسکے ایک بیٹی تھی اور وہ یہ چاہتی تھی کہ شوہر ثانی کا اپنی بیٹی سے نکاح کردے اور تمام قوم بنی اسرائیل کی اس بات پر متفق تھی اور پھر حضرت یحییٰ ؑ کو بھی ان لوگوں نے بلایا کہ موافق شرع شریف کے اسکے شوہر ثانی سے نکاح پڑھا دیں۔ حضرت یحییٰ ؑ نے کہا کہ تمہاری بیٹی سے تمہارے شوہر کا نکاح درست نہیں ہے۔ اس بات کو سُنکر ملکہ عورت نے غصہ ہو کر اپنے شوہر سے یہ بات کہی کہ حضرت یحییٰ اس کام سے منع کرتے ہیں کہ دختر ربیبہ سے نکاح کرنا درست نہیں ہے اور وہ شہر کا بادشاہ تھا اس نے یہ سنکر فوراً حکم دیا کہ حضرت یحییٰ کو باندھ کر میرے پاس لاؤ۔ تب بموجب حکم اسکے کافروں نے حضرت یحییٰ کو اسی طرح سے حاضر کیا۔ وہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے فرمایا اے یحییٰ اگر تم کہو تو اس شہر کو غارت کردوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا اے جبرائیل میری تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ میں اسکے ہاتھ سے مارا جاؤں۔ وہ بولے ہاں۔ تب حضرت یحییٰ ؑ نے کہا۔ رَضِیْتُ بِقَضَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (ترجمہ) راضی ہوں میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر۔ بالآخر اس بادشاہ مردود نے حضرت یحییٰ ؑ کو مار ڈالا۔ جب سر مبارک بدن سے جدا کیا تو پھر کہا اے بادشاہ اپنی بیوی کی بیٹی سے نکاح درست نہیں۔ فرشتوں نے یہ حال دیکھ کر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی یا الٰہی یحییٰ نے کیا گناہ کیا تھا جو اس طرح مارا گیا۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اے فرشتو! وہ میرا گہرا دوست تھا میں نے اسکو اپنے پاس بلا لیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ الٰہی اپنے دوست کو اس طرح مارتے ہیں۔ ندا آئی اے فرشتو! میرے خلق میں مشہور ہے دشمن کو مارنا اور دوست کو بچا رکھنا چاہیئے تاکہ دشمن سے کسی کو ضرر نہ پہونچے اور دوست سے نفع ہو۔ اور میں تو خدا سارے جہانوں کا ہوں دوست کو مارتا ہوں اور دشمن کو پالتا ہوں تاکہ میری مخلوق کو معلوم ہو کہ نہ دوست سے مجھ کو نفع ہے نہ دشمن سے مجھ کو ضرر۔ جب یحییٰ علیہ السلام نے جان بحق تسلیم کی تب اس ملکہ کافرہ نے اپنی بیٹی کا اپنے شوہر سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد ہی اس پر غضب الٰہی نازل ہوا یعنی کسی کام کے واسطے وہ اپنی چھت پر گئی تھی ہوا تیز چل رہی تھی چنانچہ ہوا نے اس کو اڑا کر میدان میں پھینک دیا وہاں شیر صحرائی موجود تھا دفعتہً اسکو پکڑ کر پارہ پارہ کیا اور پھر کھا گیا۔ الغرض وہ اس طرح سے واصل جہنم ہوئی۔ اسکے بعد اس کا شوہر بھی چند روز میں معہ اپنی تمام قوم کے غضب الٰہی سے واصل جہنم ہوا۔ اس واقعہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت شمعون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

روایت ہے کہ حضرت شمعون علیہ السلام بڑے حق پرست زبردست شجاع وبہادر تھے۔ اور یہ بھی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بدن پر بال بہت زیادہ تھے، مانند مثال سر کے بالوں کے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو قوت بہت زیادہ عطا کی تھی۔ اور ایک شہر کا نام عموزیہ ہے کنارے دریائے روم کے اس شہر کے بادشاہ کا نام فوطہ تھا وہ بڑا کافر تھا اس نے ایک مکان بھی عالیشان دریا کے کنارے تیار کرایا تھا اور اس مکان کے بڑے بڑے ستون تھے اور وہ اسمیں اپنا جشن منایا کرتا تھا۔ اور حضرت شمعون علیہ السلام چار مہینے ہر سال اس بادشاہ سے جاکر لڑا کرتے تھے۔ اور اس کافر بادشاہ کا چھ ہزار کا لشکر تھا حضرت شمعون علیہ السلام سے وہ لشکر بھی لڑا کرتا تھا۔ اور حضرت شمعون علیہ السلام چونکہ بڑے جری اور بہادر تھے اس لئے اکیلے ہی اس کافر بادشاہ کے لشکر میں گھس کر ہر مرتبہ تقریباً ایک ہزار اس کے فوجی مار آتے تھے اور کثیر تعداد میں مجروح ہوکر آتے تھے۔ پھر اسکے بعد وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے خدا کی عبادت برابر کرتے رہتے تھے اور چار مہینے برابر خلق خدا کی ضیافت بھی بہت کرتے تھے اور خدائے تعالیٰ ان کافروں پر ہمیشہ ان کو غالب رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے تمام کافر ان سے عاجز رہتے تھے اور ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شمعون علیہ السلام کی بیوی بڑی نیک بخت اور پارسا تھیں۔ ایک دن کافروں نے آپسمیں صلاح کی کہ حضرت شمعون کی بیوی کو کچھ فریب دیا جائے۔ تب بادشاہ عموزیہ نے فریب کرکے کسی شخص کو مخفی شمعون کی بیوی کے پاس بھیجا اس نے کہا اے بی بی ہم دیکھتے ہیں کہ شمعون تمہاری طرف رغبت نہیں کرتے ہیں اور ان کا خیال کسی غیر کی طرف ہے، تم اگر ایک کام کرو کہ ان کو کسی طرح مار ڈالو تو ہمارا بادشاہ عموزیہ تم سے نکاح کریگا پھر تم بہت ہی آرام سے رہوگی اور تخت و سلطنت بھی تم کو ملے گی پھر تو تم بادشاہی کروگی۔ پس عورت ناقص العقل نے دنیا کی طمع سے کہا کہ جو تمہارا بادشاہ حکم کریگا میں بسر وچشم اسکو بجالاؤں گی۔ تب اس نے ایک رسّی اسکو دی کہ جب حضرت شمعون رات کو سو جائیں تم اس رسّی سے باندھ رکھنا اور پھر ہمیں خبر کر دینا۔ ہم اسی حالت میں بادشاہ کے پاس لے جاوینگے اور وہیں ان کو مار ڈالیں گے۔ پس مردود کے کہنے سے حضرت شمعون کی بیوی نے اپنے پاس رسّی چھپا رکھی جب رات ہوگئی اور حضرت شمعونؑ سو گئے بیوی نے ان کو نیند کی حالت میں باندھنا شروع کر دیا۔ اچانک وہ نیند سے بیدار ہوگئے اور اُنھوں نے اپنے ہاتھ پاؤں بندھے دیکھے رسّی کو توڑ ڈالا اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ کس نے مجھے باندھا تھا۔ وہ بولی کہ میں نے خود ہی باندھا تھا۔ حضرت شمعونؑ نے پھر کہا کہ تم نے مجھ کو کیوں باندھا تھا۔ وہ بولی میں تمہارا زور آزماتی تھی کہ تمہارے اندر زور ہے یا نہیں۔ اور میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کوئی دشمن تم سے لڑسکتا ہے یا نہیں۔ یہ سُنکر حضرت شمعونؑ نے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو کوئی دشمن خدا کے فضل سے ہم سے زور میں بڑھ نہیں سکتا۔ پھر چار مہینے کے بعد

حضرت شمعون اس شہر میں جہاد فی سبیل اللہ کے واسطے گئے اور پھر وہاں سے لڑائی فتح کرکے واپس تشریف لے آئے۔ پھر بادشاہ عموزیہ نے حضرت شمعون کی بیوی کے پاس لوگوں کو بھیجا وہ بولی میں نے اسکو باندھا تھا لیکن وہ بڑا ہی زور آور ہے اس نے رسّی توڑ ڈالی تم لوگ بادشاہ سے جاکر کہو۔ چنانچہ وہ لوگ پھر واپس بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ سے کہا۔ پھر بادشاہ نے بہت سامال و دولت دیکر اور ایک لوہے کی زنجیر حضرت شمعونؑ کی بیوی کے پاس بھیجدی کہ اب اس سے اسکو باندھ رکھنا اور پھر فوراً مجھ کو خبر دینا۔ پس دوسرے دن حضرت شمعونؑ کو ان کی بیوی نے لوہے کی زنجیر سے باندھا۔ جب حضرت شمعون نیند سے بیدار ہوئے تو اُنہوں نے اپنے ہاتھ پاؤں پھر زنجیر میں بندھے دیکھے یہ دیکھتے ہی اُنہوں نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے تو وہ زنجیر ٹوٹ گئی۔ پھر اسکی خبر بادشاہ کو پہونچی۔ بادشاہ عموزیہ بولا کہ لوہے کی زنجیر سے اور کوئی چیز مضبوط نہیں ہے آخر میں اسکے باندھنے کیواسطے کیا بھیجوں اب تو صورت یہی ہے کہ اس سے کہو کہ جس طرح ہوسکے اسکو میرے پاس بھیجدو پھر اُنہوں نے حضرت شمعونؑ کی بیوی سے جاکر کہا وہ بولی بہت اچھا کچھ تدبیر کروں گی۔ اور پھر آپکو کہلا بھیجوں گی۔ آپ سب خاطر جمع رکھئے۔ ایک دن شمعون لڑائی سے واپس گھر میں آئے اور اپنی بیوی سے ہر طرح کی باتیں کرنے لگے انکی بیوی نے کہا کہ اے صاحب تم کو اللہ تعالیٰ نے بہت زور دیا ہے اب تم ہم کو یہ بتاؤ کہ ایسی کوئی چیز بھی ہو کہ اس سے تم کو بند کرکے رکھ سکیں اور تم اسکو باوجود زور آزمائی کے توڑ نہ سکو۔ یہ سُنکر حضرت شمعون نے کہا کہ تم کو اس سے کیا مطلب ہے، اور یہ چیز تم کیوں پوچھتی ہو۔ وہ بولی میں پوچھتی ہوں کہ تم سے کوئی اور زور آور ہے یا نہیں یہ سُنکر حضرت شمعونؑ نے کہا کہ مجھ کو ایک چیز سے باندھ سکتی ہو یعنی میرے سر کے بالوں سے یا بدن کے بالوں سے اسکو میں نہیں توڑ سکتا۔ یہ سُنکر ان کی بیوی نے شب کو نیند کی حالت میں انکے سر اور بدن کے بال تراش کر رسّی بٹ کر دست و پا اُن کے مضبوط باندھے۔ اُنہوں نے نیند سے اُٹھ کر اپنی بیوی سے پوچھا کہ ارے مجھے کس نے اس طرح سے باندھا ہے انکی بیوی بولی کہ میں نے باندھا ہے اور میں تمہاری قوت آزماتی ہوں کہ کوئی دشمن بھی آپکو باندھ کر نہیں رکھ سکتا۔ لیکن خدا کی مرضی کو میں نہیں کہتی ہوں۔ حضرت شمعونؑ نے اپنی بیوی سے کہا کہ آؤ میرے بند کھولو۔ وہ بولی کہ کئی دفعہ میں نے آپکو باندھا آپنے اپنی قوتِ بازو سے کھولا تھا۔ اس دفعہ مجھے کیوں بلاتے ہو۔ اس کے جواب میں حضرت شمعونؑ نے کہا کہ اگر میں ہلونگا اور زور لگاؤں گا تو میرے تمام بدن کی ہڈیاں درہم برہم ہوجائیں گی۔ پس انکی بیوی نے جب دریافت کیا کہ بال کے بند توڑنے کی اُن کو طاقت نہ رہی پھر بادشاہ عموزیہ کو خبر دی۔ یہ سُنتے ہی اس ملعون نے ایک ہزار مرد جنگی شتر سوار بھیجے اُنہوں نے آکر حضرت شمعون علیہ السلام کے ہاتھ پیر ناک کان کاٹ کر اور انکی آنکھیں اور زبان نکال کر اور اونٹ پر لاد کر ان کافروں نے بادشاہ کے پاس حاضر کیا۔ اور سب کافر کہنے لگے کہ اب ہم سب شمعون سے محفوظ ہوگئے۔ جب ان کو بے دست و پا اور زبان کٹی ہوئی

اور آنکھیں نکلی ہوئی صرف ان کا دھڑ باقی تھا۔ بادشاہ عموزیہ کے سامنے لیجا کر رکھا تو کوئی شخص ان کافروں میں سے کہنے لگا کہ میرے باپ کو اس نے مار ڈالا ہے اور کسی نے کہا کہ میرے بھائی کو اس نے مارا ہے اور پھر ہر شخص دعویٰ کرنے لگا اور جب دیکھا کہ ابھی دھڑ میں کچھ معمولی سی رمق باقی ہے تو سب کے سب کہنے لگے کہ اسکو کسی عذاب میں ڈالکر بالکل مار ڈالو۔ سب کافروں نے مشورہ کیا کہ اسکو دریا کے کنارے لے جا کر بالاخانے پر سے ان کو دریا میں گرا دو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت شمعون کا دھڑ دریا میں گرایا تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا کے حکم سے آئے اور حضرت شمعون کے دھڑ کو جو ابھی ہوا ہی میں تھا اُٹھا لیا اور جو کچھ اعضاء انکے دھڑ سے علیحدہ کر دیئے گئے تھے وہ سب اعضاء خدا کی قدرت کاملہ سے اپنی اپنی جگہ پر آکر نصب ہو گئے۔ پھر جب وہ کٹے ہوئے اعضاء حضرت شمعون کے ٹھیک ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت شمعون علیہ السلام سے کہا کہ اے شمعون خدا نے تم کو بہت قوت و طاقت دی ہے خدا کا نام لیکر کھڑے ہو جاؤ اور پھر اس ملعون کے مکان کا ستون پکڑ کر تمام حصار اور مکانوں کی بُنیادوں کو کھود کر اس دریا میں ڈال دو۔ یہ سُنتے ہی حضرت شمعون نے اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے حصار اور مکانوں کی بنیادوں کو اور تمام مکان شہر کے کھود کر معہ تمام کفار کے اُٹھا کر اس دریا میں ڈال دیا۔ اور اس طرح کیا کہ کوئی متنفس اور شہر کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ اور پھر خدا کا شکر بجا لائے اور اپنے گھر پر جا کر اپنی بیوی کو مار ڈالنے کا قصد کیا خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل آئے اور کہا کہ خدا تم کو فرماتا ہے کہ اپنی بیوی کو مت مارو اور کوئی اذیت بھی مت دو کیونکہ اس نے نادانی سے بادشاہ عموزیہ کی صلاح سے تم کو باندھ کر اسکے حوالے کیا تھا۔ چونکہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے تم اس کی یہ تقصیر معاف کرو اور اسکے ساتھ نیک سُلوک کرو خدا مالک ہے۔ یہانتک تو یہ واقعہ قصص الانبیاء میں حضرت شمعون کا بیان کیا گیا ہے اور بعض تاریخ کی کتابوں میں اور بعض تفسیروں میں جیسے تفسیر مرادیہ اور جامع التواریخ میں شمعون کو نبی کر کے نہیں لکھا ہے بلکہ لکھا ہے کہ بلاد عرب میں بنی اسرائیل میں شمعون نام ایک عابد زاہد پارسا تھا اور اسکو اللہ تعالیٰ نے بہت زور دیا تھا اور اس کی نیک کاری اور نیک نیتی کے سبب ثانیاً ایک ہزار مہینے کی عمر اس کو بخشی اور وہ ہزار مہینے تک روزے رکھتے تھے اور شب و روز عبادت کرتے تھے اور کافروں سے جہاد کرتے تھے اور وہ ہر وقت نیک کام کرتے تھے جو ثواب کا باعث ہوتے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی نے کافروں کی صلاح سے کافروں کے ہاتھوں سے انکو مروا ڈالا جس کا ذکر تفسیر مرادیہ میں لکھا ہے میں اسی پر اس واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور بطشا بنت حنا کے بطن سے تھے وہ بطشا کہ اوریا کی بی بی تھیں بعد شہید ہونے اوریا کے اسکو حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے نکاح میں لے لیا

تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی کے بطن سے ہیں اور یہ واقعہ جامع التواریخ میں مذکور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت سلطنت پر متمکن ہوئے اور اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھے اور انگشتری سلطنت کی انگلی میں رکھی اور پھر لوگوں سے کہا۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاؤدَ وَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا الآیۃ (ترجمہ) اور وارث ہوا سلیمان حضرت داؤد کا یعنی نبی اور بادشاہ ہوا اپنے باپ کی جگہ پر اور پھر حضرت سلیمان نے کہا اے لوگو! سکھلائی گئی ہیں بولیاں ہمیں ہر جانور کی اور دیئے گئے ہیں ہم ہر چیز سے یعنی جو چیز دنیا میں درکار ہے وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمکو عنایت فرمائی ہیں بیشک بزرگی ظاہر بھی عنایت فرمائی ہے جب سلیمان کا تخت نکلتا تھا اور ہوا پر چلتا تھا تو تمام پرندے ہوا کے جھنڈ کے جھنڈ ان کے تخت پر آکر پروں کا سایہ کرتے اور فوج انسانوں کی داہنی طرف اور بائیں طرف ہوتی تھی اور تمام وحوش وطیور چپ وراست پس وپیش گرداگرد حلقہ باندھ کر ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُودُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ہ (ترجمہ) اور اکٹھے کیئے گئے واسطے سلیمان کے لشکر جنوں اور انسانوں اور جانوروں سے پس وہ مثل بمثل کھڑے کیئے جاتے ہیں۔ بعض تفسیر میں یوں بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کا تخت وہ تھا جس پر سب لشکر چلتا تھا اور ہوا اسکو لے چلتی تھی شام سے یمن اور پھر یمن سے شام تقریباً ایک ماہ کی راہ ہے لیکن ہوا اسکی مسافت کو آدھے دن میں طے کر دیتی تھی۔ جیساکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ الآیۃ (ترجمہ) اور مسخر کیا واسطے سلیمٰن کے ہوا کو صبح کی یعنی سیر ومسافت یمن سے شام کی ایک مہینہ کی تھی اور شام کی یمن تک بھی ایک مہینہ کی مسافت تھی، اور بہا دیا ہم نے اسکے واسطے ایک چشمہ پگھلے ہوئے تانبے کا اور جنوں میں سے بھی لوگ خدمت کرتے تھے اور یہ سب پروردگار کے حکم سے ہوتا تھا۔ قرآن مجید کے ترجمہ کے خلاصے میں لکھا ہے کہ پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ اللہ تعالےٰ نے نکال دیا ملک یمن کی طرف اور اس تانبے کو سانچوں میں ڈال کر برتن اور بڑی بڑی دیگیں بناتے تھے اور اس میں لشکر کے موافق کھانا وغیرہ پکتا تھا۔ اور پھر تقسیم کیا جاتا تھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَسَخَّرْنَا لَہُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ہ (ترجمہ) پھر ہم نے تابع کی اسکے ہوا کو جو چلتی تھی اسکے حکم سے نرم نرم جہاں پہونچنا چاہتا، کہتے ہیں کہ جس جگہ مال دفینا رفینا رہتا تھا زمین وہاں کی آواز دیتی تھی کہ اے سلیمان جو کچھ مال مجھ میں ہے اٹھالے جا اور اسکو اپنے کام میں لے لو۔ حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ زمین کے دفینے سے موتی وجواہرات دریا وخشکی سے لاکر جمع کیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ (ترجمہ) اور تابع کیئے سلیمان کے شیطان ہر ایک عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں جہاں معلوم کرتے تھے کہ کوئی جن ستاتا ہے آدمیوں کو تو حضرت سلیمان اسکو قید کر کے یا بند کر کے دریا میں ڈال دیتے تھے یا پھر اسکو زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ اور بعض

تواریخ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جن تو اب تک قید میں ہیں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مکان نہایت عالیشان پر تکلّف ایسا بنوایا تھا کہ اس کا طول و عرض چھتیس کوس کا تھا۔ اور اسکی اینٹیں سونے چاندی کی تھیں اور اسمیں یاقوت و زمرّد جڑے تھے اور اسمیں تقریباً سات سو کوشک سات سو حرموں کے واسطے اور تین سو کوشک تین سو بیویوں کے واسطے بنوائے تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر شب کو اپنی بیویوں اور حرموں کے پاس جاتے تھے اور پھر سب سے جماع بھی کرتے تھے۔ اور دوسری جانب ایک مکان نہایت عالی شان کے ساتھ ایک کوشک بھی بنوایا تھا کہ درازی بھی اسکی تقریباً بارہ کوس کی تھی۔ ایک کوشک پر آپ کے تخت کا جلوس تھا اور اس کا طول تین کوس کا تھا اور سب ہاتھی دانت کا تھا اور لعل و فیروزہ اور زمرّد اور مروارید سے مرصع کیا تھا۔ اور اسکے گرداگرد سونے کی اینٹیں لگائی گئی تھیں اور اسکے چاروں طرف کونوں پر چاند کے درخت اور اس درخت کی ڈالیاں سونے کی اور پتے اسکے زمرّد سبز کے لگائے تھے۔ اور ہر ایک ڈالی پر ایک طوطی اور طاؤس بنا کر اسکے پیٹ کے اندر مشک وغیرہ بھرا تھا اور خوشے مثل انگور کے تھے اور جو لعل و یاقوت سے بنائے گئے تھے اور نیچے تخت کے داہنے اور بائیں ایک ہزار کرسی سونے کی لگائی گئی تھیں اس پر آدمی بیٹھتے تھے اور ان کے پیچھے جن و انسانوں میں سے غلام کھڑے کیے گئے تھے۔ حضرت سلیمانؑ تاج شاہی سر پر رکھ کر جب تخت پر پاؤں رکھتے تو ان کی ہیبت سے تخت اس وقت حرکت میں آجاتا تھا۔ اور طوطی اور طاؤس بھی بحکم خدا اپنے اپنے پروں کو پھیلا دیتے اور پھر اس سے بوئے مشک وغیرہ نکلتی تھی اور حضرت سلیمانؑ اس تخت پر بیٹھ کر توریت پڑھتے تھے۔ اور پھر خدا کی مخلوق پر حکمرانی کرتے تھے اور ہر ایک کی بولی کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے اور تاج شاہی جب سر پر اپنے رکھتے تھے تو تمام پرندے ہوا کے تخت کے اوپر معلّق ہو کر ان کے سر پر سایہ کرتے تھے اور جنوں کو حکم فرماتے تھے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق فرش زربفت کا بچھاویں اور اسکے کنارے کنارے نہریں جاری تھیں اور تخت گاہ کے مکان میں کئی محرابیں تھیں اور سب عابد اسمیں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور ابر کو حکم کرتے تھے کہ پانی بھر بھر کر دے جاویں اور انکے باورچی خانے میں ہر روز کافی تعداد میں کھانا پکایا جاتا تھا۔ باوجود اسکے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باورچی خانے سے کچھ نہیں کھاتے تھے بلکہ وہ کھانا تمام کا تمام لوگوں کو تقسیم کر دیا جاتا تھا اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہاتھ سے زنبیل سیتے اور پھر اسکو بیچتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے جَو کو پیس کر آٹا بناتے اور پھر اسکی روٹی پکاتے اور ہر شام کو بیت المقدس میں جا کر مسلمان روزہ دار اور درویش غریب کو ساتھ لیکر کھاتے تھے اور خدا کا شکر ادا کرتے تھے اور ہر وقت خداوند قدوس سے مناجات کرتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ یا الٰہی مَیں درویشوں کے ساتھ بھی شامل ہوں اور بادشاہوں کے ساتھ بھی بادشاہ ہوں اور پیغمبروں میں بھی ایک پیغمبر ہوں، اے میرے مالک میں تیری نعمتوں کا کہاں تک شکر ادا کروں اسکی ادائیگی کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ فقط

ضیافت کرنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تمام مخلوقات کو

حضرت وہب ابن منبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سلیمان کو مشرق و مغرب اور سارے جہان کی سلطنت ملی تو انہوں نے جناب باری میں عرض کی کہ یا الٰہی مجھ کو آرزو ہے کہ ایک دن سارے عالم کی مخلوقات کی جو کہ تیری آفریدہ ہے خشکی و تری میں انسانوں میں اور جنوں میں وحوش و طیور میں یہانتک کہ چیونٹی و مکھی اور کیڑے مکوڑے الغرض جتنے بھی ذی روح ہیں سب کی ضیافت کروں۔ غیب سے ندا آئی اے سلیمان میں سب کی روزی پہونچاتا ہوں میری موجودات مخلوقات بے انتہا ہے اس لئے سب کو تم نہیں کھلا سکتے۔ یہ سُنکر حضرت سلیمان علیہ السلام بولے خداوندا تو نے مجھ کو بہت نعمت دی ہے تیری عنایت سے سب کچھ ہے اگر تیرا حکم ہو تو میں سب کا طعام تیار کروں۔ جناب باری کا حکم ہوا کہ دریا کے کنارے ایک مکان نہایت عالیشان بنواؤ اور اسکو نہایت کشادہ رکھو تا کہ جس مخلوق کو دعوت دو اسمیں آسانی سے آسکے اس مکان کی تیاری میں تقریباً ایک سال اور آٹھ مہینے صرف ہوئے اور مشرق و مغرب سارے جہان سے اس بڑے مکان کے میدان میں کھانے پینے کا سامان و اسباب مہیا کیا اور بہت کثیر تعداد میں دیگیں بڑی لمبی چوڑی اور ایک ایک لگن مثل تالاب کے جنوں نے تیار کی۔ اور یہ واقعات مختلف تواریخ سے لکھے گئے ہیں اور جامع التواریخ میں لکھا ہے کہ دو ہزار سات دیگیں پکوائی گئی تھیں اور ہر ایک بڑی کافی لمبی چوڑی تھی مثل تالاب کے جنوں نے تیار کی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یَعۡمَلُوۡنَ لَہٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ وَ تَمَاثِیۡلَ وَ جِفَانٍ کَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِیٰتٍ (ترجمہ) یعنی بناتے تھے حضرت سلیمان کے واسطے جو کچھ چاہتا تھا۔ قلعوں سے اور ان ہتھیاروں سے اور تصویریں اور لگن مانند تالابوں کے اور دیگیں ایک جگہ پر دھری رہنے والی۔ ایک حوالہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوت میں اسوقت بائیس ہزار گائیں ذبح ہوئی تھیں اور باقی اشیاء ضیافت کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے اور یہ جامع التواریخ سے لکھا گیا ہے۔ چنانچہ جب کھانا تیار ہوا جن والنس اور حیوانات سب کو اس بڑے وسیع مکان کے میدان میں بٹھایا گیا اور پھر ہوا کو حکم کیا کہ وہ بساطِ تخت سلیمان کا دریا کے اوپر ہوا پر معلق رکھے تاکہ اسکو ہر متنفس اپنی نظر سے دیکھے۔ منجملہ ان تمام مخلوق کے اسوقت ایک مچھلی نے دریا سے باہر نکل کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کی کہ اے حضرت خداوند قدوس نے مجھکو آپ کی دعوت میں بھیجا ہے اور ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ نے آج تمام مخلوقات کے واسطے کھانا تیار کیا ہے اور میں اسوقت بہت بھوکی ہوں، لہٰذا آپ مجھکو پہلے کھلا دیجئے۔ یہ سُنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی سے کہا کہ تم ذرا صبر کرو اور سب کو آلینے دو انکے ساتھ جتنا کھانا کھانا چاہو کھا لینا۔ خوب آسودہ ہو کر کھانا اچھی طرح کھانا۔ مچھلی بولی کہ حضرت میں تو اتنی دیر نہ ٹھہر سکونگی کہ میں سب کا انتظار کروں۔ یہ سُنتے ہی حضرت سلیمانؑ نے اس سے کہا کہ اگر تم نہیں ٹھہر سکوگی تو پھر تم کھانا کھاؤ اور تمہارا جتنا جی چاہے کھالو۔ یہ سُنتے ہی مچھلی نے اس میدان میں جو کچھ کھانا تیار ہوا تھا وہ سارا کھانا اپنے ایک ہی لقمے میں

سب کھانا کھا کر اور کھانا مانگنے لگی اے حضرت سلیمان مجھ کو تو اور کھانا چاہیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام بہت ہی متعجب ہوئے اور اس سے کہا اے مچھلی میں نے تو تمام مخلوقات کے واسطے یہ کھانا تیار کیا تھا تو سب کھا گئی اور تیرا اس سے پیٹ بھی نہ بھرا اور پھر تو اور بھی کھانا مانگتی ہے۔ مچھلی نے کہا اے حضرت ہر روز مجھ کو تین لقمے کھانا چاہیئے ہوتا ہے اور جو تم نے تیار کیا تھا یہ تو میرا ایک ہی لقمہ ہوا۔ اسکے علاوہ مجھے ابھی دو لقمے اور بھی درکار ہیں تب کہیں میرا پیٹ بھرے گا اور میں تو آج آپکی مہمانی میں بھوکی ہی رہی اگر تم اسی طرح اور لوگوں کو کھانا دے نہ سکو گے تو آپنے ناحق لوگوں کو بلوایا اور لوگ آپ سے شاکی ہو کر جائیں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام مچھلی کی یہ باتیں سنکر حیرت زدہ ہو گئے۔ اور بے ہوشی طاری ہو گئی اور کچھ عرصہ کے بعد انکو ہوش آیا اور اپنا سر سجدے میں رکھ کر درگاہِ الٰہی میں مناجات کر کے رونے لگے اور کہنے لگے کہ الٰہی میں نے بہت ہی قصور کیا اور نادانی کی تیری درگاہ میں، میں اس بات سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرتا ہوں بس روزی دینے والا مجھکو اور سارے جہان کو تو ہی ہے اور میں نادان و مسکین ہوں اور تو ہی دانا اور توانا ہے۔

ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس دن تمام خلائق جو مدعو تھی بھوکی رہی اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مچھلی وہ تھی کہ ہفت طبق زمین جسکی پشت پر اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور اس دن زمین کو اللہ تعالیٰ نے ہوا پر معلق رکھا تھا اور بعضوں نے روایت کی ہے کہ دریا کی مچھلیاں آکر اس دن سب کھانا کھا گئی تھیں اور اکثر علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دریائی جانور بھیجا تھا اس نے ایک لقمہ میں سب کھانا کھا لیا تھا کہ قدرت اور عجز و توانائی حضرت سلیمانؑ کی خلائق کو دکھاوے (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملاقات چیونٹیوں کے بادشاہ کے ساتھ

ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے شاہی تخت پر بیٹھے ہوا پر جا رہے تھے جو تخت جنوں نے بنایا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے اور ان کے ایک ہزار سرکاری ملازمین بھی انکے ساتھ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے اور ان میں ایک وزیر اعظم بھی تھا جس کا نام آصف جاہ تھا۔ وہ سب کے سب جن وانس گرداگرد تخت شاہی کے مؤدب کھڑے تھے اور ہوا پر اڑنے والے پرندے انکے سر پر اپنے پروں سے سایہ ڈالے ہوئے تھے۔ اس میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان میں آئی اور وہ یہ کہتے تھے اے رب تو نے حضرت سلیمان کو جیسا ملک وحشم دیا ایسا کسی جن و بشر کو نہیں دیا۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! میں نے سلیمان کو ہفت اقلیم کی بادشاہی عنایت کی ہے اور اسکو نبوت سے بھی سرفراز کیا ہے لیکن انکو غرور و تکبر بالکل نہیں ہے۔ اور اگر ان کو ذرا بھی کبر ہوتا تو میں انکو ہوا پر لیجا کر زمین پر ڈال دیتا اور پھر ان کو نیست و نابود کر ڈالتا۔ بس یہ کلام حضرت سلیمان نے سنا اور پھر خدا کے دربار میں سجدہ بجا لائے۔ اور ہوا نے ان کے تخت کو زمین پر لیجا کر رکھا۔ جہاں کہ چیونٹیوں کی

بستی تھی۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حَتّٰیٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَۃٌ الآیۃ (ترجمہ) یہاں تک کہ جب پہونچے سلیمان چیونٹیوں کے میدان پر کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں تاکہ نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کا لشکر اور پھر ان کو خبر بھی نہ ہو۔ پس شاہ مور سے یہ بات حضرت سلیمانؑ نے سنکر مسکرا کر کہا کہ یہ بھی رعیت پر شفقت اور مہربانی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۙ (ترجمہ) پس مسکرائے حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات پر پھر انہوں نے شاہ مور کو پکڑ کر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھکر پوچھا اے شاہ مور تم نے اپنے لشکر کو کیوں کہا کہ سلیمان آتا ہے اپنے اپنے غاروں میں گھس جاؤ تم نے مجھ سے کیا ظلم دیکھا۔ اس بات کو سنکر چیونٹی نے کہا۔ اے نبی اللہ ہم نے آپ سے اور آپ کے لشکروں سے کچھ ظلم نہیں دیکھا مگر اس واسطے کہ سہواً آپ کے لشکروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے تلے ہم سب آجائیں اور وہ ٹاپیں ہم کو ہلاک کر ڈالیں، یہ کام ہم نے تو حفظ ماتقدم کیواسطے کیا تھا اس واسطے ہم نے یہ بات کہی تھی کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں گھس جائیں اور ہلاک ہونے سے بچ جائیں۔ یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم ایسی ہی شفقتیں ان پر ہمیشہ کیا کرتے ہو۔ وہ بولا جی ہاں حضرت جی ان کی خوشی سے میری خوشی ہے اور انکی غمی سے مجھ کو غم ہوتا ہے اور انکی غمخواری مجھ پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے مجھ کو ان پر بادشاہ بنایا ہے اگر ایک چیونٹی بھی کسی زمین کے حصے پر مرجائے تو میں اسکو وہاں سے اٹھاکر اسکے مسکن پر پہونچاتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ ہر وقت کتنی چیونٹیاں رہتی ہیں۔ کہا اس نے کہ ہمارے ساتھ تقریباً چالیس ہزار چیونٹیاں رہتی ہیں۔ پھر اسکے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ سلطنت تیری بہتر ہے یا میری۔ اسوقت چیونٹی نے کہا کہ میری بادشاہی بہتر ہے تمہاری بادشاہی سے کیونکہ ہوا اٹھاتی ہے تمہارے تخت شاہی کو اور تخت شاہی اٹھاتا ہے تم کو اور تم اس پر بیٹھتے ہو یہ کتنا بڑا تکلف ہے تمہاری بادشاہی میں۔ اس بات کو سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام ہنس کر اس چیونٹی سے کہنے لگے کہ تم کس طرح جانتی ہو، اور تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے شاہ مور نے کہا کہ اے حضرت سلیمان اللہ تعالیٰ نے صرف تم کو عقل عنایت فرمائی ہے اور وہ عقل صرف تم کو ہی نہیں دی ہے یعنی ہم جیسے ناتوانوں کو بھی عنایت فرمائی ہے اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں چند مسائل آپ سے دریافت کروں۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ تب شاہ مور نے کہا کہ تم نے خداوند قدوس سے سوال کیا تھا۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۙ (ترجمہ) کہا اے پروردگار مغفرت کر میری اور بخش مجھ کو ایسا ملک کہ نہ لائق ہو کسی کو میرے پیچھے تو ہے سب سے زیادہ بخشنے والا۔ تمہارے اس سوال سے حسد کی بو آتی ہے اور پیغمبروں کو یہ حسد نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ان کی شان کے خلاف ہے اور یہ اچھی طرح سے معلوم ہے کہ خداوند قدوس سارے جہان کا مالک ہے وہ جسے چاہے

بادشاہی دے اور جسے چاہے نہ دے اور یہ نہ کہنا چاہئے کہ اے پروردگار میرے سوا کسی کو بادشاہی نہ دیجیو اور یہ کہنا پیغمبروں کی شان سے بعید ہے۔ چیونٹی کی یہ باتیں سُنکر حضرت سلیمان علیہ السّلام کچھ خفا ہوئے۔ اسی وقت چیونٹی بولی۔ اے حضرت سلیمانؑ ٹھیک بات یہی اس سے آپ کو بیزار نہ ہونا چاہئے اور میں پھر آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں آپ اس کا جواب دیجئے۔ خدا نے جو انگشتری آپ کو دی ہے اس کا کیا راز ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا بھید ہے تم ہی بتاؤ کہ کیا بھید ہے۔ پھر اس نے کہا کہ خدا نے تم کو سلطنت دی ہے قاف سے قاف تک وہ سب ایک نگینہ کی قیمت ہے تاکہ تجھ کو معلوم ہو کہ دنیا کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور ہوا کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حکم کے تابع کیا ہے۔ اس میں کیا بھید ہے کیا آپ کو اس کا بھید معلوم ہے۔ یہ بات بھی سُنکر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے کہا کہ مجھے اس کا بھی بھید معلوم نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ تم کو آگاہ کیا ہے کہ اس بات سے کہ بعد موت تمہیں دُنیا ہوا جیسی معلوم ہوگی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات کو سُنکر بہت ہی روئے اور پھر فرمایا کہ تم نے سچ کہا کہ دنیا مثل ہوا کے ہے۔ پھر چیونٹی نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سلیمان کے کیا معنے ہیں۔ پھر حضرت سلیمان نے کہا میں اسکے معنے بھی نہیں جانتا وہ چیونٹی بولی اسکے معنی یہ ہیں کہ تو دنیا کی زندگی میں اپنا دل مت لگا۔ ہر ساعت موت قریب ہے۔ حضرت سلیمان نے چیونٹی سے کہا کہ تو بڑی دانا و عقلمند ہے مجھ کو کچھ نصیحت کر اور مجھے کار نیک بتا۔ چیونٹی نے کہا کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عنایت کی ہے اور جہان کی بادشاہت بھی دی ہے لازم ہے کہ تم رعیتوں کی نگہبانی کرو اور اپنے عدل و انصاف سے رعیّت کو شاد رکھو، اور ظالم سے مظلوم کی داد لو۔ اور میں تو بے چاری ضعیفہ و مسکین ہوں اپنی رعیتوں کی ہر روز خبر لیتی ہوں اور ان کا بار اُٹھاتی ہوں کہ کوئی بھی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ پس حضرت سلیمانؑ نے بادشاہ مور سے یہ بات سُنکر وہاں سے مراجعت کرنا چاہی۔ شاہ مور نے کہا اے حضرت سلیمانؑ بغیر کچھ کھائے ہوئے آپ کو یہاں سے تشریف لیجانا بے مناسب ہے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم کو روزی دی ہے اسمیں سے آپ کچھ تناول فرما کر جائیے۔ یہ سُنکر حضرت سلیمان نے کہا کہ بہت اچھا۔ تب شاہ مور نے جاکر ایک ران ٹڈی کی حضرت سلیمان کیواسطے لا رکھی۔ یہ دیکھکر حضرت سلیمانؑ ہنس کر بولے اے شاہِ مور مجھ کو میرے لشکر سمیت ایک ران ٹڈی کی کیا ہوگی، اس نے کہا کہ حضرت اس ایک ران کو آپ کم نہ سمجھئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھئے اور اسمیں بہت برکت ہے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام مع اپنے لشکر کے اس ایک ران کو کھاکر آسودہ ہو گئے اور پھر بھی اسمیں سے کچھ باقی رہی۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام یہ حال دیکھکر بہت ہی متعجب ہوئے اور پھر سجدے میں گر کر کہا اے پروردگار تیری قدرت بے انتہا ہے اور تو ہی بیشک عظمت و بزرگی کے لائق ہے۔

فَفِی کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ تُدِلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور خبر لانا ہُدہُد کا بلقیس کے شہر سبا سے

روایت ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے ہوا پر پرواز کر رہے تھے اور تمام جن و انس انکی بساط پر حاضر تھے اور پرندے سب اپنے اپنے پروں سے انکے سر پر سایہ ڈالے ہوئے تھے یکایک حضرت سلیمان علیہ السلام کو گرمیٔ آفتاب معلوم ہوئی جب اُنہوں نے اوپر کی طرف دیکھا اور بہت عمیق نظر کی تو سب پرندوں کو دیکھا کہ حاضر ہیں مگر ہُدہُد کو نہ دیکھا اسی وقت آپنے فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور خبر لی حضرت سلیمان نے اڑتے ہوئے جانوروں کی۔ پس کہا کیا ہے مجھ کو کہ نہیں دیکھتا ہوں میں ہُدہُد پرندے کو یا وہ مجھ سے غائب ہو گیا ہے اگر اس نے ایسا کیا ہے تو میں البتہ عذاب کرونگا میں اس کو عذاب سخت یا ذبح کرونگا میں اسکو یا پھر لاوے میرے پاس کوئی دلیل ظاہر پس اسی وقت عقاب کو بھیجا برائے تلاش ہُدہُد کے، عقاب نے فوراً ہی ہُدہُد کو لاکر حاضر کر دیا تو اسوقت حضرت سلیمانؑ نے اس ہُدہُد سے پوچھا کہ تو کہاں گیا ہوا تھا۔ اسکے جواب میں ہُدہُد نے کہا کہ ایک خوشخبری لایا ہوں آپکے واسطے شہر سبا سے قولہٗ تعالیٰ۔ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ الآیۃ (ترجمہ) بولا ہُدہُد میں ایک چیز کی خبر لایا ہوں اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ سبا ایک قوم تھی اور انکا ایک وطن سرزمین عرب میں یمن کی طرف تھا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سبا ایک شہر کا نام ہے۔ بہرحال حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد سے کہا کہ تو وہاں سے کیا خبر لیکر آیا ہے اور تو وہاں کس طرح گیا اسکو بھی اچھی طرح سے بیان کر۔ یہ بات سُنکر ہُدہُد نے کہا کہ اے نبی اللہ فلانے وقت جب آپ تخت سے نیچے اُترے تھے اسی وقت میں نے ہوا پر اڑکر دیکھا کہ میرا ہمجنس ایک ہُدہُد دیوار باغ کے اوپر بیٹھا تھا چنانچہ میں اسکے پاس گیا۔ اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ملک شام سے آیا ہوں اور میرے آقا حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ وہ بولا کہ حضرت سلیمان کون ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ اسوقت بادشاہ ہیں جن و انس، وحوش و طیور اور جمیع مخلوقات کے اور پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ وہ بولا میں تو اس شہر کا رہنے والا ہوں۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ اس شہر کا کیا نام ہے۔ وہ بولا کہ اس شہر کا نام سبا ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اس شہر کا بادشاہ کون ہے وہ بولا کہ اس شہر کا بادشاہ بلقیس نام کی ایک عورت ہے اور وہی اس ملک کی ملکہ ہے اور اسکے تابع بارہ ہزار سردار قوم اور ہر سردار کے تابع ایک ایک لاکھ سوار و پیادہ ہر وقت رہتے ہیں اور تو میرے ساتھ چل میں تجھکو وہ سب دکھاتا ہوں۔ تب اس سے میں نے کہا کہ بہت دیر ہوئی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے آیا ہوں کبھی بادشاہ کو پیاس لگکر کو پانی کی تلاش ہو تو اس وقت وہ مجھے تلاش کریں گے اور میں اسوقت حاضر نہ ہونگا

تو پھر مجھ کو سخت سزا دینگے۔ کیونکہ میں پانی کے واسطے مقرر ہوں۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہُدہُد کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بصارت دی تھی کہ جس زمین میں پانی ہوتا یا نہ ہوتا وہ دور دور تک دیکھکر بتا دیتا تھا اور جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شاہی جاتا وہاں ہدہد کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور پھر اس کو پانی کے واسطے بھی بھیجتے تھے۔ جہاں وہ نشان دیتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جنوں کو بھیج کر تالاب و کنواں کھدوا کر وہاں سے پانی منگواتے تھے۔ الغرض اس ہدہد نے کہا کہ میرے ساتھ چلو اور وہاں چل کر بلقیس دختر شراحیل کو دیکھو کہ اسکی شان و شوکت کیسی ہے اور اسکے حسن و اخلاق کو دیکھکر تم خوش ہو جاؤ گے پھر میں اسکے کہنے سے اس جگہ پر گیا اور شہر سبا میں بلقیس کو دیکھا ایک تخت عظیم ہے کہ طول و عرض اسکا تیس گز ہے اور تمام جواہرات سے مرصع اور چاروں پائے اسکے یاقوت سرخ اور زبرجد اور زمرد اور لعل کے ہیں اس پر وہ بیٹھی ہے اور وہ بے دین ہے اور وہ آفتاب پرست ہے اور وہ اپنا کوئی شوہر بھی نہیں رکھتی۔ حضرت سلیمان نے کہا تو نے جو کہا مجھکو ہوا لیکن تو نے کیونکر جانا کہ وہ بے دین ہے؟ اس نے جواب میں کہا۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ الآیۃ (ترجمہ) حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہدہد بولا میں نے پایا اس عورت کو بادشاہی کرتی اپنی قوم کی اور اسکو ہر چیز عنایت کی گئی ہے یعنی مال و اسباب حسن و جمال اور اس کا ایک تخت شاہی بہت بڑا ہے۔ اور میں نے وہاں یہ بھی دیکھا کہ اسکی قوم اسکو سجدہ کرتی ہے اور وہ سب کے سب سورج کو سجدہ کرتے تھے اور اسی کو خدا مانتے تھے اور حقیقی معبود کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اے نبی اللہ کے مجھ کو آپ کچھ خلعت عطا فرمایئے تاکہ میرے پاس آپ کا کچھ نشان باقی رہے اور پھر میرے بعد میرے فرزند بھی آپ کو یاد کرتے رہیں۔ یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ہدہد سے کہا قولہ تعالیٰ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿﴾ (ترجمہ) کیا ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ یہ سنکر ہدہد بولا اے نبی اللہ آپ سے جھوٹ نہیں کہتا ہوں۔ اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہدہد کے سر پر جو تاج ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دی ہوئی نشانی ہے اور پھر ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا اس سے بہتر خلعت چاہتا ہوں آپ سے کہ جسمیں میری اولاد کی بہتری ہو۔ یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کار قصائی کا تجھ کو اور تیری اولاد کو میں نے دیا اور تو بلقیس کے پاس میرا خط لیکر جا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ الآیۃ (ترجمہ) اور کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہ میرا خط لیجا اور وہ خط لیجا کر اسکی طرف ڈال دو۔ اور پھر اسکے پاس سے چلے آؤ اور دیکھو وہ کیا جواب دیتی ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط لکھکر سر بمہر سلیمانی کر کے اس ہدہد کے حوالے کیا۔ اور وہ خط ہدہد اپنی چونچ میں لیکر شہر سبا میں بلقیس کے در پر جا پہونچا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مکان سے بلقیس کے مکان تک

دس کوس کا فاصلہ تھا۔ اور ہفت درِ قصرِ معلّیٰ بلقیس کے بند پایے لیکن اسکی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اسکے اندر جا کر دیکھا تو بلقیس کو سوتا ہوا پایا اور اس خط کو بلقیس کی چھاتی پر رکھ کر چپکے سے باہر نکل آیا۔ جب بلقیس بیدار ہوئی تو وہ مختوم سر بمہر سلیمانی کو اپنی چھاتی پر پایا اور اس نے اسکے لانیوالے کو معلوم نہ کیا اور اپنے دل میں کچھ خوف زدہ سی ہوگئی۔ پھر اس نے اپنے کارپردازوں کو بُلاکر ان سے پوچھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ۝ إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ الخ (ترجمہ) اور کہنے لگی بلقیس اے درباریو! مجھے یہ بتاؤ کہ میرے پاس یہ خط کس طرح سے ڈال دیا ہے اور وہ خط بڑی عزت وعظمت کا ہے اور ہے وہ حضرت سلیمان کیطرف سے اور اس خط کو شروع بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے کیا گیا ہے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا اور اس میں یہ لکھا ہے کہ تم اپنی سلطنت پر زور مت دکھاؤ اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلی آؤ۔ بلقیس نے یہ خط پاکر اسکو بڑی تعظیم وتکریم سے پڑھا اور خدا کی مہربانی سے وہ دولتِ اسلام سے مشرف ہوگئی اور تقدیر الٰہی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجیت میں داخل ہوئی اور خط کا مضمون دریافت کرکے کہنے لگی اپنے ملازموں سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي الآیۃ (ترجمہ) کہا اے دربار والو اور مجھکو جواب دو کہ میں اپنے کام میں کوئی کام تم پر مقرر نہیں کرتی۔ جب تک تم حاضر نہ ہو۔ یہ سُنکر درباریوں نے جواب دیا۔ قولہ تعالیٰ قَالُوا نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُو بَأْسٍ شَدِيدٍ ۝ الآیۃ (ترجمہ) کہا انہوں نے ہم صاحب قوت اور صاحب جنگ ہیں اور یہ کام تیرے اختیار میں ہے سو تو دیکھ لے جو حکم کرے یہ سُنکر بلقیس نے ان سے کہا۔ کہ مجھ کو تو حضرت سلیمان علیہ السلام اسلام کی دعوت دیتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ تم آفتاب پرستی چھوڑ دو۔ اور اسلام میں پورے طریقہ سے داخل ہو جاؤ۔ اگر میں انکی یہ بات نہ مانونگی تو وہ میری ساری سلطنت کو برباد کردیں گے۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا الآیۃ (ترجمہ) کہا بلقیس نے تحقیق بادشاہ جسوقت کسی بستی یا ملک میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اس بستی کو خراب کردیتے ہیں اور وہاں کے سرداروں کو بے عزت کردیتے ہیں چنانچہ اسی طرح سے اگر وہ ہمارے ملک میں داخل ہوئے تو پورے ملک کو خراب کرینگے اور پھر بلقیس کہنے لگیں۔ قولہ تعالیٰ۔ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ (ترجمہ) تحقیق میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف ہدیہ کو پھر میں یہ دیکھتی ہوں کہ آیندہ وہ کس چیز کے ساتھ واپس آتا ہے۔ اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو پھر اُنکے ساتھ کسی طرح مناسب نہیں ہے چنانچہ میں ہدیہ بھیجکر اُنکی آزمائش کرتی ہوں۔ کیونکہ اگر وہ پیغمبر خدا ہونگے تو وہ ہدیہ نہیں لینگے اور بغیر اسلام کے وہ کسی طرح سے راضی نہ ہونگے بلقیس کے وزیر نے کہا اے بلقیس تمہاری جو مرضی میں آوے وہ کرو۔ پس بلقیس نے قسم قسم کے ہدیے اور تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجے۔ حضرت سلیمان تخت پر بیٹھے اور ایک ہزار وزیران کے چاندی کی کرسیوں پر ان کی ملازمت میں بیٹھے تھے اور

جن ان کے گرداگرد حضرت سلیمان علیہ السلام کے مؤدب کھڑے تھے اور ہزاروں پرند ہوا کے ان کے سر پر سایہ دیے رہتے تھے۔ ہم نے جلدی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر پہونچائی کہ آپ کو بلقیس نے بہت سے ہدیئے و تحائف اور سات اینٹیں سونے کی اور چاندی کی اور سات پردے زربفت کے حضور کے پاس بطور ہدیہ و تحائف ارسال کیئے ہیں۔ یہ چیزیں دیکھکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ بادشاہی دروازے کے سامنے میدان کی دیوار سے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے جو بنی ہے وہاں سے سات اینٹیں سونے کی اور سات اینٹیں چاندی کی اور سات پردے زربفت کے لے آؤ۔ جب ان قاصدوں نے شاہی میدان کو دیکھا اور اس دیوار کے قریب آئے تو وہ قاصد یہ شان و شوکت اور حشمت و عظمت کو دیکھ کر بھونچکارہ گئے اور پھر وہ بولے کہ یہ ہم چند طشت سونے کی حضرت سلیمان کی نذر کیونکر کریں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمام درودیوار ان کی شاہی بارگاہ کے میدان سونے و چاندی کے ہیں اور ہماری یہ چودہ اینٹیں حضرت سلیمانؑ کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ اور جس دیوار سے وہ چودہ اینٹیں سونے و چاندی کی اور سات پردے زربفت کے کُھلوا کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے منگوائے تھے۔ جب اس جگہ پر بلقیس کے بھیجے ہوئے قاصد وہاں پہونچے تو اُنھوں نے وہ دیکھکر کہا کہ شاید ہم کو چور ٹھہرا کے پکڑنے کے لئے یہاں سے اینٹیں نکال کر فریب کیا ہے۔ غرض بلقیس کے قاصد نے حضرت سلیمان کے پاس آکر وہ تمام تحفے و تحائف انکی خدمت میں پیش کردیئے اور پھر شرطیں خدمت کی بجالائے چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ الایۃ (ترجمہ) پس جب آیا حضرت سلیمان کے پاس بلقیس کا قاصد تو اُس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا مدد دیتے ہو میرے لئے اپنے مال سے پس جو کچھ مجھ کو دیا ہے اللہ تعالیٰ نے وہ بہتر ہے اس چیز سے کہ دیا ہے تم کو اور جاؤ تم اپنے اس تحفے سے خوش رہو اور ان کو یہ تحفے واپس کرو۔ پھر تم لوگ ان کے پاس چلے جاؤ اور اب ہم بھیجتے ہیں ان لشکروں کو کہ جن کا وہ سامنا نہ کرسکینگے اور ہم ان کو اب نکال دیں گے بے عزت کرکے اس شہر سے پس وہ ذلیل ہو جائینگے۔ یہ خبر لیکر بلقیس کے قاصد فوراً واپس ہولئے اور وہاں پہونچکر بلقیس سے کہا کہ وہ صاحب حشمت و عظمت اور نبوت سے سرفراز ہیں۔ یہ سُنکر وہ بولی کہ وہ بیشک نبی ہونگے اور ان سے کہو کہ اپنی نبوت کا کچھ معجزہ دکھاویں کیونکہ اصل دلیل پیغمبری کی معجزہ ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ وہ ہم کو اپنا معجزہ دکھاویں تب ہم سب ان پر ایمان لے آویں گے۔ ادھر بلقیس نے ایک سو لونڈی اور غلام سب کو ایک ہی صورت کے لباس پہنا کر اور ٹکڑا یاقوت ناسفتہ ڈبیہ میں رکھکر اور چند مادیاں اسپ ساتھ کرہ[1] کے ملاکر اور ایک شیشہ خالی واسطے امتحان و امتیاز کے حضرت سلیمان علیہ السلام پاس اپنے قاصدوں کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ تم جاؤ اور یہ سب کچھ حضرت سلیمانؑ کے پاس پہونچاؤ اور پھر ان سے کہو

[1] ساتھ تشدید رے کے گھوڑے کے بچے کو کہتے ہیں۔ ۱۲

کہ آپ ان سب غلام اور لونڈیوں میں امتیاز کردیں اور اس یاقوت ناسفتہ کو سفتہ کردیں بغیر آہن اور الماس کے اور اسپ مادیاں کرہ سے جدا کردیں اور یہ شیشہ بھی پانی سے بھردیں اور نہ وہ پانی آسمانی آسمان سے برسا ہو۔ اور نہ وہ زمین سے نکلا ہو۔ پھر وہاں سے جلد چلے آؤ میرے پاس اس بات کی خبر لیکر۔ چنانچہ قاصدوں نے وہ سب لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کو پہونچادیا۔ اور وہ شرطیں جو بلقیس نے چلتے وقت کہیں تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام سے بیان کردیں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ سیلابی آفتابہ لاکر پہلے لونڈی اور غلام کے ہاتھ دھلائیے۔ لونڈیوں نے اپنا کف دست دھویا وہ لونڈیاں تھیں اور جنہوں نے سر انگشت دھویا وہ سب کے سب غلام تھے۔ اور عورت و مرد میں یہی عادت ہے۔ اور دوسرا اعجاز یہ کہ یاقوت چھیدنے کو کیڑے کو حکم کیا۔ چنانچہ کیڑے نے فوراً چھیدا۔ اور تیسرا اعجاز یہ کہ اسپ مادیاں اور کرہ کو پس و پیش بندھوا کر سامنے دانہ گھاس دیا۔ ان میں سے بعضوں نے دانے پر جلدی سر بڑھایا اور بعضوں نے پیچھے۔ پس اسی سے حضرت نے دریافت کیا اور فرمایا۔ کہ جن گھوڑوں نے جلدی سے اپنا سر دانے پر بڑھایا سو وہ مادیاں کُند ہیں اور جن گھوڑوں نے تاخیر کی کھانے میں وہ ناکُند ہیں اسکے بعد حکم کیا کہ اپنے گھوڑوں کو خوب دوڑاؤ اور ان کے پسینے سے شیشہ بھرا۔ غرض حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے سوالات ناشائستہ کو بطریق شائستہ حل کرکے اور اسکے قاصدوں کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ پس قاصدوں نے بلقیس سے جاکر یہ معجزات اور کرامتیں بالشرح بیان کیں۔ بلقیس نے یہ سُنکر اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں حضرت سلیمان کے پاس جاؤں اور اُنکی اطاعت قبول کروں۔ یہ کہہ کر بلقیس نے اسباب سفر کا تیار کرایا اپنے ساتھ لونڈی و غلام اور بہت سا لشکر بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اور تخت و دولت کو ہفت خانے میں رکھکر ہفت در بند کرکے کنجیاں اپنے ساتھ لے لیں اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ معتمد الیہ کے سپرد کردیں اور پھر اس سے کہا کہ تخت جڑاؤ اور دولت یہ مدار سلطنت ہی اچھی طرح حفاظت سے رکھنا یہ کہہ کر حضرت سلیمان کی خدمت میں جانے کا قصد و عزم کیا چنانچہ ہوا نے جلدی سے آکر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی کہ بلقیس ملکہ شہر سبا سے عنقریب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے والی ہیں اور ہوا سے بھی پہلے جنّوں نے حضرت سلیمان سے آکر کہا۔ اور کچھ مذمومیت بھی بلقیس کی بیان کی تھی کہ اس کی ساق پر بال بہت ہیں اور وہ کچھ کم عقل بھی ہے کیونکہ اس کی ماں جنوں سے تعلق رکھتی ہے اور بہ نسبت انسان کے جن کم عقل ہوتے ہیں۔ پس جن یہ بات حضرت سلیمانؑ سے کہکر بعد میں بہت ڈرے کہ اگر ہماری بات جھوٹ ہوگی تو ہم کو ضرور سزا ملے گی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان باتوں کو آزمائش کرنے کیلئے بلقیس کی آمد کی راہ پر اپنے تخت گاہ کے سامنے حوض بنوا کر اس پر ایک پل شیشے کا تیار کیا۔ اور اس حوض میں مچھلی و مرغابی بھی چھوڑدیں اور وہ پُل ایسا تھا کہ اوپر ظاہر معلوم ہو اور بلقیس اسکے اوپر سے آوے گی تو یقین ہے کہ پانی ہی کے دھوکے سے پنڈلیوں کے کپڑے اُٹھائے گی تو پیر کے بال ظاہر ہوجائیں گے یہ ہی حکمت اسکی آمد پر کی گئی۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ

یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا الایۃ (ترجمہ) اور کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اے درباروالو! تم میں کوئی ہے کہ لے آوے میرے پاس تخت بلقیس کا پہلے اس سے کہ وہ آوے میرے پاس مسلمان ہوکر۔ کہا ایک جن نے جنوں میں سے کہ میں لے آؤنگا تمہارے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ تم اٹھو اپنی جگہ سے اور تحقیق میں البتہ اس پر زور آور ہوں بامنت اور باامانت اس واسطے کہا کہ اسکے تخت میں جواہر لگے ہوئے تھے۔ نہایت بیش قیمت، اور حضرت سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا نے کہا کہ اس سے میں جلدی لاؤنگا بلقیس کے تخت کو۔ مانند ایک پلک کے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ الایۃ (ترجمہ) کہا اس شخص نے کہ نزدیک اسکے علم تھا یعنی اسم اعظم اللہ تعالیٰ کا وہ جانتا تھا وہ بولا کہ میں لے آؤنگا تیرے پاس تخت بلقیس کا پہلے اس سے کہ وہ پھر آوے طرف تیرے نظر تیری یعنی کسی طرف دیکھنے سے پھر اپنی طرف دیکھے اس سے قبل۔ پھر آصف نے اسم اعظم پڑھتے ہی ایک ہی پل میں تخت بلقیس کا سلیمان علیہ السلام کے پاس لا موجود کیا۔ پھر اسکے بعد حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝ (ترجمہ) حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ روپ بدل کر دکھاؤ اس عورت کو اس کا تخت تاکہ ہم کو معلوم ہوجائے کہ اسمیں سوجھ بوجھ ہے یا نہیں یا ان لوگوں میں اس کا شمار ہے جنکو سوجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ اور روپ بدلنا یعنی بلقیس کا تخت جڑاؤ تھا وہ جڑا اکھاڑ دیا گیا اور دوسرے قرینے سے اسکو جڑ دیا گیا۔ کیونکہ اس سے بلقیس کی عقل آزمانی تھی اور پھر اپنا معجزہ دکھانا بھی تھا۔ چنانچہ کارپردازوں نے ایسا ہی کیا۔ غرض جب بلقیس اس حوض کے کنارے پر آئی اور پل شیشے کا تھا جو کہ اعلیٰ قسم کی کاریگری سے تیار کرایا گیا تھا اس پر اسکی نظر پڑی اور اسکو یقین ہوا کہ شاید یہاں پانی ہے تب اس نے اپنی پنڈلیاں کھولدیں اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے معلوم کیا کہ اسکی ساق پر کچھ بال نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو بات جن نے آکر کہی تھی وہ جھوٹ بات تھی۔ اور جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کے پاس آئی اور پھر اس نے تخت اپنے کو پہچانا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۚ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ الایۃ (ترجمہ) جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی۔ کسی نے اسکو کہا کہ ایسا ہے تیرا تخت۔ تب اس نے اپنے تخت کے پاس جاکر دیکھا بولی گویا یہ وہی تخت ہے اور ہم کو معلوم ہوچکا ہے کسی ذریعہ سے اور ہم تو مسلمان ہوچکے ہیں اس بات سے بھی معلوم ہوا کہ بلقیس عقلمند اور ہوشیار ہے اور کسی نے کہا اس عورت کو کہ اندر محل میں چلو پھر جب وہ محل کے اندر گئی تو دیکھا کہ محل کے اندر ہے۔ پھر اُس نے اپنی پنڈلیوں کو کھولا تو پھر کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ تو شیشے کا جڑا ہوا محل ہے۔ پھر وہ بڑی ہی متحیر ہوکر بولی قولہ تعالیٰ۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (ترجمہ) کہا بلقیس نے اے میرے پروردگار تحقیق میں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور مطیع ہوئی حضرت سلیمان کے ساتھ واسطے خداوند قدوس کے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ایک تفسیر میں یوں بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسوقت

اپنے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے اور اسمیں پتھروں کی جگہ پر شیشے کا فرش تھا۔ اور دیکھنے والے کو دور سے پانی
نظر آتا تھا۔ اسی وجہ سے بلقیس نے اپنی پنڈلیاں وہاں کھول دیں اس پانی سے گذرنے کے واسطے اسی وقت حضرت
سلیمانؑ نے بلقیس کو کہا کہ یہ تو شیشے کا فرش ہے پانی نہیں ہے۔ اس بات سے عقل کا قصور اور عقل کا کمال حضرت
سلیمان کو معلوم ہوا اور پھر حضرت سلیمان نے جو جنوں کی زبانی سُنا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال[لہ] ہیں بکریوں کی طرح
اب معلوم ہوا کہ وہ سچ ہے۔ پھر انہوں نے اس کی دوا تجویز کی اور اس کو نورہ کہتے ہیں اور وہ دوا بہت مشکل سے تیار
ہوئی تھی۔ بالآخر حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اپنے نکاح میں لائے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کی تین سَو بیویاں اور سات سَو حرم تھیں سب پر اسکو شرف دیا۔ اور ایک مکان نہایت عالیشان پُر تکلف
بنا کر اسمیں اسکو رکھا تھا۔ ایک دن بلقیس نے کہا اے نبی اللہ آپ ہر روز تخت پر بیٹھ کر ہوا پر سیر کرتے ہیں اور تمام عالم
کے گرد پھرتے ہیں مجھ کو بھی ایک دن اپنے ساتھ لے چلئے تاکہ میں فلاں جزیرے میں جاکر عجیب و غریب تماشا دیکھوں۔ یہ سُنکر
حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم کیا کہ اس تخت کو اس جزیرے میں جو سات دریا کے بیچ میں ہے پہونچاؤ۔ تب ہوا نے
وہاں ان کے حکم سے وہ تخت پہونچا دیا۔ بلقیس وہاں کا سبزہ اور آبِ رواں دیکھکر بہت خوش ہوئی اور وہاں کے
دریائی گھوڑوں کے بازوؤں میں پَر دیکھے وہ سب کے سب سلیمان علیہ السلام کا تخت دیکھکر مثال پرندوں کے اُڑ گئے پھر
حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم کیا جنوں کو کہ ان گھوڑوں کو پکڑ لاؤ۔ اُنہوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہ ہم ان گھوڑوں
کو نہیں پکڑ سکیں گے مگر ہاں سمندروں کا ایک جن ہے اور وہ آپ سے باغی ہو کر قعر دریا میں چھُپ گیا ہے۔ اگر حضور کا
حکم ہو تو میں اسکو پکڑ لاؤں اور اس سے جاکر کہوں کہ حضرت سلیمانؑ تو مر گئے ہیں اب تم آجاؤ۔ یہ سُنتے ہی وہ ہمارے
ساتھ چلا آوے گا تب اسکو پکڑ کر آپکے حضور میں لاوینگے اور پھر اسکے ہاتھ سے وہ گھوڑے پکڑے جاوینگے۔ یہ سُنکر حضرت
سلیمان علیہ السلام نے حکم کیا کہ وہ جن حاضر کیا جاوے۔ چنانچہ بہت سے جن دریاؤں میں جاکر گرد عالم کے سمندروں میں
پکارتے رہے۔ اور یہ آواز دیتے رہے کہ اے جنّی اب تم نکل آؤ حضرت سلیمانؑ تو مر گئے کیونکہ یہ آواز اس جن کے کانوں
میں بھی پہونچی وہ اس بات کو سُن کر قعر دریا سے خوش ہو کر باہر نکل آیا۔ پس اُنہوں نے اس سے کہا کہ بھائی اب ہم نے
سلیمان کے عذاب و سزا سے نجات پائی اور اب ہم کو چاہئے کہ ہم سب وہاں جاکر اس کی سلطنت میں دخل کریں اور
خوب مزے سے رہیں اور اچھی طرح سے چین و راحت حاصل کریں۔ یہ کہکر جب دونوں میں خوب ملاپ ہو گیا تو اُنہوں نے
اچانک اس پر کمند ڈال کر ہاتھ پاؤں باندھ کر حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے
نظر غضب سے اس طرف کو دیکھا تو اس وقت سمندر رو کے مارے خوف کے کہا کہ یا نبی اللہ مجھ کو امان دو اور جاں بخشی کرو۔
اور میں آپ کا فرمانبردار ہوں اور جو کچھ آپ فرمائینگے اسکو بسر و چشم بجا لاؤنگا۔ یہ سُنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ

لہ یہاں اختلاف روایت ہے اور مترجم نے دونوں روایتوں کو نقل کیا ہے۔ کہ بلقیس کی ساق پر بال تھے یا نہیں۔ ۱۲

اگر تو اپنی جان بخشی چاہتا ہے تو دیکھ فلانے جزیرے میں دریائی پرند گھوڑے میرے واسطے پکڑ لا۔ یہ سُنکر وہ کہنے لگا کہ اے نبی اللہ بغیر کچھ حیلہ و حکمت کے وہ گھوڑے میرے ہاتھ نہیں آئینگے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تو اس وقت کیا چاہتا ہے وہ بولا کہ گھوڑے فلانے چشمے سے پانی پیتے ہیں چند جنوں کو میرے ساتھ کر دیجئے تاکہ وہ اس چشمے سے پانی نکال ڈالیں اور بجائے پانی کے اسکو شراب سے بھر دیں تب وہ بمنزلہ پانی کے اسکو پئیں گے اور پھر اسکے پینے سے ان کو نشہ ہوگا پھر اسی وقت اس پر کمند ڈال کر پکڑ لیں گے اور خدمت میں آپکی حاضر کرینگے۔ پس حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو سمندون پر ان کے ہمراہ کر دیا۔ اُنہوں نے وہاں جاکر چالیس گھوڑے دریائی پکڑ کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں لے آئے اس وقت عصر کا وقت تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی لطاقت اور خوبیاں دیکھنے لگے یہانتک کہ عصر کا وقت بھی رخصت ہونے لگا اسی وقت حضرت جبرائیلؑ جناب باری تعالیٰ سے عتاب لائے اور کہا کہ اے سلیمان تو دُنیا کے مال و محبّت میں ایسا مشغول ہوا کہ نماز عصر جانے پر ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ یہ الفاظ سُنتے ہی فوراً سجدے میں گر پڑے اور زار زار رونے لگے اور برابر استغفار پڑھنے لگے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ الآیۃ (ترجمہ) جس وقت کہ روبرو لائے گئے حضرت سلیمان کے شام کو خاصے گھوڑے پس حضرت سلیمان نے کہا تحقیق میں نے دوست رکھا مال کو اپنے رب کی یاد سے یہانتک کہ سورج چھپ گیا پردے میں پھر کہا لاؤ ان گھوڑوں کو میرے پاس پس شروع کیا ہاتھ پھیرنا پاؤں اور گردن ان گھوڑوں پر۔ ایک روایت میں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے آفتاب ٹھہر گیا اسکو ڈوبنے نہ دیا یہانتک کہ حضرت سلیمانؑ نے وقت پر نماز عصر کی پڑھ لی تب آفتاب غروب ہوا، اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان نے ان گھوڑوں کے پر کاٹ ڈالے پھر انکے پر دوبارہ پیدا نہیں ہوئے اور اسپ تازی انہیں کی نسل سے ہیں۔

بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا شہر صیدون میں جانا اور بادشاہ عنکبود کا مارا جانا

تواریخ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہو کہ جب حضرت سلیمانؑ کو بلقیس کے قصہ سے فراغت ملی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمندون جن سے پوچھا کہ اے سمندون تو نے کسی جزیرے میں کوئی چیز عجیب و غریب دیکھی ہو۔ یہ سُنکر وہ بولا اے حضرت میں نے دیکھی ہے دریائے مغرب میں ایک جزیرہ ہے اور اسمیں ایک شہر عظیم ایسا ہے کہ چاروں طرف اسکی دیوار سنگین ہو اور بلندی اسکی ایک سو گز ہے اور اسکے اندر بارہ برج ہیں اور ہر برج پر ایک علم نصب کیا ہوا ہے اور اس دیوار کے بیچ میں ایک بڑا میدان ہے اور اسمیں ایک مکان عالیشان ہے جسکی بناوٹ سنگ مرمر کی ہو اور اس پر ایک منارہ بلند ہو اور اس مینارے پر دو شیر سنگین اور ایک عقاب بزرگ مثل آدمی کی صورت کے سونے سے بنا ہے اور اسی قسم کی بہت سی صورتیں ہیں۔ اور جب میں نے اس کوشک پر جاکر دیکھا چار ہزار حجروں میں لونڈیاں صاحب جمال بیٹھی ہیں اور اسکے بیچ میں ایک عظیم الشان

تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک نہایت حسین ماہ لقا اور اسکے ساتھ ایک دختر برج اختر کے بیٹھی ہے اور تقریباً ایک ساعت کے بعد وہ دختر اس تخت سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور وہ چار ہزار لونڈیاں اپنے اپنے حجروں میں داخل ہوئیں اسیوقت میں نے جاکر ایک لونڈی سے معلوم کیا۔ کہ اس شہر کا کیا نام ہے اور ماہ لقا حسین نیک خاتون کون ہے اور اسکے ساتھ جو دختر ہے وہ کون ہے اور وہ علم جو برج پر رکھا ہوا ہے یہ کیوں رکھا ہے اور وہ شیر اور عقاب جو مینارے پر بنا رکھے ہیں وہ کون ہیں۔ یہ باتیں سُنکر وہ لونڈی مجھ سے بولی کہ تم کس ملک کے باشندے ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ میں نے اسکے جواب میں کہا کہ میں دوسرے ملک سے آیا ہوں۔ یہ سُنکر وہ کہنے لگی کہ میں پہلے سے ہی جانتی تھی کہ سوا اسکے ملک کے اور کوئی دوسرا ملک نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگی کہ اس شہر کا نام صیدون ہے اور جو حسین وجمیل ماہ لقا آپ نے دیکھی ہے وہ ہمارے بادشاہ کی بیوی ہے اور اسکے ساتھ جو دختر ہے وہ بادشاہ زادی ہے، اور یہ صورتیں طلسم کی اس واسطے بنائی ہیں کہ جب کوئی دشمن اور غنیم کو دیکھیں گی تو یہ آواز دینگی پھر اسی وقت ہمارے بادشاہ کو معلوم بھی ہو جائیگا کہ ہمارے ملک پر کوئی دشمن یا غنیم آیا ہے تو اسی وقت مکمل تیاری کر کے اسکو مار ڈالیں گے اور وہ جو عقاب ہے یہ تو ہمارا داعی ہے اور جب ہماری عبادت کرنیکا وقت ہوتا ہے تو وہ بانگ دیتا ہے تب ہم سب جاکر بادشاہ وقت کی پوجا کرتے ہیں۔ اور ہماری عبادت کا یہی طریقہ چلا آتا ہے۔ (عیاذاً باللہ من ذالک) اور اسکے علاوہ دوسرے حاکم منصف ہیں جب کوئی اسامی اور فریادی دونوں میں کوئی خصومت واقع ہو تو ان دونوں شیروں کے پاس ان کو بادشاہ وقت بھیجتا ہے اور جو ناحق پر ہوتا ہے اسکو یہ دونوں شیر پھاڑ ڈالتے ہیں اور کوئی شخص بھی بے راہ نہیں چلتا اور نہ کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ جناب اس کا یہ ماجرا ہے پس سمندوں جن سے شہر صیدون کی حقیقت و ماجرا سُن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکروں کو فرمایا کہ تم لوگ شہر صیدون میں جہاد کو جاؤ اور میں بھی تمہارے ہمراہ چلونگا۔ یہ سُنتے ہی تمام جن لوگ بموجب حکم حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر آموجود ہوئے اور حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم کیا کہ جلدی سے میرا تخت شہر صیدون میں پہونچادے۔ چنانچہ ہوا نے بموجب حکم جلدی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شہر صیدون کے قریب پہونچا دیا۔ جب تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور سے نمایاں ہوا تو وہ طبل وعلم حضرت سلیمانؑ کا تختِ بساط دیکھکر اس مینارے اور برجوں پر سے پکار کر آواز دینے لگے پھر اہل صیدون کو معلوم ہوا کہ ہم پر کوئی غنیم آتا ہے تب تمام اہل شہر و سپاہ اور تمام لشکر معہ ہتھیاروں کے آراستہ کر کے جنگ کے واسطے اپنے شہر صیدون سے نکلے تو وہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت معہ فوج کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہوا پر چلی آتی ہے۔ یہ دیکھکر اہل صیدون بولے کہ ہم نے آج تک کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا اور نہ کبھی سُنا کہ اس کا لشکر سوار ہو کر ہوا پر چلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ بادشاہ نہایت بزرگ ہے۔ پس وہ لوگ میدانِ جنگ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جنوں سے فرمایا کہ پہلے تم جاؤ اور ان کافروں سے لڑو۔ بموجب وہ تمام

جن ان کافروں سے لڑنے لگے، مردم جزیرہ جنوں پر غالب آئے۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرے اور جنوں کی جماعت کو ان سے لڑنے کے واسطے بھیجا۔ چنانچہ وہ جماعت بھی ان سے مغلوب ہوگئی۔ پھر اسکے بعد آدمیوں کو فرمایا۔ کہ اب تم لوگ ان کافروں سے جاکر لڑو۔ بموجب حکم جب مردم بسیار ان سے لڑے، تو ان کو زیر کیا۔ اور آخر میں ان کا بادشاہ بھی نکل کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے لڑنے کے واسطے میدان میں آیا۔ اور اس بادشاہ کا نام عنکبود تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم کیا۔ ہوا نے ایک مشت خاک اس پلید کی آنکھوں میں ڈالدی تو وہ پلید اندھا ہوگیا اور فوراً ہی غش کھاکر زمین پر گر پڑا۔ اور اسی کے شیر نے اس پلید کا سر کاٹ کر کھالیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ٹڈی آکر اس پلید کی آنکھیں کھاگئی تھیں۔ اس طرح وہ پلید جہنم واصل ہوا اور باقی کافروں کو لشکر سلیمانؑ نے مار کر دریا میں بہادیا اور بادشاہ عنکبود کی بیٹی کہ وہ نہایت حسین و صاحبِ جمال تھی اسکو اپنے ساتھ حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر اٹھاکر اور شہر کو ویران کر کے چلے آئے۔ میں اس قصہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان حضرت سلیمانؑ کا مُبتلا ہونا رنج میں بعض سہواً تقصیرات کی وجہ سے

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہر صیدون سے مراجعت فرمائی تو راستے میں آتے وقت اس بادشاہ کی بیٹی سے کہنے لگے کہ اے نیک بخت تو ایمان لے آ اور مسلمان ہوجا۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک میں مسلمان ہونگی لیکن مجھکو میرے باپ سے ملاقات کراؤ۔ پھر یہ سُنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے باپ کو تو مار ڈالا گیا ہے اس کو تم کیونکر دیکھوگی۔ بہر کیف اس دختر کے کہنے سے حضرت سلیمان نے اسکے باپ کا سر منگواکر اسکو دکھایا۔ وہ دختر بیہوش ہوکر گر پڑی۔ پھر وہ کافی عرصہ کے بعد ہوش میں آئی اور بہت ہی گریہ وزاری کرنے لگی۔ حضرت سلیمانؑ نے اسکو بہت پیار کیا اور اسکی ہر طرح پر دلداری کی، پر اسکی خاطر جمع نہ ہوئی۔ آخر الامر وہ دین اسلام سے مشرف ہوئی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اسکو اپنے نکاح میں لائے اور اسکو بہت چاہتے تھے۔ ایک دن ابلیس لعین نے صورت آدمی کی بنکر اس دختر سے جاکر کہا کہ اے لڑکی تو بادشاہ زادی ہے کیوں اپنے باپ کی صورت بناکر نہیں پوجتی تاکہ تیرے باپ کی روح تجھ سے خوش رہے جیساکہ وہ اپنی زندگی میں تجھ سے خوش تھا۔ اور خبردار یہ بات حضرت سلیمان سے مت کہنا اس بات کو چھپاکر رکھنا۔ تب وہ دختر اس شیطان کے کہنے سے اپنے باپ کی صورت بناکر گھر میں مخفی پوجتی تھی اور اس طرح وہ اپنا دل شاد رکھتی تھی۔ اسی طرح سے چالیس دن گذر گئے۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے اس دختر سے کہا کہ تو ایمان لاکر مسلمان ہوجا پھر میں تجھ سے نکاح کرلونگا۔ یہ سُنکر وہ بولی کہ میں مسلمان ہونگی اور میں تمہاری زوجیت بھی قبول کرونگی، اس شرط پر کہ آپ حکم دیں کہ میں اپنے باپ کی صورت بناکر اپنے سامنے رکھوں اور اس صورت پرستی سے اپنے باپ کا دل خوش کروں اور میں غم ہجر بھی بھول جاؤں

پس اس زمانے میں صورت بنانا شرع میں ممنوع نہ تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی بیبیوں سے زیادہ پیار کیا کرتے تھے حضرت سلیمانؑ نے اسکو تصویر بنانے کی اجازت دیدی پھر وہ مخفی طور پر اپنے باپ کی تصویر کو پوجتی تھی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی وجہ سے چندروز بلا میں مبتلا رہے اور شاہی تخت اور حکومت سے معزول رہے' اور بعض نے یوں بھی روایت کی ہے کہ دختر عنکبود نے کہا کہ اے حضرت سلیمانؑ آج عید قرباں ہے کچھ قربانی کرنی چاہیئے۔ لہٰذا ایک ٹڈی مجھے لا دیجئے تاکہ میں قربانی کروں اور ٹڈی کا قربانی کرنا ثواب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ لسلام نے فرمایا کہ ٹڈی میں گوشت نہیں ہوتا لہٰذا اسکو ذبح کرنے سے کیا فائدہ ہے تم اونٹ خدا کی راہ میں قربان کرو تو اس میں ثواب ہے۔ وہ بولی نہیں میں تو ٹڈی ہی ذبح کرونگی اور ٹڈی سے اس کی غرض یہ تھی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام شہر صیدون میں جاکر اسکے باپ سے لڑے تھے تو اس وقت بھی ٹڈی نے آکر اسکے باپ کی آنکھیں کھائی تھیں اور وہی بغض اسکے دلمیں تھا تاکہ اس سے وہ اپنے باپ کا انتقام لے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ بات یاد نہ تھی سہواً فرمایا کہ اچھا تم منگوا کر اسکو ذبح کرو۔ تب اس نے ایک ٹڈی کو منگوایا اور عداوتاً اسکو ذبح کیا۔ پس حضرت سلیمان کی بیوی نے یہ دو گناہ کیئے تھے کہ اپنے باپ کی صورت بناکر گھر میں پوجتی تھی اور یہ خبر حضرت سلیمانؑ کو معلوم نہ تھی۔ اور دوسرے یہ کہ ٹڈی کو بے گناہ ذبح کیا تھا۔ ان دو معصیت کے سبب حضرت سلیمان علیہ لسلام چندروز بلا میں مبتلا ہوئے پس اے مومنو! یہ بات متحقق ہے کہ جن نیک مرد کے گھر میں بدعورت ہو اور اپنے شوہر سے چھپا کر گناہ کے کام کرے خواہ وہ علانیہ خواہ مخفی تو لازم ہے اور واجب ہے کہ عورت کے گناہ کے باعث اسکے شوہر پر آفت نازل ہوگی اور اس کا خاندان بھی ویران ہوگا جیسا کہ استاذ شیخ سعدی علیہ لرحمہ نے فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

زنِ بد در سرے مرد نیکو ہم دریں عالم است دوزخِ او

اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ (ترجمہ) تحقیق آزمایا ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور ڈال دیا ہم نے اوپر کرسی اسکی کے ایک دھڑ پھر اس نے رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف' پس معاملہ یوں تھا کہ حضرت سلیمان جب استنجے کو جاتے تو خاتم اپنے ہاتھ کی نکالکر ایک خادمہ حرم کے حوالے کرجاتے تھے کیونکہ اس انگوٹھی پر اسم اعظم اللہ تعالیٰ کا تھا۔ اس لئے وہ اس کو استنجے کے وقت اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن مرضیٔ الٰہی سے ایسا اتفاق ہوا کہ جنوں میں سے ایک جن نام اس کا صخرہ تھا اس نے صورت و شکل حضرت سلیمان علیہ السلام کی بناکر اس خادمہ میمنیہ سے جاکر انگوٹھی لیکر اپنی انگلی میں پہنکر تخت پر جا بیٹھا۔ اور جن سب کے سب اپنے اپنے عہدہ پر فائز تھے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملازمت میں کھڑے رہتے تھے ویسے ہی اسکے سامنے بھی ...... سب آکر حاضر ہوئے اور اسی طرح سے پرندوں نے بھی آکر اپنے اپنے پروں سے سایہ کیا اور وہ صخرہ حکم واحکام جاری کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے استنجے سے

فراغت پاکر اس خادمہ یمینیہ سے اپنی انگشتری طلب کی وہ بولی کہ انگشتری تو حضرت سلیمان علیہ السلام لیگئے ہیں اور تم کون ہو جو مجھ سے انگشتری طلب کرتے ہو۔ یہ سُنکر حضرت نے جواب دیا کہ میں سلیمان ہوں تم نے انگوٹھی کس کو دیدی وہ بہت زیادہ حیران و پریشان ہوئی اس نے ہر چند حضرت سے عرض کی لیکن وہ یقین نہ کرتے تھے پھر بذات خود حضرت سلیمانؑ اپنے تخت کے قریب گئے تو وہاں جاکر دیکھتے ہیں کہ وہی صخرہ جن تخت پر بیٹھا ہے اور انگوٹھی بھی اسکے ہاتھ میں ہے اور اسکے سامنے تمام جن و انس دربار عام میں باادب کھڑے ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں سلیمان ابن داؤد ہوں۔ لوگوں نے انکی تکذیب کی اور دیوانہ جان کر چوبدار نے وہاں سے نکال دیا اور بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں گردش آنے کا یہ سبب تھا کہ انکے بیشمار بیبیاں تھیں۔ ایک دن انہوں نے یوں ارادہ کیا کہ آج کی شب میں تمام بیبیوں کے پاس جاکر جماع کروں اور ہر ایک بی بی ایک بیٹا جنے گی تو میرے بیٹوں کی تعداد بہت ہو جائے گی اور پھر جب وہ سب کے سب جوان ہو جائیں گے تو ہم سب کو لیکر جہاد فی سبیل اللہ کریں گے لیکن یہ ارادہ کرتے وقت اُنہوں نے انشاء اللہ نہ کہا۔ اور پھر بموجب ارادہ اُنہوں نے اپنی بیبیوں سے اسی شب جماع کیا لیکن خدا کی مرضی سے کسی بیوی کو کوئی حمل نہیں ہوا ہاں ایک بیوی سے اس کے پیٹ سے آدھے دھڑ کا بچہ پیدا ہوا۔ یہ حال دیکھکر پھر وہ انشاء اللہ نہ کہنے کے سبب سے بہت نادم ہوئے۔ اور بعض روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ ایک آنکھ اور ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا لڑکا پیدا ہوا۔ القصہ جب ان جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ پہچانا اور کچھ تعظیم و تکریم بھی نہ کی اور اس تخت گاہ سے باہر نکال دیا۔ پس وہاں سے نکل کر بیت المقدس میں جاکر تین دن تک سجدہ میں پڑے روتے رہے۔ پھر بے طاقتی سے مارے بھوک کے مسجد سے نکل کر کسی بنی اسرائیل گھر جاکر کھانے کو مانگا لیکن کسی نے بھی ان پر کچھ التفات نہ کیا۔ پھر وہاں سے مایوس ہوکر شہر میں آئے اور یہاں پر بھی کھانے کی تمنا کی اور بہت جگہ کوشش کی۔ اتفاقاً یہاں بھی کسی نے ان پر التفات نہ کی پھر نوکری کی خواہش ظاہر کی لیکن کسی نے بھی نوکر نہ رکھا۔ پھر یہاں سے بھی بھوکے پیاسے نکل کر دریا پر گئے مچھلی والوں کو مچھلیاں شکار کرتے دیکھا ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو نوکر رکھ لو اور ہم تمہارا کام کریں گے تب ماہی گیر نے ان کو دو مچھلیاں دینی ہر روز مقرر کیں اور نوکر رکھ لیا آخر تمام دن گذار رات کے وقت دو مچھلیاں پکڑی گئیں یہی دو مچھلیاں مزدوری میں انکو ملیں۔ اِن میں سے ایک مچھلی بازار میں بیچ کر روٹی مول لی اور دوسری مچھلی کو تل کر روٹی کے ساتھ کھائی اور پھر شکرِ خدا بجا لائے۔ اسی طرح پر وہ چالیس روز تک اپنی روزی پیدا کرکے کچھ آپ کھاتے اور جو باقی بچتی وہ محتاجوں کو دیتے اور پھر تمام رات عبادت میں مشغول رہتے اور توبہ استغفار کرتے اور چالیس دن صخرہ جن نے حضرت سلیمانؑ کے تخت پر بیٹھ کر بادشاہی کی مگر آدمی اور جن کو اسکے طور طریقہ سے کچھ معاملہ معلوم ہوا کہ یہ جن ہے تخت پر بیٹھکر سلطنت کررہا ہے اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔ مگر یہ راز دلی کسی سے ظاہر نہیں کرتے۔ اور آصف جن سلیمان علیہ السلام

کا وزیر اعظم بڑا عقلمند و ہوشیار تھا۔ جس دن سے وہ تخت پر بیٹھا اور اپنا حکم جاری کرنے لگا۔ اسی دن سے وہ آصف
جن اس بات کا متلاشی اور متردد ہوا کہ آج چالیس دن سے یہ شخص تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتا ہے یہ کون ہے۔ اور یہ تو
یقین ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔ بالآخر آصف جن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیبیوں سے جاکر پوچھا
کہ آج حضرت سلیمان علیہ السلام کہاں ہیں کیا تمہارے پاس تشریف لاتے ہیں یا نہیں۔ وہ یمینہ خادمہ کہ جس کے ہاتھ سے
حضرت سلیمان علیہ السلام کام لیتے تھے وہ بولی کہ آج چالیس دن ہوئے ہیں ہم لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہیں
دیکھتے ہیں اور نہ ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں اور اپنی خاتم بھی مجکو نہیں دیتے شاید اور کہیں تشریف لیگئے ہونگے یا
نوع دیگر ہوا ہوگا۔ پس آصف جن نے یہ سُنکر یمینہ سے کہا کہ بہت اچھا میں ابھی معلوم کرے لیتا ہوں۔ اسی وقت
اس نے چالیس آدمی توریت خواں کو بلاکر تخت گاہ میں لیجاکر توریت سب کے ہاتھ میں پڑھنے کے لئے دی۔ جب وہ لوگ
توریت پڑھنے لگے تب وہ صخرہ جن جو تخت پر بیٹھا تھا۔ یہ کلام الٰہی سُنکر تخت پر نہ ٹھہر سکا آخر وہاں سے الگ ہوکر اس
تخت سے ایک کنارے پر جا بیٹھا پھر وہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور وہ وہاں سے بھی بھاگا اور وہ خاتم حضرت سلیمان کی دریا
میں ڈالکر چلا گیا۔ مرضی الٰہی سے ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام ان مچھلی والوں کی نوکری بجالاکر تھکے ماندے دریا کے
کنارے سو رہے تھے اچانک ایک سانپ آیا اور ایک شاخ سبز اپنے مُنہ میں لیکر ان پر ہوا کر رہا تھا۔ ایک مچھیرے
کی بیٹی تھی اور وہ صاحب جمال تھی۔ ہر روز اپنے باپ کا کھانا دریا کے کنارے لایا کرتی تھی۔ اس نے حضرت سلیمانؑ
کو دریا کے کنارے سوتا دیکھا اور دیکھکر حیران ہوئی کہ ایک آدمی سوتا ہے اور ایک سانپ ان پر ہوا کر رہا ہے وہ دختر
در اصل بالغہ تھی یہ حال دیکھکر اس نے اپنے باپ سے جاکر کہا کہ اے ابّا جان مجھ کو تم اس شخص سے بیاہ دو تو بہت بہتر ہوگا
اور میں اسکے سوا کسی دوسرے سے بیاہ نہ کرونگی۔ تب وہ ماہی گیر اپنی بیٹی کو لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس
گیا اسوقت حضرت سلیمان علیہ السلام سوتے تھے ان کے آنے کی آہٹ سے وہ جاگ اُٹھے۔ اس شخص نے حضرت
سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنی بیٹی سے تم کو بیاہ دونگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی میں تو تمہارا
نوکر ہوں اور میں نوکری کر کے پیٹ پالتا ہوں اور مجھ کو روزمرہ دو مچھلیاں اُجرت کی حضور سے ملتی ہیں انہیں کو کھاتا
ہوں بتایئے کہ میں آپ کی بیٹی کی خوراک اور مہر کہاں سے دونگا۔ یہ سُنکر وہ بولا کہ میری بیٹی آپ سے مہر نہیں چاہتی ہے اور
کھانے کو میں دیتا رہونگا یعنی کھانا میرے ذمے ہے۔ بالآخر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بات اس کی قبول کرلی اور
اسکے ساتھ اس کے مکان پر جاکر اس کی بیٹی سے بیاہ کرلیا۔ پھر توبہ استغفار کر کے خدا کی عبادت میں مشغول ہوگئے۔ فی الجملہ
اس صخرہ جن نے جو انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی دریا میں ڈال کر بھاگا تھا اس انگشتری کو ایک مچھلی نگل گئی
تھی اور تمام مچھلیاں دریا کی اس انگوٹھی کے سبب سے اس مچھلی کی مطیع و فرمانبردار ہو رہی تھیں۔ دوسرے دن سب ماہی گیر
حضرت سلیمان علیہ السلام کو لیکر اس دریا میں جہاں انگشتری حضرت سلیمانؑ کی صخرہ جن نے ڈالی تھی وہاں مچھلی کے

شکار کو گئے۔ خدا کے حکم سے وہ مچھلی کہ جس نے انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی نگلی تھی وہ جال میں پکڑی گئی۔
پس مچھیرے نے اس مچھلی کو اور دو اور مچھلیوں کو لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اُجرت دی۔ پس حضرت سلیمانؑ
نے ان تینوں مچھلیوں کو لیکر ان میں سے دو مچھلیوں کو بیچ ڈالا اور ایک مچھلی اپنی بیوی کے حوالے کی کہ اسکو ذبح
کر کے صاف کرو۔ جب انکی بیوی نے اس مچھلی کا پیٹ چیرا تو وہ انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس کے
شکم سے نکل پڑی۔ اسکی روشنی سے سب گھر میں اُجالا ہوگیا۔ مچھیرے کی بیٹی یہ عجوبہ دیکھکر بے اختیار پکار اُٹھی۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی پہچان کر اپنے ہاتھ میں پہن لی۔ اور مُرغانِ ہوا آکر سر پر سایہ فگن ہوئے اور جن
وانسان جمیع خلق ان کی ملازمت میں بدستور سابق آکر حاضر ہوئی اور ہوا نے شاہی تخت لاکر موجود کردیا پھر حضرت
سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیوی ماہی گیر کی بیٹی سے کہا کہ میں سلیمان ابن داؤد ہوں، اور تمام احوال اپنا اوّل سے
آخر تک بیان کیا اور اسوقت ہوا کو حکم کیا تب ہوا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت سمیت اپنے مکان خاص
پر پہونچا دیا۔ اور جتنے ملازمان تھے سب نے آکر حضرت سُلیمان علیہ السلام کے سامنے دربار عام میں حاضری دی۔ پس
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محل میں جاکر اس صیدونیہ عنکبود لعین کی بیٹی کو کہ جسکو شہر صیدون سے لاکر اپنے
نکاح میں لائے تھے وہ اپنے باپ کی صورت بناکر گھر میں مخفی پوجتی تھی اس واسطے اسکو اور اسکے ساتھ چار ہزار لونڈیوں
کو مروا دیا اور جو کتابیں جادوگری کی تھیں جو روز رمیت عنکبود لعین کے صخرہ جن اس شہر صیدون سے لوٹ کر
لایا تھا اور اس جادو کے سبب سے اس نے حضرت سلیمانؑ کی خاتم ان کی خادمہ یمینہ سے لیکر چالیس دن تک سلطنت
کی تھی اور حضرت کو دکھ میں ڈالا تھا اس کتاب کو بھی پارہ پارہ کر کے ڈال دیا۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب
کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہندوستان میں بھی پہونچا تھا۔ اسی سے لوگ اب تک جادوگری کرتے ہیں۔ بعد اس کے
حضرت سلیمانؑ نے صخرہ جن کو طلب کیا لیکن اسکو نہ پایا اور تمام جنوں کو حکم کیا ان لوگوں نے اپنی بھرپور کوشش کی
لیکن معلوم نہ کر سکے۔ بہت کوشش کے بعد معلوم ہوا پھر اُنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے آکر کہا کہ اے نبی اللہ
صخرہ جن آپ کے خوف سے بیچ سمندر کے جاکر چھپ گیا ہے اور بغیر کچھ حیلہ کئے اسکو پکڑ کر آپ کے پاس نہیں لا سکتے، اگر
آپ کا حکم ہو تو ہم لوگ کچھ جھوٹ بناکر اس سے جاکر کہیں تو ممکن ہے کہ ہم لوگ اسکو پکڑ کر آپ کے حضور میں لاسکیں
یہ سُنکر حضرت سُلیمان علیہ السلام نے کہا اچھا جاؤ۔ تب جنوں نے جاکر سمندر کے بیچ میں پکارتے تھے کہ اے صخرہ تو کہاں
ہے اب نکل آ، حضرت سلیمان علیہ السلام تو مر گئے ہیں اور وہ یہ سُنکر سمندر کے بیچ میں سے نکل آیا۔ پھر اسکو جنوں نے
گرفتار کر کے حضرت سلیمان کے پاس حاضر کیا۔ چالیس دن حضرت سلیمانؑ نے اسکو عذاب وقید میں رکھا اور بعد اسکے
وہ شکنجے میں پتھر کے ڈال رکھا۔ کہتے ہیں کہ اب تک وہ شکنجے میں پڑا ہے اور قیامت تک اسی طرح شکنجے میں پڑا رہیگا۔
پس اسکے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے کئی برس تک حکومت کی اور بیت المقدس جو حضرت داؤدؑ نے بنایا تھا

اسکو اور بھی بڑا کر کے بنوایا پھر جنوں کو حکم کیا کہ اسکی دیواریں سنگ سفید کی بناؤ کیونکہ وہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں
تب بموجب ارشاد ان کے جنوں نے ویسا ہی کیا اور ستون بھی اسکے چالیس گز لمبے سنگ مرمر سے بنائے اور کواڑ
دروازوں کے آبنوس کے لگائے اور ایک دروازے کا نام بھی بابِ داؤد، اور دوسرے دروازے کا نام طوبیٰ،
اور تیسرے دروازے کا نام بابِ رحمت اور چوتھے دروازے کا نام نبی العربی آخر الزماں رکھا اور اسکی چھت بھی
سباح کی لکڑی سے بنوائی تھی اور دیواریں اسکی سونے سے زر اندودہ کی تھیں اور مسجد کے اندر قندیلیں چاندی کی لگائی
تھیں اور ہر قندیل میں تیل کی جگہ لعل شب چراغ تھا اسکی روشنی سے سب روشن ہو جاتا تھا اور گندھک سُرخ سے
قندیلوں کو ترکیب دیا تھا ایسا کہ تین کوس تک اسکی روشنی کی شعاع جاتی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہی گندھک
سُرخ کیمیا ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی تھی۔ باتفاق ایک روز حضرت سلیمان
علیہ السلام گنبد کے دروازے پر جو شیشے سے بنایا تھا اپنا عصا ٹیکے کھڑے تھے خدا کے حکم سے ملک الموت حاضر خدمت
ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم میری ملاقات کو آئے ہو یا میری روح قبض کرنے کو۔ یہ سُنکر
ملک الموت نے کہا کہ میں تمہاری روح قبض کرنے کو آیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بہت اچھا
صرف مجھے ذرا پانی پینے کی مہلت دو۔ اسکے جواب میں ملک الموت نے کہا کہ میں خدا کے حکم میں اب کچھ دیر نہیں کر سکتا
ہوں اور اب آپ کے واسطے پانی پینے کا حکم خداوندی نہیں ہے۔ چنانچہ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عصا پر ٹیکے کھڑے
تھے اسی ہیئت پر ان کی جان قبض کر لی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح ایک برس تک حضرت سلیمان علیہ السلام
کی لاش بے جان عصا کے ٹیکے سے کھڑی تھی اور بعضی روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ دو مہینے تک ان کی موت کی خبر
کسی کو نہ ہوئی۔ اور تمام اجنہ اسی طرح سے بیت المقدس کا کام انجام دیتے رہے یہاں تک کہ عصا ان کا گھُن کھا گیا۔
اور لاش زمین پر گر پڑی۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے روز بے جان کھڑے تھے اسکے بعد
تخت انکا ہوا پر گیا اور وہ آدمیوں کی نظروں سے غائب ہو گیا اور تمام جن تاسف کرتے ہوئے چلے گئے۔ اسمیں
حکمت حکیم علی الاطلاق کی تھی کہ جن اپنی غیب دانی سے فخر کرتے تھے کہ ہم کو غیب کی بات معلوم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ
نے بطور آزمائش کے انکو آزمایا۔ اگر وہ غیب کی بات جانتے تو حضرت سلیمان کی موت کی خبر انکو ہوتی اور پھر وہ
ذلت میں نہ رہتے۔ پس خدا کی مرضی یہی تھی کہ جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مرنے کی خبر نہ ہو ورنہ وہ سب چلے جاتے
اور پھر بیت المقدس کی تیاری بھی نہ ہوتی یوں ہی زیر تعمیر مرمت رہ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَلَمَّا قَضَيْنَا
عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ (ترجمہ) پس جب فیصلہ کیا ہم نے اس پر موت کا تو پھر ہم نے نہ خبر کی اسکی
موت کی کسی کو لیکن کھاتا رہا اس کا عصا کیڑا۔ پس جب گر پڑا پھر معلوم ہوا جنوں کو۔ اگر وہ جن خبر رکھتے غیب کی بات
کی تو رہتے ذلت کی تکلیف میں، اور ایک دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے

ہاتھ سے بیت المقدس بنواتے تھے، جب معلوم ہوا کہ موت آپہونچی پھر انہوں نے جنوں کو عمارت کا پورا نقشہ تیار کر کے آپ شیشے کے مکان میں دروازے بند کر کے بندگی میں مشغول ہوئے اور بعد وفات ایک برس تک جن لوگ مسجد بناتے رہے اور جب مسجد پوری ہو چکی تو جس عصا پر حضرت سلیمان علیہ السلام ٹیک لگا کر کھڑے تھے گھن کھانے سے وہ گر پڑا تب سب پر وفات حضرت سلیمان علیہ السلام کی معلوم ہوئی اور جو جن آدمیوں سے غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے سب کے سب قائل ہوئے۔ بس میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان تولد حضرت مریم علیہا السلام

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے وقت میں بنی اسرائیل کی قوم میں حنّہ نام کی ایک عورت تھی اور وہ بڑی ہی زاہدہ اور متقی تھی اور اسکے شوہر کا نام عمران ابن لاثان تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی اور یہ بھی بذریعہ روایت معلوم ہوتا ہے کہ اس حنّہ عورت سے پہلے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی اور اسکا نام اشیاع تھا اور وہ حضرت زکریاؑ سے بیاہی تھی، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حنّہ کی بہن سے حضرت زکریاؑ کا بیاہ ہوا تھا۔ غرض حنّہ جب آخری عمر میں حاملہ ہوئی تو وہ بیت المقدس میں جا کر خدا کی بندگی میں مشغول ہوئی اور پھر نذر مانی کہ یارب میرے پیٹ سے جو لڑکا ہوگا وہ میں نے تیری نظر کیا تاکہ وہ اس بیت المقدس کی خدمت کرے اور ہمیشہ تیری یاد میں لگا رہے اور وہ دنیا کا کام نہ کرے۔ چنانچہ حق تعالیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا الخ (ترجمہ) جب کہا عمران کی بیوی نے کہ نام اس کا حنّہ تھا اے پروردگار میرے تحقیق میں نے نذر مانی ہے واسطے تیرے کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد کیا ہوا خدمت سے پس یہ مجھ سے قبول فرما۔ تحقیق تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اس اُمت میں یہ دستور تھا کہ بعض لڑکوں کو ماں باپ اپنے حق سے آزاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ پھر تمام عمر انکو دنیا کے کسی کام میں نہ لگاتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ مسجد میں عبادت کرتے رہتے تھے۔ پس عمران کی بیوی کو حمل تھا اس نے نذر مانی اسی حمل کی حالت میں کہ جو لڑکا جنوں گی وہ خدا کی نذر ہے۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اس نے لڑکی جنی تو اس کا نام اس نے مریم رکھا۔ اس حنّہ عورت کا یہ واقعہ سے دل سست ہو گیا یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ بیٹا ہوتا۔ اور بیٹی ہونے سے وہ اپنے دل میں ناخوش ہوئی کہ میری نذر بھی پوری نہ ہوئی کیونکہ اس اُمت میں لڑکی کو نذر اللہ کرنے کا دستور نہ تھا۔ پس اس نے اپنا مُنہ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ قولہٗ تعالےٰ۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی الآیۃ (ترجمہ) پس جب اس کو جنا تو بولی اے رب میں نے یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے کہ جو کچھ جنا اور نہیں ہے مرد مانند عورت کے تحقیق میں نے نام اس کا مریم رکھا ہے اور میں اسکو تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے بچا۔ پس ندا آئی اے

حنہ میں نے قبول کیا مریم کو اگرچہ وہ مرد نہیں اچھی طرح قبول کرنا اور بڑھایا اس کو اچھی طرح سے بڑھانا اور تو اسکو سپرد کر دے حضرت زکریا کے۔ جب بی بی مریم سات برس کی ہوئیں تب انکی ماں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر لوٹا اور جا روب لیکر بیت المقدس میں حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس گئیں اور انکو سلام کیا اور پھر کہا اے نبی اللہ کے میں نے نذر کی تھی کہ اگر میرے پیٹ سے لڑکا ہوگا تو میں اسکو مسجد اقصیٰ کی خدمت میں دوں گی۔ جب میں نے لڑکی جنی اور میں نے اسکا نام مریم رکھا اور اسکو لیکر آپ کی خدمت میں لائی ہوں تاکہ وہ اس مسجد میں رہے اور مسجد کی خدمت کرتی رہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ نے مسجد اقصیٰ کے مصلیوں سے دریافت کیا کہ اسکی پرورش اور خبرداری کون کرے گا تب وہاں کا ہر شخص کہنے لگا کہ میں اسکی خبرداری کرتا رہونگا۔ آخر میں سب میں آپس میں نزاع پیدا ہو گیا کسی نے کہا کہ اسکو میرے حوالے کرو اور کسی نے کہا کہ اسکو مجھ کو دو۔ پھر بات اس پر ٹھہری کہ ہر شخص اپنا اپنا قلم آہنی کہ جس سے توریت لکھی جاتی ہے۔ ان قلموں کو ایک لگن پانی بھر کر اسمیں ڈال دو۔ جس کا قلم پانی کے اوپر رہے گا یعنی پانی میں نہ ڈوبے گا وہی شخص کفیل مریم ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ (ترجمہ) جب ڈالے قلم اپنے کہ کون پالے مریم کو۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسجد کے بزرگوں نے جب حضرت مریم کی ماں کا خواب سُنا تو پھر ہر ایک چاہنے لگا کہ مریم کو ہم پالیں گے آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ہر ایک نے ایک طشت میں اپنا قلم پانی میں ڈالا سب کا قلم پانی میں ڈوب گیا لیکن حضرت زکریاؑ کا قلم اوپر ہی تیرنے لگا۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف ان کا پالنا ٹھہرا چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَكَفَّلَهَا زَكَرِیَّاؕ (ترجمہ) یعنی کفیل ہوئے مریم کے حضرت زکریا علیہ السلام اور پھر قلم نے حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا اے نبی اللہ اس لڑکی کو خدا نے آپ ہی کے ذمے کیا پالنے کے واسطے، درحقیقت ان کی ماں نے خواب میں دیکھا اگرچہ یہ لڑکی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو بھی نذر میں قبول کر لیا۔ اور اسکو مسجد میں لیجا کر رکھو پس مسجد کے بزرگوں نے پہلے کہا تھا کہ لڑکی کو مسجد میں رکھنا درست نہیں۔ لیکن جب انکا خواب سُنا تو پھر اسکو قبول کیا۔ اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا کی بیوی حضرت مریم کی خالہ تھیں۔ چنانچہ وہی ان کو پالنے لگیں ان کے واسطے مسجد میں ایک حجرہ بنوا دیا گیا۔ چنانچہ دن میں مریم وہاں عبادت کرتی تھیں اور رات کو حضرت زکریا علیہ السلام انکو اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ ایک دن حضرت زکریاؑ حضرت مریم کو مسجد میں ایک حجرہ کے اندر بند کر کے اپنے گھر چلے گئے۔ چنانچہ جب انکو یاد آیا تو ایک آہ ماری اور نہایت افسوس کرنے لگے کہ میں نے کیا کام کیا کہ لڑکی کو بے گناہ بھوکا پیاسا کوٹھری کے اندر بند کر کے آیا ہوں کبھی شائد مر نہ گئی ہو۔ جلدی سے جا کر مسجد کے حجرہ کا دروازہ کھولا تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ مختلف الانواع واقسام طرح طرح کا کھانا اور میوے ان کے سامنے دھرے ہیں اور حضرت مریم نماز پڑھ رہی ہیں۔ جب اُنہوں نے نماز سے فراغت کی تو حضرت زکریاؑ نے پوچھا اے مریم یہ کھانا اور میوے اس بند کمرے میں کہاں سے آئے اور اسکو کون لایا۔ وہ بولیں یہ کھانا اور میوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔

اور انکو فرشتے لائے ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ۔ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ الآیۃ (ترجمہ) جس وقت آئے حضرت زکریا علیہ السّلام مریم کے حجرے میں پایا اس کے پاس کچھ کھانا بولے اے مریم کہاں سے آیا تجھ کو یہ کھانا بولی مریم کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا یہ رزق اور وہ دیتا ہے جسکو چاہتا ہے بے حساب حضرت مریم نے اس واسطے بے حساب کہا کہ یہ کھانا بہشت سے آیا تھا اور نعمت بہشت کی بے حساب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو تین رات دن بہشت کے کھانے سے پرورش کیا اسکے بعد فرشتوں نے کہا اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ الآیۃ (ترجمہ) اور جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو سارے جہان کی عورتوں سے اے مریم تو بندگی کر اپنے رب کی اور اسی کو سجدہ کیا کر اور اسی کو رکوع کیا کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے چنانچہ یہی خطاب حضرت مریم پر خاص طور پر ہوا تھا۔ چنانچہ میں اسی پر حضرت مریم کے واقعہ کا اکتفا کرتا ہوں۔
(وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

بیان تولد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

روایت ہے کہ جب حضرت مریم کی عمر چودہ برس کی ہوئی اور غسل حیض کے واسطے نکل کر اس چشمہ میں کہ جسکو عین السلویٰ کہتے ہیں وہ گئیں اور ان کی بہن اشیاع زکریا علیہ السّلام کی بی بی تھیں ان کے گھر میں غسل حیض کو گئیں یہ انکا پہلا حیض تھا۔ اور جب انہوں نے غسل حیض سے فراغت کی تو ایک جوان خوبصورت اجنبی اپنے پیچھے کھڑا ہوا دیکھا وہ درحقیقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا (ترجمہ) پھر بھیجا ہم نے طرف مریم کے روح اپنی کو پس صورت پکڑلی واسطے اسکے تندرست آدمی کے جوان خوبصورت، حضرت مریم یہ دیکھ کر ڈریں اور پھر کہنے لگیں قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا (ترجمہ) کہنے لگی مریم تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمٰن کے تجھ سے اگر ہے تو پرہیز گار۔ اور بعض نے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص فاسق وفاجر تھا اور نام اسکا مشہور ومعروف یوسف تھا اور وہ سُنار کا کام کرتا تھا۔ حضرت مریم نے دریافت کیا شاید یہ وہی شخص ہے، اس لئے ڈریں، حالانکہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت مریم سے کہا قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔ قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ الآیۃ (ترجمہ) کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں اور دے جاؤں گا تجھ کو ایک لڑکا ستھرا پاک۔ پھر حضرت مریم بولیں کہ کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا کہ چھوا تک بھی نہیں مجھکو کسی آدمی نے اور نہ میں کبھی تھی بدکار۔
پھر حضرت جبرائیل نے کہا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ کَذٰلِکِ الآیۃ (ترجمہ) کہا حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے

اسی طرح فرمایا تیرے رب نے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور ہم اسکو کیا چاہیں گے لوگوں کے لئے نشانی کہ بن باپ کے
لڑکا پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کام قطعی ٹھہر چکا ہے۔ روایت میں
ہے کہ حضرت آدم کی چھینک جبرائیلؑ نے خدا کے حکم سے مریم کے بیان میں ڈال دی اور ایک روایت میں یوں بھی
آیا ہے کہ مریم کے پیٹ میں حضرت جبرائیلؑ نے ہوا پھونکی تھی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہوا یا چھینک مریم کے
پیٹ میں پھونکی اور وہ ان کے رحم تک پہونچی تھی تو آواز آئی کہ خدا واحد مطلق ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور
اسکے بعد حضرت مسجد اقصیٰ میں جاکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئیں اور اس حقیقت کو اُنہوں نے کسی پر ظاہر نہ کیا
اور برابر عبادت الٰہی کرتی رہیں اور رات و دن روتی تھیں اور زبانِ حال سے کہتی تھیں کہ یا رب جو حادثہ مجھ پر
ہوا ہے ایسا کسی پر نہ ہو کیونکہ میں بے گناہ لوگوں میں رسوا ہوئی ہوں اور میرے ماں باپ بھی میرے واسطے خلق میں
رسوا ہوئے۔ پس بعد چند روز کے یہ راز قوم بنی اسرائیل میں ظاہر ہوا کہ مریم کنواری باکرہ حمل سے ہیں۔ یہ بات
سُنتے ہی یہودی حضرت مریم کو تہمت دینے لگے اور نصیحت و ملامت کرنے لگے کہ اے مریم یہ حمل تو کہاں سے لائی
ہے کیا تو نے بدکام کیا ہے۔ حضرت اس کا کچھ جواب نہ دیتی تھیں۔ یہ سُنکر وہ خاموش ہو رہتی تھیں۔ جب حمل نو
مہینے کا ہوا اور مریم قریب جننے کے ہوئیں تو بموجب الہام الٰہی بیت المقدس سے چپکے سے نکل کر ایک میدان کیطرف
گئیں وہاں پر ایک درخت خشک خرما کا تھا اسی کے نیچے جا بیٹھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ
اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ الآیۃ (ترجمہ) پس لے آیا اسکو جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں۔ مریم بولی کسی طرح میں
مر چکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی میں بھولی بسرائی خلق کے دل سے تو یہ حال مجھ پر نہ گذرتا۔ اور ایک روایت سے
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص حضرت مریم کے حمل سے واقف ہوا وہ یوسف سُنار تھا اور حضرت مریم
کا خلیرا بھائی تھا اس نے مریم سے کہا کہ اے مریم تیری پارسائی اور زہد میں مجھ کو شبہ ہے اور یہ حمل تو کہاں سے
لائی ہے۔ تب مریم صادقہ نے اس سے ساری حقیقت اپنے حمل کی بیان کی اور جب وقت ولادت حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کا قریب ہوا حسب الہام الٰہی مریم نے یوسف مذکور کو لیکر بیت المقدس سے نکل کر وہاں سے تقریباً
چھ کوس بیت اللحم ایک قریہ ہے وہاں پہونچتے ہی درد زہ سے بیقرار ہوگئیں تب وہ ایک درخت کھجور
کی جڑ میں پشت لگا کر بیٹھ گئیں وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور درخت خُرما فوراً خدا کی مہر سے
تر و تازہ ہو کر اسمیں کھجوریں لگیں اور اسکے نیچے ایک چشمہ جاری ہوا اتنے میں فرشتوں اور جنت کی حوروں نے
بہشت سے آکر رفع حاجت انکی کی۔ آب حوضِ کوثر سے لا کر سر و تن عیسیٰ علیہ السلام کا دھلایا اور ایک پیراہن بہشت
کا پہنا کر انکی گود میں دیا۔ یہ واقعہ جامع التواریخ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ
اَلَّا تَحْزَنِیْ (ترجمہ) پس آواز دی اسکو اسکے نیچے سے فرشتے نے کہ غم نہ کھا اے مریم تحقیق کر دیا تیرے رب نے

ایک چشمہ زمین میں جب نگاہ کی مریم نے تو ایک چشمہ دیکھا اور انکے بیٹے عیسیٰ آہ مار کر روئے اور پھر کہنے لگے اے میری ماں جان کوئی نہیں ہے تم کو مبارکبادی دے۔ یہ باتیں اپنے بیٹے سے سُن کر بہت خوش ہوئیں اور جب کھانے کی انکو اشتہا ہوئی بھوک لگی تب غیب سے یہ آواز آئی قولہٗ تعالیٰ وَهُزِّيٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ الخ (ترجمہ) اور اے مریم تو اپنی طرف کھجور کی شاخ کو ہلا تاکہ اس سے گریں تجھ پر کھجوریں اور اب کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھ کو مسیح کی طرف رکھ۔ پس مریم نے جب درخت خرمے کی طرف نظر کی تو انہوں نے اس پر تازہ خرما دیکھا۔ جناب باری تعالےٰ میں عرض کی اے رب جسوقت حضرت زکریا نے بھولے سے تین دن تک بیت المقدس میں حجرے کے اندر مجھ کو بند کر کے رکھا تھا اس وقت بھی تو نے بے رنج و محنت مجھ کو روزی پہونچائی اور اسوقت حکم ہوا درخت سے کھجور اُتار کر کھانے کو اے رب اسوقت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بے رنج و محنت روزی دی۔ تب جل وعلا سے یہ خطاب آیا اے مریم اسوقت تو سوائے میرے اور کسی کو دوست نہ رکھتی تھی۔ اور اب تیرا دل تیرے فرزند کیطرف مائل ہوا ہے اب تجھ کو لازم ہے کہ تو اپنی محنت اور کسب سے کھا اور پی اور اپنے فرزند سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ اور تو بیت المقدس کی طرف چلی جا اور اپنی جگہ پر رہائش اختیار کر اور کسی سے مت بول۔ جب تجھ سے کوئی آدمی پوچھے تو یہ کہہ۔ قولہٗ تعالےٰ۔ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا الاٰیۃ الخ (ترجمہ) اے مریم سو کبھی تو دیکھے کوئی آدمی تو کہنا میں نے مانا ہے اپنے رحمٰن کا روزہ اس وجہ سے میں بات نہ کرونگی آج کسی آدمی سے۔ پس خدا کے فرمانے سے مریم حضرت عیسیٰ کو گود میں لیکر آئیں یعنی شہر بیت المقدس میں آئیں چنانچہ قولہٗ تعالیٰ۔ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ الخ (ترجمہ) پس گود میں لیکر آئیں مریم حضرت عیسیٰ کو اپنے لوگوں کے پاس۔ پس یہودیوں نے کہا تحقیق تو لائی ہے ایک عجیب چیز اے بہن ہارون کی کہ نہ تھا تیرا باپ بُرا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار۔ اگرچہ بی بی مریم ہارون کی بہن نہ تھیں لیکن اس واسطے کہا کہ مریم حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھیں۔ پس مریم نے لوگوں کو حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ تم لوگ اس بچے سے پوچھو اور میں تو روزہ دار ہوں اور میں آج کسی سے نہ بولوں گی جیساکہ ارشاد ربانی ہے۔ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ الاٰیۃ (ترجمہ) پس اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا مریم نے اس لڑکے کو یہ اشارہ دیکھکر وہ بولے ہم کیونکر بات کریں اس شخص سے کہ ابھی وہ گود میں ہے اور حال یہ ہے کہ وہ ابھی بچہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو زبانِ تکلم عنایت فرمائی قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا الخ (ترجمہ) حضرت عیسیٰ بولے میں بندہ ہوں اللہ تعالیٰ کا اس نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی کیا ہے اور مجھکو بڑی برکت والا بنایا ہے۔ اور تاکید کی مجھکو نماز کی اور ادائیگی زکوٰۃ کی جب تک کہ میں دُنیا میں رہوں اور مجھ کو حسن سلوک کی تلقین فرمائی اور جس دن میں مروں اور جس روز میں اُٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر قبر سے۔ جب یہ کلام ان یہودیوں نے سُنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو ان کو بڑا تعجب ہوا اور پھر آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو

لڑکا نبی ہوگا اور لوگوں نے جو تہمت دی تھی وہ سراسر کذب اور بہتان ہے۔ پس مریم حضرت عیسیٰ کی پرورش میں مصروف رہیں اسوقت تک کہ جب تک وہ بالغ ہوئے اور ہر روز حضرت عیسیٰ کے گہوارے کے پاس بنی اسرائیل آکر بیٹھتے اور حضرت عیسیٰ انکو توریت پڑھ کر سنایا کرتے جب وہ بالغ ہوئے تو خدا کی طرف سے انپر وحی نازل ہوئی کہ اے عیسیٰ تو قوم بنی اسرائیل کو اپنے خدا کی طرف دعوت دے۔ پس حضرت عیسیٰ نے سب کو بلایا اور پھر ان کو راہ ہدایت کی دکھائی انہوں نے نہ مانا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے دین موسیٰ کو چھوڑ کر ایسے بے پدر کی بات کیونکر مانیں۔ یہ باتیں سنکر اور ان کا یہ حال دیکھکر حضرت عیسیٰؑ بیزار ہوکر شہر سے نکل کر گاؤں کی طرف چلے گئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ کچھ دھوبی کپڑے دھوتے ہیں، یہ دیکھکر ان دھوبیوں سے حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تم کپڑے کیوں دھوتے ہو اپنا دل دھو کر پاک و صاف کرو کفر و شرک سے۔ یہ سنکر انہوں نے کہا کہ اچھا ہم کو بتاؤ کہ ہم کس چیز سے اپنا دل پاک و صاف کریں۔ حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا کہ یہ کلمہ پڑھو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ ط پس ان دھوبیوں نے حضرت عیسیٰ کا کلمہ پڑھکر اپنے دل کو کفر و شرک سے پاک و صاف کیا اور وہ جس کا کپڑا دھونے کو لائے تھے اسکو پھیر دیا اور وہ تمام دھوبی حضرت عیسیٰ کی امت میں داخل ہو گئے اور وہی لوگ پھر انصار کہلانے لگے۔ پھر وہاں سے وہ سب دریا کے کنارے مچھیروں کے پاس گئے وہ دریا کے کنارے مچھلی پکڑتے تھے ان سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت کا اظہار فرمایا وہ کہنے لگے اے عیسیٰ جو جو پیغمبر آئے ان سبھوں نے اپنے اپنے معجزے دکھائے اور تمہاری نبوت کی کیا دلیل ہے وہ ہم کو دکھاؤ۔ یہ سنکر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ الآیۃ (ترجمہ) حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے جانور کی صورت پھر اسمیں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتا ہے اڑتا جانور اللہ تعالےٰ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہوں جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تم کو کچھ تم کھا کر آؤ گے اپنے گھر سے اور جو رکھ آؤ نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو۔ اور سچ بتاتا ہوں، توریت کو جو کہ آسمانی کتاب ہے، اور وہ مجھ سے پہلے کی ہے، اور آیا ہوں میں تمہارے پاس نشانیاں لیکر۔ اپنے رب کی طرف سے سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جو کچھ میں تم کو کہوں اسکو مانو، اور بیشک اللہ ہی ہے رب میرا اور رب تمہارا بس اسی کی بندگی کرو اور یہی سیدھی راہ ہے یہ سنکر ان ماہی گیروں نے کہا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الخ (ترجمہ) اور جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے تو وہ اتارے ہم پر ایک خوان بھرا ہوا آسمان سے۔ یہ سنکر حضرت عیسیٰؑ نے کہا ان سے کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم کو یقین ہے۔ اسکے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس خوان سے طعام اور چین پاویں ہمارے دل اور ہم یہ بھی جانیں کہ تم نے ہمکو سچ بتایا ہے اور پھر ہم سب تیری اس رسالت پر گواہ رہیں۔ یہ باتیں حضرت عیسیٰ نے ان کی سنیں اور پھر وہ ایک بڑے میدان کی طرف چلے گئے اور وہاں جاکر اپنے سر کو ننگا کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر خداوند قدوس سے دعا مانگی کہ اے رب میرے

تو دانا بینا ہے جو کچھ کہ حواریوں نے مجھ سے کہا ہے اور جو کچھ انہوں نے طلب کیا ہے۔ اگر ان کی قسمت سے روزِ ازل سے
تو نے مقرر کیا ہے تو ان کے واسطے ایک خوانِ نعمت اپنے فضل سے بھیج دے۔ قولہ تعالیٰ۔ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا الخ (ترجمہ) کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ اے
رب میرے اتار ہم پر ایک خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید ہووے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی ہووے
تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے بہتر روزی دینے والا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے
نازل ہو کر کہا۔ قولہ تعالےٰ۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ ؕ الآیۃ (ترجمہ) کہا اللہ تعالیٰ نے میں
اُتاروں گا تم پر وہ خوان پھر جو کوئی تم میں سے ناشکری کرے اسکے بعد تو میں اسکو عذاب کرونگا وہ عذاب جو نہ کرونگا
کسی کو جہانوں میں سے بعد اسکے۔ چنانچہ اسکے بعد ایک نہایت مہتم بالشان خوان طرح طرح کے کھانوں سے بھرا ہوا اُترا
جب ان لوگوں نے اس خوان کا سرپوش اُٹھا کر دیکھا تو اسمیں پانچ روٹیاں اور ایک مچھلی تلی ہوئی جسمیں کانٹے نہ تھے
اور نہ اسمیں ہڈی تھی اور تھوڑی سی ترکاری اور ایک نمکدان میں نمک اور پانچ انار اور تھوڑے سے خرمے اور روغن
زیتون اور اسکے علاوہ اور چیزیں بھی تھیں۔ یہ چیزیں تمام قوم بنی اسرائیل نے دیکھیں لیکن انہوں نے اسمیں سے
کچھ نہ کھایا اور کہنے لگے اے عیسیٰ دیکھیں کہ اس تلی ہوئی مچھلی کو تم اپنے معجزے سے زندہ کرو تب ہم تم پر ایمان لے
آوینگے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس تلی ہوئی مچھلی پر کچھ پڑھ کر پھونکا خدا کے حکم سے وہ مچھلی زندہ ہوگئی اور پھر
وہ مچھلی اس خوان میں سے کود پڑی۔ یہ دیکھکر سب آدمی گھبرا گئے اور کچھ آدمی سہم کر صدمہ میں مر گئے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ
سے لوگوں نے فرمائش کی کہ آپ اپنے خدا سے دعا کیجئے کہ یہ پھر ویسی ہی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے
دُعا کی مچھلی پھر ویسی ہی تلی ہوئی ہوگئی اور یہ معجزہ تمام قوم بنی اسرائیل نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر اسکے بعد حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اس خوانِ نعمت پر کھانے کو بیٹھے اور بعض غریب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھانے
بیٹھ گئے اور جو مغرور تھے انہوں نے وہ کھانا انکے ساتھ نہیں کھایا۔ اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
کہ جس غریب نے انکے کھانے سے کھانا کھایا تھا وہ بہت جلد غنی ہوگیا۔ اور جس اندھے نے کھایا تھا وہ بینا ہوگیا اور جس
کوڑھی نے کھایا اسکو آرام ہوگیا۔ چنانچہ وہ خوانِ نعمت سارا دن اسی طرح بھرا رکھا رہا اور کچھ بھی کم نہ ہوا آخر رات
کو وہ خوانِ نعمت پھر آسمان پر چلا گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ جن لوگوں نے کھانا کھایا نہ تھا وہ بعد میں بہت پشیمان ہوئے
اور وہ پھر کہنے لگے کہ ہم بہشت کی نعمتوں سے محروم رہے۔ اسکے بعد خدا کے حکم سے دوسرے دن بھی وہ خوانِ نعمت بہشت
سے آیا پھر اس خوانِ نعمت سے بہت کثیر لوگوں نے وہ تلی ہوئی مچھلی اور ترکاری اور وہ پانچ روٹی اور انار غرض سب کچھ
کھایا اور وہ ذرا بھی کم نہ ہوا ویسا ہی وہ خوان بھرا رہا۔ اور پھر وہ ویسا ہی خوانِ نعمت آسمان پر چلا گیا۔ غرض جن لوگوں نے
اس میں سے جو چیز کھائی وہ انکی پسندیدہ تھی۔ بعض نے اپنے ذوق شیرینی سے کھانا چاہا اسکو وہی مزا ملا اور جسے ترشی سے

ذوق تھا اسکو ترشی ہی کا ذائقہ حاصل ہوا۔ اور جسکو نمکین کا شوق تھا اسکو نمکین ملتا رہا۔ الغرض اسی طرح وہ خوانِ نعمت تین دن آتا اور جاتا رہا۔ اور شہر کے جتنے لوگ تھے سب کے سب آسودہ ہو کر کھاتے تھے۔ اور بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ وہ خوانِ نعمت چالیس روز تک برابر آتا اور جاتا رہا اور تمام اہل اسمیں سے کھاتے رہے۔ لیکن خدا کے فضل سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ قوم بنی اسرائیل یہ معجزہ دیکھکر بعضے ایمان لے آئے اور بعض نے پھر بھی انکار کر دیا۔ اور جو اسکے بعد بھی ایمان نہ لایا تو اسکی شکل سُور اور ریچھ کی ہو گئی اور جو لوگ کہ ایمان لائے تھے ان پر رحمتِ الٰہی نازل ہوئی۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ سات سو آدمیوں کے چہرے اسمیں سے مسخ ہو گئے یعنی وہ سُور اور ریچھ کی صورت بن گئے اور جو لوگ کہ ایمان لے آئے تھے اُنہوں نے نورِ اسلام سے سعادت دارین حاصل کی۔ روایت ہو کہ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام مومنوں کو لیکر ایک میدان کی طرف سیر کو گئے تو وہاں ایک لومڑی کو دیکھا تو حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتی ہے اس نے کہا کہ اپنے گھر سے آتی ہوں اور اب دوسرے مکان پر جاؤنگی یہ سُنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ لَیْسَ مَکَانٌ لِابْنِ مَرْیَمَ (ترجمہ) کہا مریم کے بیٹے کے واسطے مکان نہیں ہے یہ سُنتے ہی جو مومن لوگ آپکے ساتھ تھے اُنہوں نے فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر آپ فرماویں تو آپ کے واسطے ہم ایک مکان تیار کر دیں۔ یہ سُنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس دولت نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دولت ہم دیں گے۔ حضرت نے فرمایا اے یارو گھر بنانے کو میں جہاں کہوں وہاں بناؤ۔ تب دوسرے دن مومنین عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بہت روپئے دولت لیکر آئے اور پھر آپنے فرمایا آؤ میرے ساتھ میں بتلادوں تب دریا کے کنارے لیجا کر موج کی جگہ بتائی کہ تم لوگ یہاں پر میرے واسطے مکان بناؤ۔ اُنہوں نے کہا اے حضرت عیسیٰؑ یہ جگہ تو بہت مخدوش ہے یہاں پہ کیونکر مکان بنے گا اور پھر کیسے ٹھہر سکے گا۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے یارو جان لو دنیا بھی جائے مخوف مخدوش ہے اور اسکو حوادث کے تھپیڑے اور موجیں ہر وقت مارتی رہتی ہیں اور اس گرداب موج میں گھر بنا کر کوئی بھی رہا نہیں اور نہ آیندہ رہے گا۔ الغرض دنیا میں عمارت بنانا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ آخرت کی عمارت بنائے جسکو ہمیشہ بقا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں ایک نیک بخت عورت تھی۔ ایک دن وہ روٹی پکانے کے واسطے آگ سُلگا رہی تھی تاکہ اس سے روٹی پکائے۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ لہٰذا وہ نماز پڑھنے لگی۔ جب اس نے اپنی نماز سے فراغت پائی تو دیکھتی کیا ہے کہ اسکا لڑکا اس آگ کے چولھے کے اندر اس آگ سے کھیل رہا ہے اس نے یہ دیکھتے ہی جلدی سے اپنے لڑکے کو اُٹھالیا۔ اور اپنے شوہر سے یہ ماجرا جا کر کہا اس نے جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیان کیا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو یہاں بُلالاؤ۔ اس سے حال پوچھکر میں تم کو بتاؤنگا۔ پھر آپ کے فرمانے سے اس عورت کے شوہر نے اپنی بیوی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا تو نے

خدا کا کیا کام کیا جو یہ مرتبہ پایا کہ تیرا لڑکا آگ سے بچا۔ وہ بولی خدا عالم الغیب ہے میں کچھ نہیں جانتی ہوں مگر صرف چار باتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کی نعمت پر شاکر ہوں۔ دوسری اس کی بلا و مصیبت پر صابر ہوں۔ تیسری اسکی رضا پر راضی ہوں۔ چوتھی آخرت کا کام دُنیا کے کام پر مقدم جانتی ہوں۔ اگرچہ کار دنیا فوت ہو جائے۔ یہ سُنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بس یہی باعث ہے اس بچے کی محفوظیت کا۔ یہ عورت اگر مرد ہوتی تو اس پر وحی نازل ہوتی۔ روایت ہے ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گورستان کی طرف جاکر دیکھا کہ ایک شخص کی قبر سے نور چمکتا ہے۔ حضرت نے دعا کی اسی وقت وہ قبر پھٹ گئی اور ایک شخص اس قبر سے نکل آیا اور وہ نور کی چادر اوڑھے ہوئے تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تجھکو یہ بزرگی کس عمل سے ملی۔ اس نے کہا ایک لڑکا میرا صالح تھا اس نے میرے حق میں دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا کو قبول فرمایا۔ اور جو گناہ میں نے دُنیا میں کیئے تھے وہ خداوند کریم نے معاف فرما دیئے اور مجھ پر اپنی رحمت فرما دی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سچ ہے دُعا بیٹے کی ماں باپ کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مُردے سب اپنے فرزند صالح پر فخر کرتے ہیں اور ناز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہماری اولاد ہے ہمارے حق میں دعا کرے گی اس سے ہم کو نجات حاصل ہوگی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

بیان مُلاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جمجاہ بادشاہ سر بوسیدہ سے اور گفتگو کرنا اُس سے

کعب الاحبار نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیابان شام سے جاتے تھے تو راستے میں ایک سر بوسیدہ کی ہڈی ملی۔ چنانچہ اُنہوں نے جناب باری تعالےٰ میں عرض کی یا الٰہی یہ کس کا سر راہ میں پڑا ہوا ہے تو اسکو زندہ کردے تاکہ وہ مجھ سے بات کرے اور مجھے معلوم ہو کہ یہ کون شخص تھا اور دُنیا میں کیا کام کرتا تھا۔ اور کس گناہ کی پاداش میں اسکی کھوپڑی راستے میں پڑی ہوئی ہے اور جو بات میں اس سے پوچھوں یہ اس کا جواب دے ایسا کر دیجئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کھوپڑی زندہ ہوگئی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سر بوسیدہ سے پوچھا کہ اے کھوپڑی خدا کے حکم سے تو ہم سے بات چیت کر۔ ندا آئی اے عیسیٰ تو جو کچھ اس سے پوچھے گا یہ تجھ کو جواب دیگا۔ سب سے پہلے اس سر بوسیدہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے حضرت آپ کیا پوچھتے ہیں مجھ سے پوچھئے۔ تب حضرت عیسیٰ نے اس سے پوچھا تو مرد تھا یا عورت۔ سعید تھا یا شقی۔ مقبول تھا یا مردود، تونگر تھا یا غریب، نیک تھا یا بد، دراز قد تھا یا کوتاہ قد، بخیل تھا یا سخی، اور مجھے یہ بھی بتا کہ تیرا کیا نام تھا۔ یہ سُنکر اس کھوپڑی نے کہا اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

میں بادشاہ تھا اور نام میرا جمجاہ بادشاہ تھا اور میں بہت زیادہ سخی تھا اور سعید و مقبول اور نیک اور دراز قد بھی تھا۔ اور کئی بادشاہ میرے زیر فرمان تھے۔ دولت و دنیا سب کچھ مجھکو حاصل تھی اور مجھے کسی بات کا غم نہ تھا اور ہمیشہ عیش و نشاط میں رہتا تھا۔ اور پانچہزار غلام میرے عصابردار جوان و خوبصورت سُرخ قباپوش باشمشیر بندی دائیں بائیں کھڑے رہتے اور پانچسو غلام ماہر ترانہ ساز اور پانچسو غلام باچنگ و چغانہ میری خدمت میں مدام حاضر رہتے تھے۔ اور ایکہزار لونڈیاں ترکی خوش آواز گانے والی ہروقت میری مجلس میں رہا کرتی تھیں اور ہزار لونڈیاں ہمجنس ہم قدم ہم رنگ رقص کرتی تھیں اور ان کا رقص ایسا ہوتا تھا کہ مرغان ہوا اور درندے چرندے دیکھ کر کھڑے رہتے تھے اور آدمی تو سکتے کے عالم میں رہ جاتے تھے۔ اے پیغمبر خدا اگر میں اپنے تمام اوصاف و حشمت بیان کروں تو پھر آپ بھی تعجب کریں گے اور جب میں شکارگاہ میں برائے شکار جاتا تھا تو ایک ہزار اعلیٰ قسم کے گھوڑے معہ زین زرّین میرے ساتھ ہوتے تھے اور ایک ہزار میر شکار سفید قباپوش و تاج مکلل بر سر باز و ہری شاہین لیکر میرے ساتھ چلتے تھے اور ایکہزار غلام باکمر زرّیں کلاہ گوشہ سُرخ قباپوش میرے آگے اور ایکہزار اسی طرح میرے پیچھے اور ایک ہزار باسلاح داہنی طرف اور ایک ہزار غلام بائیں طرف چلتے تھے اور اسکے علاوہ دس ہزار پیچھے رہتے تھے۔ اے پیغمبر خدا اگر تم سے صفت شکارگاہ کی بیان کروں تو پھر آپ کو بڑا تعجب ہوگا اور مشرق سے مغرب تک میری بادشاہت تھی اور میرا لشکر بیشمار تھا۔ اسکے لکھنے سے دزیر وغیرہ عاجز رہتے تھے اور بیشمار بادشاہ اور ملک میرے زیر فرمان تھے جو میں نے ان پر بزور شمشیر قبضہ کیا تھا۔ اور اگر صفت اس زور اور لڑائی کی بیان کروں تو آپ اس کو بھی سنکر بڑے ہی متعجب ہونگے یعنی کسی بادشاہ کو طاقت نہ تھی کہ وہ میرا مقابلہ کرسکے اور تقریباً چارسو برس تک میں نے بادشاہی کی اس چارسو برس میں ایک دن بھی مجھکو غم و رنج نصیب نہ ہوا اور میں جوانمرد و عالی جمال و کمال و خوبی میں بے نظیر تھا یعنی کوئی بادشاہ وغیرہ بھی میرے برابر نہ تھا جو شخص بھی میری طرف نگاہ کرتا وہ نہایت متحیر رہتا اور میرا ہمیشہ کا معمول تھا کہ ہر روز ایک ہزار دینار فقیروں محتاجوں کو تقسیم کرتا تھا اور بھوکے کو کھانا کھلاتا تھا۔ اور اسی طرح سے ایک ہزار ننگوں کو کپڑا دیتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اپنے حقیقی معبود اللہ عزّ و جلّ کو نہیں جانتا تھا اور میں خود بت پرستی کرتا تھا۔ پس یہ حقیقتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سر بوسیدہ سے سُنکر پوچھا کہ تجھ کو مرے ہوئے کتنے دن ہوئے اور تو کس حال میں تھا کیا تو نے ملک الموت کی صورت و شکل و ہیئت کیسی تو نے دیکھی سو وہ بھی مجھ سے بیان کر تب اس نے بیان کیا کہ اے پیغمبر خدا آج ایک سو برس ہوئے ہیں میرے مرنے کو اور اس وقت بات یہ ہوئی تھی کہ ایک دن میں موسم گرما میں بیٹھا ہوا تھا۔ گرمی نے سر پر بشدّت صعود کیا۔ میں وہاں سے اُٹھ کر اپنے جائے رہائش پر گیا اور تمام اعضاء میں میرے اسقدر سُستی آئی کہ طبیعت میری بدمزہ ہوگئی پھر میں وہیں سو رہا اور میرا حال متغیر ہوتا رہا اور اسی بستر شاہی پر وزیروں کو بلایا کہ فوراً میرا علاج کیا جائے اور اسوقت میری سلطنت میں ایک ہزار طبیب نوکر تھے ان سب کو بلا کر میں نے ان سے کہا کہ تم سب میرا علاج صحیح طور پر کرو۔ اس حکم کے سُنتے ہی تمام طبیبوں نے میرے واسطے

دارو امن کی۔ لیکن ان کے علاج نے مجھے کچھ فائدہ نہ دیا اور کوئی دوا بھی مجھے مفید نہ پڑی اور پانچویں روز میرا حال از حد ابتر ہوگیا اور میری زبان بند ہوگئی اور سیاہ ہوگئی اور بدن کانپنے لگا اور میری آنکھوں میں سیاہی چھاگئی اور روشنی جاتی رہی اور مجھے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ اور پھر مجھے بیہوشی آنے لگی اس حالت سکرات میں غیب سے ایک آواز آئی وہ میں نے اچھی طرح سے سُنی کہ روح جمجاہ کی قبض کرکے دوزخ میں لیجاؤ۔ پھر ایک لحظہ بعد ہی ملک الموت ہیبت وشکل سہم ناک ایسی کہ سر ان کا آسمان پر اور پاؤں تحت الثریٰ میں میرے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور کئی مُنہ انکے تھے میں نے جب انکو دیکھا تو مارے ڈر کے ان سے میں نے بہت ہی الحاح وزاری کی لیکن اُنہوں نے میری کچھ نہ سُنی۔ یہ سُنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے جمجاہ بادشاہ تم نے ملک الموت سے پوچھا تھا کہ تمہارے اتنے مُنہ کیوں ہیں اسکا کیا سبب ہے۔ جمجاہ بادشاہ نے کہا اے پیغمبر خدا میں نے ان سے پوچھا تھا اُنہوں نے اسکے جواب میں کہا تھا کہ سامنے کے مُنہ سے جان مومنوں کی قبض کرتا ہوں اور داہنی طرف کے مُنہ سے باشندگانِ عالم سماوات کی روح قبض کرتا ہوں اور جو منہ کہ بائیں طرف اور جو مُنہ پیچھے کی طرف ہیں ان سے کافروں اور مشرکوں کی روح قبض کرتا ہوں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ سکرات الموت تجھ پر کیسی گذری تھی اور کس طرح تیری جان نکلی تھی وہ بھی بیان کر۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت عزرائیل کو دیکھا کہ کئی فرشتے انکے ساتھ ہیں کسی کے ہاتھ میں آگ کے گرز اور کسی کے ہاتھ میں چھری اور تلوار ہے اور کوئی اپنے ہاتھ میں شعلۂ آتش لیکر آئے ہیں اور اُنہوں نے میرے بدن پر ڈال دیا۔ اسوقت مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ آتش تیز تر کوئی دوسری نہ ہوگی۔ اگر ایک ذرہ بھی اُس میں سے زمین پر گرے تو ساری زمین کو جلا ڈالے اور راکھ کا ڈھیر کردے، پھر وہ میرے تمام بدن کا رگ وریشہ پکڑ کر جان تن سے کھینچنے لگے میں نے ان سے کہا اے فرشتو! مجھ کو چھوڑ دو اور میری دولت جتنی ہے وہ تم میری جان کے بدلے لے لو۔ پس یہ بات سُنتے ہی اُنہوں نے میرے مُنہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ اس سے تمام بدن کے جوڑ الگ ہوگئے اور پھر کہا کہ اے بدبخت بے شرم وبے حیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعوض گناہ کافروں سے مال نہیں لیتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں اپنی آل وفرزند خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ یہ سُنکر اُنہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ رشوت نہیں لیتا ہے اے پیغمبر خدا جان نکلنے میں ایسی تکلیف گذری کہ اگر ہزار شمشیر بیک وقت مجھ پر ماری جاتیں تو بھی اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ الغرض وہ فرشتے میری جان قبض کرکے لے گئے۔ اسکے بعد لوگوں نے مجھے کفن پہنایا اور پھر قبرستان میں لیجاکر مُردوں کے ساتھ گورستان میں دفن کردیا اور مجھے اچھی طرح مٹی سے ڈھانک کر چلے آئے۔ پھر اس قبر میں میری دوبارہ جان آئی اور منکر نکیر فرشتے آئے اور وہ فرشتے بھی جو دنیا میں میرے ساتھ تھے آئے اور وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جو تم نے دنیا میں بھلا وبُرا نیکی وبدی کی تھی سو وہ اب تم دیکھو اور اس کیئے ہوئے کا مزہ چکھو اور جو کچھ میں اپنا کیا ہوا بھولا تھا وہ اس وقت سب یاد آگیا اور میں اپنے کیئے ہوئے کرتوتوں پر آنسو بہاتا رہا۔ اور جب منکر نکیر میرے پاس آئے تو انکو دیکھکر میرے عقل وہوش جاتے رہے۔ کیونکہ میں نے ایسا کبھی کسی کو دیکھا نہیں تھا اور ان کے آنے سے زمین خود بخود پھٹ جاتی تھی اس خطرناک ہیبت سے

آگر مجھ بدبخت کو قبر کے اندر بٹھا کر پوچھنے لگے۔ مَنْ رَّبُّكَ - یعنی تیرا خدا کون ہے - اس وقت میں نے کہا کہ تم ہو یہ الفاظ سُنتے ہی گرز آہنی سے مجھ کو مارنے لگے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی حرکت و دھمک سے تحت الثریٰ تک ہل گئی ہوگی پھر اُنہوں نے مجھ سے پوچھا مَنْ دِیْنُكَ - یعنی کونسا دین ہے تیرا - یہ سُن کر اور عقل و ہوش باختہ ہو گئے اور زبان مارے خوف کے بند ہو گئی۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ اے دروغ گو تیرا خدا کون ہے میں نے پھر کہا کہ تم ہی میرے خدا ہو۔ پھر اُنہوں نے یہ سُنتے ہی ایک گرز آتشی مجھ پر مارا اسوقت میں نے اُف و آہ کر کے کہا دریغا و احسرتا، اگر میں پیدا نہ ہوتا تو اچھا تھا اب کہاں جاؤں اور کس سے فریاد کروں اور اب تو کوئی سنتا بھی نہیں صرف خدا ہی رحمٰن و رحیم ہے میں کچھ جانتا نہ تھا۔ چار سو برس کی بادشاہی اور دُنیا کی خوشی عذاب قبر اور سوال و جواب سے مجھ پر تلخ تھی۔ اسکے بعد اُنہوں نے یہ کہا کہ غضب اللہ کا ہو کہ نعمت خدا کی کھاوے اور پھر غیر کو پوجے۔ پھر کچھ دیر بعد ہی مشرق و مغرب کی زمین آکر مجھ کو دبانے لگی اور اس نے تو ایسا دبایا کہ میرے تمام بدن کی ہڈیاں درہم برہم ہو کر ٹوٹنے لگیں۔ پھر زمین نے کہا کہ اے دشمن خدا تو اتنے روز میری پُشت پر رہا اور برابر کفر کرتا رہا اور عیش و آرام کرتا رہا اور اب تو میرے پیٹ کے اندر آیا ہے۔ قسم ہے مجھکو اپنے رب کی میں آج تجھ سے حق اپنا اور حق اللہ تعالیٰ کا سمجھ لونگی۔ پھر اسکے بعد بھی دو فرشتے آئے وہ بالکل سیاہ پوش تھے اور خشمناک معلوم ہوتے تھے۔ ایسا کسی کو میں نے اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ مجھ کو یہاں سے پکڑ کر عرش کے نزدیک لیگئے۔ یہ دیکھکر مجھے کچھ اطمینان سا معلوم ہوا کہ میں شاید اب خدا کی رحمت کی جگہ آیا ہوں، اتنے میں عرش کے کنارے سے ایک آواز آئی کہ اس شقی القلب کو دوزخ میں لے جاؤ۔ اور عرش کے پاس جا کر چار کرسی جواہرات سے مرصع میں نے دیکھیں ایک پر ابراہیم خلیل اللہ اور دوسری پر موسیٰ کلیم اللہ اور تیسری پر محمد حبیب اللہ اور چوتھی کرسی پر ایک پیر مرد خشمناک بیٹھا تھا - اور اسکے پاس کارخانہ آتش ایستادہ تھا اور سلاسل و اغلال یعنی زنجیریں اور طوق سعیر آتشیں اسکے پاس موجود تھے اور نام اس کا مالک تھا چنانچہ مجھ کو اسکے پاس لیگئے اور اس نے دیکھتے ہی مجھکو ایک جھڑکی دی ایسی کہ میرے تمام بدن میں لرزہ آگیا اور میں بُری طرح سے کانپنے لگا تو یہ بولا کہ اس بدبخت کو لوہے کی زنجیر سے باندھ کر رکھو پس مجھ کو قید شدید میں رکھا اور تقریباً ستر گز غبار کے نیچے بیٹھا پھر میرے بدن سے کھال نکال کر سانپ اور بچھوؤں کے بیچ میں اس دوزخ میں ڈال دیا۔ اے پیغمبر خدا اگر اس زنجیر کا ایک حلقہ زمین پر پڑ جاوے تو تمام خلق روئے زمین کی ہلاک ہو جاوے، اور میری زبان پر مہر ثبت کر دی گئی اور پھر میں کسی قسم کی کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا - اے جمجاہ بادشاہ آتش دوزخ کیسی تھی، وہ بیان تو کرو - یہ سُنتے ہی اس نے کہا اے پیغمبر خدا - دوزخ کے درجات سات ہیں اور ان کے نام یہ ہیں، بادیہ - سعیر - سقر - جہنّم - لظیٰ - حطمہ - ہاویہ - حطمہ اور ہاویہ سب سے نیچے طبقے میں ہے - اے پیغمبر خدا اگر آپ اہلِ دوزخ کو دیکھتے تو کہتے کہ ان پر خدا کا غضب ہے ان کے نیچے اوپر دائیں اور بائیں آگے پیچھے دہکتی ہوئی آگ ہے اور اسکے اندر بھوکے پیاسے لوگ جل رہے ہیں، وہاں کھانا پینا اور سایہ قطعاً نہیں ہے ہمیشہ سوائے غم کے

خوشی اور راحت نہیں ہے اور مُنہ انکا مانند سیاہ کوئلے کے ہے اور ہمیشہ گریہ وزاری اور توبہ کرتے ہیں لیکن وہاں توبہ قبول نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت آواز آتی ہے اے اہل دوزخ تمہارا طعام ہمیشہ آتش دوزخ ہے تم تو دوزخ ہی کی لکڑی ہو برابر جلتے رہو۔ پھر وہاں سے مجھکو ایک درخت آتشی کے پاس اندر دوزخ کے لے گئے اور اس درخت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شجرۃ زقوم فرمایا ہے اور ہندی میں اسکو سیج کہتے ہیں پس اس جگہ میں نے کچھ کھانے کو مانگا وہی درخت درخت زقوم لاکر مجھ کو دیا۔ جب میں نے اس سے کچھ کھایا تو اس سے میرا حلق بالکل بند ہو گیا۔ اور اس طرح سے بند ہوا کہ وہ نہ نیچے اُترتا ہے اور نہ اوپر آتا ہے مارے درد اور سوزش کے بُری طرح چلاّتا رہا کہ مجھ کو پانی دو تاکہ لقمہ حلق سے نیچے اُترے۔ جب پیالہ بھر کر پانی گرم جہنّم سے لا دیا۔ اور جب میں نے اسے پیا تو اسکے پینے سے گوشت پوست ہڈّی تک جلکر خاک ہو گئی اسکے پیچھے ایک جھڑکی کی آواز آئی اس آواز کے بعد پھر میری ہڈی گوشت پوست رگیں وغیرہ جیسی تھیں ویسی ہی ہو گئیں یعنی مکمل میرا جسم بن گیا۔ اور پاؤں کے تلوے سے سر تک میرے آگ سے جل رہے تھے۔ پھر اسکے بعد مجھکو جوتیاں آتشیں لاکر پہنائیں اور مجھ سے کہا اے بدبخت اپنے عمل کی جزا چکھ اب تجھ کو سوائے عذاب کے اور کچھ نہیں ملیگا کیونکہ تو نے دنیا میں بدعمل کئے تھے اور تو نے خدا کو بھی نہیں مانا تھا اور نہ اسکے عذاب سے ڈرا تھا تو نے اپنے خالق ومعبود سے شرم اور اسکی عبادت نہیں کی تھی اور نہ اسکی نعمتوں کا شکر بجا لایا تھا اور اپنے بھائی برادر مومن مسلمانوں کا مال زبردستی سے چھین لیتا تھا اور نہ حرام خوری سے کبھی ڈرتا تھا اور برابر مسلمانوں کو ایذا دیتا تھا اور کسی بُرائی کے کام سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اے پیغمبر خدا ایسی ایسی باتیں مجھ سے کہیں اور آگ کی جوتیاں مجھے پہننے کو دیں پس اسکی طپش سے مغز میرا سر سے اور کان اور ناک سے نکل پڑا اور اسوقت پژمردہ ہو گیا۔ اے پیغمبرِ خدا میرے کھانے کی چیز سوا آگ کے اور زقوم کے کچھ نہ تھا۔ پھر وہاں سے مجھکو ایک پہاڑ پر لے گئے اس پہاڑ کا نام سکرات ہے۔ لمبائی اس کی تین ہزار برس کی راہ ہے اور اسکے اندر ستّر کنوئیں آتشیں ہیں اور جتنے عذاب مجھ پر گذرے سب اسمیں موجود پائے اور اسمیں سانپ وبچھو بیشمار ہیں اور بچھو وسانپ جب دانت اپنے بجاتے اسکی کٹاکٹ کی آواز سو برس کی راہ تک سُنی جاتی تھی اور جب کسی کو کاٹتے تو وہ فوراً ہی خاک ہو جاتا تھا اور اگر ان کے زہر دانت کا ایک قطرہ روئے زمین پر گر پڑے تو دنیا جل کر خاک ہو جاوے۔ غرض مجھ پر ہر روز اس پہاڑ پر تین مرتبہ سکرات موت ہوتی تھی پس اسی وجہ سے اس پہاڑ کو سکرات الموت پہاڑ کہا جاتا ہے۔ اور جسکو بھی اس پہاڑ پر لیجاتے ہیں تو وہ تلخی سکرات چکھتا ہے۔ پھر مجھکو وہاں سے ایک چشمے میں لیجاکر ڈال دیا گیا اور میں اس جہنّم میں دوزخیوں کے پاس جا پہونچا اور آواز اس چشمے کی سو برس کی راہ تک جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سر بوسیدہ جمجاہ بادشاہ سے دریافت کیا کہ یہ تو بتاؤ اس چشمے کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس چشمے کو غضبان کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ ہمیشہ غضبناک رہتا ہے۔ اے پیغمبرِ خدا جو شخص خدا سے ڈرے گا اور گناہ سے باز رہیگا تو وہ چشمہ عذاب کا اس پر آسان ہو جاویگا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

اس چشمے کی بات سُنی تو ہوش ان کے جاتے رہے اور بہت زیادہ روئے اور بہت ڈرے اور کہا اے جمجاہ بادشاہ اس چشمے کا عذاب جو تم پر گذرا سو بیان کرو۔ اس نے کہا اے نبی اللہ کے اس چشمے کے عذاب کا بیان اگر آپ سُنیں گے تو تعجب کرینگے۔ جب پاؤں میں نے اس چشمے میں رکھا تو فوراً ہی میرے جسم کا چمڑا اور میرا پورا جسم اس گرم پانی سے جل گیا اور مالک دوزخ نے مجھ کو ایک جھڑکی دی اس کی ہیبت سے میں اس چشمے میں گر پڑا اور اسی میں غرق ہو گیا۔ یا نبی اللہ میں اس چشمے کا حال بیان کروں کہ عذاب اس کا سب عذابوں سے عذابِ اکبر ہے ایسا کہ میرے جسم کی تمام ہڈیاں جل کر رہ گئیں اور اوّل جو عذاب مجھ پر گزرا تھا وہ تو اس سے عذابِ اصغر تھا۔ اے پیغمبر خدا اگر میں اسکے حال کو ایک سو برس تک بیان کرتا رہوں تو بھی اس کا بیان ختم نہ ہوگا۔ پھر مجھکو اس چشمے سے نکال کر ایک کنوئیں پر لے گئے اور مجھ کو اس میں جا کر ڈال دیا اور لمبائی اسکی ایکہزار برس کی تھی اور اسکو بیت الاحزان کہتے ہیں۔ اور اس کنوئیں کے کنارے ایک تابوت آتشی رکھا ہوا تھا اور لمبائی اسکی تین سو کوس تھی۔ مجھ کو اس تابوت کے اندر رکھا اور جن شیطانوں نے مجھکو خدا کی راہ سے بھٹکا کر گمراہ کیا تھا اور غرور میں ڈالا تھا ان کو مجھ پر مؤکل مقرر کیا اور جب ہی سے میں اس تابوت آتشی میں ہوں۔ بہت مدت کے بعد ایک آواز عرش سے آئی کہ جمجاہ کو آج دنیا میں بر سرِ راہ عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ڈال دو کیونکہ اس نے کچھ ثواب کیا تھا دنیا میں بہت لونڈی اور غلام آزاد کئے تھے اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلایا تھا اور پیاسوں کو پانی پلایا تھا اور ننگوں کو کپڑا پہنایا تھا اور غریبوں پر مہربانی کی تھی اور مسافروں کی خبر گیری کی تھی۔ اور روزِ ازل میں لکھا گیا تھا کہ جمجاہ کو عذاب آخرت سے ایک بار رہائی کر کے پھر دُنیا میں بھیج دونگا۔ یہ آواز میں نے اپنے کانوں سے سُنی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جمجاہ بادشاہ سے پوچھا کہ تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ وہ بولا میں قوم حضرت الیاسؑ سے ہوں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اس وقت مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ اور خداوند قدوس سے کیا مانگتے ہو۔ یہ سُنکر جمجاہ بادشاہ نے کہا یا نبی اللہ الاماں الاماں آپ کو خدا کی قسم ہے مجھ بیچارہ گنہگار کے حق میں آپ دُعا کریں کہ مجھکو اس عذاب سے اللہ نجات بخشے اور زندہ کر کے پھر اس دُنیا میں بھیج دے۔ میں اسکی بندگی کرونگا اور اسی سے مدد چاہونگا تاکہ دنیا و آخرت میں آپ ہی کا حق مجھ پر ثابت ہو۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسکے حق میں اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے خدایا تو بے مثل و بے مانند سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور سب کا پیدا کنندہ اور مارنے والا ہے اور تو ہی سب کی فریاد سُننے والا ہے میری دُعا قبول فرما اس بیچارے جمجاہ کو زندہ کر تاکہ یہ تیری دنیا میں عبادت کرے اور حقِ عبودیت تیرا بجالائے۔ تب حق تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰؑ میں نے روزِ ازل میں لکھا ہے کہ تیری دعا سے میں اسکو زندہ کر کے پھر دُنیا میں بھیجونگا اور اسکی توبہ قبول کرونگا اور اپنے عذاب سے خلاصی دونگا کہ وہ دُنیا میں سخی اور دوستدار فقیر و مسکین کا تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام یہ کلامِ الٰہی سُنکر شکرِ خدا بجالائے اور خوش ہو کر اس جمجاہ بادشاہ کی ہڈیوں پر کہا کہ اے ہڈیو اگوشت پوست بال پراگندہ ہوئے خدا کے حکم سے ایک جا جمع ہو جاؤ۔ تب خدا کے حکم سے اسوقت جتنی ہڈیاں تھیں اور جتنا گوشت و

پوست وبال جمجاہ کے تھے ہیئت اصلی پر جسم مرکب بن گیا اور زندہ ہو کر یہ کلمہ کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحد مطلق ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام رسولِ برحق ہیں اور بہشت و دوزخ اور بعث ونشر سچ ہے۔ پھر جمجاہ بادشاہ نے تقریباً اسی برس زندگی پائی اور اس زندگی میں قیام وصیام یعنی روزہ وعبادتِ الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا رہا، اور بجز عبادتِ الٰہی کے کچھ بھی دنیا کا کام نہیں کرتا تھا آخر پھر بھی سجادہ مسلمانی پر رکھ کر شربت موت کا پیا۔ خدائے کریم ورحیم نے اپنے فضل وکرم سے اس کے گناہ معاف کرکے اس کو جنت نصیب کی۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ ۞ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

بیان وفات حضرت مریم کی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر جانا

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی ماں کو لیکر بیت المقدس سے ملک شام کو جاتے تھے چنانچہ راستے میں اچانک حضرت مریم بیمار ہو گئیں اور وہ جگہ ایسی تھی کہ جنگل وگھاس کے سوا کچھ نہ تھا اسوجہ سے وہ بیخ وگیاہ کے علاوہ اور کچھ استعمال نہیں کر سکتی تھیں مجبوراً اُنہوں نے حضرت عیسٰیؑ سے کہا کہ اے میرے بیٹے مجھ کو لا دو جو کسی وقت اپنی ماں کو اس جگہ پر چھوڑ کر اس جڑ کو لینے گئے تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد اسی جگہ پر حضرت مریم نے وفات پائی اور خدا کے حکم سے اسی وقت بہشت کی حوروں نے آکر ان کو غسل دیا اور پھر بہشت کے کپڑوں سے کفنایا اور وہ حوریں اسی جگہ ان کو دفن کر کے چلی گئیں۔ اور یہ سب کچھ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ہوا کیونکہ وہ ان کے واسطے اس تعمیل ارشاد کی تکمیل میں گئے ہوئے تھے اور انکے انتقال کی ان کو کچھ خبر نہ تھی۔ جب وہ اسی جگہ پر واپس آئے جس جگہ پر اپنی والدہ کو چھوڑ کر گئے تھے تو اُنہوں نے ان کو آکر کئی مرتبہ پکارا لیکن ان کو کوئی جواب نہ ملا، آخری آواز میں جواب ملا کہ لبیک اے میرے فرزند تم مجھے کیوں بُلاتے ہو۔ یہ سُنکر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا کہ اے امّی جان میں نے آپکو تین دفعہ پکارا۔ اب تک آپ کہاں تھیں۔ یہ بات حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سُنکر حضرت مریم نے کہا اے بیٹے پہلی بار پکار میں فردوس اعلیٰ میں تھی اور دوسری پکار میں سدرۃ المنتہیٰ میں تھی اور تیسری پکار میں آسمان اول پر آکر میں نے جواب دیا۔ یہ سُنکر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا کہ اے اماں جان اپنا حال بیان کرو۔ حضرت مریم بولیں اے بیٹے جس کو اللہ تعالیٰ فردوس اعلیٰ نصیب کرے اور وہ اپنی مُراد کو پہونچے اس سے بہتر اور کیا چیز ہے اسکے متعلق کیا پوچھتے ہو۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی والدہ سے یہ باتیں سُنکر آبدیدہ اور گریاں وسینہ بریاں واپس بیت المقدس آگئے اور لوگوں کو خداوند قدوس کی دعوت دیتے رہے۔ ایک دن منبر پر بیٹھ کر لوگوں سے کہنے لگے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے توریت میں فرمایا تھا کہ حضرت موسٰیؑ کو ہفتہ کا دن مبارک ہو اور اس روز سوائے عبادت کے کچھ اور دُنیا کا کام کرنا حرام ہے۔ اب اللہ

رب العزت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور ہماری کتاب انجیل میں فرمایا ہے کہ اتوار کا دن بہت مبارک ہے اس دن کو مانو اور اس کا احترام کرو اور اس دن نمازیں پڑھو اور کچھ کام دُنیا کا اس دن نہ کرو اور مطابق انجیل کتاب کے چلو۔ پس قوم بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ سے اس بات کو سُن کر اپنے دل میں کینہ لائے اور پھر کہنے لگے کہ کتنے ہی پیغمبر بنی اسرائیل میں بعد حضرت موسیٰؑ کے آئے کسی نے بھی حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو منسوخ نہیں کیا اور یہ لڑکا وہ بھی بے پدر مجہول النسب اگر ہماری کتاب موسیٰ کو منسوخ کرتا ہے لہٰذا اس کو مار ڈالنا چاہیئے تاکہ ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کا دین جاری رہے اور ان میں سے مومن یہود یہ سُن کر کہنے لگے اے قوم! تم نے زکریا علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے ان کو مار کر عذاب اُٹھایا ہوا تھا اور تم پر خدا کا غضب نازل ہوا تھا۔ سو تم بھول گئے اور اب حضرت عیسیٰؑ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسل نبی ہیں ان کو مارنے کا قصد کرتے ہو۔ تم لوگ عذابِ خدا سے ڈرو اور اس سے پناہ مانگو اور اسکے حضور میں توبہ کرو کیوں جہنم کی راہ اختیار کرتے ہو۔ بس تم لوگ ان پر اور ان کی کتاب پر ایمان لاؤ۔ آخر بہتیرا کہا مگر ان کافروں نے نہ مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی فکر میں لگے رہے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتے رہے اور کہنے لگے کہ جب کبھی ہم لوگ ان کو تنہا پائیں گے تو انکو مار ڈالیں گے۔ یہ باتیں ان کافروں کی مومن لوگوں نے سُنیں تو وہ ہر دم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور انکی ہر وقت خبر داری کیا کرتے تھے کہیں بھی حضرت عیسیٰؑ کو تنہا نہ جانے دیتے تھے۔ اگر کہیں جانے کا اتفاق ہوتا تو خود انکے ساتھ جاتے تھے۔ ایک دن ایک عورت نے حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب حواریوں سے پوچھا کہ تم لوگ ہر دم ہر ساعت حضرت عیسیٰ کے ساتھ جو رہتے ہو تم لوگوں نے اس سے کیا معجزہ دیکھا ہے۔ یہ سُنکر ان حواریوں نے اس سے کہا کہ حضرت عیسیٰ مسیح رسولِ خدا ہیں اور وہ خدا کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اندھے کو بینا کرتے ہیں اور کوڑھی اور لنگڑے کو اچھا کرتے ہیں۔ تب اس عورت نے کہا کہ مُبارکباد اس شکم کو ہے کہ جس نے اسکو پیٹ میں رکھا۔ یہ باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے سُنیں اور پھر کہا کہ اصل مبارکبادی تو اس نبی کی اُمت کو ہے جو قرآن پڑھیں گے۔ یہ سُنکر اس عورت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے حضرت عیسیٰ مجھے بتاؤ کہ قرآن کیا چیز ہے ہم نے تو کبھی نہیں سُنا۔ یہ سُنتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن وہ چیز ہے کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل ہوگا چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ (اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ تعالیٰ کا تمہاری طرف سچا کرتا ہوں اسکو جو مجھ سے آگے تھی یعنی توریت کو اور خوشخبری سُناتا ہوں ایک رسول کی جو آویگا مجھ سے پیچھے اور اسکا نام احمدؐ ہوگا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ہمارے حضرت کا نام رکھا گیا۔ دُنیا میں محمدؐ اور فرشتوں کے درمیان احمدؐ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان کی اُمت میں حافظ قرآن بہت ہونگے۔ اور دوسرے

پیغمبروں کی اُمت قرآن حفظ نہ کرسکیگی اور کتاب توریت اور انجیل کو بھی ان کے زمانے میں حفظ نہ کرسکیگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انکو خوشخبری سُنائی کہ پیغمبر آخر الزماں آوینگے اور انکی شریعت قیامت تک جاری رہیگی۔ تب سب یہودیوں نے مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کی مشورت کی اور آپس میں کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ ابن مریم زندہ رہیگا تو ہمارا دین موسیٰؑ کا باطل و منسوخ کریگا اور اس زمانے کا بادشاہ وقت کا فر تھا۔ اس ظالم نے ان مردودوں کے ساتھ اتفاق کیا اور پھر انکو حکم دیا پھر ان لوگوں نے جمع ہو کر انکی ہلاکت کا قصد کیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد حواریوں نے اس بات کو معلوم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تو یہ سُنکر حضرت عیسےٰؑ نے کہا تم لوگ خاطر جمع رہو اور بالکل مت ڈرو میرا دشمن کیا کر سکتے ہیں۔ شعر:۔ دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست
پس تم لوگ اپنے دین اور نبی آخر الزماں احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ایمان لاؤ اور اسی پر ثابت قدم رہو تب تم نجات پاؤ گے۔ الغرض حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے تمام حواریوں کو لیکر ایک مکان پر گئے جس کا نام عین السلوک ہے۔ یہودیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر اس مکان کا محاصرہ کرلیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اس مکان کی چھت میں شگاف کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اُٹھالے گئے اور ان کو فرشتوں کی صحبت میں رکھا اور ان یہودیوں کے سردار کا نام شیوع تھا اور وہی سب سے پہلے مارنے کے واسطے اس مکان میں گھسا تھا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت ڈھونڈا لیکن نہ پایا اور جب اس ملعون کے اس مکان سے نکلنے میں کافی دیر ہوئی تو جو باقی یہودی مکان کے باہر کھڑے تھے بہت حیران ہوئے اور اسی حیرانی کی حالت میں وہ اس مکان میں سب کے سب داخل ہوگئے اور جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے کے واسطے گھُسا تھا وہ اپنی قوم کا بہت بڑا سردار تھا مکان کے اندر ان لوگوں نے اپنے سردار شیوع کو دیکھا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی صورت بن گیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچانے کیواسطے کیا تھا کیونکہ ان یہودی لوگوں نے جو طیش میں آچکے تھے ان کے قتل کرنے کی مکمل تدبیر کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اُٹھالیا تھا اور ان کی جگہ پر ان کے سردار شیوع کو انہی کی شکل وصورت کا بنا دیا تھا۔ ان یہودیوں نے جاکر اس کو حضرت عیسیٰ کی صورت دیکھکر بضرب شمشیر پکڑ لیا۔ ہر چند کہ اس نے فریاد کی کہ میں شیوع ہوں تم لوگ مجھ کو چھوڑ دو لیکن وہ لوگ ہرگز نہ مانے اور پھر کہنے لگے کہ اجی تم ہی عیسیٰ ابن مریم ہو تم نے اپنے جادو سے شکل شیوع کی بنا رکھی ہے پھر وہ غور کر کے کہنے لگے اچھا ہم نے مانا شیوع ہے تو یہ بتاؤ کہ عیسیٰ ابن مریم کدھر گیا آخر وہ تمام کے تمام اس بڑے شبہے میں پڑ گئے اور اپنے سردار شیوع کو حضرت عیسیٰ جان کر پکڑ لیا اور یہ وہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے چوتھے آسمان پر اُٹھا لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الخ (ترجمہ) اور اس کو نہ مارا گیا اور نہ اسکو سولی چڑھایا گیا۔ ولیکن وہی صورت

بن گئی ان کے سامنے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں اسکی خبر ان کو نہیں مگر اٹکل پر چلنا اور اسکو مارا نہیں بیشک اسکو اُٹھا لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے اسکو اپنی طرف اُٹھا لیا ہے کیونکہ میری حکمت زبردست حکمت ہے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار دیا یہ غلط ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انکی خطا ذکر فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ہرگز اسکو نہیں مارا اور اسکی صورت کو سولی پر چڑھایا گیا اور نصاریٰ بھی اول سے یہی کہتے ہیں کہ ہمارے مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہیں و لیکن تحقیق وہ نہیں سمجھتے کئی باتیں کہ بدن کو مارا اور ان کی روح اللہ تعالیٰ کے پاس گئی اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ مارا تو تھا لیکن تین روز بعد وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے لیکن یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے طریقے سے ثابت ہوتی ہے کہ انکو مارا گیا۔ یاد رکھو یہ خبر صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس نے ہمکو بتایا کہ اسکی اصلی صورت کو نہیں مارا اور انکے پکڑنے وہ نصاریٰ لوگ ان کے قریب سے دور بھاگ گئے تھے اور کچھ یہود بھی نہ پہونچے تھے اس لئے صحیح خبر نہ ان لوگوں کو ہے اور نہ ان یہودیوں کو ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سردار شیوع کو پچاس برس تک ناز و نعمت سے پالا تھا اس واسطے کہ جب حضرت عیسیٰ یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونگے تو اس وقت اپنے سردار شیوع کو ان کے صدقے میں دیکر خلاص کرینگے اور فرعون ملعون کو اللہ تعالیٰ نے چار سو برس تک ناز و نعمت سے پال کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدقے میں دریائے نیل میں ڈبو دیا اور حضرت موسیٰؑ کو ان کی قوم سمیت دی اور چار ہزار برس دُنبہ ہابیل کا فردوس اعلیٰ میں پال کر اللہ تعالیٰ نے اسکو فدائے اضحیہ حضرت اسماعیل کا کیا۔ اور پھر ان کو ذبح سے نجات بخشی۔ اور کافروں کو اللہ تعالیٰ نے ناز و نعمت سے اسواسطے پالا تھا کہ بعوض گناہ مومنوں کے انکو دوزخ میں ڈال دیگا اور مومن سب اس دوزخ سے نجات پاویں گے۔ ایک اور حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ قربِ قیامت کے دجال ملعون خروج کرکے ساری خلائق کو گمراہ کرے گا اور حضرت امام مہدی آخر الزماں مومنوں کے ساتھ بیت المقدس میں رہیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر امام مہدی کیساتھ ہو کر سب کافروں کو مشرق سے مغرب تک اور دجال کو مار ڈالیں گے اور تمام لوگوں کو دین محمدی کی تلقین کرینگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دین محمدی میں ہی رہیں گے کوئی نئی شریعت نہ لاوینگے اور جو شخص دین محمدی قبول کرلے گا اسکو رکھیں گے اور امان دینگے اور جو شخص دین محمدی قبول نہ کریگا اسکو مار ڈالیں گے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو مسلمان کرینگے اور دین محمدی میں سب کے سب داخل ہونگے ایک متنفس کافر جہان میں باقی نہ رہیگا اور اس روز عدالت پوری ہوگی اور عدل و انصاف صحیح معنی میں ہوگا کسی پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہ ہوگی یعنی شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے اور جو لوگ ظلم پر آمادہ ہونگے انکو دور کردیا جاویگا۔ اسی طرح سے چالیس برس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی بادشاہت اور تبلیغ محمدی جاری رہے گی۔ اسکے بعد حضرت امام مہدی انتقال فرمائیں گے اور انکو اس وقت کے

مومن لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے پاس دفن کرینگے اور بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال فرمائینگے اور مومن لوگ انکی اپنے ہاتھوں سے تجہیز و تکفین کرینگے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں آنے کا

ایک روایت سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ اجماع اہل سنت اور ائمۂ اسلام ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان فیض ترجمان ولسان معجز بیان سے خود فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی وہ میرا نور تھا۔ الغرض یہ چیز باتفاق ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا اور پھر انکے نور سے تمام فرشتے عرش و کرسی لوح و قلم بہشت و دوزخ جن و انس اور ساری مخلوقات پیدا کی۔ چنانچہ اس کا ذکر کتاب کے اول میں آچکا ہے اسی واسطے یہاں پر مختصر کیا ہے۔ کتاب روضۃ الاحباب و کتاب الاخبار میں لکھا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم صفی اللہ کو پیدا کیا تو نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم حضرت آدمؑ کی پیشانی پر ظہور کیا ایسا کہ ان کی پیشانی اس نور محمدی سے عرش تک چمکتی تھی۔ پھر حضرت آدمؑ کی پیشانی سے حضرت شیثؑ کی اور حضرت شیثؑ سے حضرت ادریسؑ کی اور حضرت ادریسؑ سے حضرت نوحؑ کی اور حضرت نوحؑ سے اسی طرح درجہ بدرجہ منتقل ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ تک پہونچا اور ان سے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کو نصیب ہوا۔ بعد اسکے نسلاً بعد نسل عبد المناف تک پہونچا اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ نام انکے یہ ہیں۔ عبد الشمس۔ ہاشم۔ ابو المطلب اور ابو نوفل۔ اور ہاشم رسولِ خدا کے دادا تھے۔ اسی واسطے رسولِ خداؐ کو ہاشمی کہتے ہیں اور ابو المطلب امام شافعی کے دادا کا تھا۔ اور عبد الشمس ابوجہل کے باپ کا نام تھا اور ابو نوفل لاولد تھے۔ وہی نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا عبد المناف سے ہاشم کو ملا اور بعد فوت ہونے عبد المناف کے ہاشم کو مکہ کی ریاست اور کنجی خانہ کعبہ کی ملی۔ اتفاقاً انہی ایام میں مکے میں قحط پڑا اور اکثر آدمیوں کو رات و دن فاقہ گذرتا تھا۔ چنانچہ ہاشم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنی برکت کاملہ سے تونگر کیا تھا انہوں نے تمام مکہ والوں کی ضیافت کی اور جب دستر خوان بچھاتے روٹیاں توڑ توڑ کر پارہ پارہ کرکے دستر خوان پر رکھ دیتے کہ کھاتے وقت کوئی کسی کو معلوم نہ کر سکے کہ کس نے کتنی روٹیاں کھائیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم رہا اور اول نام ان کا عمر تھا۔ اور ان سے عبد المطلب پیدا ہوئے اور پھر عبد المطلب سے کئی بیٹے پیدا ہوئے۔ جب انہوں نے نذر مانی اللہ تعالیٰ سے کہ اگر میرے دس بیٹے پیدا ہونگے تو ان میں سے ایک خدا کی راہ پر قربان کرونگا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ہاشم کو مکے معظمہ کی ریاست ملی تو خبر ملی کہ چاہِ زم زم میں اسماعیل ذبیح اللہ نے خزانہ جمع کر رکھا ہے تو چاہا کہ اسکے اندر سے نکالیں پھر انہوں نے وہ چاہ کھودا تو اسکے اندر وہ خزانہ نہ پایا اور خدا کی مرضی سے پانی بھی اسکا سوکھ گیا پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر خزانہ مجھ کو مل گیا تو میں اس چاہ کو از سر نو تعمیر کرونگا اور پھر ایک لڑکے

کو بھی تیرے نام پر قربان کرونگا تب پھر وہ چاہ کھودا۔ خدا کے فضل سے بہت خزانہ اس سے پایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس خزانہ میں سے دروازے خانہ کعبہ کے لوہے اور فولاد سے بنوائے اور چاہِ زم زم کی بھی درستگی کرادی اور پھر کاہنوں کو بلوا کر اپنی نذر کا حال بیان کیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ ایفائے نذر واجب ہے لازم ہے کہ ہر بیٹے کے نام پر قرعہ ڈالو جس کا نام نکلے گا اسی کو قربان کر قربان کرو۔ پس عبد المطلب کے بارہ بیٹے تھے چنانچہ ہر بیٹے کے نام انہوں نے قرعہ ڈالا اسمیں نام عبد اللہ پدر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نکلا اور عبد اللہ کی پیشانی پر نور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ظاہر ہوا۔ اسی سبب سے ان کی صورت اپنے بقیہ بھائیوں سے بہت زیادہ حسین تھی۔ ماں باپ اور اقربا۔ ان کو بہت چاہتے تھے اور جب انہوں نے قربانی کی خبر سُنی تو انکی ماں اور اقرباء نے عبد المطلب سے کہا کہ ہم لوگ عبد اللہ کو قربانی میں نہ دیں گے تم دوسری چیز قربان کردو۔ یہ سُنکر عبد المطلب نے منجموں کو بلوا کر ان سے استفسار چاہا انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ ہوسکتا ہے۔ تب ان کے عوض دس اونٹ قربان کئے اور اس زمانے میں خداوند کریم کا یہ حکم تھا بہ تقدیر قبولیت کے آتش آسمان سے آکر قربانی کو جلا کر چلی جاتی تھی۔ اور اسوقت علامت قبولیت کی یہی تھی۔ پس وہ دس اونٹ قبول نہ ہوئے۔ پس پھر اور دس اونٹ قربان کیے یہ بھی منظور نہ ہوئے آتش آسمان سے نہ آئی۔ پس اسی طرح پانچسو تک عبد المطلب نے ذبح کیے۔ اور بعض روایت میں ہے کہ ایک سو اونٹ ذبح کیے پھر وہ بھی قبول نہ ہوئے۔ پھر سب خویش و اقربا نے مل کر خدا کی درگاہ میں تضرع ومناجات کی اسی وقت ایک آتش سفید مثل دودھ کے آسمان سے نازل ہوئی اور تمام قربانیوں کو جلاگئی۔ تب وہ قربانی خدا کے دربار میں قبول ہوئی۔ پھر سب خوش ہوگئے اور ہر ایک ان میں سے خدا کا شکر بجالایا۔ اس واسطے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَنَا ابْنُ ذَبِیْحَیْنِ یعنی میں بیٹا دو ذبح کیے ہوؤں کا ہوں یعنی اسمٰعیل ذبیح اللہ اور دوسرے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ ابن عبد المطلب اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام آمنہ بنتِ وہب ابن عبد مناف تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ کہیں کسی کام کو جاتے تھے راستہ میں خواہر رقیہ بنت نوفل سے ملاقات ہوئی اور وہ عورت کتب سماویہ سے بہت واقف تھیں اور بہت خوبصورت اور صاحب عصمت ناکتخدائی اور مالدار مکہ میں مشہور و معروف تھیں۔ جب نظر انکی عبد اللہ پر پڑی تو جو جو حکایات اور علامات نور محمدی کی توریت اور انجیل میں دیکھی تھیں وہ سب عبد اللہ کے چہرے پر چمکتی دیکھیں اور پھر دیکھتے ہی وہ عاشق و بیقرار خواہاں وصال جسمانی عبد اللہ کی ہوئی اور پھر بولی کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔ وہ سُنکر بولے میرا نام عبد اللہ ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ وہ بولی کہ تمہیں کو تمہارے باپ نے نذر قربانی کی تھی کہا ہاں بیشک نذر مانی تھی۔ اور وہ بولی کہ میں دختر نوفل ہوں اور خواہر رقیہ اور تاجرہ ہوں اگر تم مجھ سے نکاح کروگے تو ایک سو اونٹ کے بوجھ اور مال اور خزانہ تمکو دونگی۔ اور یہ معلوم نہ تھا کہ عبد اللہ نے شادی کی ہوئی ہے یا نہیں۔ پھر عبد اللہ نے

ایک بہانے سے اسکو جواب دیا اور کہا بہت اچھا اپنے باپ سے پوچھکر ان سے اذن لے آؤں۔ تب عبداللہ اپنے گھر میں جاکر اپنی بیوی آمنہ سے ہمبستر ہوئے تب وہ نور محمدی عبداللہ سے منتقل ہوکر آمنہ کے رحم میں آیا۔ اور آمنہ حضرت کی والدہ حاملہ ہوئیں۔ اسکے بعد صبح کو اُٹھکر عبداللہ اس عورت کے پاس گئے جس سے کل وعدہ کرآئے تھے جاکر اس سے کہا کہ کل جو تم نے مجھ سے نکاح کی بات کی تھی اب میں آیا ہوں۔ وہ عورت بڑی عقلمند تھی عبداللہ کے چہرے کی طرف جو نظر کی تو وہ نور متبرک نہ دیکھا پھر عبداللہ سے پوچھا کہ شاید گھر میں جاکر تم اپنی بیوی سے مباشرت کرکے آئے ہو کیونکہ جو نشانی میں نے تمہاری پیشانی میں کل دیکھی تھی وہ آج نہیں دیکھتی ہوں' وہ بولے ہاں' جو تم نے تجویز کی وہ سچ ہے۔ تب وہ بولی اب مجھکو نکاح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس لئے میں نکاح کرنا چاہتی تھی سو وہ بات اب ہو چکی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب صدف شکم آمنہ کا دُرِ یتیم محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بارآور ہوا عبداللہ نے وفات پائی آمنہ بیوہ ہوئیں۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونیکے پہلے ایک مہینہ بائیس دن ابرہہ نام ایک بادشاہ یمن میں تھا وہ مردود خانہ کعبہ کے توڑنے کو بڑے بڑے ہاتھی اور بہت سا لشکر لیکر آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بہ برکت قدوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکے ہاتھ سے خانہ کعبہ کو محفوظ رکھا۔ پس قصہ ابرہہ کا اس کتاب کے مؤلف نے یہاں مختصر کیا ہے کیونکہ یہ قصہ اصحاب فیل کا ہے اور تمام صاحبوں کو اچھی طرح سے سورۂ فیل میں معلوم ہے اس واسطے فقیر نے بھی مختصر کیا۔ اکثر مفسروں نے بہت روایات لکھی ہیں جو ضعیف پائی گئی ہیں وہ چھوڑ دی گئی ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ

بیان بادشاہ ابرہہ ملعون و مردود کا

تواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ بادشاہ حاکم ولایت یمن کا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ہر سال اطراف وجوانب سے لوگ مکہ معظمہ کی زیارت کو جاتے ہیں تو اس نے تخم حسد ملعون نے اپنے دل میں بویا۔ اور ایک مکان نمونہ کعبہ کے بناکر اس کا نام بھی کعبہ رکھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ خلق اللہ کو بیت اللہ کے حج سے باز رکھیں اپنے بنائے ہوئے مکان میں جو نمونتہً بیت اللہ کے بنایا تھا سب کو لاکر اس کا حج کرائے۔ ہر چند اس نے اپنی جہد بے فائدہ اور کوشش بیہودہ کی کہ خانہ مذکور کو بیت اللہ قرار دیوے لیکن یہ صورت پذیرا نہ ہوئی۔ ناچار ہوکر پھر اس نے بیت اللہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا۔ ان ایام میں ایک شخص قریشی وہاں گیا اور اس بنائے ہوئے کعبہ کا خادم ہوا۔ اس نے ایک شب فرصت پاکر اسی گھر میں غائط وبول کیا اور جو کچھ مال واسباب پایا لیکر چلا آیا۔ جب صبح ہوئی تو ابرہہ بادشاہ نے اس قریشی کی یہ حرکت دیکھی تو فوراً طیش میں آیا۔ اور پھر بیت اللہ کو لشکر کثیر اور فیل وبان لیکر توڑنے کا قصد کیا اور جلد از جلد بیت اللہ کی طرف مع اپنے تمام لشکر کے روانہ ہوگیا۔ اور راستے میں جو قوم بھی بیت اللہ توڑنے کی

مزاحم ہوتی اسکو قتل کرتا جب متصل بیت اللہ شریف کے معہ لشکر اور ہاتھی کے جا پہونچا تو ان مقامی قریشیوں نے یہ حشمت دیکھ کر تمام اہل قریش معہ قبائل اپنا اپنا گھر چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ کر دیکھتے تھے۔ ہر چند فیل بانوں نے چاہا کہ اپنے ہاتھیوں سے کعبہ کو مسمار کریں لیکن خوف الٰہی سے کوئی ہاتھی بھی آگے نہ بڑھا اور ایک کا نام محمود تھا جو خاص سواری بادشاہ ابرہہ کی تھی اس ہاتھی نے اسکو اپنی پیٹھ پر یعنی پلید کو سوار نہ کیا تب اسی مردود نے دوسرے فیل پر سوار ہو کر کعبہ پر تاخت کی اور اس نے چاہا کہ میں کعبہ کو منہدم کروں۔ اتنے میں ہزاروں کی تعداد میں پرند ابابیل بحکم رب جلیل تین تین کنکریاں مثل دانہ مسور کے ایک انکے مُنہ میں اور ایک ایک پنجوں میں لیکر آئیں اور سب اصحاب فیل اور فیل پر اور گھوڑوں اور شتر پر مثل گولۂ بندوق کے مارنے لگیں۔ ایک ایک کنکری ہر سوار کے سر سے گھس کر نیچے سے نکل گئی اور بعض سوار کے پشت سے گھس کر پیٹ سے باہر ہوئی ایک ہی پل میں خداوند قدوس نے سب کو جہنّم رسید کیا اور بادشاہ ابراہہ پلید یہ حال دیکھکر بھاگا اپنے گھر میں جاکر لوگوں سے حال بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں خدا کی مرضی سے ایک ابابیل اس مردود کے پاس گئی۔ اس نے لوگوں کو دکھایا کہ اس قسم کے جانور پرند تھے یہ کہتے ہی بادشاہ ابرہہ کے سر پر ایک کنکر مارا وہیں اس مردود کو واصل جہنّم کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر پتھر پر نام اس شخص کا لکھا ہوا تھا کہ جس پتھر سے وہ مارا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ فیل میں اس کا بیان فرمایا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ (ترجمہ) کیا نہ دیکھا تو نے کیونکر کیا تیرے ربنے ہاتھی والوں سے کیا نہ کر دیا ان کے مکر و فریب کو بیچ گمراہی کے اور بھیجے ان پر جانور پرندے جماعت پھینکتے تھے کنکر پتھر مُنہ سے پس کیا ان کو مانند بھُس کھائے ہوئے کے۔ اس قصہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان جانا عبدالمطلب کا واسطے تہنیت بادشاہ سیف ذی یزن ابن دوران ملک زادہ حمیر کے پاس بعد موت مسروق بیٹے ابرہہ کے

بحوالہ تواریخ بتایا گیا ہے کہ جب سیف ذی یزن تخت شاہی پر بیٹھا۔ قبائل عرب کے واسطے تہنیت کے اسکے پاس جاتے تھے وہ سب پر نوازش کرتا تھا اور قوم قریش میں عبدالمطلب چونکہ محافظ بیت اللہ کے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انکو عرب کے درمیان معزز کیا تھا وہ بھی سیف ذی یزن کی تہنیت کو گئے بعد حمد و ثنا، خداوند مطلق کے اور ادائے آداب بادشاہی کے کہا کہ میں آپکی تہنیت کو آیا ہوں۔ یہ سُنکر اس نے کہا کہ تم کون ہو۔ اور کس قوم سے تمہارا تعلق ہے اور تمہارا کیا نام ہے۔ یہ سُنکر کہا کہ میرا نام عبدالمطلب ابن ہاشم ہے اور میں قوم قریش سے ہوں تب یہ سُن کر بادشاہ نے تعظیم و تکریم سے جائے مکلّف میں رکھا اور تقریبًا ایک ماہ تک انکی ضیافت کرتا رہا۔ ایک دن بادشاہ نے انکو بلا کر کہا

کہ اے عبد المطلب ہم تم سے ایک بات کہیں اس کو آپ کسی سے نہ کہیں اور وہ یہ ہے کہ میں نے توریت میں اور انجیل میں اور دیگر صحیفوں میں اگلے زمانے کے دیکھا ہے کہ تمہاری قوم قریش میں ایک شخص پیدا ہوگا اور ان کی بادشاہی بھی قیامت تک قائم رہے گی۔ یہ سُنکر عبد المطلب نے کہا اے صاحب مجھکو آپنے بہت خوش کیا وہ کون شخص ہی آپ ذرا اس کی تشریح فرمائیں۔ اس نے کہا کہ دیار عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک شخص پیدا ہونگے اور اُنکے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں ایک نشان مہر نبوت کا ہوگا اور وہ پیغمبر آخر الزماں ہونگے۔ اور قبل بلوغت ان کے ماں باپ مر جائیں گے اور دادا و چچا انکی پرورش کرینگے اور انکا نام پاک محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا، اور بہت دشمن انکے انکی ہلاکی پر رہیں گے مگر خدا کے فضل سے ان کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے گا اور ان پر ایک اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید نازل کریگا اور انکے اصحاب اور اُمت سب اولیاء اور بزرگ ہونگے اور ان کے تمام دشمن ذلیل و خوار ہونگے اور روئے زمین کی تمام مخلوقات ان کا دین محمدی قبول کرے گی اور وہ سب کے سب خدا پرست ہونگے اور ان سے شیطان سارے دور ہونگے اور ان کی آمد کے بعد تمام بُت خانے توڑے جائیں گے اور آتشکدہ فارس بجھ جائیگا اور انکی رفتار و گفتار اور کردار سب صحیح و درست ہونگے اور انکے ماننے والے امر الٰہی کی تعمیل میں ہر وقت لگے رہیں گے اور ان کاموں سے وہ باز رہیں گے جن سے انکو منع کیا جائیگا۔ پس عبد المطلب یہ سُنکر سجدۂ شکر بجا لائے اور درگاہِ کبریا میں ملتجی ہوئے اور بادشاہ نے ان کو ایک سو اونٹ اور دس غلام اور دس لونڈی دس رطل سونا اور دس رطل چاندی اور کافی مشک و عنبر اور دیگر بہت سی چیزیں دیکر ان کو خوش کیا۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ آئے تھے ان کو بھی خلعت فاخرہ دیکر معزز و سرفراز کیا۔ اور پھر کہا اے عبد المطلب جس وقت وہ لڑکا پیدا ہو تو فوراً مجھ کو خبر دینا اسکے واسطے جناب باری تعالیٰ میں دعا کروں گا اور میں اپنا اعتقاد لایا ہوں حالانکہ پیغمبرِ خدا اسوقت تولد ہو چلے تھے اور اس وقت آپ کا دو برس کا سن مبارک ہو چکا تھا۔ عبد المطلب یہ باتیں کسی سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور اس بادشاہ سے بھی نہیں کہا بلکہ اس سے بھی چھپا رکھا تھا اور اپنے مکان پر مکے میں واپس آگئے۔

ایک روایت میں ہے کہ عبد المطلب کی کئی بیٹیاں تھیں سب سے فرزند تولد ہوئے تھے۔ آخر عمر میں خواب دیکھا کہ فاطمہ بنت عمر کو نکاح میں لاؤ تب ساٹھ اونٹ سُرخ بال کے اور چند دینار زر سُرخ اسکے مہر میں دیکر اپنے نکاح میں لائے اور انکے بطن سے ابو طالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد پیدا ہوئے سب ملاکر تیرہ بیٹے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔ حارث ابو طالب۔ ابولہب۔ غیداق۔ امیر حمزہ۔ عباس۔ ضرار۔ زبیر۔ عبد اللہ۔ مقوم۔ قثم۔ عبد الکعبہ۔ محجل اور انکے علاوہ چھ عدد بیٹیاں۔ ام حلیمہ۔ صفیہ۔ برہ۔ عاتکہ۔ اردی۔ ایمہ اور حارث کے تین بیٹے تھے۔ ابو سفیان اور صغیرہ اور نوفل۔ ابو سفیان جس سال میں فتح مکہ ہوا اسی سال میں وہ مسلمان ہوئے اور ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ اور اسکی بیوی حضرت معاویہ کی پھوپھی تھیں اور غیداق اور امیر حمزہ اور ضرار اور زبیر یہ چاروں

لاولد تھے اور ابو طالب کے چار بیٹے تھے۔ عقیل اور طالب اور جعفر طیار اور حضرت علی رضؓ مرتضیٰ اور انکے علاوہ دو بیٹیاں بھی تھیں۔ ایک ام ھانی اور دوسری حمانہ یہ سب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تھے اور عبداللہ اپنے سب بھائیوں سے صورت اور بزرگی میں زیادہ تھے چونکہ انکے صلب سے سید الکونین سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور حضرت کے چھ بیٹے تھے۔ عبداللہ۔ فضل اور عبید اللہ اور قثم اور سعید اور عبدالرحمٰن اور بیٹی کا نام صفیہ تھا اور حضرت عباس رضؓ نے اسی سال کی عمر میں اور حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافت کے زمانے میں انتقال فرمایا۔ یہ تمام واقعات جامع التواریخ میں لکھے ہوئے ہیں لہذا میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ط

ذکرِ احوال عبداللہ والد رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا اور بعض باتیں آنحضرت کی اپنی ماں کے شکمِ مبارک میں رہتے وقت جو وقوع میں آئی تھیں

بعض راویوں نے یوں روایت کی ہے کہ توریت میں مذکور ہے اور اہل توریت کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہتے تھے کہ ہمارے پاس جو یحییٰ بن زکریاؑ کا سفید ریشمی جبہ ہے جب عبداللہ عبدالمطلب کے گھر میں پیدا ہونگے تب اس سفید جبہ سے خون نکلے گا۔ اور جب ایک مدت کے بعد اس سے خون نکلا تب ان سب کو معلوم ہوا کہ عبداللہ عبدالمطلب کے گھر میں یعنی مکے میں پیدا ہوئے اور ان کی پُشت سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں پیدا ہونگے اور وہ ہمارے دین کو منسوخ کرینگے۔ پس یہ معلوم کر کے چند یہودی متفق ہو کر عبداللہ کو مار ڈالنے کو مکے میں آکر ایک مدت تک رہے آخر وہ عبداللہ کا کچھ بھی نہ کر سکے اور سخت ہزیمت پاکر یہاں سے شام میں جا بسے اور عبداللہ بڑے ہوئے تب کبھی کبھی مکے سے نکل کر میدان کی طرف سیر کو چلے جاتے تھے اور اسمیں یہ دیکھتے تھے کہ اپنی پُشت سے ایک نور چمکتا ہوا دو پارہ ہو کر ایک مشرق کو جاتا ہے اور ایک مغرب کو جاتا ہے۔ پھر ایک لحظہ کے بعد پشت میں آرہا۔ تب عبداللہ نے اپنے باپ سے جا کر یہ حال بیان کیا تو عبدالمطلب نے کہا کہ مدت ہوئی ہے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ سلسلہ نوری میری پُشت سے نکل کر چار حصے ہو کر چار طرف گیا ایک حصہ طرف آسمان کے اور ایک حصہ طرف زمین کے اور ایک مغرب کو اور ایک مشرق کو۔ پھر کچھ دیر بعد ایک درخت سبز بن گیا۔ اور ایک شخص کو دیکھا کہ نہایت پاکیزہ اس درخت کے پاس کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو وہ بولے میں پیغمبرِ خدا نبی آخر الزماں ہوں۔ یہ سُنکر میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح کو جا کر کاہنوں سے اس کی تعبیر پوچھی اُنہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ تمہاری پُشت سے ایک نبی آخر الزماں پیدا ہونگے اور جتنے نبی اور بنی آدم ہیں سب ان پر ایمان لائیں گے

اے بیٹا اس نور نے میری پشت سے تمہاری پشت میں نقل کیا ہوگا۔ تم خوش رہو اللہ تم کو خوش رکھے۔ جب یہ بات لوگوں میں منتشر ہوئی تو یہودیوں کے دل میں حسد پیدا ہوا چند یہودیوں نے متفق ہو کر قسم کھائی کہ جبتک ہم عبداللہ کو نہ مار ڈالیں گے تب تک اور کچھ کام نہیں کرینگے۔ یہ کہہ کر وہ مکے میں آکر مدتوں رہے۔ ایک دن عبداللہ کو میدان میں تنہا جاتے دیکھا۔ تب سب دشمن فرصت پا کر عبداللہ کے مارنے کو ننگی تلوار لیکر میدان کی طرف چلے۔ اچانک وہب ابن عبدالمناف جو پیغمبر خدا کے نانا جان تھے وہ انکے قریب تھے جب انہوں نے دور سے دیکھا کہ عبداللہ کو سب یہودی مارنے آتے ہیں۔ تب پشت پناہ انکے ہوئے اور اسی وقت آسمان کی طرف نظر کی دیکھا کہ ایک جماعت فوج کی فوج آسمان سے بصورت آدمی اور انکے ہاتھوں میں تلواریں ہیں وہ لیکر ان یہودیوں کو مارنے کے قصد سے آتی ہیں۔ پس ایک لحظہ وہاں کھڑے ہو کر دیکھا انہوں نے آکر ان یہودیوں کو مار ڈالا جو عبداللہ کو مارنے آرہے تھے اور وہب ابن عبدالمناف نے یہ حال دیکھکر اپنے گھر میں اپنی بیوی سے جا کر کہا۔ کہ تم اب جاکر عبدالمطلب سے کہو کہ میری بیٹی آمنہ سے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی کر دو۔ تب اسی وقت انکی بیوی نے عبدالمطلب سے جا کر یہ بات کہی کہ میری بیٹی آمنہ کا بیاہ اپنے بیٹے عبداللہ سے کردو۔ یہ سنکر عبدالمطلب نے یہ بات منظور کر لی اور عبداللہ کا نکاح آمنہ کے ساتھ کر دیا۔ اور پھر اپنے ہی گھر میں رکھا اور قریش کی عورتیں جو عبداللہ سے نکاح کی تمنا رکھتی تھیں وہ سب عبداللہ کے نکاح کی خبر سنکر مارے غم کے بیمار ہوگئیں ایک روایت میں ہے کہ اس غم میں تقریباً چالیس عورتیں مر گئیں اور جو زیب و زینت اور پارسائی و پرہیزگاری آمنہ کو تھی وہ کسی عورت میں قریش کے نہ تھی۔ وہ نور جو محمد مصطفٰےؐ کا عبداللہ کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر وہ نور بارھویں تاریخ جمادی الاخری کی شب جمعہ میں عبداللہ کے صلب سے حضرت آمنہ کے رحم میں آیا اور اسی شب رضوان کو حکم ہوا کہ دروازے بہشت کے کھول دے اور اسی شب تمام بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے اور تخت ابلیس کا الٹ گیا یعنی بالکل پامال ہوگیا اور سب کا سردار شیطان لعین مشرق سے مغرب کو جا کر دامن کوہ میں چلا چلا کر رونے لگا اسکی آواز سنکر تمام شیاطین وہاں جمع ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اے سردار ہمارے تم کس لئے روتے ہو۔ آخر کیا مصیبت تم پر آپڑی ہے۔ وہ ملعون بولا کہ اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہوگی کہ اب تک محمد آخر الزماں کا زمانہ نہیں تھا اور اب انکا ظہور بالکل قریب ہونے والا ہے اور جب وہ پیدا ہونگے تو سارے جہان کی مخلوق انکے تابع ہوگی اور پھر دین انکا قیامت تک جاری رہیگا اور ہمارے ماننے والے خداؤں کو یعنی لات و عزٰی کو باطل کریگا تمام مخلوق مشرق سے مغرب تک مسلمان ہوگی اور انکے ہی واسطے خدا تعالیٰ نے ہمکو بہشت سے نکال دیا اور مردود کر دیا۔ اب اگر میں سر پتھر پر یا پتھر سر پر مارونگا تو بھی کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ سنکر جنوں کی جماعت نے کہا کہ تم خاطر جمع سے رہو ہم جس طرح بھی ہو سکے گا بنی آدم کو گمراہ کریں گے اور اپنے لات و عزٰی کی عبادت ان سے کروائیں گے۔ ہم اپنی پوری طاقت خرچ کرینگے لیکن ہرگز خدا کی راہ پر چلنے نہ دینگے۔ یہ سنکر اس سردار شیطان لعین نے کہا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ تم

کس طرح انکو خدا کی راہ سے بہکاؤ گے وہ لوگ تو نیک راہ اختیار کرینگے اور نہی عن المنکر سے باز رہیں گے۔ خیرات و زکوٰۃ صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینگے وہ حرام کاری نہیں کرینگے۔ تب ان شیطان جنوں نے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں ہم انکے عالموں کو کسی کام میں مغالطہ دینگے تاکہ وہ اس میں فریفتہ ہو جائیں اور جاہلوں کو دولت اور گمراہی میں رکھیں گے۔ اور صاحب طاعت کو ریاکاری کی خواہش دلادیں گے۔ پھر سردار شیطان نے کہا۔ جب وہ علم اور زہد میں مستغرق ہونگے تم کس طرح ان پر غالب ہو گے ان کو کس طرح سے راہِ راست سے بہکاؤ گے۔ جنوں نے کہا ہم انکو ہوا و حرص کی راہ میں شہوت دلائیں گے پھر اسی طرح وہ ہماری متابعت کرینگے اور جو ہم کہیں گے اسی پر عمل کرینگے تب اس سردار لعین نے کہا اب مجھ کو خاطر جمع ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس زمانے میں مکے کے ملک میں قحط تھا اور لوگ مارے بھوک کے عاجز تھے۔ کھانا نہ ملنے کی وجہ سے بھوکے مرجاتے تھے۔ جب آمنہ حاملہ ہوئیں تب خدا کی رحمت سے پانی برسا زمین سیراب ہوئی تمام درخت ترو تازہ ہو گئے اور ہر درخت اپنے اپنے پھل لایا۔ اور لوگ اچھی طرح سے میوے کھانے لگے اور تمام تنگی قحط کی جاتی رہی۔ بہت زیادہ غلہ وغیرہ کی فراوانی ہو گئی۔ جتنے وحوش وطیور۔ مور و ملخ اور خانہ کعبہ جو امان دونوں جہان کا ہے ہر ایک سرورِ کائنات ؐ کی بشارت دینے لگا کہ اب ظہور نبی آخر الزمان کا قریب ہوا ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آمنہ نے اپنے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے نازل ہو کر کہتا ہے کہ اے آمنہ تیرے پیٹ میں جو ہیں وہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب وہ تولد ہونگے نام انکا محمد صلعم رکھنا اور اپنی زبان سے یہ الفاظ کہو۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ (ترجمہ) پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے شر سے کل حاسدوں کے۔ پس یہ خواب آمنہ رضؓ نے اپنے خسر عبد المطلب سے جاکر کہا اور بعینہٖ من وعن بیان کر دیا۔ اُنہوں نے یہ خواب سنکر اس خواب کی تعبیر بیان کی اور پھر کہا کسی سے یہ راز مت کہنا کیونکہ یہ خواب بالکل سچا ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی لڑکا تمہارے گھر پیدا ہو گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

بیان تولد ہونا جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا

ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم بارھویں تاریخ ربیع الاوّل شب دوشنبہ وقت صبح صادق کے تولد ہوئے اور جو جو عجائبات غریبہ آمنہ رضؓ نے اس شب تولد میں دیکھے وہ تحریر کیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ بوقت جننے کے آمنہ رضؓ اکیلی تھیں اور کوئی ان کے پاس نہ تھا۔ اسوقت ایک آواز دہشت ناک آسمان سے آئی اس آواز کو سنکر وہ ڈر گئیں اور بڑی متحیر ہوئیں اور پھر بولیں الٰہی یہ کیا ماجرا ہے اور اسی وقت ایک مرغ ہوا سے آکر آمنہ رضؓ کا سر ملنے لگا پھر وہ دہشت جاتی رہی اور پھر آمنہ رضؓ کہتی ہیں کہ کچھ شیرینی لاکر مجھ کو دی وہ میں کھا گئی۔ پھر ایک نور میں نے دیکھا کہ مجھ سے نکل کر آسمان پر گیا اسکے بعد پھر کئی عورتیں دیکھیں جو بہت خوبصورت تھیں۔ میں نے

یہ سمجھا کہ شاید یہ عبدالمناف کی بیٹیاں ہیں یہ دیکھکر میں بہت خوش ہوئی اور میں نے دل میں خیال کیا کہ وہ میرے کام کو آئی ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد معلوم ہوا وہ نہیں ہیں اور کوئی اجنبی ہیں وہ میرے پاس آکر مجھ کو تسلی دینے لگیں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ عورتیں بی بی مریم اور آسیہ خاتون فرعون ملعون کی بی بی مومنہ تھیں وہ دونوں خدا کے حکم سے بہشت سے حوروں کو لیکر میری تہنیت کو آئی ہیں اور اسی وقت ایک آواز میں نے سُنی کہ اس لڑکے کو آدمیوں کی چشم سے فی الحال پوشیدہ رکھنا۔ اور پھر دیکھا کئی آدمیوں کو وہ اپنے ہاتھوں میں سلابچی آفتابہ چاندی کا اور عطریات خوشبو مشک وعنبر لیکر آئے اور ہوا پر معلق کھڑے ہیں اور بہت سے پرند ہوا پر اُڑنے والے نہ معلوم کہاں کہاں سے میرے گھر پر آئے۔ جب میں نے انکو دیکھا تو چونچیں انکی زمرد سبز کی تھیں اور پر انکے یاقوت سُرخ کے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی آنکھیں میری روشن ہوگئیں اور اسوقت تین علَم بادشاہی میں نے دیکھے ایک مغرب کو اور ایک مشرق کو اور ایک کعبہ پر کھڑے ہوئے اور اسی وقت دردزہ میرا غائب ہوگیا۔ اور یہ پھر آواز آئی کہ نور سلطان آخر الزماں نے عالم خلوت سے عالم صورت میں نقل فرمایا۔ اور اس وقت آفتاب سعادت برج اقبال سے طلوع ہوا اسی وقت سیدالکونین صلے اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے اور اپنی پیشانی روشن زمین کے اوپر رکھکر سجدہ گذار ہوئے اپنے خالق کائنات کے۔ اسکے بعد دونوں ہاتھ اُٹھاکر آسمان کی طرف کچھ مناجات کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ کلمہ پڑھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس کے بعد ایک ابر سفید آکر میری گود سے اُٹھاکر ان کو لے گیا۔ اتفاقاً اس شب کو میرے گھر میں چراغ نہ تھا۔ باوجود اس تاریکی کے گھر ایسا منوّر اور روشن ہوا کہ اسوقت کوئی چاہتا تو سوئی میں تاگا پرو سکتا تھا۔ اس کی روشنی سے ملک شام نظر آیا۔ پھر اسی وقت غیب سے ایک آواز آئی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرق ومغرب اور تمام جنگلوں میں لیجاکر پھراؤ اور انکو وہ تمام حالات دکھاؤ تاکہ تمام خلائق میں انکا نام ظاہر ہو۔ اور پھر اسی وقت ایک ابر سفید نمودار ہوا اس سے آواز آئی کہ اس پیغمبر کے نور کو پیغمبروں کی ارواح مقدسہ پر جلوہ دو۔ اور ایک دوسرے سفید ابر سے یہ آواز آئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں ہر دو جہان کے انکے حلقۂ اطاعت میں تمام خلق رہیگی ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آواز غیبی سے آمنہؓ نہایت ہی متعجب ہوئیں۔ اسکے بعد پھر تین شخصوں کو دیکھا اور ان کا چہرہ مانند آفتاب کے روشن تھا۔ اور ان میں سے ایک کے ہاتھ میں آفتابہ چاندی کا اور دوسرے کے ہاتھ میں طشت سونے کا اور تیسرے کے ہاتھ میں ریشمی کپڑا سفید اور اپنے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو لیکر آئے اور پھر اس ریشمی کپڑے سے ایک انگوٹھی نکالی اور پھر اس آفتابہ کے پانی سے سرو تن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دھلاکر انکے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں اس خاتم سے مہر نبوت کردی۔ پھر آپکو اس ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر میری گود میں دیا اور ان میں سے ایک نے آپ کے کان میں بہت سا کچھ کہا۔ اسکو میں دریافت نہ کرسکی کہ کیا کہا اور دوسرے شخص نے دونوں آنکھیں ان کی چوم کر کہا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تمکو علم لدنی بخشا ہے جمیع پیغمبروں سے علم اور

حلم تمکو اور زیادہ دیا۔ پھر ایک شخص نے ان میں سے آکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ پر مُنہ رکھکر جیسا کہ کبوتر اپنے بچے کو دانہ کھلاتا ہے ویسے ہی منہ پر مُنہ رکھ کر کہا یا رسول اللہ یا حبیب اللہ تم کو بشارت ہو کہ علم اور بردباری اللہ تعالےٰ نے سب تم کو عنایت کیا۔ پھر کئی شخص آئے اور وہ میری گود سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اُٹھا کر لے گئے اور میں اکیلے گھر میں بہت متفکر رہی کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پھر اسی گھڑی وہ واپس آپکو لے آئے۔ چہرہ انکا مانند ماہتاب کے چمکتا تھا۔ پھر ایک آواز آئی اے آمنہؓ اس لڑکے کو حفاظت سے رکھ اور اپنے دل میں کچھ اندیشہ مت کر ہم لوگ انکو حضرت آدمؑ کے پاس لیگئے تھے۔ خدا ان کا حافظ و ناصر ہے پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ان کے مُنہ پر بوسہ دیکر کہا کہ بشارت ہے تمکو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کوئی آپ پر ایمان لاویگا وہ حشر کے دن تمہاری اُمت میں داخل ہوگا اور عذاب دوزخ سے خلاصی پاویگا۔ یا اللہ ہم عاصی گنہگاروں کو ان کی محبت میں ہمیشہ رکھ اور انکی شفاعت کا اُمیدوار کر۔ آمین یارب العالمین ؛

بیان عبد المطلب کا پیدائش میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن کرامات کا جو اُنہوں نے دیکھی تھیں!

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک ہر ایک عہد میں جو پیغمبر ہوتے تھے۔ وہ اپنی امت سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت اور فضائل ضرور بیان کرتے تھے اور جو کتابیں اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر آسمان سے نازل کیں انمیں بھی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب و فضائل ضرور بیان فرمائے پھر وہ پیغمبر حضرات اپنے وقت کے لوگوں کو ان مراتب و فضائل سے روشناس کراتے رہے۔ روایت ہے کہ عبد المطلب، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ عبد المطلب کہتے ہیں کہ جب آدھی رات ہوئی تو غیب سے ایک آواز آئی اور اسی رات رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے جب میں نے آسمان کی طرف اپنی نظریں اُٹھا کر دیکھا کہ سب فرشتے تکیہ رکھ رہے ہیں اور پھر میں نے اپنی نظر بتوں کی طرف کی تو دیکھا کہ وہ سب کے سب زمین پر گر کر ٹوٹ گئے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد ایک دوسری آواز آئی اور اس آواز میں یہ کوئی کہتا تھا کہ بشارت باد اے اہلِ زمین نبی آخر الزماں پیدا ہوئے اور آبِ رحمت انکے دُھلانے کو لایا گیا۔ اور خانہ کعبہ بھی اسوقت حرکت میں آیا۔ پھر سجدہ کیا۔ مگر میں اسوقت خواب شکر میں تھا فوراً نیند سے اُٹھا اور دل میں کہا کہ دیکھنا چاہئے کہ یہ کیا ماجرا ہے تب میں نے بنی شیبہ کے دروازے سے نکل کر کوہ صفا مروہ کو دیکھا کہ وہ بھی لرزتے ہیں اسکو دیکھتے ہی مجھ کو لرزہ آیا۔ پھر چاروں طرف سے یہ آواز آنے لگی کہ اے قریش مت ڈرو بس اس میں ہولناک

ہوا اور پھر چپکا ہو رہا اور یہ اندیشہ مجھکو ہوا کہ آمنہؓ کے گھر پر کیونکر جاؤں بہر صورت انکے مکان پر گیا جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ مرغ سب ہوا کے آمنہؓ کے مکان کے چاروں طرف گھوم رہے ہیں اور ایک ٹکڑا ابر کا ان کے مکان کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے۔ یہ دیکھکر میں بے اختیار ہو کر گر پڑا اور جب ہوش میں آیا چاہا کہ آمنہ کے حجرے میں جاؤں اور وہاں جاکر دیکھوں کیا ماجرا ہے یہ دیکھنے کی میں نے بہت کوشش کی بہت بڑی دشواریوں سے میں اسکے دروازے پر گیا تو اس جگہ میں نے خوشبو مشک وعنبر وعود کی پائی اور پھر انکے حجرے کا دروازہ کھول کر کچھ سنبھلا دو چشم کے درمیان پیشانی پر ان کی نظر میری پڑی کیونکہ وہ جگہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اسوقت میں چاہتا تھا کہ میں اپنا گریبان پارہ پارہ کروں۔ میں نے اسی اثنا میں آمنہ سے پوچھا کہ تم سوتی ہو یا جاگتی ہو۔ آمنہ یہ سُنکر بولیں کہ میں جاگتی ہوں۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اے آمنہ بتاؤ کہ وہ نور جو تمہاری دو چشم کے درمیان تھا وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ وہ نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا جو اب پیدا ہو چکے ہیں۔ یہ سُنتے ہی عبد المطلب نے آمنہؓ سے کہا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسکو دیکھوں وہ بولیں کہ میں آج اس کو نہ دکھا سکوں گی۔ عبد المطلب نے کہا کہ کیوں نہیں دکھا سکو گی۔ آمنہ نے کہا کہ جس وقت وہ لڑکا پیدا ہوا تو ایک شخص غیب سے کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ اس لڑکے کو تین دن تک کسی کو مت دکھانا۔ یہ سُنتے ہی میں نے اپنی شمشیر میان سے کھینچ کر کہا کہ کس نے تم کو منع کیا ہے اسکو میرے پاس لاؤ ورنہ میں تم کو جان سے مار ڈالونگا اور لڑکے کو مجھے جلد سے جلد دکھاؤ۔ تب وہ بولیں بہت اچھا آپ مالک ہیں۔ آپ اس حجرے میں آکر اس لڑکے کو دیکھئے۔ صوف اور پارچہ حریر میں سلا رکھا ہے۔ تب میں نے ارادہ کیا کہ اس لڑکے کو دیکھوں، وہیں حجرے میں سے ایک مرد مہیب شکل نکل آیا۔ وہ ایسا تھا کہ میں نے اُس جیسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ اسکے جواب میں میں نے کہا کہ میں اس لڑکے کو دیکھنے جاتا ہوں وہ بولا کہ تم اس وقت اس لڑکے کو دیکھنے مت جاؤ کیونکہ اسوقت اسکو دیکھنے نہ پاؤ گے کیونکہ اسوقت انکے پاس فرشتے انکی ملازمت میں آئے ہوئے ہیں جبتک وہ رخصت نہ ہو جاویں اُس وقت تک بنی آدم کو فرشتوں کی مجلس میں جانا منع ہے۔ عبد المطلب کہتے ہیں کہ یہ بات سُنکر میرا بدن کانپنے لگا اور وہ شمشیر بھی میرے ہاتھ سے گر پڑی اور میں اسوقت اس لڑکے کو دیکھنے نہ پایا اور میں نے چاہا کہ اس خبر کو قریشیوں سے جاکر کہوں۔ چنانچہ اسی وقت میری زبان بند ہو گئی اور میری زبان اس بُری طرح بند ہوئی کہ میں پھر سات دن تک کسی سے بات نہ کر سکا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ وہ مرغ سب اور ابر سفید جو آمنہؓ کے گھر پر سایہ کئے ہوئے تھا وہ کیا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ اسمیں سرِ الٰہی مضمر تھا عبد المطلب نے کہا کہ میں نے اس وقت سُنا کہ آسمان اور زمین سے یہ آواز آئی۔ معشر الخلائق محمد حبیب خدا اشرف الانبیاء ہے مبارک ہو اس گھر کو جس گھر میں وہ ہے۔ روایت ہے کہ جس وقت رسولِ خدا متولد ہوئے اسوقت تمام بُت جہان کے شکستہ ہو گئے اور آتشکدہ فارس کا جو کہ ایکہزار برس سے جل رہا تھا وہ بجھ گیا۔ اور نوشیرواں کے بالاخانے پر بارہ برج تھے سب ٹوٹ پڑے اور لات وعزیٰ گر پڑے۔ ع در ایوانِ کسریٰ اُفتاد ؂

معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ نوشیرواں کی سلطنت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تولد تک بیالیس برس سے اوپر گزری تھی اور زمانہ حضرت عیسٰی کا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس سے اوپر گذرا تھا اور زمانہ اسکندر رومی کو آٹھ سو بہتر برس ہوئے تھے اور حضرت داودؑ کا زمانہ ایک ہزار آٹھ سو برس اور حضرت موسیٰؑ کا زمانہ دو ہزار آٹھ سو برس اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا زمانہ تین ہزار آٹھ سو برس اور بعض روایت میں تین ہزار ستر برس گزرے تھے اور زمانہ حضرت نوحؑ کو چار ہزار ایکسو نو برس اور بعض روایت آیا ہے کہ چار ہزار چار سو نو برس گزرے تھے اور زمانہ حضرت آدم علیہ السلام کو چھ ہزار ایک سو تریسٹھ برس گزرے تھے یہ تمام تواریخ کے حوالہ جاکتاب السیر میں لکھے ہیں اور بعض روایت میں چھ ہزار سات سو پچاس برس گزرے تھے۔ حضرت آدمؑ سے ہمارے رسولِ خُدا خاتم النّبیین رسولِ رب العالمین کے پیدا ہونے تک ہے۔ اور کرسی نامہ آنحضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے:- محمدؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم بن قصی ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوئی ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن نضر ابن کنانہ بن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ابن نزار ابن معد ابن عدنان۔ یہاں تک محدثین کے نزدیک محقق ہے اور عدنان سے حضرت آدم تک روایت میں بہت اختلاف ہے اور بعض روایت میں یوں آیا ہے کہ عدنان ابن اوبن واد بن یسع ابن یمسع ابن سلامان ابن حمل بن قیدار ابن حضرت اسمٰعیلؑ ابن حضرت ابراہیم خلیل بن تارخ مشہور آذر بن ناخور بن سباروع ابن راعو ابن فالغ ابن مام ابن شالخ ابن ارفخشد ابن سام ابن نوح ابن مالک ابن متوشلخ ابن اخنوخ ابن بارد ابن حضرت مہلائیل ابن قینان ابن انوش ابن شیثؑ ابن حضرت آدمؑ۔ اور آنحضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ شریفہ کا نام آمنہ بنت وہب ابن عبدمناف ابن قصیٰ ابن کلاب ابن مرہ اور پھر مرہ سے حضرت آدم تک حضرت والدہ محترمہ کا نسب نامہ بھی پہنچتا ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں اسی واسطے دوبارہ نہیں لکھا فقط۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان حضرت حلیمہ دائی جنہوں نے دودھ پلایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جس سال رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اسی سال عرب میں قحط تھا۔ حلیمہ دائی کہتی ہیں کہ ہمارے گھر میں سب کے سب بھوکے تھے اور بوجہ بھوک کے میں اپنے بھائی کو ساتھ لیکر میدان میں جاکر گھاس لاکر اسے بیچ کر قوت حاصل کرتی اور خدا کا شکر بجالاتی اور اس وقت مَیں حمل سے تھی اور جب میں نے بچہ جنا اور اس کا نام ضمیر رکھا اور اس وقت میں لڑکے کے دودھ کے واسطے حیران و پریشان رہتی تھی اور باوجود کوشش شدید کے کچھ کھانے کو نہ پاتی تھی یہانتک کہ میں سات دن و رات فاقے سے بھوکی رہی اور فاقے سے بیتاب ہوگئی کچھ ہوش نہ تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک چشمہ ہے پانی اسکا نہایت سفید دودھ سے

زیادہ اور اس میں خوشبو مشک عنبر کی آرہی ہے۔ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم اس چشمہ سے جتنا چاہو پانی پیو تب تمہارا دودھ زیادہ ہوگا اور جب میں نے اسکے کہنے سے اس چشمہ کا پانی پیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تم کو جانتی ہو۔میں نے کہا کہ نہیں۔اس نے کہا کہ میں شکر ہوں کہ تم نے حالات قحط میں تکلیف اٹھائی بغیر کھائے اپنے خدا کا شکر بجالائیں۔اللہ تعالیٰ نے بصورت آدمی تمہارے پاس بھیجا تاکہ تمکو خوش کروں تم مکے میں جاؤ تو تمہاری اور زیادہ کشادگی ہوگی یہ بات کسی سے مت کہنا۔حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس نے میری چھاتی پر ہاتھ پھیرا اور پھر کہا کہ خدا تمہاری روزی زیادہ کریگا اور دودھ بھی تمہارا زیادہ ہوگا تم مکے میں چلی جاؤ اسی وقت میں اپنی نیند سے بیدار ہوئی اور دیکھتی کیا ہوں کہ میری چھاتی دودھ سے بھری ہوئی تھی اور مثال مشک کے ٹپکتی تھی بنی سعد کی عورتوں نے جب یہ حال میرا دیکھا تو مجھ سے کہنے لگیں کہ اس قحط میں سب کی جان لبوں پر آئی ہے قریب الہلاک ہوئے اور تم کو اس خلاف دیکھتے ہیں تم کیا کھاتی ہو؟ اس کا جواب میں نے کچھ نہ دیا کہ خواب میں مجھ کو ممانعت تھی۔کہ یہ بھید کسی پر ظاہر نہ کرنا پھر دوسرے دن اپنی عادت پر گھاس چھیلنے کے لئے میدان میں گئی اسی وقت ایک آواز غیب سے آئی کہ ایک لڑکا قریش کی قوم میں پیدا ہوا ہے وہ بڑا مبارک اور سعادت مند ہے اور حقیقت میں سعادت اس کی بھی ہوگی جو اسکو اپنی گود میں لیکر اپنا دودھ پلائے۔یہ آواز سن کر قوم بنی سعد کی عورتیں فوراً پہاڑ سے نیچے اتر آئیں اور پھر وہ اپنے اپنے شوہروں کے پاس جاکر یہ احوال کہنے لگیں پھر سب نے متفق ہو کر مکے چلنے کا مشورہ کیا۔اور وہاں پر چلنے کا ارادہ مصمم کرلیا۔پس ایک دن موقعہ غنیمت جان کر وہ سب کی سب چلیں۔اور میں بھی ان کے ہمراہ پیچھے گدھے پر سوار ہو کر چلی اور میرا شوہر بھی میرے ہی ساتھ تھا۔لیکن جو میرا گدھا تھا وہ رفتار میں سست تھا اسواسطے کہ گدھا میرا بہت لاغر تھا چنانچہ میرے ساتھی سنگاتی سب کے سب آگے نکل گئے اور میں آہستہ آہستہ ان لوگوں کے پیچھے چلتی رہی اور میں جس کوہ اور میدان سے گذرتی تھی یہ آواز برابر سنتی تھی کہ اے حلیمہ تم کو یہ شرف مبارک ہو۔میں اسی طرح چلتے چلتے تیسرے مقام پر جا پہنچی وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ قد و قامت میں بلند اور ایک عصا بھی اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے نورانی چہرہ ایک غار سے نکل آیا۔یہ کیفیت دیکھتے ہی میری آنکھیں بند ہوگئیں۔وہ میرے پاس آکر میرے پیٹ پر ہاتھ رکھکر کہنے لگا کہ اے حلیمہ سعادت دارین تم کو حاصل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے رضاعت پسر قریش تم پر مبارک کی۔یہ سنکر میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ جو میں دیکھتی سنتی ہوں غیب سے تمکو معلوم ہے، وہ مجھکو کہنے لگے کیا ہوا ہے تم کو خیر تو ہے کیا تم دیوانی تو نہیں ہوگئی ہو۔اور میں اندیشہ کرتی ہوئی راہ میں چلی جاتی تھی کہ ہمارے ہمراہ کے لوگ ہم کو ملیں یا نہیں۔جب میں مکے کے قریب جا پہنچی یعنی اتنے قریب پہونچ چکی تھی کہ مکہ چھ کوس باقی رہ گیا تھا۔اور مجھ سے پہلے جانے والی قوم بنی سعد کی عورتیں مکہ میں پہونچ چکی تھیں اور میں نے ایسا کیا کہ اپنا تمام مال و اسباب و سواری کا گدھا وہیں چھوڑ کر صرف اپنے شوہر کو لیکر شہر مکے میں داخل ہوگئی۔اور وہاں جاکر میں نے بنی سعد کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ شہر مکہ سے واپس آرہی

ہیں۔ یہ دیکھکر میں بہت ہی متردد ہوئی اور پھر زبان حال سے کہنے لگی کہ یا الٰہی مجھ کو بھی وہ دولت نصیب ہوگی یا نہیں جو تم نے کہا تھا۔ اتنے میں عبد المطلب کو دیکھا کہ وہ چلے آتے ہیں دائی دودھ پلانے والی کی تلاش کرتے ہوئے۔ اُنہوں نے بنی سعد کی عورتوں کو دیکھکر کہا اے عورتو! قوم بنی سعد کی کیا تم میں کوئی دودھ پلانے والی دائی ہے میں نے کہا کہ میں ہوں — عبد المطلب نے کہا کہ تم کون ہو اور تم کس قوم سے ہو۔ اسکے جواب میں میں نے کہا کہ میں قوم بنی سعد سے ہوں۔ بولے تیرا کیا نام ہے؟ میں نے کہا کہ میرا نام حلیمہ ہے پھر یہ سُنکر اُنہوں نے کہا کہ اے حلیمہ یہ بہت نیک اور اچھی بات ہے کہ ایک لڑکا محمد صلعم جس کا نام ہے اور وہ ہے بھی یتیم تم اسکو دودھ پلاؤ گی اور میں اسکی اُجرت تم کو دونگا۔ پھر میں نے تمام قوم بنی سعد کی عورتوں سے کہا تو کسی نے بھی اسکو قبول نہ کیا اور کہنے لگیں کہ یتیم لڑکے کو دودھ پلانے سے کیا فائدہ۔ تم ہی اسکو دودھ پلاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دے گا۔ شاید اسکے باعث تم عزیز و مکرم ہو جاؤ میں نے کہا کہ بہت اچھا میں اپنے شوہر سے پوچھ لوں پھر دودھ پلاؤں گی۔ جب میں اپنے شوہر سے دریافت کرنے کو جانے لگی تو عبد المطلب نے مجھ کو قسم کھا کر کہا کہ تم ضرور واپس آنا اور دودھ پلانا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا میں ضرور آؤنگی۔ پھر میں نے جاکر اپنے شوہر سے پوچھا۔ وہ بولے بہت خوب ہے جاؤ اور اسکو دودھ پلاؤ نیک کام سے مت پھرو اور میں بہت خوش ہوں شاید مجھ کو اس سبب سے فیض پہونچے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ جب بنی سعد کی قوم اس سے باز آئی کہ یتیم لڑکے کو دودھ پلانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ پس اسوقت بھی میرے دل میں آگیا کہ ضرور دودھ پلانے جاؤں یا نہ جاؤں اور ایک بھانجا بھی میرے ساتھ تھا۔ اس نے کہا اے خالہ وہ سب عورتیں قوم بنی سعد کی بے نصیب ہو گئیں تم بھی مت جانا اور ادھر مجھ کو بھی یہ بات پسند آئی کہ جب سب محروم ہو کر چلی گئیں تو میں بھی نہیں جاؤنگی لیکن میرے دل نے پھر مجھ کو مجبور کیا کہ تم ضرور جاؤ سعادت پاؤ گی۔ اگر یہ لڑکا یتیم ہے تو کیا ہوا اس کو اپنی گودوں میں پالو اور یہی چیز میں نے اپنے خواب میں دیکھی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہرگز جھوٹ نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ خیال کرکے میں عبد المطلب کے پاس گئی اور وہاں جاکر اس لڑکے کو طلب کر لیا۔ عبد المطلب نہایت ہی خوش ہو کر مجھے آمنہ رضؓ کے گھر لے گئے وہاں جاکر میں نے آمنہؓ کو دیکھا کہ مانند ماہ تاب کے گھر میں بیٹھی ہیں اور اپنے لڑکے محمد صلعم کو سفید حریر کے کپڑے میں لپیٹ کر سلا رکھا ہے۔ پس میں یہ چاہتی تھی کہ اُٹھا کر اپنی گود میں لوں۔ تو ان کے سینے مبارک پر جب نے اپنا ہاتھ رکھا اسوقت آنحضرت شکر خواب سے فوراً جاگ اُٹھے اور اپنی آنکھیں کھولیں اور لب مبارک بھی خنداں ہوئے اسی وقت میں نے ایک نور دیکھا کہ چشم مبارک سے نکل کر آسمان کی طرف گیا۔ اور ادھر میں نے انکو اُٹھا کر اپنی گود میں لیا اور داہنی طرف کا دودھ اپنا دھو کر ان کے مُنہ مبارک میں دیا تو آپ نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا اور پھر اپنی بائیں چھاتی بھی ان کو پیش کی تو آپ نے نہیں پیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حلیمہؓ کی دوسری چھاتی اس واسطے نہ پی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر الہام فرمایا تھا کہ اب وہ دودھ حلیمہ کا لڑکا پینے لگا ہے دونوں طرف تم مت پیو تاکہ حصہ متساوی رہے۔ پس بہ نظر عدل دونوں طرف کا دودھ حضرت نے نہ پیا۔ حلیمہؓ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب تک

رسول خدا اوّل دودھ نہ پیتے تب تک میرا بیٹا بھی دودھ نہ پیتا یہانتک کہ وہ اپنے مُنہ میں بھی دودھ نہ رکھتا تھا۔ اوّل وہ پیتے پیچھے میرا بیٹا پیتا اور داہنی چھاتی سے صرف رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہی پیتے تھے اور بائیں چھاتی سے میرا بیٹا پیتا تھا۔ ایک وقت کاندھے پر میں آنحضرت صلعم کو لیکر اپنے شوہر کے پاس گئی اس نے لڑکے کو دیکھکر فوراً جناب کبریا میں سجدہ کیا اور پھر مجھکو کہا کہ اے حلیمہ تو خوش ہو جا اب کوئی آدمی ملک عرب میں ایسا نصیب آور ہم سے زیادہ نہ ہوگا۔ حلیمہؓ کہتی تھیں کہ جب رات ہوئی مکّے کے پاس بطحی ایک جگہ ہے وہاں میں چار شب رہی اور پانچویں شب کو خواب میں دیکھا ایک شخص نورانی چہرہ حضرت کے پاس سرہانے آبیٹھا اور حضرت کا منہ چوما۔ یہ دیکھکر میں نے اپنے شوہر سے کہا، اس نے کہا خاموش یہ بات کسی سے مت کہنا اور یہ علامت اقبال بلندی کی ہے اور اسکے بعد دوسرے دن جو جو عورتیں قوم بنی سعد کی مکّہ میں آئی تھیں سب کی سب پھر اپنے گھر کی طرف مراجعت کی اور میں بھی آمنہؓ سے رخصت ہو کر رسولِ خدا کو لیکر اپنے گدھے پر سوار ہو کر سب کے ساتھ چلدی اور میرے گدھے نے تین مرتبہ کعبہ کیطرف سجدہ کر کے روبسوئے آسمان کیا اور مثال ہوا کے مجھے لیکر چلنے لگا۔ جو لوگ میرے ہمراہ تھے وہ یہ دیکھکر متحیر ہوئے اور پوچھنے لگے اے حلیمہ یہ وہی گدھا ہے جو تیرے ساتھ آیا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں یہ وہی گدھا ہے جو میرے ساتھ آیا تھا اور تم لوگ دیکھتے تھے کہ سب سے پیچھے چلتا تھا اور پھر گدھے نے بھی بحکم خدا کہا کہ اے لوگو! میں وہی گدھا ہوں جو بالکل لاغر تھا اور اب میں بالکل تازہ دم ہو گیا ہوں کسی بات کی تم کو خبر نہیں ہے تم کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اب میری پیٹھ پر کون سوار ہے اور یہ میرے لئے بڑی سعادت اور فخرمندی ہے یعنی میری پیٹھ پر خاتم الانبیاء ہیں اور میں انکا باربردار ہوں اسی وجہ سے مجھ میں زور زیادہ ہو گیا ہے۔ حلیمہؓ سے روایت ہے وہ کہتی تھیں کہ گدھا میرا سب قافلہ سے آگے نکل گیا تھا اور جہاں ہم منزل کرتے تھے اس جگہ آنحضرت صلعم کے طفیل بہت زیادہ گھاس پیدا ہوتی تھی اور پھر تمام چوپائے جانور اس گھاس کو کھاتے تھے۔ اور جب میں اپنے گھر پہونچی تو آنحضرت کی برکت سے بکریاں جو دُبلی تھیں وہ سب موٹی تازی ہو گئیں اور دوسروں کی بکریوں سے ہماری بکریاں بہت زیادہ بچّے دینے لگیں۔ اور پھر بہت دودھ ہوا پھر ایسا اتفاق ہوا کہ لوگ ہماری بکریوں کے ساتھ اپنی اپنی بکریاں باندھ دیتے تھے پھر انکی بکریاں بھی بہت زیادہ دودھ دیتی تھیں اور بچّے بھی زیادہ دینے لگی تھیں۔ کہتے ہیں کہ یہ سب حلیمہؓ کی خدمات کا صلہ تھا اس واسطے کہ وہ سرورِ کائنات کی دائی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے خلائق کے دل میں محبّت ڈالی تھی کہ جو کوئی شخص رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا وہ بہت پیار و محبّت کرتا تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بڑے ہوئے اور بات چیت کرنے لگے تو سب سے اوّل کلمہ آپنے یہ پڑھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لوگ یہ سُنکر بڑے ہی متعجب ہوئے۔ پھر حلیمہ نے کہا اس سے بھی اور عجیب و غریب بات واقع ہوئی ہے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے روز ایک بار پیشاب کرتے اپنی عادت معین پر

اور مجھ کو پیشاب پاک کرنے کی حاجت ہی نہ ہوتی تھی فوراً پیشاب خشک ہو جاتا تھا اور اثر بھی نجاست کا معلوم نہیں ہوتا تھا اور جب پیغمبر خدا بڑے ہوئے تو میدان کی طرف بذات خود تشریف لے جاتے تھے اور نہ کسی لڑکے کے ساتھ کھیلتے تھے۔ الگ جا کر ایک کنارے بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے تھے۔ جب عمر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چار برس کی ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ مَیں اپنے خویش و اقربا، کو نہیں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ بکریاں لیکر میدان میں رہتے ہیں اور رات کو گھر میں آتے ہیں۔ رسولِ خدا یہ بات سُنکر کچھ رونے لگے اور پھر کہنے لگے کہ مَیں یہاں اکیلا نہیں ہو نگا تم مجھ کو میرے خویش و اقربا، کے پاس بھیجدو۔ میں نے کہا اے جانِ مادر کیا تم باہر پھرنا چاہتے ہو۔ پھر میں نے ان کے بالوں میں تیل ڈالکر اور شانہ وغیرہ کر کے اور آنکھوں میں سُرمہ وغیرہ لگا کر اور پھر ایک پیراہن پاکیزہ پہنا کر اور گلوبند یمانی گلے میں باندھ دیا تاکہ ان پر کوئی اثر زحمت کا نہ پہونچے اور ایک لکڑی ہاتھ میں لیکر میرے بیٹوں کے ہمراہ باہر گئے اور پھر اسی طرح ہر روز میدان میں جاتے اور پھر بہت ہی خوش رہتے تھے۔ ایک دن ایک لڑکا میرا میدان سے ڈرتا ہوا اور آنسو بہاتا ہوا میرے پاس آیا اور اُس نے آکر مجھ سے کہا کہ اے اماں جان میری جلد چلو اور چل کر محمدؐ کو دیکھو کہ کیا ہوا، اب تک تو وہ مر گئے ہونگے۔ یہ سُنکر میں بہت ہی گھبرائی اور اسی گھبراہٹ میں اُٹھی اور پھر بار بار اپنے بیٹے سے پوچھا کہ بیٹا بتاؤ تو کیا ہوا ہے۔ وہ لڑکا بولا کہ اے اماں جان ہم سب بھائی سنگ فلاخن کھیل رہے تھے اسوقت ایک شخص نے اچانک آکر ہمارے سامنے سے محمدؐ کو پہاڑ پر لیجا کر لٹا دیا۔ اور پھر انکا پیٹ چھاتی سے ناف تک چیر ڈالا ہے اور یہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں، اور میں یہ بھی کہہ نہیں سکتا کہ وہ شخص اب تک ہے یا نہیں۔ اور اکثر روایتوں میں یوں آیا ہے کہ دو جانور گدھ کی شکل کے تھے آکر کہنے لگے یہ وہی لڑکا ہے دوسرا بولا ہاں تب دونوں جانور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گئے اور آنحضرتؐ ان کو دیکھکر ڈر گئے اور پھر رونے لگے۔ تب ان جانوروں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھے مبارک پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور اپنی منقاروں سے شکم مبارک چاک کیا اور دلِ بے کینہ کے اندر سے جو خون مردہ سیاہ تھا نکال ڈالا اور کہا یہ خون سیاہ زہرہ شیطان ہے اور ہر شخص کے دل کے اندر یہ خون سیاہ رہتا ہے اور اب سے وسوسہ شیطان مردود کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ مُبارک میں اثر نہیں کرے گا۔ پھر اسکے بعد دل مُبارک کو آب برف سے دھو کر اسی جگہ پر رکھ دیا اور سینہ مبارک بھی سی دیا اور مرہم سکینہ جو ایک قسم کا مرہم ہوتا ہے وہ اس پر رکھ دیا۔ اس سے بہت جلد آرام ہو گیا۔ اور مُہر نبوت سے مُہر کر کے جیسا تھا ویسا ہی کر دیا۔ اور اس عرصہ میں حلیمہ رضؓ کے بیٹے سب جو گھر میں کھانا کھانے کو گئے تھے اُنھوں نے بھی آکر یہ ماجرا دیکھا۔ پھر نہایت ہی سراسیمہ ہو کر دوڑتے ہوئے اپنی ماں سے جا کر یہ ماجرا کہا۔ پس حلیمہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں اس بات کو سُنتے ہی اسی وقت دوڑی، جا کر کیا دیکھتی ہوں کہ محمدؐ ایک پہاڑ پر آرام سے بیٹھے آسمان کی طرف اپنا منہ کر کے ہنس رہے ہیں۔ مَیں نے جاتے ہی ان کے سر و چشم چوم کر کہا کہ اے میری جان مَیں تمہارے

تصدق جاؤں مجھ سے کہو کہ آج تم پر کیا گزری۔ بولے خیر ہے۔ سب بھائی گھر میں کھانے کے واسطے گئے تھے اور میں اکیلا تھا۔ اچانک دو جانور آئے اور مجھ کو وہاں سے لیکر یہاں آئے اور مجھکو معلوم ہوا کہ وہ دونوں جانور شکل میں دو فرشتے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں آفتابہ پانی کا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں طشت زرین تھا اور انہوں نے پھر مجھے لٹا کر میرا پیٹ سینے سے لیکر ناف تک چیر ڈالا لیکن اس سے مجھے کچھ بھی درد والم نہیں معلوم ہوا اور جو کچھ میرے پیٹ کے اندر تھا۔ اسکو نکال کر طشت میں رکھ کر دھو ڈالا۔ اور پھر اسکے بعد اس جگہ پر رکھ دیا۔ اسکے بعد دوسرے شخص نے آکر میرے پیٹ کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کر میرا دل نکالا اور اسکے اندر جو خون سیاہ تھا وہ نکال ڈالا۔ پھر میرا دل بھی اسی طرح اسی جگہ پر نصب کر دیا اور میرے جسم کو درست کر دیا۔ پھر وہ بہت جلد غائب ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حلیمہؓ دائی کہتی ہیں کہ جب میں نے یہ ماجرا سنا اپنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے تو میں اسی وقت درگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئی۔ اور اسکے بعد یہ بات جب تمام خلائق کو معلوم ہوئی تو وہ سُنکر کہنے لگے کہ محمدؐ کو کچھ آسیب ہوا ہے یا پھر کوئی بڑا مرض ہوا ہے ان کو تو کاہنوں کے پاس لے جانا چاہئے تاکہ ان پر وہ کچھ پڑھکر پھونکیں یا پھر کچھ نہ کچھ دوا کریں۔ تب کچھ لوگوں کے کہنے سے انکو کاہنوں کے پاس میں لے گئی اور اوّل سے آخر تک اس قصّہ کو جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہور میں آیا تھا بیان کیا۔ یہ سُنکر سب کاہنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اپنی گود میں لیا۔ اور آپس میں کہنے لگے اے لوگو! اس لڑکے کو زندہ مت چھوڑو۔ اگر یہ بڑا ہو گا تو تمہارے تمام بتوں کو توڑ ڈالے گا اور تمکو بہت ذلیل وخوار کریگا سوائے خداوند قدوس کے اور کسی کو نہ مانے گا۔ اور جو دین تمہارا ہے اسکو بھی باطل کریگا اور پھر ایک ہی خدا کی طرف تم سب کو بُلائیگا اور تم سب اپنے دین کو بھول جاؤ گے۔ پس اے صاحبو! اپنا دین جس سے قائم رہے وہی تم فکر کرو۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے اپنی گود میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لیا اور پھر میں نے کاہنوں سے کہا کہ تم لوگ دیوانے ہو جو تم بات کہتے ہو اگر میں ایسا جانتی ہوتی تو پھر ہرگز تمہارے پاس اس لڑکے کو کبھی نہ لاتی۔ پھر کچھ دیر کے بعد خاتم الانبیاء کو اپنے ساتھ اپنے گھر لیکر آئی اور ان کے نور سے اور خوشبو سے میرا گھر روشن ومعطر ہو گیا۔ یہ دیکھکر لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس لڑکے کو جلد اب عبدالمطلب کے حوالے کر دو تاکہ تم امانت سے خلاصی پاؤ۔ پھر میں ان کو لیکر اپنے گدھے پر سوار ہو کر مکے کو جاتی تھی کہ اچانک راستے میں ایک غیب سے آواز آئی کسی نے مجھکو کہا۔ اے حلیمہ تم کو مبارک ہو۔ بس یہانتک کہ میں آہستہ آہستہ مکے کے پاس بطحیٰ میں جا پہونچی وہاں میں نے ایک گروہ جماعت کی دیکھی اور وہیں محمد صلعم کو بٹھا کر میں اپنی حاجت کو گئی وہاں بھی ایک آواز میں نے سُنی اور پھر پیچھے کی طرف میں نے اپنی نظر کی تو میں نے اس جگہ پر محمد صلعم کو نہ دیکھا۔ پھر میں نے اس جماعت سے پوچھا کہ صاحبو! یہاں جو ایک لڑکا بیٹھا تھا وہ کہاں گیا انہوں نے ہم کو جواب دیا کہ ہم نے اس لڑکے کو نہیں دیکھا اور ہمکو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ لڑکا کون تھا اور اس کا کیا نام ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ انکا نام محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہے۔ بس میں

چاروں طرف بہت دوڑی اور کافی دیر تک دیکھتی رہی لیکن ان کو نہ پایا۔ اور رُو رُو کر میں یہ کہہ رہی تھی کہ یا الٰہی تو نے ان کی برکت سے ہی مجھے فائز المرام کیا ہے اور ہم کو فراغت ہوئی اپنا دودھ پلا کر اور اب وہ بڑے ہو گئے ہیں اسوجہ سے مَیں ان کو جنکا لڑکا ہے دینے جاتی ہوں تاکہ میں اپنی ذمہ داریوں سے خلاصی پاؤں نہ جانے اب اس لڑکے کو اس جگہ سے کون اُٹھائے گیا ہے۔ پھر وہ قسم اپنے لات و عزیٰ کی کھا کر کہنے لگی کہ اگر وہ مجھکو نہ ملے گا تو مَیں اس پہاڑ پر جا کر پتھروں سے اپنا سر پھوڑ لونگی۔ یہ سُنکر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تم ہم سے ہنسی کرتی ہو جو ایسی بات کہتی ہو۔ اور تمہارے ساتھ تو ہم لوگوں نے کوئی لڑکا دیکھا ہی نہیں تم کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ یہ بات سُنکر مَیں بالکل نا اُمید ہو گئی اور اپنے سر پر ہاتھ رکھکر واویلا کرنے لگی۔ اور بار بار اپنے مُنہ سے کہنے لگی کہ اے محمد صلعم تم کہاں ہو۔ یہ کہتی تھی اور برابر روتی جاتی تھی اور میرا رونا دیکھکر اور لوگ بھی رونے لگے۔ پھر کچھ دیر بعد ایک بوڑھا مرد دیکھا اور اسکے ہاتھ میں ایک عصا بھی تھا وہ میرے قریب آکر کہنے لگے کہ اے دختر سعد تم کیوں روتی ہو۔ میں نے کہا کہ لڑکا میرا یہاں سے گم ہو گیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ جس جن نے تمہارا لڑکا لیا ہے مَیں اسکو بتا دیتا ہوں تم فلانے کے پاس جاؤ اور روؤ مت تمہارا لڑکا اسکے پاس ضرور ملے گا تم اپنی خاطر جمع رکھو اور اس سے جا کر اپنا لڑکا لے لو وہ البتہ ضرور تمکو تمہارا لڑکا دیدیگا پھر میں نے یہ سُنکر وہاں جا کر آواز دی جس جگہ اس نے مجھ کو بتایا تھا اور میں نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ جس دن وہ لڑکا پیدا ہوا تھا وہ تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ لات و عزیٰ پر اس دن کیا صدمہ گذرا تھا۔ تب اس نے کہا کہ میں اپنے سردار کے پاس جاتا ہوں کیونکہ تمہارا لڑکا تو وہی دیگا تب اس نے اپنے سردار سے جا کر کہا کہ اے سردار ہمارے آپ کی مہربانی تو قوم قریش پر بہت ہے اور اسوقت دختر سعد حلیمہ یہ کہتی ہیں کہ ایک لڑکا جسکا نام محمد صلعم ہے وہ گم ہو گیا ہے اگر تم اسکو لادو گے تو تمہاری بہت مہربانی قوم قریش پر ہو گی۔ حلیمہؓ کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت ہبل بت نے دوسرے بتوں کو پکارا۔ وہاں سے یہ آواز آئی کہ اے ہبل ہم سب یہاں سے نکل جاتے ہیں کیونکہ ہم سب اس لڑکے کے ہاتھ سے مارے جائیں گے۔ پھر کہتی ہیں کہ میں نے ایک شخص نورانی چہرہ والے کو دیکھا اور وہ مجھ سے آکر کہنے لگا۔ اے حلیمہؓ وہ لڑکا درحقیقت کا خدا کا دوست ہے اور وہ نہایت اچھی طرح سے ہے اور تم کچھ اندیشہ مت کرو۔ اور مجھکو اس بات کا ڈر ہوا کہ اگر عبد المطلب کو یہ خبر پہونچی کہ محمد صلعم گم ہو گئے ہیں تو میرا جینا محال ہو جائیگا اور میں یہ سُنکر ان کے پاس سے چلی ہی تھی اور کچھ ہی دور پہونچی تھی کہ راستے میں عبد المطلب سے ملاقات ہو گئی، اُنہوں نے میرا حال پوچھا اور میری گھبراہٹ کی کیفیت دیکھکر وہ کہنے لگے کہ اے حلیمہ تم کیوں مضطرب نظر آرہی ہو آخر کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ میں محمد صلعم کو تمہارے پاس لاتی تھی مقام بطحیٰ میں مجھ سے وہ گم ہو گئے۔ یہ بات سُنکر عبد المطلب کہنے لگے کہ شاید انکو کسی نے مار ڈالا ہوگا۔ پھر اُنہوں نے اپنی تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور بہت ہی غصہ میں بھرے آتے تھے اور کوئی شخص بھی مارے ڈر کے اُنکے سامنے نہ آتا تھا۔ بس اسی طرح ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر ایک بلند آواز دی اور پکارا اے اہل قریش

سب حاضر ہو۔چنانچہ اسی وقت تمام اہل قریش سب کے سب حاضر ہو گئے۔اور پھر کہنے لگے کہ بتاؤ کیا بات ہے۔عبد المطلب نے ان تمام اہل قریش سے کہا کہ میرا پوتا محمد صلعم جو کہ حلیمہ دائی کے پاس تھا وہ واپس لارہی تھیں میدان بطحی میں گم ہو گیا۔یہ سُنکر ان سب لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک محمد صلعم ہم کو نہ ملینگے اسوقت تک ہم لوگوں پر کھانا پینا سب کچھ حرام ہے پھر اسی وقت سب کے سب عبد المطلّب کے ہمراہ نکل پڑے اور ان میں سے ایکسو آدمیوں نے کہا کہ چلو ہم سب خانہ کعبہ میں جا کر خدا سے التجا کریں۔یہ سُنتے ہی عبد المطلب نے ان سب کو چھوڑ کر کعبے کے آستانے پر جا کر اپنا سر زمین پر رکھکر کہا۔ یَا رَبِّ رَدَّ عَلَیَّ وَلَدِی مُحَمَّدًا ۔جب اُنہوں نے بہت ہی فریاد کی تو غیب سے ایک آواز آئی۔ اے عبد المطلب کچھ اندیشہ مت کر محمد صلعم کو اللہ تعالیٰ نے آرام سے رکھا ہے اور کچھ ڈر نہیں ہے۔پھر یہ تسلّی سُنکر عبد المطلب خانۂ کعبہ سے نکل آئے اور با شمشیر برہنہ وادی تہامہ کی طرف گئے اور آگے ورقہ اور نوفل اور مسعود اور ثقفی جاتے تھے جب وہ مقام بطحی میں جا پہونچے تو اُنہوں نے محمد صلعم کو دیکھا کہ وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔مسعود نے پوچھا کہ اے لڑکے تم کون ہو تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سید یتیم غریب ہوں اور نام میرا محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد المناف ہے۔یہ سُنکر اُنہوں نے جا کر عبد المطلب کو خوشخبری دی۔عبد المطلّب جب سرورِ کائنات کے پاس آئے پوچھا اے لڑکے تم کون ہو۔فرمایا کہ میرا نام محمدؐ ہے اور میں آپکی نسل سے ہوں، کہا تم اپنا نسب نامہ بتاؤ کس کے فرزند ہو۔یہ سُنکر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ میں محمدؐ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد المناف ہوں۔یہ سُنتے ہی عبد المطلب سیّد الکونین کو اپنی گود میں لیکر وہاں سے چلے آئے اور پھر کعبہ میں آکر طواف کیا اور کہا نَعُوْذُ بِوَاحِدٍ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ ۔اور مکّے کے شہر میں جتنے قریشی تھے آنحضرتؐ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور عبد المطلب نے بہت ہی انعام و اکرام دیکر حلیمہ دائی کو خوش کر کے انکے وطن رخصت کر دیا۔

بیان جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماموں کے گھر میں اپنی والدہ آمنہ رضؓ کیساتھ اور آمنہ رضؓ کا راستہ میں فوت ہونا اور فوت ہونا عبد المطلّب کا اور ہمراہ جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر میں تجارت کو اور ملاقات ہونا ایک راہب سے راستے میں

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حلیمہ دائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد المطلب کے حوالے کیا اور آمنہ رضؓ آنحضرت کو لیکر اپنے بھائی کے گھر جا کر دو برس رہیں۔پھر مکّے میں آتے وقت اثناء راہ میں قضاء الٰہی سے فوت ہوئیں اور اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف سات برس کی تھی اور اسکے بعد حضرت نے اپنے دادا عبد المطلب کے پاس پرورش پائی اور سن شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ برس دو مہینے کا ہوا تو اس وقت عبدالمطلب بھی بیمار ہو گئے اور ان کی زندگی کی اُمید بھی منقطع ہو گئی تب اپنے بیٹے ابوطالب کو بُلا کر یہ وصیت کی کہ پرورش محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تمہارے ذمہ ہے میں اس بات کی تم کو تاکیداً وصیت کرتا ہوں تم اسکو اچھی طرح سے یاد رکھنا۔ یہ سُنکر ابوطالب نے کہا۔ اے ابّا جان وہ میرا بھتیجا ہے میں اسکو اپنے فرزند کے برابر جانتا ہوں۔ اسکے بعد عبدالمطلب نے انتقال کیا۔ اور پھر ان کے بعد ابوطالب نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی۔ ان ایام میں اکثر نوکر خدیجۃ الکبریٰ کے تھے اور تمام قریشی شام کی طرف بغرض تجارت جایا کرتے تھے اور اسوقت ابوطالب نے بھی انکے ساتھ شام جانے کا عزم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شتر کی مہار پکڑتے تھے اور اسکو لیکر چلتے تھے۔ چونکہ اسوقت آپ کی عمر شریف کم تھی ابوطالب چاہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گھر میں بھیجیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا جان مجھکو آپ اکیلا گھر میں نہ بھیجیں آخر میں کس کے پاس رہونگا۔ بس آپ اپنے پاس ہی رکھیئے۔ یہ سُنکر ابوطالب کے دل میں رحم آیا۔ اور پھر آنسو بہا کر کہا اے جانِ عم کچھ ڈرومت کوئی اندیشہ نہ کرو تم سلامت رہو میں تم کو مکان پر نہ بھیجونگا۔ پھر ابوطالب نے آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا لیا۔ اور دونوں چچا بھتیجے کاروان کے ساتھ چلدیئے۔ جب سب کاروان وادی شام میں پہونچے وہاں ایک راہب کی عبادتگاہ تھی اور اس بستی میں ایک درخت سایہ دار تھا جو قافلہ سوداگروں کا اس راستے سے جاتا تو ضرور اسکے نیچے اُترتا، اور اس راہب سرخیش نے توریت میں لکھا ہوا پڑھا تھا کہ فلانے روز فلانے وقت ایک پیغمبر مکّے سے سوداگروں کے ساتھ یہاں آکر اُتریں گے اور اُنکی پشت پر مہر نبوت ہے ان سے فیض حاصل کرنا چاہیئے اس اُمید پر حضرتؐ کے آنے کا وہ منتظر تھا اور اسی وجہ سے جو قافلہ بھی مکّے سے آتا وہ سب کی خاطر مدارات کرتا تھا۔ اور سب کو بغور دیکھتا تھا پس ابوطالب بھی اسی راستے سے حضرت محمد صلعم کو لیکر سوداگروں کے ساتھ اس وادی میں پہونچے اور وہ سرخیش راہب اس دن بالائے بام جاکر دیکھ رہا تھا کہ ایک قافلہ مکّے سے آتا ہے اور ایک ٹکڑا بھی ابر کا انکے سر پر سایہ کیئے چلا آتا ہے۔ پھر سب اسی درخت کے نیچے آکر اُترے۔ درخت نے تعظیماً کچھ جنبش کی اور ادب بجالایا۔ چونکہ اس قافلہ کے بیچ میں سیّد الکونین تشریف لائے تھے اس سرخیش راہب نے یہ حال دیکھکر ان سوداگروں کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ مکیوں سے ہم بہت ہی محبت رکھتے ہیں جو سوداگر مکّے سے یہاں آکر اُترتے ہیں ہم انکی خاطر کرتے ہیں۔ اور ہم نے سب کی دعوت کی ہے تم بھی ہمارے مکان پر آؤ۔ یہ سُنکر ابوطالب نے اسکی دعوت قبول کر لی اور رسولِ خدا کو ایک نوکر کے ساتھ اسباب کے پاس چھوڑ کر اس درخت کے نیچے بٹھا کر سب کے سب راہب کے گھر میں چلے گئے اور راہب نے اپنی عبادت گاہ سے نکل کر سب کو دیکھا۔ اور پھر اپنے معبد خانے کے اوپر دیکھنے لگا اور کوئی باقی تو نہیں رہا۔ اور پھر دیکھا کہ جو ٹکڑا ابر کا جہاں تھا وہیں موجود ہے۔ پھر اس نے سب سے کہا کہ ابھی تمہارے قافلے کے دو آدمی باقی ہیں جنکو

درخت کے نیچے چھوڑ کر آئے ہو۔ وہ بولے ہاں ہم لوگ انکو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں اور ان میں ایک
تو ہمارا نوکر ہے اور ایک ہمارا لڑکا ہے۔ پھر راہب بولا کہ ان دونوں کو بھی جاکر ہمارے یہاں لے آؤ۔ ایک مرتبہ پھر
راہب بام پر جاکر دیکھتا ہے کہ اتنے میں کوئی جاکر پیغمبر خدا کو لے آیا اور وہ ابر بھی رسولِ خدا کے سر پر سایہ ڈالے
ہوئے آیا۔ راہب نے یہ حال دیکھکر کہا کہ واللہ یہ ابر کا سایہ سوائے پیغمبروں کے اور کسی پر نہیں ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر
رسولِ خدا صلعم کو اپنی جگہ پر لیجاکر بہت ہی تعظیم و تکریم کی اور طعام و تحائف سب کے لئے حاضر کیئے۔ جب سب نے
کھانا کھانے سے فراغت کی تب راہب نے سب سے کہا کہ یہ لڑکا کس کا ہے۔ سب نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب
بولا مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا یتیم ہے اور ماں باپ اسکے مر گئے ہیں۔ پھر یہ سُنکر ابوطالب بولے کہ تم نے یہ بات
بالکل سچ کہی ہے۔ حقیقت یہی ہے اور یہ میرا بھتیجا ہے اور میری گود میں پرورش ہوا ہے۔ پھر راہب نے ابوطالب سے کہا کہ
دیکھو میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ لڑکا نبی آخر الزماں ہوگا اور اسکے دو مونڈھوں کے درمیان میں مہر نبوت
ہوگی اور میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اسکی حفاظت اچھی طرح سے کرنا اور روم اور شام کی طرف اسکو مت لیجانا کیونکہ وہاں
ان کے دشمن بہت ہیں کیونکہ یہودی انکو مار ڈالنے کو ہر وقت مستعد ہیں بلکہ ان کا تو نام و نشان لیکر ڈھونڈا کرتے ہیں،
اور وہ کہا کرتے ہیں کہ ہم جہاں کہیں پاوینگے مار ڈالیں گے۔ یہ باتیں راہب نے ابوطالب سے کہیں اور دست مبارک حضرت
محمد صلعم کا پکڑ کر کہا کہ یہ سید الکونین ہیں اور سب سے بہتر خلائق زمین و آسمان کے ہیں۔ یہ سُنکر ان سوداگروں نے کہا
کہ یہ باتیں آپکو کس طرح سے معلوم ہوئیں اور یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ اس نے کہا کہ انکی صفت جو
اس وقت ان میں دیکھ رہا ہوں وہ سب میں نے توریت میں پڑھی ہے۔ اور یہی علامت نبوت کی ہوتی ہے جو آپ
میں پائی جاتی ہے۔ اُنہوں نے اس راہب سے پوچھا کہ بتاؤ وہ علامت کیا ہے جس سے تم نے پہچان لیا۔ کہا اس نے
کہ تم انکو چھوڑ کر میرے یہاں آئے ہو اور میں نے دیکھا کہ تمام اشجار اور جمادات نے انکو سجدہ بھی کیا ہے اور جتنے نباتات
اور حیوانات اور حجر اور درخت ہیں وہ سجدہ سوائے خداوند قدوس کے اور کسی کو نہیں کرتے مگر پیغمبروں کو تعظیماً
کرتے ہیں اور تم یقین جانو کہ یہ پیغمبر برحق ہیں سب کے سب اس گفتگو میں شریک تھے۔ اس قافلوں میں سے سات
آدمی اجنبی اچانک راہب کے معبد خانے کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے ان سے پوچھا تم سب کون ہو اور کہاں
جاؤ گے۔ بولے کہ ہم سب ملک روم سے آتے ہیں اور بادشاہ روم نے ہم سب کو بھیجا ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم نے سُنا
ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کا مکے میں خروج ہوا ہے ہم سب ان کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لیجائیں گے اور پھر انکو مار ڈالیں گے
ہم لوگ ان کو دریافت کرنے کو آئے ہیں۔ راہب نے یہ سُنکر کہا کہ بیہودہ رنج اُٹھاتے ہو اور تم انکو ہرگز نہ مار سکو گے کیونکہ
خدا انکا حافظ و ناصر ہے۔ پس راہب نے یہ بات کہہ کر ان کو مکے کی طرف بھیجا اور نہ تم بہت آرام سے چلے جاؤ اور تم کیوں
ناحق آئے ہو۔ اور پھر ابوطالب سے کہ تم اس لڑکے کو شام اور نہ روم کی طرف مت لیجاؤ بلکہ تم اپنے گھر پر ہی چلے جاؤ، یہ

بہتر ہے کیونکہ وہاں کے یہودی تم کو اذیت پہونچائیں گے۔ یہ سُنکر ابو طالب پھر رسول خدا کو مکے میں اپنے گھر پر واپس لے آئے۔ اس واقعہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان دُوسری دفعہ چاک کرنا سینہ مُبارک آنحضرتؐ کا اور نکاح کرنا خدیجۃ الکبریٰ سے اور اقوال و افعال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبل نکاح کے جو وقوع میں آئے تھے!

ایک روایت میں ہے کہ جب سنِ مُبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دس برس کا ہوا ایک دن اتفاقیہ بطور گل گشت میدان کی طرف تشریف لیگئے اس وقت دو فرشتے بصورت آدمی آنحضرت کے سامنے آئے۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ ان کے چہرے نورانی تھے اور ایسی شکل میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی اور جو خوشبو انکے بدن سے آتی تھی اس جیسی خوشبو مشک و عنبر و عطریات میں بھی نہ تھی اور ان کے کپڑوں میں جو صفائی تھی وہ دُنیا کی کسی چیز میں نہ تھی۔ اور یہ دو فرشتے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل تھے ان دونوں فرشتوں نے میرے مونڈھے پکڑ کر مجھے زمین پر لٹایا۔ اور پھر پیٹ میرا چیر ڈالا لیکن کچھ خون بھی میرے بدن سے نہ نکلا۔ ان میں سے ایک فرشتہ ایک طشت میں پانی بھر کر لایا اور دوسرے نے میرے پیٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر سب کچھ دھو ڈالا اور کہا کہ سینہ ان کا چاک کر کے دل کے اندر سے خون سیاہ جو حسد اور بغض بشریت کا ہے نکال کر بجائے اس کے رحم اور شفقت رکھ دو واسطے رحمت عالم کے۔ پس ایسا ہی کیا گیا اور میرے پیٹ کو چیرنے سے مجھے کچھ بھی درد و الم نہ ہوا اور مزید ایک چیز مثال چاندی کے میرے دل میں رکھ دی اور ایک دوائے خشک سفوف کے اس پر رکھ دی اور انگلیاں ہاتھ کی میری پکڑ کر کہا اب جاؤ۔ سلامت رہو۔ اور آنحضرت نے فرمایا۔ اسی دن سے میرے دل میں مہربانی اور شفقت خلق پر زیادہ ہوئی اور غیض و غضہ سب کچھ جاتا رہا۔ اسی وجہ سے دوسری مرتبہ دل مبارک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا چاک کر کے پاک و صاف کیا۔ اور گندے خیالات سے محفوظ رکھا۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان پر جا کر اپنے چچا ابو طالب سے اس حقیقت کا تذکرہ بیان کیا اور یہ باتیں سُنکر ابو طالب نے لوگوں سے مخفی رکھا کسی کو اس بارے میں کچھ بھی نہ بتایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قدم مبارک جان کر خدمت گزاری اور انکی پرورش میں تا عمر لگے رہے۔ ایک دن ابو طالب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے اے میرے پیارے بھتیجے میں کچھ تم سے کہنا چاہتا ہوں مگر پھر مجھے شرم آتی ہے۔ یہ بات سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا جان جو آپ کے دل میں ہے وہ دل کھول کر کہئے اور میں تو آپکے برخوردار کے برابر ہوں۔ پھر ابو طالب نے کہا کہ تمہارے باپ تو مر گئے اور تمہاری ماں بھی مر گئی ہیں اور دونوں کوئی چیز بھی نہیں چھوڑ گئے اور میرے پاس بھی دولت نہیں ہے کہ تم کو کہیں بیاہ دوں۔ اب صلاح یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ دختر

خویلد وہ بہت مالدار ہے۔ اور نوکر چاکر بھی بہت رکھتی ہے اور نہایت مناسب سمجھکر اُجرت دیتی ہے اگر اسکے پاس تم نوکری کروگے تو اسکے روپئے سے جو تم کو منافع ہوگا پھر میں تم کو بیاہ دونگا اور اس طرح سے میں اپنی چشم روشن کرونگا۔ بتاؤ اس امر میں تمہارا کیا خیال ہے اور تم کیا چاہتے ہو مجھے اپنے پاک خیالات سے مطلع کیجئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو آپکا بطور برخوردار کے ہوں اور آپ کی بات مجھے بسر وچشم قبول ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کی بات نہ مانوں اور مجھے یقین ہے کہ جو کچھ آپ میرے حق میں کریں گے انشاء اللہ وہ بہتر ہوگا پھر ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر خدیجۃ الکبریٰ کے در پر گئے۔ اندر سے ایک غلام نے آکر پوچھا کہ تم کون ہو۔ اور کہاں سے آئے ہو۔ ابوطالب نے کہا کہ تم خدیجہ سے جاکر کہو کہ ابوطالب تمہارے دروازے پر کھڑا ہے۔ اور آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ یہ باتیں سُنکر اس غلام نے جاکر خدیجہ سے کہیں وہ بولیں کہ ان کو اندر لے آؤ۔ پھر ان کا وہی غلام آیا اور ابوطالب سے کہا کہ آپ کو اندر بلاتی ہیں۔ پھر ابوطالب اپنے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر اندر گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ خدیجہ ایک تخت پر بیٹھی تھیں اور تقریباً ستر کنیزیں کمربستہ انکی خدمت میں کھڑی تھیں۔ خدیجہ نے ابوطالب سے کہا کہ آپنے یہاں آنے کی کیوں تکلیف کی اور اسوقت آپکا کیا مقصد ہے۔ اُنہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے برادر زادہ ہے اور نام ان کا محمدؐ ابن عبداللہ ہے۔ اگر آپ ان کو اپنی سرکار میں بطور نوکر رکھیں تو فیض عام سے آپکے یہ بھی بہرہ مند ہونگے اور پھر دعا کریں گے۔ یہ سُنکر خدیجہ نے کہا اس سے اور کیا بہتر ہے۔ بہت اچھا آج سے میں نے ان کو نوکر رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کہ خدیجہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی قریبی رشتہ دار تھیں لیکن ان کا شوہر مرگیا تھا اور وہ بیوہ تھیں اور بہت زیادہ دولت مند تھیں۔ اسی وجہ سے وہ تاجرہ بھی تھیں ہر سال لوگوں کو مال واسباب دیکر شام وبصرہ کی طرف تجارت کو بھیجتی تھیں اور ایک غلام انکا میسرہ نامی تھا اسکو اُنہوں نے آزاد کیا تھا۔ اور تجارت کے واسطے اسکو بھیجتی تھیں اور باقی جتنے نوکر خدمت گار غلام تھے سب اسکے حکم کے تابع تھے۔ ایک دن خدیجہ نے بالاخانے سے دیکھا کہ حضرت کے سر پر ایک ابر سایہ دار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے جاتے تھے یہ دیکھکر اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نزدیک بلاکر بکریوں کی پاسبانی پر مقرر کیا۔ تھوڑے دن میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی برکت سے خدیجہ کی بکریاں آگے سے زیادہ ہونے لگیں اور بہت دودھ بھی دینے لگیں۔ پس خدیجہ کی نگاہ ہمیشہ رسولِ خدا پر تھی، وہ ہر روز دیکھتی تھیں کہ ایک ابر آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ ڈالے ہوتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں ہر درخت اور جمادات سلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہیں اسکے علاوہ اور بھی کرامات وعلامات کتاب توریت میں دیکھکر کہتی تھیں کہ یہ جوان قوم قریش میں بڑا بزرگ ہوگا۔ اور آپ چونکہ بہت زیادہ دیانت دار امانت دار اور راست گفتاری میں مشہور ومعروف تھے اس لئے آپکو محمدؐ امین کہتے تھے اور جب سن شریف آپکا بیسؔ برس کا ہوا

تو خدیجہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تم اس سال میرے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کی طرف تجارت میں جاسکو گے۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بہت اچھا میں جاؤنگا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ اُجرت مقرر کر کے تجارت کو بھیجا اور بعض نے انبار میسرہ کو کیا۔ اور اکثر کا یہ قول ہے کہ خدیجہ نے آنحضرتؐ کو اپنا مالک و مختار بنا کر اور اپنے شوہر کی پوشاک پہنا کر ملک شام کی طرف بھیجا اور غلام میسرہ کو کہا کہ جو جو حال راہ میں گزرے یاد رکھنا اور پھر بلا فرق سرِ مو کے مجھے آکر بیان کرنا اور جو کام محمد امین کرنا چاہیں اسمیں تم مانع اور مزاحم مت ہونا غرض جو جو سوداگر نوکر چاکر خدیجہ کے تھے وہ سب کے سب رسولِ خدا کے ہمراہ گئے اور جب وہ مکّے سے باہر نکلے تو وہ لوگ ابو سفیان کے قافلہ کے ساتھ مل گئے۔ ابو سفیان حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر ہنس کر کہنے لگا کہ خدیجہ تو بہت نادان ہے کیونکہ جس شخص نے کبھی اپنی عمر میں تجارت نہیں کی اور راہ و رسم خرید و فروخت کی نہ جانے اس کو مختار کر کے تجارت میں بھیجا ہے یہ تو محض نادانی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رسولِ خدا کا قافلہ سب سے آگے نکل گیا اور راہ میں کرامات بھی ظاہر ہوتی رہیں۔ جب آفتاب گرم ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر ابر آکر سایہ کرتا تھا۔ یہ کیفیت اپنی آنکھوں سے میسرہ غلام دیکھتا تھا پھر حیوانات اور اشجار اور جمادات سب کے سب آنحضرت کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور آنحضرت اپنا سفر برابر طے کرتے چلے جاتے تھے۔ جب ملک شام کے متصل نزدیک معبد خانے راہب کے پہونچے اور اس کا نام بحیرہ راہب تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک درخت کے سائے کے نیچے سوئے ہوئے ہیں جب آفتاب طلوع ہوا یعنی دھوپ نکلی اسوقت درخت نے بھی جُھک کر سایہ کیا۔ بحیرہ راہب نے جب یہ دیکھا تو وہ اپنے عبادت خانے سے نکل کر سوداگروں سے جا کر پوچھتا تھا کہ جو جوان اس درخت کے نیچے سوتا ہے کون ہے؟ میسرہ غلام نے کہا کہ یہ میرا مختار انبار ہے۔ یہ سُنکر اس راہب نے اس غلام میسرہ سے کہا کہ خبردار تم ان کو بطور سوداگروں اور مختار انبار کے نہ جانو بلکہ یہ تو پیغمبر خدا نبی آخر الزماں ہیں اور تمام موجودات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تب راہب اور غلام میسرہ دونوں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ راہب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قدم مُبارک چوم کر کہا مجھ کو نشان پیغمبری کا معلوم ہے اور بندہ اسوقت اُمید قوی کرتا ہے کہ اگر اجازت ہو تو حضور کا کتف مبارک دیکھے۔ چونکہ آپ کی آمد کی خبر میں نے کتاب توریت میں پڑھی ہے اور اسی طرح کی نشانی کتاب انجیل میں بھی ہے کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت ہوگی۔ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے دونوں مونڈھے مبارک دکھائے۔ جب چشم راہب کی اس سے روشن ہوئی اسوقت کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور کہا کہ آپ کے آنے کی بشارت توریت و انجیل نے دی ہے اور میسرہ غلام سے کہا کہ اے میسرہ محمد آخر الزماں کو یہودیوں سے بچاؤ اور ابو سفیان کو تاکید کی۔ ابو سفیان نے کہا کہ وہ میرا چچیرہ بھائی ہے انکی نگہبانی اور خبرداری مجھ پر واجب ہے۔ الغرض بحیرہ راہب نے مختلف اقسام کے تحفہ جات حضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر حاضر کیئے اور پھر سب کو دعوت دیکر کھلایا۔ اسکے بعد ان سوداگروں نے وہاں سے کوچ کیا آگے جاکر دو راہ پر جا پڑے۔ ایک راہ نہایت خوف کی تھی اور دوسری راہ بے خوف وخطر لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب کی راہ اختیار کی اور اسی راہ میں خوف تھا اور ابوسفیان نے دوسری راہ اختیار کی اور اسمیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ یہ دیکھکر ابوسفیان رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا خدیجہ کا مال سب برباد کروگے اور اس راہ سے اپنے کو بھی ہلاک کروگے۔ تم اس راہ میں مت جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خدا حافظ وناصر ہے۔ یہ کہکر تشریف فرما ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منزل راہ طے کی جس مقام میں پانی نہ تھا وہاں منزل کی۔ میسرہ نے حضرت سے عرض کی اے حضرت قافلہ ہمارا بغیر پانی کے ہلاک ہونے کو ہے۔ یہ آواز سُنکر حضرتؐ اپنے خیمے سے نکل کر بہت متحیر ہوئے اور پھر ایک درخت سبز کے نیچے کھڑے ہوکر اپنے پروردگار سے مناجات کی کہ یا اللہ مجھ بندہ یتیم پر تو رحم وکرم فرما میری فریاد سُن لے اور کسی نہ کسی صورت سے آب شیریں ہمکو عنایت فرما چنانچہ اسکے بعد ایک آواز غیب سے آئی کہ اے میرے پیغمبر کئی قدم آگے بڑھو اور آخر قدم پر ایک کنواں کھودو وہاں سے آپ کو آب شیریں ملے گا۔ یہ خبر سُنتے ہی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر ایک کنواں کھُدوایا خدا کے فضل وکرم سے پانی صاف اور شیریں نکلا اور سب قافلہ نے آسودہ ہوکر پانی پیا۔ دوسرے دن پھر وہاں سے چلدیئے۔ چلتے چلتے ایک مقام پر جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ کئی بیمار مجروح اونٹ بدن میں کیڑے پڑے ہوئے ہیں اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اپنی فریاد کی یارسول اللہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ہماری عیادت کے لئے بھیجا ہے۔ آپ ہم پر مہربانی کیجئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سُن کر اور اپنی یتیمی کو یاد کرکے بہت روئے اور اپنے اونٹ پر سے اُترکر ان اونٹوں کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ خدا کے فضل سے وہ سارے اونٹ اچھے ہوگئے اور جو انکو بیماری تھی وہ جاتی رہی۔ پھر آپنے وہاں سے کوچ کیا۔ بعرصۂ قلیل آپ شام جا پہنچے وہاں پہونچکر آپ نے سارا مال فروخت کرڈالا اور اس مال میں منافع بھی بہت ہوا۔ اسکے بعد آپنے پھر مال خریدا اور مکے کی طرف مراجعت فرمائی اور تقریباً بیس دن کے بعد ابوسفیان ملک شام پہونچے اور ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ آپ چندروز یہاں اور ٹھہر جائیے کیونکہ میں بھی آپکے ساتھ چلونگا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے میں دیر نہ کی اور آپ مکے میں تشریف فرما ہوئے۔ جب مکے کے قریب جا پہونچے میسرہ غلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ محمد امین آج کئی برس ہوئے ہم خدیجہ کے مال سے تجارت کرتے ہیں۔ اب کی دفعہ جیسا منافع کئی برس سے نہیں ہوا۔ آپ جائیں سلامتی اور نفع کی خبر خدیجہ کو دیجئے تاکہ ہم سب کو سرکار سے کوئی خلعت بطور انعام کے ملے۔ یہ بات آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔ پھر اس میسرہ غلام نے آنحضور صلعم کو اچھی طرح سے زیبائش وآراستہ کرکے ایک اونٹ پر سوار کرکے مکے میں بھیجا۔ ادھر خدیجہ بھی آپ کا انتظار کررہی تھیں اور آپکے آنے والے راستے کو دیکھتی رہتی تھیں۔ اسی اثناء انتظار میں ایک شتر سوار دیکھا دور سے آتا ہے اور ایک ٹکڑا ابر کا انکے سر پر سایہ ڈالے ہوئے ہے۔ بیبیت

اور شکوہ ان کے چہرے پر ہویدا ہے۔ یہ دیکھکر خدیجہ نے کہا اَللّٰھُمَّ اِلَیَّ اِلَیَّ دَارِیْ ۔ اور جب شتربان خدیجہ کے دروازے پر آیا تو معلوم ہوا کہ محمدؐ امین اپنے سفر تجارت سے واپس آئے ہیں۔ خدیجہ نے لوگوں سے کہا کہ جا کر دیکھو یہ وہی سوار ہے جو ہم نے دور سے دیکھا تھا وہ بولے ہاں جی یہ وہی شتر سوار ہے جسکو آپنے دور سے آتے ہوئے دیکھا تھا۔ پس رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ کے پاس جا کر منافع تجارت اور سلامتی راہ اور قافلہ کی خوشخبری دی۔ خدیجہ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جا کر میسرہ غلام کو بھی لے آئیے۔ کیونکہ اس کو خوب معلوم ہے حقیقت اسکی کہ جب مکے سے سوداگروں کے ساتھ سفر میں تشریف لے گئے تھے خدیجہ اس وقت دیکھ رہی تھیں اور جب میسرہ اور سوداگروں کے ساتھ تشریف سفر سے لائے تھے تب بھی دیکھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وہی صورت و سیرت پائی اور باقی دوسرے لوگ اس حال سے غافل تھے اور جب آپ سفر سے واپس تشریف لائے اور باقی لوگ بھی سفر سے واپس آگئے۔ پھر خدیجہ نے میسرہ غلام سے سب احوال راہ کا اور منافع خرید و فروخت کا پوچھا۔ اس نے کہ اے سیدہ ہم نے کبھی آسائش و راحت سفر میں نہیں دیکھی جو حضرت محمدؐ امین کے ساتھ ہے میں انکی کیا صفت بیان کروں وہ تو ایک صاحب کمال مرد کامل ہیں۔ میں نے دیکھا کہ تمام اشجار و جمادات نے انکو تعظیماً سجدہ کیا۔ غرض دریافت کرنا راہب کا اور سایہ دینا ابر کا آنحضرتؐ کے سر پر اور پانی نکالنا کنواں کھود کر۔ اور اچھا کرنا خدا کے حکم سے اونٹوں کو جو شدید مجروحانہ صورت میں پڑے تھے۔ اور بہت زیادہ منافع ہونا تجارت میں یہ سب باتیں میسرہ غلام نے خدیجہ سے کہیں۔ یہ سنتے ہی خدیجہ ایک دل سے ہزاروں ہو کر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پیش آئیں اور بہت زیادہ قدر منزلت کی اور جسقدر مشاہرہ سرکار سے مقرر تھا اس سے دوگنا کیا۔ اور پھر تمام اپنے نوکر چاکروں سے اور جو شخص انکے تابعدار تھے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہیں اور انکی خدمت دل و جان سے ہر وقت کرتے رہیں اور کسی وقت بھی انکی خدمت سے غافل نہ رہیں۔ پس جب اسی طرح سے چند روز گذرے تو ایک دن خدیجہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے حضرتؐ آپ نے بیاہ کیا ہے یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر وہ بولیں اگر مجھ عاجزہ سے نکاح کریں اور اپنی خدمت میں لاویں تو میں اپنی باقی عمر آپ کی خدمت میں صرف کروں اور پھر سعادت دارین حاصل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر فرمایا یہ کام بدوں اجازت چچا ابوطالب کے ہم نہیں کر سکیں گے، اگر تم یہ چاہتی ہو تو اس بات کا پیغام میرے چچا ابوطالب کے پاس کرو اور مجھکو کچھ بھی اختیار نہیں۔ یہ بات سُنکر خدیجہ نے بہت سے ہدایا اور تحائف ابوطالب کے پاس بھیجے اور ساتھ ہی خواستگاری بھی اپنے کام کی کی اور کئی دفعہ جداگانہ اچھی اچھی پوشاکیں نفیسہ اور اجناس لطیفہ ابوطالب کی بی بی کے پاس اس کام کے واسطے بھیجیں۔ اور ابوطالب نے خدیجہ کو یہ جواب دیا کہ عمر شریف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمہارے سن سے بہت کم ہے یہ کام کیونکر ہو سکے گا۔ خدیجہ نے جب یہ بات سُنی پھر ابوطالب کے پاس بہت سامان و اسباب بطور ہدیئے کے

بھیجا۔ آخر ابو طالب نے آنحضرت رسولِ کریم کو بُلا کر خدیجہ کے ساتھ نکاح کا اذن دیا۔ تب حضرت نے فرمایا اوّل شرط یہ ہے کہ جتنی مال و دولت تمہاری ہے وہ خدا کی راہ پر مسکین محتاجوں کو دیدینا۔ پھر دوسری شرط یہ ہے کہ جتنے غلام لونڈی باندی ہیں سب کو آزاد کر دینا۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ کھانا پینا بطریق فقیری اختیار کرنا۔ پس خدیجہ نے یہ شرطیں منظور کیں۔ جتنا مال و اسباب و دولت تھی سب خدا کی راہ پر تقسیم کر دیا۔ اور تھوڑا مال ابو طالب کو بھی دیا اور غلام و لونڈی باندی سب کو آزاد کر دیا۔ اور پھر درویشی اختیار کرلی۔ اور بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ خدیجہ نے دو آدمی قریش کے جو معتبر سمجھے جاتے تھے ان کو بُلا کر گواہ کیا اور انہیں کے سامنے مال و اسباب، نقود و ظروف باقی جتنا تھا سب کا سب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیدیا اور اپنا مالک و مختار کیا اور پھر کہنے لگیں کہ مجھے ان چیزوں پر کچھ دعوٰی نہیں تم لوگ اس بات کے گواہ رہو۔ اب چاہیں تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے واسطے رکھیں یا پھر اسکو راہ اللہ میں دے ڈالیں اس کا کچھ دعوٰی مجھ کو نہیں۔ کہتے ہیں کہ ابو طالب خدیجہ کے کہنے سے ورقہ بن نوفل جو خدیجہ کا چچیرا بھائی تھا حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو لیکر اسکے پاس گئے اور وہ اس وقت چند آدمیوں کیساتھ عیش و نشاط میں مست تھا۔ اس پر سلام علیک کیا سب نے جواب دیا اور ابو طالب کی تعظیم کرتے ہوئے بٹھایا۔ ورقہ بن نوفل رسولِ خداؐ کو دیکھکر اس وقت بولا اے محمدؐ امین ہیں تم سے بہت زیادہ خوش ہوں اور میں تم کو دوست رکھتا ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت مطلوب ہو تو آپ ضرور طلب فرمائیں۔ یہ سُنکر ابو طالب نے کہا کہ میں اسوقت اس واسطے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم بہن خدیجہ کے ساتھ میرے بھتیجے محمد صلعم کو بیاہ دو۔ پس اس وقت وہ نشے میں مدہوش تھا اور اس نے حاضرین مجلس سے کہا کہ اے قریشیو! تم لوگ سب کے سب اس بات پر گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ کو حضرت محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیاہ دیا۔ اور پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو قبول کیا۔ خبر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چار مثقال زر مہر عوض میں دیکر خدیجہ کو اپنے نکاح میں لائے۔ اس وقت عمر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پچیس ۲۵ سال کی تھی اور خدیجہ کی عمر چھیالیس ۴۶ برس کی تھی۔ پھر دوسرے دن ورقہ بن نوفل فجر کے وقت خواب مستی سے اُٹھ کر خدیجہ کو گالیاں دینے پر مستعد ہوا۔ خدیجہ نے کہا اے بھائی تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں کیا عیب دیکھا اگر مجھ سے آپ پوچھیں تو ان کے برابر نیک نیت صلاح پسند اور زہد و تقوٰی میں کوئی نہیں اور ہم کو اللہ تعالٰی نے دولت دی ہے اور کسی بات کی آرزو نہیں ہے۔ پھر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اچھا کیا محمدؐ تم سے راضی ہیں؟ بولیں ہاں وہ راضی ہیں پھر کہا تم بھی محمدؐ سے راضی ہو۔ بولیں ہاں میں بھی اچھی طرح ان سے راضی ہوں۔ تب ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اچھا اب میں بھی راضی ہوں۔ پس خدیجہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہیں۔ جب پیغمبر خدا نے نیک کاری میں کمر باندھی افضال باری سے اس سال پانی بہت برسا یہاں تک کہ دیوار کعبہ پر بھی نقصان آگیا یہ دیکھکر قریشیوں نے بھی ارادہ کیا کہ کعبے کی چار دیواری توڑ کر از سر نو پھر بناویں مگر وہ عذاب الٰہی سے ڈرتے

تھے اور اسمیں متردد رہتے تھے۔ ایک دن ایک عورت نے چاہا کہ کعبے کے اندر عود جلاویں خدا کی مرضی سے اس پر آگ غیب سے آگری۔ بعض جگہ جو کعبے کے اندر کی تھی وہ سب جل گئی۔ اہل قریش نے پھر اتفاق کیا کہ کعبے کی دیوار توڑ کر از سرِ نو تعمیر کریں لیکن وہ عذاب الٰہی سے ڈرتے تھے اور اس وقت قوم کا سردار ولید ابن مغیرہ تھا وہ بولا کہ ہماری نیت خدا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم کعبے کو توڑ کر دوبارہ بناویں گے اور یہ تو موجب آبادی ہے نہ کہ خرابی۔ اس بات میں قبائل عرب چار فرقے ہوئے اور بات یہ طے پائی کہ ہر ایک فرقہ ایک ایک رکن کعبے کا توڑ کر تعمیر کریں پس چاروں فرقوں نے متواتر دو روز کھڑے ہو کر دیوار کعبے کو دیکھا کہ اسکو کس طرح سے توڑا جائے اور پانچویں دن ولید ابن مغیرہ تبر اپنے ہاتھ میں لیکر دیوار کعبہ کے پاس گیا۔ اور اسکے ساتھ بنی مخزوم بھی تھے۔ ولید ابن مغیرہ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالےٰ ہماری نیت کو خوب جانتا ہے۔ یہ کہکر کعبہ کی دیوار پر تبر مار کر اسکو گرادیا۔ جب اور لوگوں نے دیکھا کہ ولید ابن مغیرہ نے کعبے کی دیوار توڑ دی پھر سب قبیلے متفق ہو کر کہنے لگے کہ ہم سب آج دیوار پر تبر نہیں لگاویں گے دیکھیں آج کی شب ولید ابن مغیرہ پر آفت نازل ہوتی ہے یا نہیں۔ پھر ہم سب ملکر تینوں دیواریں توڑ ڈالیں گے۔ جب انہوں نے ولید ابن مغیرہ کو سلامت دیکھا تو پھر ہر قبیلے نے اپنے اپنے حصے کی دیوار جو مقرر تھی توڑ ڈالی۔ اور بہ انداز قد آدم زمین کھود کر نیچے سے پتھر لگا کر دیواریں کعبے کی اُٹھائیں تاکہ صدمہ سل سے محفوظ رہے اور حجر الاسود کو دیوار پر اُٹھاتے وقت سب قبیلوں میں تنازعہ ہوا بنی ہاشم اور بنی اُمیہ اور بنی زہرہ اور بنی مخزوم ہر ایک قبیلہ کہتا تھا ان میں سے ہم کو فضیلت زیادہ ہے اِن لوگوں سے۔ یہانتک کہ سخن درازی ہوئی اور پھر ایک مدت تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر نوبت یہانتک پہونچی کہ ایک دوسرے پر پتھر مارنے لگے۔ آخر میں بات اس پر ختم ہوئی کہ ایک روز لڑائی کا وعدہ کیا جائے کہ فلاں دن آپس میں لڑائی ہوگی۔ لیکن دانشمندوں نے اس بات سے منع کیا کہ اس سے باز آؤ اور آپسمیں لڑائی کرنا اچھی بات نہیں ہے اور ہم تمہیں ایک اعلےٰ قسم کی تدبیر بتاتے ہیں جس سے تمہارا آپس کا جھگڑا مٹ جائیگا اگر تم لوگوں نے مِل کر اس پر عمل کیا اور وہ ہے کہ اوّل جو شخص صبح کو کعبے کے حرم کے دروازے پر آئے تم اسکو منصف مقرر کردو جو وہ کہے وہ مانو اور پھر اسی پر عمل کرو۔ یہ بات سب نے سُنی اور بہت غور و فکر کرنے کے بعد سب نے راضی ہو کر کہا کہ بہت اچھا وہ جو کچھ کہے گا ہم اسکو ضرور مانیں گے۔ چنانچہ صبح کو سب سے اوّل حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی حرم شریف میں حاضر ہوئے۔ پھر سب کوئی کہنے لگے کہ آج صبح سب سے اوّل محمدؐ امین صلے اللہ علیہ وسلم ہی آئے ہیں ہم ان کو ہی اپنا حاکم و منصف مقرر کرتے ہیں اور وہ جو کچھ ہمارے واسطے فرمائیں گے ہم اسکو ضرور تسلیم کرلیں گے پھر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکمت عملی کی کہ ایک چادر زمین پر بچھادی پھر حجر الاسود کو اس چادر پر رکھا اور ہر چار قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی کو طلب کیا اور ان سے آپنے فرمایا کہ تم لوگ ہر ایک کونہ چادر کا پکڑ کر کعبہ کی دیوار کے پاس لے جاؤ اس طرح سے چاروں قبیلے اس پتھر کے اُٹھانے میں مساوی ہونگے۔ پھر سب نے اسی طرح سے چادر پکڑ کر حجر الاسود کو

اُٹھاکر اس رکن کے پاس کہ جہاں اب ہے، لیگئے اور کہنے لگے کہ اب ایک متبرک بزرگ چاہیئے کہ وہ تنہا حجر الاسود کو اُٹھاکر دیوار کعبے پر رکھدے اور چونکہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سب کے سب راضی تھے کہنے لگے کہ اگر کوئی حجر الاسود کو تنہا اُٹھاکر کعبہ پر رکھے تو اس وقت محمد ابن عبد اللہ سب سے بہتر اور افضل ہیں۔ تب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے چاروں قبیلوں نے کہاکہ آپ خود ہی اس حجر الاسود کو تنہا اُٹھاکر خانۂ کعبہ کی دیوار پر نصب کردیجئے۔ چنانچہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حجر الاسود کو اکیلے ہی اُٹھاکر خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کردیا جہاں اب بھی اسی جگہ پر نصب ہے۔

جب خانۂ کعبہ کی دیواروں کی تعمیر سے فراغت ہوئی اور چھت اور دروازے باقی رہے اس واسطے کہ مکّے میں لکڑی میسّر نہ تھی اور اسوقت کوئی وہاں نجّار بھی نہ تھا۔ ان ایّام میں نجاشی بادشاہ حبش نے ارادہ کیاکہ ایک معبد خانہ بناکر عبادت کرے تب لکڑی اور ہتھیار اور نجار اُستاد اور کاریگر کشتی سے ملک شام میں بھیجے۔ خدا کی مرضی ایسی ہوئی کہ دریا میں کشتی آتے وقت راہ میں ہی ڈوب گئی۔ اور آدمی جتنے کشتی پر تھے کوئی لکڑیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ بہتے بہتے موج دریا نے ان سب کو لکڑی سمیت کنارے پر لگادیا۔ قوم قریش نے جب یہ سُنا تو اُنہوں نے فوراً ہی ابو طالب کو لکڑی خریدنے کو بھیجا۔ جب ابو طالب گئے تو لکڑی والوں نے ان سے کہاکہ جب تک ہم اپنے بادشاہ کو اس بات کی اطلاع نہ کریں گے تب تک ہم کو اختیار نہیں کہ ہم لکڑی وغیرہ بیچیں۔ پھر اُنہوں نے ایک نامہ بادشاہ کے پاس بھیجا اور اس کا جواب بادشاہ نے یہ لکھاکہ مال خزانے میں جتنا تمہارے پاس ہے وہ سب لیجاکر کعبے میں خرچ کرو۔ تب بادشاہ کا حکم پانے سے لکڑیاں کعبے کی چھت اور دروازوں میں لگائیں۔ پھر خانۂ کعبہ بفضلِ خدا درست ہوگیا۔ (میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں)

بیان اسماء و خصائل حمیدہ آنحضرت سرورِ کائنات صلّے اللہ علیہ وسلّم

ایک لمبی حدیث میں یوں آیا ہے کہ قد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانہ تھا اور گندمی رنگ تھا اور کشادہ پیشانی اور دونوں آنکھوں کی بھویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پتلی باریک تھیں آمیختہ بھی نہ تھیں بلکہ بیچ میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ اور درمیان دونوں بھویں کے ایک رگ تھی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی غصّے میں آتے تو وہ پھول جاتیں۔ اور ناک مبارک آپکی دراز اور اونچی تھی اور اسکے اوپر ایک نور چمکتا تھا اور چہرہ مبارک آپکا ملائم اور برابر تھا۔ اور دہن مبارک کشادہ تھا اور دانت مبارک آپکے صاف و روشن تھے اور اوپر کے دونوں دانتوں کے درمیان تھوڑا سا شگاف تھا اور ریش اور سر مبارک میں تقریباً بیسؔ بال سفید تھے اور بال آپکے پیچیدہ تھے سیدھے نہ تھے اور شکن بالوں کی میانہ تھی اور چہرہ مبارک آپ کا مانند چودھویں رات کے چاند کے چمکتا تھا اور درمیان دونوں مونڈھوں کے پارہ گوشت مانند بیضۂ کبوتر کے تھا اور اس میں نقش رنگ برنگ کے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہی مہر نبوت تھی۔ اور محمد رسول اللہ اسی پر لکھا ہوا تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مہر نبوت اللہ تعالیٰ نے اُٹھالی

اور سینہ مبارک بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کشادہ تھا۔ اور آپ کی چھاتی سے ناف تک ایک خط باریک سا تھا۔ اور بازو اور مونڈھے اور چھاتی پر بال نہ تھے اور ہڈی مونڈھے کی اور گھٹنے کی اور زانوں کی موٹی تھیں۔ اور ہر دو بند دست اور ہر دو کف دست و پا پر گوشت اور نرم تھے اور جسم مبارک نورانی و پاکیزہ اور لطیف اور معتدل تھا۔ اور جب خاموش بیٹھے ہوتے تو ایک ہیبت اور شکوہ بُشرے پر ظاہر ہوتا اور جس وقت بات کرتے نزاکت اور لطافت معلوم ہوتی اور جو شخص آپ کو دور سے دیکھتا وہ جمال اور تازگی پاتا اور جو نزدیک آ کر مشاہدہ کرتا ملاحت اور شیرینی حاصل ہوتی اور آنحضرت کبھی بھی بھوک و پیاس کے شکوے مُنہ پر نہ لائے بلکہ جب کبھی بھی بھوک پیاس سے زیادہ ہوتے تو آب زم زم کے پانی سے قناعت فرماتے تھے اور جو چیز آپ کے پیچھے پردے میں ہوتی تو وہ چیز مثل سامنے کے نظر آتی اور یہ آپ کو معجزہ اللہ تعالےٰ نے عنایت فرمایا تھا۔ اور شب تاریک میں مانند روز روشن کے دیکھتے تھے۔ اور آنحضرت ؐ کے لعاب دہن مبارک سے آب شور شیریں ہو جاتا تھا اگر کوئی طفل اس لعاب کو چاٹ لیتا تو تمام دن اسکو دودھ پینے کی حاجت نہ ہوتی اور بغل مبارک میں آپ کے بال نہ تھے۔ اور سایہ جسم مبارک کا زمین پر نہ پڑتا تھا اور آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسروں کی آواز سے دور جاتی تھی اور آپ دور ہی سے بات سُن لیتے تھے اور جب سوتے آنکھ ظاہر میں آپ کی غنودہ اور چشم باطن کشودہ انتظار وحی کی رہتی تھی اور آپ کے جسم مبارک سے بوئے مشک اور عنبر کی ظاہر ہوتی یہانتک کہ اگر کوچہ و بازار میں تشریف لیجاتے تو لوگ معلوم کرتے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر تشریف لائے تھے۔ اور جب جائے ضرور کو جاتے تو نشان غائط و بول کوئی بھی نہ دیکھتا تھا کیونکہ زمین کو حکم تھا کہ وہ فوراً اپنے اندر فرو کرلے اس وجہ سے نشان لوگوں کو نظر نہ آتا تھا اور بوئے عطر اس سے نکلتی تھی۔ اور آنحضرت جب تولد ہوئے تو تمام نجاست سے آپ کا بدن بالکل پاک صاف تھا اور آپ قدرتی مختون پیدا ہوئے تھے۔ اور گہوارے میں بات کرتے تھے۔ اگر چاند کی طرف نظر کرتے تو چاند بھی متوجہ ہو کر آنحضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا تھا۔ اور ابر ہمیشہ سر مبارک پر مانند چھتری کے سایہ دار ہوتا اور اگر کسی درخت کے قریب جاتے تو درخت خود ہی جُھک کر سلام کرتا اور اپنا سایہ جہانتک ممکن ہوتا کرتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوئیں نہ پڑتی تھیں اور آپ کے جسم مبارک پر مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی بوجہ ادب و تعظیم کے اور جب آپ دراز گوش یا گھوڑے پر یا اونٹ پر سوار ہوتے تو وہ اس وقت بول و براز نہ کرتا تھا اور اللہ تعالےٰ نے عالم ارواح میں جبکہ ساری مخلوق کو پیدا کر کے فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (ترجمہ کیا میں نہیں ہوں تمہارا پروردگار) اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس پر آنحضرت ؐ نے کہا اور تمام مخلوق نے بھی کہا۔ قَالُوْا بَلٰی۔ یعنی تو پروردگار میرا ہے۔ اور شب معراج میں براق پر سوار ہو کر آسمان پر جانا قاب قوسین کے نزدیک اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا یہ تمام خصوصیات ہمارے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عنایت فرمائیں

اور یہ خصوصیات کسی اور نبی کو حاصل نہ ہوئیں۔ غصہ وخوشنودی آنحضرتؐ کے مطابق احکام قرآن مجید کے تھی اور
چہرہ مبارک آپکا ہمیشہ بشاش وخرم رہتا تھا۔ اور جس امر میں رضائے الٰہی نہ ہوتی اسمیں غفلت برتتے تھے۔ اور
شجاعت وسخاوت میں سب سے پہلے تھے۔ ایسا کہ کوئی سائل آپ کے دروازے سے خالی نہ جاتا تھا اور اگرچہ موجود نہ ہوتا
تو عذر خواہی کر کے اس کا دل خوش کرتے اور بات جلدی نہ فرماتے تھے بلکہ تامل اور غور وفکر کے بعد بیان فرماتے تھے اور غریب
یا جاہل مسائل دینی پوچھنے میں سخن درشت یا سخت بات سے پوچھتا یا الحاح وزاری کرتا تو سن کر دل میں صبر فرماتے تھے اور
اس کو کسی طرح سے ناخوش نہیں ہونے دیتے تھے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق عظیم تھا جو کوئی صحبت گرامی میں
بیٹھتا تو وہ ہرگز وہاں سے برداشتہ خاطر نہ ہوتا اور راست گوئی اور ایفائے وعدہ اور بردباری آپ میں بیحد تھی اور کثرت
سے تمام خلائق سے شفقت فرماتے تھے۔ سوائے جہاد کے کبھی کسی کو اپنے دستِ مبارک سے آزار نہیں دیا۔ اور دعوت غنی
خواہ فقیر خواہ آزاد خواہ غلام سب کی قبول فرمایا کرتے تھے اور ہر متنفس کا ہدیہ وتحائف قبول فرماتے تھے اور بعوض اس
چیز کے مثل اسکے یا اس سے بہتر اسے بھیج دیتے اور اپنے اصحاب سے ہمیشہ دوستی رکھتے تھے اور انکی دلداری بھی کیا کرتے
اور ہمیشہ ہر شخص سے خیر وعافیت دریافت کیا کرتے تھے اور اگر کوئی سفر کو جاتا یا پھر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے
اور دعا بھی فرماتے اور اگر کوئی مسلمان مرجاتا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ پڑھتے اور نماز جنازہ پڑھکر اسکے واسطے
دعائے خیر ومغفرت کی فرماتے تھے اور پسماندگان کے پاس جاکر تعزیت وتہنیت فرماتے تھے اور ہر حال میں اپنے ہمسایوں
کی خبرگیری رکھتے تھے۔ اور جب کبھی کسی مومن مسلمان سے ملاقات ہوتی تو پہلے السلام علیکم کرتے اور جو لوگ اپنے کسی معاملات
میں معذرت پیش کرتے انکی عذر خواہی کو سُنتے۔ اور آپکے یہاں جو کوئی بحیثیت مہمان کے آتا اسکو بہت عزیز دوست
رکھتے اور حتی المقدور اسکی خدمت فرمایا کرتے تھے اور اپنے پاس سے کھانا وغیرہ بھی کھلاتے تھے اور جسوقت وہ مہمان
واپس سوار ہوتا تو کچھ دور تک باپیادہ چلتے اور اگر انپر سواری نہ ہوتی تو اپنی طرف سے اس کو سواری کا انتظام فرماتے
اور جو شخص حضرت کی خدمت اقدس میں آتا اسکے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت کرتا آپ بھی اسکی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہ سمجھتے تھے خواہ وہ لونڈی ہو یا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو کچھ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے پیتے لوگوں کو بھی کھلاتے پلاتے۔ اور اصحاب کبار کے ساتھ اکثر کاموں میں شریک
ہوتے تھے اور جس مجلس میں اور جماعت میں تشریف لیجاتے خالی جگہ پر بیٹھتے اور کبھی آپ نے صدر مجلس اور مسند کی
تمنا نہیں کی اور ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کیا کرتے تھے اور جو لوگ بُرائیاں یا بدی کرتے انکے ساتھ آپ ہمیشہ نیکی
اور بھلائی فرماتے تھے۔ اور غریب مسکینوں پر مہربانی فرمایا کرتے تھے اور انکو کسی وقت بھی بچشم حقارت نہیں دیکھتے تھے
اور اپنے دستِ مُبارک سے اپنے کفش اور پارچہ سیتے تھے اور اکثر اوقات کعبے کی طرف مُنہ کر کے بیٹھتے اور نماز بسیار اور
خطبہ کم پڑھتے تھے اور آپ کے سینۂ مُبارک سے حالت نماز میں آواز مثل جوشش دیگ کے آتی تھی۔ اور قیام نماز میں بہت

دیر تک کرتے تھے ایسا کہ پاؤں مبارک پھول جاتے۔ اور نماز عشاء کی اوّل شب پڑھتے پھر سو جایا کرتے اور پھر نصف شب کو اُٹھ کر نماز تہجد پڑھا کرتے تھے اور صبح کے وقت دو رکعت نماز قرأت قصر سے ادا فرمایا کرتے باقی نماز فرض باجماعت ادا فرمایا کرتے اور ہر مہینہ میں روز دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو عاشورۂ شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور حیا و شرم آپ میں بہت زیادہ تھی اور کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرماتے تھے مگر سوائے سُخن راست کے نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کسی جانور پر سوار کرا دیجئے۔ یہ بات سُنکر آنحضور صلعم نے فرمایا کہ تجھ کو بچہ ناقہ پر سوار کراؤنگا۔ اس نے کہا یا حضرت بچہ ناقہ کیونکر ہمکو سواری دیگا آپنے اس سے فرمایا کہ شتر کو بھی بچہ ناقہ کہتے ہیں۔ اور ایک دن ایک عورت نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا یا حضرت میرا شوہر بیمار ہے اور وہ آپکو دیکھنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر ہے اور اسکی آنکھ میں سفیدی ہے اور سفیدی سے حضرتؐ کو کنارہ چشم مراد تھی۔ اس عورت نے جانا کہ سفیدی روشنی چشم کو دور کرتی ہے وہی ہوگی۔ پھر اپنے گھر میں اپنے شوہر سے جاکر یہ بات جو آنحضرتؐ نے فرمائی تھی بیان کی۔ اس نے یہ بات سُنکر کہا کہ سفیدی تو سارے جہان کی آنکھ میں ہے۔ اور ایک دن ایک بڑھیا نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کی۔ اے حضرتؐ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو بہشت نصیب کرے۔ آپنے فرمایا کہ بڑھیا عورتیں بہشت میں نہ جائیں گی۔ پس یہ بات سُنکر حضرت کی بہت ہی آبدیدہ ہو کر حضرت کے سامنے سے چلی آئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اس بڑھیا سے کہو کہ کوئی شخص حالت پیری میں بہشت میں نہیں جائیگا بلکہ سب کے سب نوجوان ہو کر بہشت میں داخل ہونگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات پیراہن سبز پہنتے تھے اور جمعہ کے دن چادر سُرخ اور نماز میں ہر روز دستار سات ہاتھ کی باندھتے اور عیدین میں چودہ ہاتھ کی دستار اپنے سر مبارک پر رکھتے اور حضرتؐ نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز بادستار ادا کرنا بہت فضیلت رکھتی ہو یعنی سترہ رکعت پڑھنے کے برابر ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کُرتے اور چادر سے نماز پڑھا کرتے تھے اور کسی وقت آپ نے ایک کپڑے سے بھی نماز ادا کی ہے اور ہر شب سُرمہ داہنی آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں بھی تین بار لگاتے تھے اور کبھی حالت روزے میں بھی اپنی آنکھوں میں سُرمہ لگایا کرتے تھے اور تیل بھی سر میں ڈالا کرتے تھے اور داڑھی وغیرہ کنگھی سے صاف اور ٹھیک کیا کرتے تھے اور عطریات سے بہت خوش ہوتے تھے اور بدبو سے سخت نفرت تھی اور بہت ناخوش ہوتے تھے اور اکثر اوقات نعلین و موزے پہنتے تھے اور پہلے جو کام بھی کرتے داہنی طرف سے شروع کرتے تھے حتیٰ کہ وضو و مسواک اور دخول مسجد اور نعلین پہننا بسم اللہ پڑھکر داہنی طرف سے شروع کرتے انگوٹھی چاندی کی کبھی داہنے ہاتھ میں اور کبھی بائیں ہاتھ میں چھوٹی اُنگلی میں پہنتے تھے اور انگوٹھی کے نگینے پر اللہ محمد رسول یہ تین لفظ لکھے ہوئے تھے اور جہاد میں اکثر اوقات زرہ پہنتے تھے اور شمشیر اپنے جسم سے لٹکا لیتے تھے اور بچھونا آپ کا کھجور کی تّنی اور چمڑے کا تھا اور کھانے میں کچھ تکلف نہ فرماتے تھے اور شدت بھوک میں اپنے پیٹ سے پتّھر باندھتے تھے حالانکہ زمین کے

خزانے کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی تھیں لیکن آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور آخرت کو اختیار کیا۔ اور اگر اتفاقاً دینار یا درہم بسبب نہ آنے کسی سائل کے گھر میں رہ جاتا تو اس شب کو گھر میں تشریف فرما نہ ہوتے اور روٹی مرغ کے گوشت کے ساتھ یا پھر سرکہ کے ساتھ اکثر تناول فرماتے اور اسکو بہت دوست رکھتے تھے اور بکری کا گوشت خربزے کے ساتھ اور کھجور کے ساتھ کھاتے اور کبھی صرف خرما ہی تناول فرماتے۔ آپ کو شہد اور شیرینی سے بہت ذوق تھا۔

بیان ازواجِ مطہرات آنحضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح کیا تھا۔ اور وہ ہجرت کے تقریباً پانچ برس پہلے فوت ہوئیں اور جنت المعلےٰ میں مدفون ہوئیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا اور جب وہ ضعیفہ ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ انکو طلاق دیویں۔ جب یہ بات اُنہوں نے سُنی تو اُنہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیدی اور وہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بولیں یارسول اللہ میرے دل میں کسی چیز کی آرزو نہ رہی مگر صرف ایک بات کی آرزو باقی ہے کہ میں حشر کے دن آپکی ازواج مطہرات میں شامل ہوں۔ اُنہوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی' اور تیسری بیوی حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق چھ برس کے سن میں قبل ہجرت کے تین برس، ماہ شوال میں نکاح کیا تھا۔ اور نو برس کی عمر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے لیلۃ الزفاف کیا اور جب رسول خدا نے وفات پائی تو اسوقت حضرت عائشہؓ صدیقہ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اور رمضان المبارک کی سترھویں تاریخ ۵۸ھ مدینہ منورہ میں اُنہوں نے انتقال کیا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور چوتھی بیوی حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ طلاق رجعی دی تھی لیکن بحکم الٰہی یا حضرت عمرؓ فاروق کی شفقت سے یا اس وجہ سے کہ وہ بہت روزہ رکھتی تھیں اور بہت زیادہ نماز پڑھتی تھیں۔ اس لئے ان سے حضرت نے پھر رجوع کر لیا۔ اور اُنہوں نے ماہ شعبان ۴۵ھ میں وفات پائی۔ اور پانچویں بیوی زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا وہ بھی دو یا تین ماہ کے بعد آنحضرت کے سامنے ۴ھ میں وفات پاگئیں۔ چھٹی بیوی اُمّ سلمہ بنت سُہیل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا اور آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں جنکا نام بنت عاتکہ بنت عبد المطلب تھا اُنہوں نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ اور آپ کی ساتویں بیوی زینب بنت جحش سے آپنے نکاح کیا اور وہ بھی آنحضورؐ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں یعنی وہ امیمہ کی بیٹی تھیں اور امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھیں اور زینب بنت جحش سے پہلے نکاح زید ابن حارث سے ہوا تھا اور بعد طلاق کے جو زید بن حارث نے دیدی تھی اس کے بعد وہ آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ اسی ۲۰ھ میں وہ

فوت ہوئیں۔ اور آٹھویں بیوی حبیبہ بنت سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا اور یہ نکاح چار سو دینار کے عوض مہر میں اور نجاشی بادشاہ نے اپنی طرف سے مہر مرقومہ کو بطور ہدیئے کے ادا کیا اور انہوں نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔ اور نویں بیوی حضرت جویریہ بنت حارث سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ اور انہوں نے ۵۶ھ میں وفات پائی۔ دسویں بیوی حضرت صفیہ بنت حیی ابن اخطب سے آپ نے نکاح کیا اور یہ حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھیں اور جنگ خیبر میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بعوض آزادی کے مہر مثل مقرر کر کے اپنے نکاح میں لائے اور انہوں نے ۵۲ھ میں وفات پائی۔ اور گیارھویں بیوی حضرت میمونہ بنت حارث عامریہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ اور یہ نکاح آنحضرت نے قریہ سرف میں کیا تھا۔ اور قریہ سرف ایک گاؤں کا نام ہے اور یہ گاؤں مکے کی نواحی بستیوں میں شمار ہوتا ہے اور انہوں نے ۵۱ھ میں وفات پائی۔ اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں پانچ جاریہ تھیں پہلی ماریہ قبطیہ بنت شمعون اور حاکم اسکندریہ نے ان کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا تھا ان کے بطن سے ابراہیم ابن رسول اللہ پیدا ہوئے تھے اور ماریہ قبطیہ ۱۶ھ میں فوت ہوئیں۔ اور دوسری ریحانہ بنت زید کہ وہ داخل جاریہ بنی نضیر یا بنی قریظہ کی تھیں اور وہ ۱۰ھ میں فوت ہوئیں اور تیسری اُم ایمن اور چوتھی سلمہ اور پانچویں برصوی تھیں اور یہ تمام حوالجات جامع التواریخ سے لکھے گئے ہیں اور تمام ازواج مطہرات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مہر پانچسو درم تھا۔ مگر اُم حبیبہ اور صفیہؓ کا مہر صرف چار سو درم اور تمام ازواج مطہرات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ثیبہ تھیں صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ دوشیزہ باکرہ تھیں۔ اور سب ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بوقت وصال آنحضرت کے بقید حیات تھیں مگر خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت زینبؓ دونوں آنحضرت کے سامنے ہی فوت ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں اس بیان کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت جمہور مؤرخین حضرات کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو فرزند تھے ایک کا نام قاسم اور دوسرے کا نام عبداللہ اور لقب ان دونوں کے طیب وطاہر ہیں اور چار بیٹیاں تھیں جنکے نام یہ ہیں۔ زینب، اور رقیہ، اور ام کلثوم، اور فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہم)، اور یہ چھ اولاد ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے ہیں۔ اور کتاب روضۃ الاحباب میں یوں بھی لکھا ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اور بھی ایک بیٹے تھے جن کا نام ابراہیم تھا۔ ماریہ قبطیہ کے بطن سے مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے اور بعد تولد سولہ مہینے کے وہ فوت ہو گئے اور بعض مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ ان کا صرف دو مہینے کے بعد ہی انتقال ہو گیا۔ اور قاسم وعبداللہ قبل زمانۂ اسلام کے فوت ہوئے۔ الغرض

جمیع اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی گزر گئی مگر حضرت فاطمۃ الزہرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ مہینے بعد فوت ہوئیں۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت زینب کا نکاح ابو العاص ابن ربیع سے ہوا تھا اور وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا بھانجا تھا اور حضرت رُقیہؓ کا نکاح عتبہ ابن ابی لہب سے کیا تھا۔ اس نے غصہ کے وقت کم فہمی کے باعث رُقیہ کو طلاق دیدی اور اسکے بعد حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ اور حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی عتبہ ابن ابی لہب سے ہوا تھا۔ عتیبہ ابن ابی لہب کے مرنے کے بعد حضرت عثمان غنی نے حضرت ام کلثوم سے نکاح کیا جبکہ حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اسی واسطے حضرت عثمان غنی کا لقب ذی النورین ہے۔ یہ دونوں صاحبزادیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی فوت ہو گئی تھیں اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرہ کا نکاح جب وہ پندرہ برس چھ مہینے کی عمر میں تھیں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے جبکہ وہ اکیس برس پانچ مہینے کے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کر دیا۔ فقط۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان چاک کرنا سینہ مُبارک کا تیسری مرتبہ اور وحی لانا حضرت جبرائیل علیہ السّلام کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم کے پاس

ایک روایت میں ہے کہ جب وقت نبوّت کا اور وحی کے نازل ہونے کا قریب پہونچا تو تنقیہ اور تقویت کے واسطے سینہ مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسری مرتبہ چاک کیا گیا اور اس کی شرح یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کامل اعتکاف کی نیت کی تھی اور حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بھی آپکے ساتھ تھیں اور وہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار سے نکل کر باہر تشریف لائے اور ستاروں کی طرف دیکھنے کو کھڑے ہوئے تھے تاکہ اندازہ کیا جا سکے کہ ابھی کتنی رات اور باقی ہے۔ بس یکایک ایک آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ آپ نے فوراً سلام کا جواب دیا اور میں نے اس وقت گمان کیا کہ شاید جنّوں کا گذر اس مقام سے ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کچھ خوفزدہ ہو کر پھر اپنے اسی غار حرا میں تشریف لیگئے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے کہا کہ میں جب غار کے باہر گیا تو غیب سے ایک آواز آئی اور اس آواز میں السلام علیکم کہا گیا اور میں نے بھی فوراً جواب میں وعلیکم السلام کہا اور پھر میں خوف زدہ ہو کر اپنے غار میں چلا آیا۔ آخر یہ کیا بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ سُنکر خدیجہؓ بولیں کہ یہ تو بڑی خوشخبری ہے کیونکہ السّلام علیکم تو نشانی امن و امان اور دوستی کی ہے۔ آپ کسی طرح کا خوف نہ کیجئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ایک مرتبہ اس غار سے باہر نکل کر دیکھا کہ حضرات جبرائیل علیہ السّلام تخت پر مانند آفتاب کے بیٹھے ہیں ایک پران کا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پہونچا ہوا ہے۔ پھر میں یہ حال دیکھکر ڈرتا ہوا اپنے غار کیطرف

متوجہ ہوا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے فرصت نہ دی اور جلدی سے آکر درمیان میرے اور درمیان اس غار کے حائل ہوئے۔ یہانتک کہ ان کا دیکھنے اور ان کے کلام سُننے سے مجھ کو محبت اور دوستی پیدا ہوئی اور حضرت جبرائیلؑ میرے ساتھ وعدہ مقرر کر گئے کہ فلانے وقت میں تم کو چاہیئے کہ تنہا حاضر ہو۔ پھر میں اس وقت تنہا حاضر ہو کر کھڑا رہا۔ جب کچھ دیر ہوئی تب میں نے چاہا کہ اپنے گھر کو پھر جاؤں اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ و میکائیل دونوں فرشتے آسمان کے درمیان سے زمین پر تمام عظمت اور بزرگی کے ساتھ آئے اور پھر میرے تئیں زمین پر لٹا دیا اور پھر میرا سینہ چاک کیا اور اُنہوں نے میرا دل آبِ زم زم سے طشت زرین میں دھو کر کوئی چیز اس سے نکالی۔ مجھ کو مطلق کچھ معلوم نہ ہوا۔ پھر دل کو اپنے مقام پر رکھ کر سینے کو درست کیا اور میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کر اُلٹا دیا جس طرح برتن سے کوئی چیز گرانے کو اُلٹتے ہیں۔ اسکے بعد میری پُشت پر ایک مُہر بھی لگادی یہانتک کہ اثر اس ضرب مُہر کا مجھ کو پہونچا۔ اور جب عمر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس برس اور ایک دن کی ہوئی تب آپکو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور نزولِ وحی کا سلسلہ قائم ہوا اور سب سے پہلے وحی کا نزول اسی غارِ حرا میں ہوا اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر سال ایک مرتبہ اس غار حرا میں تشریف لیجاتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ پھر ایک مہینہ عبادت کرنیکے بعد مکے معظمہ میں تشریف لے آتے اور سات مرتبہ طواف بیت اللہ کا کر کے مکان میں تشریف لاتے۔ اور ایک روایت میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غار حرا میں عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ ایک شخص نورانی چہرہ نہایت خوبصورت مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ خوشخبری ہے تجھکو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور میں جبرائیل ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپکے پاس بھیجا ہے اور آپ کو اس اُمت کا آخری نبی آخر الزماں بنایا ہے؛ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں میدان میں جاتا تو وہاں پر ایک آواز سُنتا تھا۔ اے محمدؐ اور وہاں پر ایک شخص نورانی چہرہ والے کو دیکھتا تھا کہ وہ سونے کے تخت پر زمین و آسمان کے درمیان معلق کھڑا ہے اور میں اس آواز اور صورت کو دیکھکر بھاگتا تھا۔ جب کئی دفعہ ایسا ہی معاملہ ہوا تب ورقہ بن نوفل جو چچیرا بھائی خدیجۃ الکبریٰ کا تھا اور وہ شخص توریت وانجیل کے علم سے خوب واقف تھا۔ اس سے میں نے یہ بات کہی۔ یہ سُنکر اس نے کہا کہ جب تم وہ آواز سُنو تو مت بھاگو اور کان دھر کر سُنو کہ اس آواز میں کیا کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی میں نے کیا پھر جب آواز آئی یا محمدؐ پھر میں نے کہا لبیک اس نے کہا کہ میں جبرائیل ہوں اور تم اس اُمت کے نبی ہو۔ اور پھر یہ کلمہ پڑھا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پھر پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تا آخر سورۃ۔ اور ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ (ترجمہ) یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے جو مجھ پر نازل ہوا قرآن مجید سے وہ سورۃ فاتحہ ہے اور یہ مناجات کی تعلیم کے واسطے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کے واسطے نازل فرمائی اور اسی طرح جو حاجت جسوقت ہوتی آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت وحی نازل ہوتی تھی اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ محض تعلیم اور طاقت قرأت کے واسطے نازل ہوئی اور اسکے نزول کی کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے وہ چیز کہ علامت وحی کی ہے نازل ہوئی اس سے یہ ہوا کہ تمام خواب سچے دیکھنے لگے اور جو کچھ رات کو خواب میں دیکھتے تھے اسی طرح دن کو صبح صادق کی وہی چیز ظاہر ہو جاتی تھی۔ اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جو کہ مکہ معظمہ کے متصل ہے تشریف فرما ہوتے تھے۔ اور پھر چند روز کے کھانے پینے کا اسباب اپنے ہمراہ لیکر تنہا اس مکان میں تسبیح و تہلیل اللہ تعالیٰ کی کرتے تھے اور جب کہ کھانے پینے کا اسباب تمام ہو جاتا تب پھر وہ دولت خانے پر تشریف لاتے اور دو ایک روز دولت خانے پر ہی تشریف رکھتے اور پھر اسی غار میں واپس جا کر ایک مہینے سے کم رہتے اور کبھی ایک مہینہ بھی رہتے۔ ایک دن خلوت کے ایام میں اس غار سے باہر تشریف لائے بغرض طہارت کے پانی کے کنارے کھڑے تھے۔ یکایک جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی یا محمدؐ۔ آنحضرتؐ نے اوپر کی طرف نگاہ کی تو کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اسی طرح سے آواز دو تین بار آئی، تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ متحیر ہوئے اور دائیں بائیں نگاہ کرنے لگے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص نورانی چہرہ مانند آفتاب کے روشن اور نور کا تاج اپنے سر پر رکھے ہوئے اور لباس سبز پہنے ہوئے شکل آدمی کی سی جب وہ نزدیک آنحضرتؐ کے پہونچے اور کہا پڑھ، اور بعض روایتوں میں لکھا ہے کہ اس شخص کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا حریر سبز کا تھا کہ اس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا اور پھر کہا کہ پڑھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حرف کی صورت کو نہیں پہچانتا ہوں اور میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر جبرائیلؑ نے کہا پڑھ اور پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا اور زور سے دبایا یہانتک کہ دبانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف ہوئی اور پسینہ بدن مبارک میں آگیا اور اسی طرح تین مرتبہ کیا اور پھر کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ پانچ آیتوں تک اور ان آیتوں کو خوب یاد کرایا۔ اور بعض روایتوں میں یوں آیا ہے کہ بعد تعلیم ان آیتوں کے جبرئیلؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اس سے ایک چشمہ پانی کا جاری ہوا اور آنحضرتؐ کو طریقہ طہارت وضو اور استنجا کا سکھایا۔ اور دو رکعت نماز کی تعلیم و تلقین کی اور سورۂ فاتحہ سکھائی کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں اسکو پڑھا کرو۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترساں و لرزاں اپنے گھر پر آئے اور خدیجۃ الکبریٰؓ کو فرمایا۔ کہ جلدی میرے بدن پر کمبل ڈالدو تاکہ میرے بدن سے لرزہ دفع ہو، پھر جب لرزہ جاتا رہا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے کیفیت دریافت کی۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ماجرا انکے آگے بیان کیا۔ خدیجہؓ نے کہا کہ آپ ہرگز کچھ خوف نہ کیجئے اس واسطے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے صفات رحمت کے آپ پر ظاہر کیئے ہیں کیونکہ آپ ہمیشہ مسافروں کے ساتھ حسن سلوک اور مہمانوں کی ضیافت اور محتاجوں کے کام میں یاری اور ضعیفوں پر رحم اور اپنے اقرباؤں پر احسان کرتے ہیں اور راست گفتار اور امانت دار ہیں۔ اور جب کوئی اس مرتبہ میں خلق اللہ پر رحم کرے وہ مستحق رحمت الٰہی کا ہوتا ہے۔ اور ایک دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ الکبریٰؓ کے گھر میں بیٹھے تھے اتنے میں

حضرت جبرائیلؑ آئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی خدیجۃ الکبریٰ سے کہا کہ دیکھو جو شخص اس دن ہمارے پاس آئے تھے وہ یہ ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل میں آبیٹھیں اور کہا کہ آپ کو انکی صورت معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب تک موجود ہیں انکو میں دیکھتا ہوں۔ تب حضرت خدیجہ نے سر اپنا برہنہ کیا اور حضرت سے کہا کہ اب بھی آپ دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تب خدیجۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ ہے آپ کو خوشخبری دینے آیا ہے اگر وہ جن ہوتا تو سر برہنہ سے شرم نہ کرتا اور غائب نہ ہوتا۔ پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے جو کہ دین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رکھتا تھا اور توریت اور انجیل سے خوب واقف تھا اور عبرانی زبان سے ان کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا۔ حضرت خدیجہ نے تمام احوال رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا جبرائیل نام کا ایک بڑا فرشتہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں پر وحی لاتے ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس بھی آئے تھے۔ اگر تم سچ کہتی ہو تو محمد عربی نبی ہیں انکی صفت میں نے دیکھی ہے آسمانی کتابوں میں کہ وہ عرب سے نکلیں گے بھلا کہو تو جبرائیلؑ نے ان کو دعوت اسلام کے لئے فرمایا ہے یا نہیں۔ خدیجہؓ نے کہا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ سکھایا ہے ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ان پر حکم دعوت اسلام کا ہوتا تو میں اوّل اسلام میں داخل ہوتا۔ پس ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مت ڈریں اور اپنے دلمیں کسی قسم کا کوئی اندیشہ بھی نہ کریں لیکن آپ کی قوم کے لوگ اس مرتبۂ اعلیٰ کو جو انکے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے نہیں پہچانیں گے یہاں تک کہ تم کو اس شہر سے نکالیں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اسوقت تک زندہ ہوتا۔ میں ضرور آپ کی مدد کرتا اور سعادت دارین حاصل کرتا۔ پس اس کے چند ہی دن بعد ورقہ بن نوفل نے انتقال کیا۔ اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ جامہ سفید پہنے ہوئے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر لوگوں سے بیان کی کہ یہ علامت بہشتی ہونے کی ہے اور اسکے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ (ترجمہ) یعنی اے لحاف یا کمبل اوڑھنے والے کھڑے ہو جائیے برائے ادائیگی مراسمِ نبوّت کے اور تمام مخلوقات کو عذاب الٰہی سے ڈرا دیجئے۔ پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کمبل اپنے بدن سے اُتار ڈالا اور فوراً اپنے بستر سے اُٹھے۔ خدیجہؓ نے کہا اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں آپ سوتے نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ اب سونا میرا نہیں ہوگا کیونکہ حضرت جبرائیلؑ میرے پاس دوسری مرتبہ آئے اور میرے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی لائے اور پھر مجھکو کہا کہ مخلوقِ خدا کو اسلام کی دعوت دو اور خدا کی طرف بلاؤ تاکہ وہ لوگ بُت پرستی چھوڑ دیں اور خداوند قدوس کی عبادت کرنے لگیں۔ اب میں سوچتا ہوں کہ کس کو کہوں کون میرا کہنا مانے گا اور یقین کرے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ سُنکر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ آپ سب سے پہلے مجھ کو ایمان کی راہ بتایئے تاکہ میں ایمان لے آؤں۔ پھر یہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہؓ

کو ایمان کی تلقین فرمائی۔ اس طرح وہ اول ایمان لائیں اور مسلمان ہوئیں اور اسوقت حضرت علی ابن ابی طالب کی عمر سات برس کی تھی تمام دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے جب دیکھا کہ رسول خداؐ اور خدیجہؓ کو نماز پڑھتے کہنے لگے یہ کیا کام کرتے ہیں اور اس طرح کس کی عبادت کرتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم خدائے عزوجل کی عبادت کرتے ہیں۔ علی ابن ابی طالب نے کہا تمہارا کونسا خدا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا خدا وہ ہے کہ جس کے دستِ قدرت میں تمام زمین وآسمان اور سارا جہان ہے اور اس نے مجھ کو جملہ خلائق پر پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں لوگوں کو ایمان باللہ کی طرف بلاؤں اور نیک کاموں کی ہدایت کروں اور میں تم کو بھی کہتا ہوں کہ تم بھی اس راہ خدا پر آؤ اور اپنے باپ دادا کی رسم کو چھوڑو۔ یہ سُنکر اُنہوں نے کہا کہ میں بے اجازت اپنے باپ کے کوئی بھی کام نہیں کرتا ہوں اس بارے میں اپنے باپ سے پوچھوں گا پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا کہ خبردار یہ بات سوا چچا ابو طالب کے اور کوئی نہ سننے پاوے۔ تب علی ابن ابی طالب حضرت خدیجہؓ کے گھر سے نکل آئے اور اپنے دل میں سوچا کہ جس کو اللہ تعالےٰ ایمان بخشے اور راہ نجات کی دیوے وہ کیوں دین اسلام سے پھرے اور کیوں اپنے باپ سے اس بارے میں صلاح پوچھے۔ پس یہ سمجھکر وہیں سے پھرے اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فوراً ہی آپ پر ایمان لے آئے اور پھر نماز بھی ادا کی۔ اس طرح حضرت خدیجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دین اسلام سے مشرف ہوئے اور ادھر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ آپ تمام رات آرام نہیں فرماتے تھے اور دلمیں یہ خیال فرماتے رہتے تھے کہ کہیں یہ راز کسی اور پر نہ ظاہر ہوجائے۔ ایک دن آپ کے خیال مبارک میں آیا کہ ابوبکر مرد معتمد بزرگ اور عقلمند ہیں اور مجھ سے کافی دوستی بھی رکھتے ہیں ان سے جاکر یہ راز کی بات کہوں اور پھر ان سے صلاح کروں دیکھوں وہ اسکے متعلق کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ فجر کی نماز کے بعد انکے پاس جانے کا قصد مصمم کیا۔ اِدھر حُسن اتفاق سے ابوبکر صدیق بھی مرضی الٰہی سے اسی شب اس میں متردد ہو رہے تھے کہ بُت پرستی جو ہم لوگ یا ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ہم اسمیں کچھ فائدہ متصور نہیں دیکھتے ہیں کیونکہ بتوں سے نہ کچھ خیر ہے اور نہ کچھ شر۔ یہ تو محض فضول اور لایعنی شئے ہے کاش اگر کوئی ہوتا اور راہ ہدایت کی بتاتا تو بہت ہی اچھا ہوتا اور میں اسوقت اس آفت سے بچتا اور دل میں یہ خیال بھی آیا کہ محمدؐ امین برادر زادہ ابو طالب ہیں وہ مرد عاقل و دانا ہیں اور ہماری ان سے جانی محبت واُلفت ہے اور وہ بُت پرستی بھی نہیں کرتے ہیں۔ صبح اُنکے پاس جانا چاہیئے ممکن ہو کہ وہ ہمکو راہِ خدا بتادیں اور اُدھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُنکے پاس آنے کا عزم کیا تھا کہ ابوبکر کے پاس جادیں اور اپنا راز بیان کریں۔ اتفاقاً راہ میں دونوں حضرات کی اچانک ملاقات ہوئی اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ میں آپکے پاس آتا تھا تاکہ میں آپ سے کچھ مشورہ کروں اور ابوبکر صدیق نے بھی عرض کیا کہ یا حضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) میں بھی آپکے پاس آتا تھا تاکہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف ہوں اور کچھ راہ دین معلوم کروں۔ یہ سُنکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کیا بات ہے

حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں کیا بات ہے۔ پھر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیفیت نزولِ جبرائیلؑ کی اور ان کا وحی لانا خدا کے پاس سے اور حقیقت خواب کی سب کچھ ابوبکرؓ سے بیان فرمائی۔ سُنتے ہی ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کیا ہے کہ آپ کو پیغمبر بنا کر ہمارے لوگوں میں بھیجا ہے۔ اے پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو فوراً ہی ایمان باللہ کی راہ بتائیے۔ پھر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کو راہِ ہدایت بتائی اور وہ فوراً ہی ایمان و اسلام سے مشرف ہو گئے اُنہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں جس کسی کو ایمان کی دعوت دیتا تھا وہ فی الفور ہی انکار کر دیتا تھا لیکن ابوبکر صدیقؓ نے انکار نہیں کیا اور فوراً ہی مشرف باسلام ہو گئے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ایمان لائیں اور لڑکوں میں حضرت علیؓ ابن ابیطالب ایمان لائے اور نوجوانوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان سے مشرف ہوئے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال حبشیؓ ایمان لائے تھے اور آزاد کردہ غلاموں میں زیدؓ بن حارث ایمان لائے تھے اور یہ بہت بڑا مرتبہ سعادت مندی کا ہے کیونکہ یہ مرتبہ اور کسی اصحابوں کو میسّر نہ ہوا۔ پھر اسکے بعد حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ ابن وقاص اور حضرت ابی عبیدہؓ ابن ابن الجراح اور حضرت عبداللہؓ ابن مسعود اور حضرت سعیدؓ ابن زید رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ تقریباً اُنتالیس آدمی ایمان لائے تھے لیکن پھر بھی اپنا دین پوشیدہ رکھتے اور نماز خفیہ پڑھتے تھے۔ ایک دن کوہ حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کی دعوت کی اور انکو راہِ ہدایت کی طرف توجہ دلائی لیکن اسکے جواب میں ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑوں گا۔ ہاں تم کو جو کچھ خدا نے فرمایا ہے تم اس پر قائم رہو اور میں ہمیشہ تمہارا پشت پناہ رہونگا اور کوئی ایذا نہ دے سکے گا۔ اور ابوجہل کو جب خبر اسلام کی پہونچی تو وہ مردود کہنے لگا کہ میں اگر ایسا جانتا کہ لوگ محمدؐ ابن عبداللہ پر ایمان لاوینگے تو میں انکا سر پتھر سے کچلتا اور اگر محمدؐ ابن عبداللہ مسجد میں سوائے ہبل کے اور کسی کو سجدہ کریگا تو اس کا سر پتھر سے میں ایسا کچلوں گا کہ مغز بھی اس کا باہر نکل پڑیگا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ میں کافروں نے تین سو ساٹھ بُت پوجنے کے واسطے رکھے تھے اور سب سے بڑا بُت ہبل کا تھا اور لات اور منات دوسری جگہ پر رکھے ہوئے تھے اور جب اہلِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین اسلام کی بات سُنی تو بہت زیادہ برہم ہوئے اور اس کی پاداش میں بہت ظلم کئے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی بھی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو بہت ستایا۔ اور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا دی یہاں تک کہ اہل بیت کو معہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درمیان شعب کے محاصرہ کیا اور اس محاصرہ میں تقریباً تین برس رہے۔ پھر محاصرہ سے باہر تشریف لائے اور ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سجدے میں مشغول تھے کہ عُقبہ بن ابی مُعیط نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گلے مُبارک پر کپڑا ڈالا اور دونوں کنارے اپنے

ہاتھ میں لیکر زور سے کھینچنے لگا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر چھڑایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ابوجہل لعین نے آکر مٹی کی ٹوکری سر مبارک پر ڈال دی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کوئی دن جنگ اُحد سے زیادہ تکلیف ہوئی ہے جس روز آپ کے دشمنوں نے آپکے دندانِ مبارک شہید کیئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن میں کافروں کی جماعت کو ہدایت کرتا تھا اور انہوں نے میری تصدیق نہ کی اور مجھ کو کئی قسم کی ایذا دی اور مجھ پر ظلم کیا یہانتک کہ پاؤں کے تلوے تک میرے خون سے تر ہوگئے۔ اس حالت میں مَیں نے درگاہِ باری تعالےٰ میں عرض کی۔ چنانچہ دربارِ الٰہی سے ایک فرشتہ جو پہاڑوں پر مؤکل ہے اس نے آکر مجھ کو سلام کیا کہ آپ کی آزردگی موجب ملال ہے تمام فرشتوں کیلئے اگر آپ مجھ کو حکم فرمائیں تو مَیں دونوں پہاڑوں کو بحکم الٰہی جو کہ مکے کے گرد میں واقع ہیں ملادوں اور تمام زمین مکے کی اُٹھا کر اُلٹ پلٹ کردوں کہ اسکی پہچان بھی نہ ہو سکے۔ آپ کا جو حکم ہو میں بجالاؤں۔ تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے نہ کہ کسی قوم کے ہلاک کرنے کے واسطے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (ترجمہ) یعنی نہیں بھیجا ہم نے تمکو اے محمد صلعم مگر واسطے رحمت عالمین کے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ترقی اسلام کی مکے کے کافروں نے دیکھی عتبہ بن ربیعہ کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ عتبہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کی کہ اے میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ تم حسب ونسب میں سب سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہو۔ پھر بھی تم نے ایسا کام اختیار ہے کہ اس سے اپنے ماں باپ کا کفر لازم آتا ہے اور آباؤ اجداد پر طعنہ ہوتا ہے۔ اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ ایک کاہن قریش میں ظاہر ہوا ہے اور ہم کو ہر طرح سے طعن کرتے ہیں۔ اگر بسبب شہوت کے آپ یہ باتیں کرتے ہیں تو جس عورت کی قریش میں سے خواہش ہو اسکے ساتھ تمہارا نکاح کردوں اور اگر آپ کو مال حاصل کرنے کی تمنا ہے تو مال دونگا کہ آپ بہت اچھے تونگر ہو جائیں گے اور اگر آپکو حاجت مال کی نہ ہو اور حاکم بننا چاہتے ہو تو تم کو ملک کا والی بنا دونگا اور اگر خلل دماغ ہو تو آپکے واسطے طبیب حاذق مقرر کردوں تاکہ آپ کا صحیح طور پر علاج ہو جائے۔ یہ باتیں عتبہ ابن ربیعہ کی سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) اُتاری ہوئی بخشنے والے مہربان کی طرف سے کتاب ہے کہ جدا جدا کی گئیں آیتیں اس قرآن عربی کی واسطے اس قوم کے جو عقلمند ہیں۔ پھر اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ قولہٗ تعالیٰ۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ (ترجمہ) پس اگر وہ مُنہ پھیریں پس تو کہہ میں نے خبر سنادی تم کو عذاب آسمان سے مانند عذاب قوم عاد کے اور قوم ثمود کے۔ پھر عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ سوا اسکے اور کچھ یاد نہیں آتا ناچار ہوکر عتبہ بن ربیعہ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں نے ایک ایسا بڑا کلام محمد ابن عبداللہ سے سُنا کہ وہ کبھی کسی سے نہیں سُنا۔ بس اب

انکی اصلاح یہی ممکن ہے کہ ان کو ایذا دینے میں کوشش نہ کریں اور انکو اپنے حال پر ہی چھوڑ دو۔ اگر ان سے تم لڑنا چاہتے ہو تو بے فائدہ ہوگا کیونکہ اگر تم ان پر غالب ہو گئے تو کوئی چیز بھی تمہارے ہاتھ نہ آوے گی اور اگر وہ تم پر غالب ہوئے تو تو جو ملک تمہارا ہے وہ انکے ہاتھ آجائیگا۔ پس عتبہ بن ربیعہ سے یہ سُنکر مشرکوں نے کہا کہ شاید تجھ کو اس نے جادو کیا ہے اسی وجہ سے تو اس کی طرفداری کرتا ہے عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ جو میری عقل میں آیا وہ میں نے تمہارے سامنے کہہ دیا آگے تم لوگ مختار ہو۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ قریش کے حق میں کبھی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بددعا نہیں کی مگر ایک دن قریب مکہ معظمہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے ابوجہل لعین نے نجاست کی ٹوکری عقبہ بن معیط کے ہاتھ سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر حالت سجدے میں ڈلوا دی بعد فارغ ہونے نماز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ملعونوں کے واسطے بددعا فرمائی جس کا نتیجہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے ان کفاروں کو بدر کی لڑائی میں دیکھا کہ انکی بُری حالت ہوئی یہانتک کہ لوگ انکے بال پکڑ کر زمین پر کھینچتے ہوئے کنوئیں میں ڈالتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جسوقت انیس[۱۹] صحابہ مشرف باسلام ہوئے تب ابوبکر صدیقؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے التماس کی کہ یا رسول اللہ کیوں ہم اب اسلام کو چھپائیں اور اب بہتر ہے کہ علی الاعلان عبادت الٰہی کریں اور لوگوں کو دعوت اسلام کی دیں۔ پھر رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کہنے سے مسجد الحرام میں جا بیٹھے اور ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا تو اس وقت مشرکین نے اور عتبہ نے مِل کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بازوئے مبارک پر سخت ضرب پہونچائی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بیہوش ہو گئے اور پھر بنی تمیم انکو وہاں سے اُٹھا کر گھر میں لائے اور ساری رات بیقرار رہے۔ جب تھوڑا سا ہوش آیا پھر رسولِ خدا کے پاس تشریف لائے پھر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ اے ابوبکرؓ تم نے بہت تکلیف و رنج محبت میں اُٹھایا۔ یہ بات سُنکر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ جو برضائے خدا و رسول مقبول مجھ پر گذرے ہیں اس سے ناراض نہیں ہوں بلکہ بخوشی راضی و صابر ہوں اور راحت عقبٰی کی تمنا ہر وقت دل میں موجزن ہے۔ مگر ہاں عتبہ سے مجھ کو درد و رنج بہت پہونچا کیونکہ ضرب شدید کی وجہ سے میرے تمام اعضا جسم میں درد پیدا ہوگیا ہے جسکو دیکھکر دین کے دشمن ہنستے ہیں۔ یہ سُنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تمام اعضاء بدن پر پھیرا۔ اسی وقت درد اور صدمے سے صحت پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے پانچویں برس عمر فاروقؓ ابن خطاب ایمان لائے اور ان کے سبب اسلام میں تقویت اور عزت زیادہ ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ قوت اور شجاعت میں اور جوانمردی اور حشمت میں عرب کے درمیان مشہور و معروف تھے اور تمام عرب اُن سے ڈرتے تھے۔ جب حضرت امیر حمزہؓ ایمان لائے تب ابوجہل نے ولید بن مغیرہ اور ابوسفیان اور ابولہب اور حضرت عمرؓ کے باپ وغیرہ سرداران قریش کو بُلا کر کہا کہ اے قریش کے سردار و امیر حمزہ تو محمدؐ ابن عبداللہ پر ایمان لا کر گیا بیہودہ اور

خرافات باتیں کرتا ہے ایسی کبھی کسی نے نہیں کیں اور نہ کسی سے ایسی باتیں سُنیں۔ یہ سُنکر ابولہب نے کہا کہ اے ابو الحکم
میری بات سُنو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ محمدؐ ابن عبداللہ کا سر کاٹ لو بعدہٗ اسکے یاروں کا تدارک کیا جاویگا۔ ابوجہل نے
یہ بات سُنکر کہا کہ قسم ہے مجھ کو لات وعزّیٰ کی کہ جو کوئی محمدؐ ابن عبداللہ کا سر کاٹ کر لاویگا میں اسکو ایک شتر کا بوجھ
سونے اور چاندی اور دس غلام اور لونڈی میں دونگا۔ عمر ابن الخطاب نے کہا کہ یہ کام تو میرا ہے۔ ولید بن مغیرہ
نے کہا کہ دیکھو محمدؐ ابن عبداللہ کی تائید میں تمام بنی ہاشم ہیں یہ کام کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ سُنکر عمر ابن الخطاب نے
لات وعزّیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر بنی ہاشم ان کی تائید میں آویں گے تو انکو بھی اسی تلوار سے قتل کر دونگا۔ یہ کہکر تلوار
لٹکا کر چلے، اتفاقاً اثنائے راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے عمر کہاں جاتے ہو۔ کہا کہ میں اس وقت
محمدؐ ابن عبداللہ کا سر کاٹنے کو جاتا ہوں۔ یہ سُنکر اس اعرابی نے کہا کہ اے عمر! حمزہ کے ہاتھ سے کیسے خلاصی پاؤ گے
وہ تو محمدؐ ابن عبداللہ پر ایمان لاچکے ہیں۔ یہ بات سُنکر عمر بولے اگر وہ محمدؐ ابن عبداللہ کی تائید میں ہیں تو میں اس کا بھی
سر کاٹوں گا۔ پھر اعرابی بولا اے عمر کیا تم اپنے گھر کی بھی خبر رکھتے ہو۔ بولے نہیں۔ اس نے کہا کہ تیری بہن فاطمہ اپنے
خاوند کے ساتھ محمد ابن عبداللہ پر ایمان لاچکی ہے اور تیرا داماد سعید بھی ایمان لایا ہے۔ عمر نے کہا کہ انکی اسلامیت کیونکر معلوم
ہوگی۔ کہنے لگے اگر ان کو کھانے کے وقت اپنے یہاں بُلاؤ نگا تو وہ نہ آئیں گے اس طرح سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ ایمان
لائے ہیں۔ پس عمر یہ بات سُنکر اپنی بہن کے گھر کی طرف چلدیئے۔ راہ میں پھر ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس نے کہا
اے عمر تو کہاں جاتا ہے۔ بولے میں محمدؐ ابن عبداللہ کا سر کاٹنے جا رہا ہوں۔ اعرابی بولا بھلا ایک بات تو سُن کہ جو تیرے
سامنے بکری ہے تو اسکو پکڑ تب معلوم ہوگی تیری شجاعت۔ پس عمر اس بکری کے پیچھے اسقدر دوڑے کہ تمام بدن میں
پسینہ آگیا آخر عاجز ہوگئے۔ لیکن بکری نہ پکڑ سکے، اپنے دلمیں بہت شرمندہ ہوئے۔ پھر اعرابی نے کہا کہ اے عمر بکری کو تو
پکڑ نہ سکا، اور وہ محمدؐ ابن عبداللہ تو شیرِ خدا ہے انکو تو کیونکر پکڑے گا۔ پس عمر وہاں سے خجالت پاکر غصہ ہو کر اپنی بہن کی
طرف چلے اور وہاں جاکر یہ کہا کہ اے بہن مجھ کو بہت بھوک لگی ہے کچھ کھانے کے واسطے لاؤ۔ تب اُنکی بہن نے جلدی سے
کھانا تیار کر کے ان کو لا کر دیا اور عمر نے کھاتے وقت اپنی بہن کو اسی دسترخوان پر کھانا کھانے کو بُلایا اس نے ان کے ساتھ کھانے
سے انکار کر دیا۔ پھر عمر نے جانا کہ یہ مسلمان ہو چکی ہے۔ پس اسی وقت بال اپنی بہن کے پکڑ کر چاہا کہ سر اس کا اسکے تن سے
جدا کروں۔ تب زید نے جو ان کے شوہر تھے عمر کے ہاتھ سے چھڑایا اور پھر کچھ حیلہ کر کے غصہ انکا ٹھنڈا کیا اور پھر اطمینان
سے ان کو کھانا کھلایا۔ یہاں تک کہ جب رات ہوئی تو عمر سو گئے اور ان کی بہن سورۂ طٰہٰ پڑھنے لگی۔ جب وہ اس آیت پر
پہونچیں لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (ترجمہ) اللہ کے واسطے ہے جو
کچھ آسمانوں کے اور زمین کے ہے اور جو دونوں کے درمیان میں ہے اور جو تحت الثریٰ میں ہے۔ جب اس آیت
کا مطلب عمر کے کان میں پہونچا تو دل عمر کا اسلام کی طرف مائل ہوا۔ پھر وہ اپنے بستر سے اُٹھ کر اپنی بہن فاطمہ کے

پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم کیا پڑھتی ہو۔ وہ بولیں کہ میں کلام اللہ پڑھتی ہوں جو محمد ابن عبداللہ پر نازل ہوا ہے۔ اس جگہ بعض نے کہا ہے کہ عمر کے ڈر کے مارے اس کاغذ کو جس پر کلام اللہ لکھا تھا تنور کے اندر ڈال دیا۔ مگر وہ خدا کے فضل سے نہ جلا۔ عمر نے کہا کہ وہ لاؤ کہاں ہے۔ یعنی تم اس کاغذ کو لاؤ جس پر وہ کلام اللہ لکھا ہوا ہے کیونکہ میں بھی اسکو پڑھونگا تب ان کی بہن فاطمہ نے کہا۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (ترجمہ) جو کوئی مشرک ہے وہ نجس ہے اور ناپاک ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھنا چاہتے ہو تو پاک صاف ہو کر باطہارت پڑھو کیونکہ اس کو چھونا بغیر پاکی کے درست نہیں پھر اسی وقت عمر نہا دھو کر پاک صاف باطہارت ہو کر ہاتھ میں اس سورت کو لیکر پڑھنے لگے اور پھر اس کے معنی اور مطالب دریافت کر کے رونے لگے اور پھر انکی اسلام کی طرف خواہش ہوئی۔ پھر سو رہے۔ جب فجر ہوئی ابو جہل وغیرہ مشرکوں کی بات یاد پڑی پھر تلوار لٹکا کر بارادہ کار موعودہ کے روانہ ہوئے۔ پھر اثناء راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی۔ وہ اعرابی بولا اے عمر تو کہاں جاتا ہے بولے کہ میں محمدؐ ابن عبداللہ کا سر لانے کو جاتا ہوں وہ بولا کہ محمدؐ کہاں ہیں تو جانتا ہے وہ امیر حمزہ کے پاس ہے پھر وہاں سے امیر حمزہؓ کے گھر کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا اے جبرائیل ہمارے رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو جاکر کہو کہ عمر تمہاری طرف آتا ہے تم اس سے مت ڈرنا بلکہ تم اس کو اسلام کی دعوت دینا۔ جب وہ تمہارے پاس آوے تو تم نبوت کی قوت سے اس کا پنجہ سخت پکڑو جب تک وہ ایمان نہ لاوے اور اس وقت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُنتالیس ۳۹ آدمی تھے۔ عمر امیر حمزہ کے دروازے پر آئے اور دستک دی اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ میں عمر بیٹا خطاب کا ہوں بمجرد استماع رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے آکر دروازہ کھول دیا۔ جب عمر نے اپنا پاؤں دروازے کے اندر رکھا تو حسب تعلیم جبرائیلؑ کے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کی قوت سے اسوقت عمر کا پنجہ پکڑ کر دبایا اور تکبیر پڑھ کر دعوتِ اسلام دی۔ عمر اسی وقت ایمان لائے اور کہا یا رسول اللہ لعنت خدا کی اس پر ہے جو درپئے ایذا آپکے رہے پس رسولِ خدا نے کلمۂ شہادت عمر کو تلقین کیا اور عمر دینِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ اسوقت رب جلیل کی جناب سے حضرت جبرائیلؑ یہ آیت لیکر آئے۔ قولہ تعالیٰ یَا اَیُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ترجمہ) کہا اللہ تعالیٰ نے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کفایت ہے تجھ کو اور ان لوگوں کو جتنے تجھ پر ایمان لائے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اسوقت عالم سفلی سے عالم ملکوت تک خوشی حاصل ہوئی اور اسوقت نبی کریم نے فرمایا۔ اے عمر تو جس جگہ خواہش کریگا غالب ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ دعوتِ اسلام سب کو دینا چاہئے اور اپنے اصحاب کو فرمائیے کہ وہ کوچہ و بازار میں جاکر دعوتِ اسلام لوگوں کو علی الاعلان دیں اور اگر کوئی شخص اسمیں کوئی بات ناشائستہ کہے تو اسکو پکڑ لاویں اور میں خود بھی تمام قریشیوں کو دعوت اسلام دیتا ہوں۔ یہ کہکر سب کو حضرت عمرؓ نے جمع کر کے کہا کہ اے معشر قریش اب میں اسلام میں داخل ہو گیا ہوں اور حلقۂ محمدیؐ میں پہونچ چکا ہوں اب اگر

کوئی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کھڑا ہوگا تو میں اسکو زندہ نہ چھوڑونگا۔ اے ابوجہل! دین محمدیؐ حق ہے اور دین تم سب کا باطل پرستی بالکل جھوٹ ہے۔ یہ سنکر ابوجہل نے اور خطاب نے کہا کہ اے بیٹا کیا تو دیوانہ ہوا ہے یا محمد صلعم کے جادو نے تجھ پر اثر کیا ہے جو تو ہمارے معبودوں کی تکذیب کرتا ہے۔ اب میں تجھ کو مار ڈالونگا حضرت عمرؓ نے کہا اے باپ کفر کا کلام چھوڑو۔ خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور سچے مسلمان ہو جاؤ خطاب نے ان باتوں سے طیش میں آکر کہا کہ اے عمر تو بیہودہ باتیں جو کرتا ہے اسکے سبب آج تیری شامت آئی ہے اور موت تیری قریب آگئی ہے جو تو ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ جب عمرؓ نے شمشیر میان سے نکالی تو یہ دیکھکر ابوجہل تو بھاگا اور خطاب بھی چاہتا تھا کہ بھاگے لیکن حضرت عمرؓ نے وہیں کام اس کا ایک ہی وار میں تمام کر دیا۔ یعنی اپنے باپ کا سر کاٹ لیا۔ جب یہ خبر لوگوں میں پہونچی تو حضرت عمرؓ کے رعب سے مکے کے گرد و نواح میں اور دیگر ملکوں میں اور جملہ کفاروں میں زلزلہ آگیا لیکن تمام مسلمان نہایت خوش و خرم رہے۔ جس دن یہ واقعہ ہوا اس روز طائف اور مکے میں کوئی باقی نہ رہا کہ دعوتِ اسلام اس تک نہ پہونچی ہو۔ نماز اور اذان جابجا آشکارا ہوئی، جماعت باقاعدہ ہونے لگی اور ادھر حضرت عثمان بن عفان بھی ایمان لے آئے اور پورے طور پر اسلام میں داخل ہو گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد دس برس تک اپنی قوم کو دعوت اسلام دی۔ جب دیکھا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نا امید ہو کر غیر قوموں کی ہدایت کی طرف مشغول ہوئے اور مکے سے طائف کی طرف تشریف لے گئے وہاں جاکر راہِ خدا کی ہدایت و تلقین کرنے لگے۔ وہاں کے سردار تین آدمی تھے وہ کوئی ایمان نہ لائے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کی اور پھر اپنے شہر سے بھی نکال دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار عکاظ میں تشریف لائے اور اثنار راہ میں مقام نخلہ میں منزل کی جب رات ہوئی تو اپنے ساتھیوں کو لیکر نماز میں مشغول ہوئے اور قرأت جہر سے پڑھنے لگے۔ اس عرصہ میں نو شخص قوم جن نے شہر نصیبین سے کہ وہ فرشتہ نہ ہو شیطان سے کہ عمدہ ترین قبائل جنوں میں سے ہیں۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ ان کا سیر کرنا اس واسطے تھا کہ جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ اسی وقت سے جنوں کا آسمان پر جانا موقوف ہوا۔ جب کبھی اوپر جانے کا قصد کرتے تو شعلۂ آتش ان پر گرنا شروع ہوتا اسی واسطے تمام جنوں نے ایک جگہ جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کہ دیکھو اور تلاش کرو مشرق سے مغرب تک دنیا میں کون ایسا شخص پیدا ہوا ہے کہ اس کے سبب سے ہم سب کا آسمان پر جانا موقوف ہوا تاکہ ہم اس کا تدارک بخوبی کر سکیں۔ پھر تمام جن تہامہ کی طرف چلے جب مقام نخلہ پہونچے تو وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کلام الٰہی کو سنا تو پھر کہنے لگے کہ ہم سب کے آسمان پر نہ جانے کا سبب یہی ہے کیونکہ کوئی اس کلام کو چرا کر نہ لے جاوے اور پھر وہ بے محل نقصان پہونچاوے۔ اسکے بعد تمام قرأت قرآن مجید کی سنکر تمام جنات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن مجید پر ایمان لائے پھر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ تم سب اپنی قوم کو جاکر اسکی

خبر کرو۔ تب اُنہوں نے اپنی قوم کو جا کر اس کی خبر کی تب جنّوں سے وہ جن جن کا نام زوبعہ اور عمود وہ جوان کے سردار تھے اور مزید نوّے جنات انکے ہمراہ شہر نصیبین سے اور شہر نینوا سے گروہ گروہ ہو کر روانہ ہوئے تاکہ وہ آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور قرآن مجید بھی سُنیں ادھر سابق جنّوں نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کی، کہ جنات آپکو دیکھنے کے لئے اور کلام الٰہی سُننے کے لئے سب منتظر فرمان واجب الاذعان ہیں جس وقت اور جس مکان میں حکم ہو وہ سب اس جگہ حاضر ہوں۔ تب جنات سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہر کے باہر شب کے وقت شعب الحجون کی نواح میں جو کہ متصل مکّہ معظمہ کے ہے جمع ہوں تاکہ اہل شہر کو ڈر اور ہیبت نہ ہو۔ پھر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء کے عبداللہ ابن مسعود کو ہمراہ لیکر وہاں جاکر دیکھتے ہیں کہ جنات نے مارے شوق و اشتیاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کیلئے بہت بڑا ہجوم کیا ہوا ہے۔ پس حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن مسعودؓ کو باہر شعب الحجون کے کھڑا کیا اور ایک دائرہ چہار طرف عبداللہ ابن مسعودؓ کے کھینچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار تم اس دائرے سے باہر مت جانا ممکن ہے کہ جنات تم کو تکلیف دیویں۔ پس عبداللہ ابن مسعودؓ اس دائرے کے اندر رہے اور دیکھتے تھے کہ تمام جنات کی شکل مثل وحوش کے مختلف ہے ان میں سے کسی کی شکل مثل گدھ کے ہے اور کسی کی گروہ جٹ کے جو متصل بصرہ کے ہیں، اور کسی کا سر اور پاؤں ننگا اور ستر عورت کا ایک کپڑے سے چھپا ہوا ہے اور کسی کے بدن کا رنگ سیاہ ہے اور بعض ان کے اور دوسری شکل و صورت پر ہیں۔ وہ سب کے سب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ہجوم لاکر صبح تک حاضر رہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمام رات ان کی تعلیم و تلقین روزہ، نماز، طہارت وغیرہ احکام میں مشغول رہے اور پھر جنّوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کو بطور تبرک کچھ توشہ عنایت فرمائیں۔ یہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توشہ تو ہم نے تم کو ایسا دیا کہ نسل بعد نسل کے ہمیشہ کام آوے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ اے حضرتؐ وہ کیا چیز ہے، فرمایا کہ جس جگہ ہڈی یا مینگنی اونٹ یا بکری کی یا گوبر گائے بھینس کا گرا ہوا پاؤ وہی تمہارا توشہ ہے اور اب جو چیز تم سب کھاتے ہو اس سے بہتر شیرینی اور لذت اس میں ملے گی اور یہ لذت میری دعا سے پیدا ہوئی ہے اور بعض روایت میں کوئلہ بھی آیا ہے۔ پھر جنات نے عرض کی کہ یا رسول اللہ تمام آدمی تو ان چیزوں پر نجاست گراتے ہیں اور ان کو خراب کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لوگوں کو منع کروں گا کہ وہ ان چیزوں پر نجاست نہ ڈالیں اور خراب نہ کریں، اسی وجہ سے استنجا کرنا ہڈی اور سخت گوبر سے اور مینگنی سے اور کوئلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اور اسی ایام میں جنّوں نے ایک دوسرے کا خون کر ڈالا تھا۔ آنحضرتؐ نے مطابق حکم الٰہی کے انصاف کیا اور اسمیں سب راضی ہو کر اپنے وطن کو چلے گئے۔ پھر اسی طرح دوسری مرتبہ جنات کوہِ حرا میں جمع ہوئے سب جزائر میں سے آئے تھے اور اس وقت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تنہا تشریف فرما ہوئے اور تمام رات وہاں رہے۔ صبح کے وقت

صحابہ نے آگ کی نشانی اور دوسرے اسباب جو جن چھوڑ گئے تھے وہ سب پائے اور یہ تمام واقعات صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ بس میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان معراج مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس برس اور تین مہینے تک پہونچی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور شب معراج میں چوتھی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تاکہ دل مبارک میں قوت پیوست کردی جائے تاکہ آسانی سے عالم ملکوت کی سیر کر سکیں اور تجلیات الٰہیہ کو دیکھ سکیں اور ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ میں درگاہ الٰہی سے حضرت جبرائیلؑ کو یہ حکم ہوا کہ وہ رضوان سے کہیں کہ بہشت کی آرائش کریں اور حور و غلمان سے کہو کہ وہ اپنے تئیں زیب و زینت سے آراستہ کریں اور ملائکہ سے کہو جو کہ قبروں میں عذاب کرنے والے ہیں آج کی شب عذاب قبر سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیں اور مالک داروغہ کو کہو کہ وہ دوزخ کی آگ بجھا دیوے۔ پس یہ حکم حضرت جبرائیلؑ نے اپنے پروردگار کا لیکر رضوان اور حور و غلمان اور ملائکہ عذاب کو اور مالک دوزخ کو پہونچا دیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں درمیان حطیم کے سو رہا تھا کہ اچانک جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام نے آکر مجھ کو اُٹھایا اور سینے سے ناف تک چیر کر دل میرا نکالا اور ایک سونے کے طشت میں آب زم زم سے اسکو دھو کر ایمان و حکمت سے بھرا پھر اسکو اسی مقام پر رکھ دیا۔ اور روایت ہے کہ جبرائیلؑ کو جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے جبرائیل مرغزار بہشت سے براق اور ستر ہزار فرشتے لیکر مکے میں جاؤ اور میرے حبیب قریشی کو میری درگاہِ عالی میں پہونچاؤ۔ حضرت جبرائیلؑ بموجب ارشاد جناب باری تعالےٰ کے براق اور ستر ہزار فرشتے لیکر حضرت اُمّ ہانیؓ کے گھر میں جو خواہر حضرت علیؓ کی تھیں پہونچے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شب کو اُمّ ہانیؓ کے گھر میں بعد نماز عشاء کے سو رہا تھا کہ جبرائیلؑ نے آکر مجھکو نیند سے اُٹھایا میں نے دیکھا کہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ دونوں میرے سرہانے بیٹھے ہیں اور مجھکو نیند سے اُٹھایا اور وہ کہتے تھے کہ اے حبیب مقبول اُٹھو آج کی شب آپ کی معراج ہے۔ ان کے اُٹھانے سے میں اپنی نیند سے بیدار ہوا تو وہ مجھکو آب زم زم کے کنوئیں کے پاس لے گئے آب زم زم سے وضو کرایا اور دو رکعت نماز پڑھوا کر مسجد کے دروازے پر لائے تو وہاں میں نے ایک براق کھڑا ہوا دیکھا ایسا کہ وہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا اور منہ اسکا مانند آدمی کے تھا اور سرین اسکے مانند گھوڑے کے اور پاؤں اسکے مانند شتر کے اور سینہ اس کا مانند شیر کے اور دونوں پر اس کے مانند پروں کے تھے اور زین اور لگام اس کی یاقوت اور مروارید سے مرصع جڑاؤ تھی۔ پس سوار ہونے میں میں نے ذرا تامل کیا۔ بس اسی وقت حکم الٰہی پہونچا۔ اے جبرائیلؑ میرے حبیبؐ سے پوچھو

کہ توقف کرنے کا کیا سبب ہے۔ تب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرائیل آج مجھکو اللہ تعالےٰ نے اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا اور میری سواری کو بُراق بھیجا لیکن میں اس اندیشے میں ہوں کہ قیامت کے دن میری اُمت کے لوگ بھوکے پیاسے گناہوں کے بوجھ گردن پر رکھے ہوئے قبروں سے باہر نکلیں گے اور پچاس ہزار برس کی راہ قیامت کے دن آگے رکھی ہے اور تیس ہزار برس کی راہ پُل صراط کی دوزخ پر رکھی ہے وہ کیونکر طے کرکے منزلِ مقصود تک پہونچیں گے۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے حبیب میرے کچھ غم نہ کیجئے جس طرح آج میں نے تمہارے لئے براق بھیجا ہے اسی طرح تمہاری اُمّت کے واسطے ہر ایک قبر پر بُراق بھیجونگا اور سب کو بُراق پر سوار کراکر پُل صراط سے پار اُتارونگا اور میں اپنی شان کے مطابق تیس ہزار برس کی راہ ایک پل میں طے کرواکر منزلِ مقصود پر پہونچاؤں گا۔ جب یہ حکم ہوا تب پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بُراق پر سوار ہونے لگے اور بُراق کودنے پھاندنے لگا۔ حضرت جبرائیلؑ نے بُراق سے کہا اے بُراق تو نہیں جانتا ہے کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ یہ سُنکر بُراق نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے بہت براق اور بھی میرے سوا پیدا کیے ہیں اور وہ سب داغ محمدی رکھتے ہیں۔ اب عرض صرف میری یہ ہے کہ قیامت کے دن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ہی پشت پر سوار ہوں تاکہ قیامت کے دن سب بُراقوں پر مجھ کو فخر حاصل ہووے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ تب بُراق نے فخر سے اپنی پیٹھ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بُراق پر سوار ہوئے اور داہنے بائیں جبرائیل و میکائیل علیہما السّلام معہ ستّر ہزار فرشتوں کے رکاب میں حاضر تھے۔ مکہ معظمہ اور آب زم زم اور مقام ابراہیم کے پاس جاکر ایک ہی لحظے میں بیت المقدس میں پہونچے فرماتے ہیں اثنار راہ میں ایک آواز داہنی طرف سے اور ایک آواز بائیں طرف سے سُنی کہ اے محمدؐ کھڑے رہو۔ تم سے کچھ سوال کرونگا۔ میں نے اس آواز کا کچھ خیال نہ کیا اور وہاں سے آگے بڑھا پھر دیکھا ایک بُڑھیا کو اپنے تئیں زیورات اور لباس سے آراستہ کرکے خوبصورت بن کر میرے سامنے آکھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے محمدؐ میری طرف دیکھ سو میں نے اسکی طرف نہیں دیکھا اور آگے بڑھا اور جبرائیلؑ سے میں نے پوچھا وہ آواز داہنی اور بائیں طرف سے کیسی آئی تھی اور بڑھیا سنگار کیئے کون کھڑی تھی۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ آواز داہنی طرف یہودیوں کی تھی اگر آپ جواب دیتے تو سب اُمت آپ کی یہودی ہوجاتی اور جو آواز کہ بائیں طرف سے آئی تھی وہ نصرانیوں کی تھی اگر آپ جواب دیتے تو سب اُمت آپ کی نصرانی ہوجاتی اور وہ بڑھیا سنگار والی دُنیا تھی اگر آپ اسکی طرف دیکھتے تو سب اُمت آپ کی غلبۂ دُنیا میں ہلاک ہوجاتی۔ اس کے بعد تین پیالے لائے گئے ایک پیالہ شہد کا دوسرا شراب کا اور تیسرا دودھ سے بھرا ہوا تھا یہ تینوں پیالے میرے سامنے لائے گئے۔ میں نے دودھ والے پیالے کو اُٹھایا اور اس کا سارا دودھ پی گیا اور باقی کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ یہ دیکھکر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ نے

بہت خوب کیا جو آپ نے دودھ کا پیالہ اُٹھا کر اس کا دودھ پی لیا۔ کیونکہ اس دودھ سے مراد دین اسلام ہے اور پھر وہاں سے دوسرے مقام میں آ گئے تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ اس جگہ دو رکعت نماز پڑھئے کیونکہ یہ جگہ طور سینا ہے اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے باتیں کی تھیں۔ تب میں نے اس جگہ اُتر کر وہاں دوگانہ نماز پڑھ لی پھر وہاں سے بُراق پر سوار ہو کر آگے چلا تو ایک جگہ نظر آئی پھر جبرائیلؑ نے کہا کہ یہاں پر پھر دو رکعت نماز پڑھئے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جگہ پیدا ہوئے تھے۔ پھر اس جگہ سے میں بیت المقدس میں گیا۔ اور تمام ملائکہ نے آسمان سے نیچے اتر کر کہا۔ السلام علیکم یا نبی الآخر اور کہا قولہ تعالیٰ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (ترجمہ) بہت پاک وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد الحرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے اندر اور تمام انبیاء وہاں آ کر جمع ہوئے اور پھر سب نے کہا السلام علیکم یا نبی اللہ۔ پھر تمام نبیوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور امامت کرائی اور تمام انبیاء مقتدی ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تین مہینے کی راہ ہے لیکن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم صرف دو قدم میں وہاں پہونچے یہ آپ کو معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک پتھر سامنے بیت المقدس کے تھا۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک پڑا تو اس پتھر نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اس جگہ پر ستر ہزار برس ہوئے ہیں کسی کا قدم مجھ پر نہ پڑا آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں ہوا پر معلق رہوں قیامت تک تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اور وہ دعا فوراً ہی مستجاب ہوئی چنانچہ اب تک وہ پتھر ہوا پر معلق ہے اس جگہ میں عجائب وغرائب دیکھتے ہوئے بُراق پر سوار ہو کر اوّل آسمان کے دروازے پر جا پہونچا۔ اس جگہ جبرائیلؑ نے دروازے پر دستک دی۔ فرشتوں نے پوچھا تم کون ہو بولے میں جبرائیل ہوں۔ اور میرے ساتھ محمدؐ پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ تب فرشتوں نے کہا کہ مرحبا یا رسول اللہ اور فوراً دروازہ کھول دیا۔ اور درمیان آسمان کے داخل ہوئے اور وہاں پر اسماعیل فرشتوں کے سردار موجود تھے۔ وہ اپنے ہمراہ سب فرشتوں کو لیکر ہمارے پاس آئے اور پھر سب نے ہم سب سے معانقہ کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے آدم باغِ رضوان سے میرے استقبال کو آئے اور کہا مرحبا یا نبی الصالح پھر وہاں سے آگے بڑھے دیکھا کہ ایک مرغ سفید عظیم الشان ہے جسم اس کا سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور ایک پاؤں اس کا عرش تک اور دوسرا پاؤں تحت الثریٰ تک ہے اور ایک بازو اسکا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور پر اسکے نور سے بنے تھے اور غذا اسکی حمد و ثنا ہے۔ جبرائیلؑ سے میں نے پوچھا یہ کون مُرغ ہے کہا کہ یہ مُرغ نہیں ہے ایک فرشتہ ہے بصورت مُرغ کے جب رات ہوتی ہے تب اسوقت یہ اپنے پروں کو جھاڑتا ہے اور تسبیح اسکی سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْکَبِیْرِ الْمُتَعَالِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہ اور اسکی تسبیح کی آواز سے دُنیا کے مُرغ بیدار ہوتے ہیں اور وہ بھی اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں اور آواز

دیتے ہیں۔ پھر وہاں سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک فرشتہ آدھا جسم اس کا آگ کا اور آدھا جسم برف کا ہی نہ آگ برف کو جلاوے نہ برف آگ کو بجھاوے اور وہ تسبیح پڑھتا ہے اور داہنے اور بائیں اسکے بہت فرشتے کھڑے ہیں میں نے پوچھا جبرائیلؑ سے یہ کون فرشتہ ہے۔ وہ بولے کہ یہ مہتر رعد ہے اور یہ دُنیا میں پانی اور برف برساتا ہے بس یہی کام اس کا ہے۔ پھر وہاں سے گذر کر لبِ دریا گیا اور وہاں سے آگے بڑھکر دیکھا کہ کچھ لوگ زراعت کرتے ہیں وہ اسی وقت بوتے ہیں اور اسی وقت وہ زراعت تیار ہوتی ہے اور اسی وقت وہ کاٹتے ہیں اور ایک ایک دانے کے بدلے سات سات سو دانے اُٹھاتے ہیں۔ پھر جبرائیلؑ سے میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کوشش و محنت خدا کی کی ہے اور لوگوں کی خدمت محض خدا کے واسطے کرتے تھے اور محتاج لوگوں کی حاجت برلاتے تھے دل اور زبان سے، ہاتھ اور مال سے خدمت کرتے تھے اس واسطے خدا تعالیٰ نے ان کی روزی میں برکت دی ہے۔ اس کے بعد دیکھا کہ چند فرشتے آدمیوں کا سر پتھر سے کوٹتے ہیں۔ اور پھر وہ درست ہو جاتا ہے پھر کوٹتے ہیں دمبدم اسی طرح ہوتا ہے۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو اُنہوں نے کہا کہ وہ تارک جماعت پنجگانہ نماز ادا کرنے میں سُستی کرتے تھے اور نمازوں کو وقت پر نہیں ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک گروہ کو دیکھا کہ فرشتے سب مانند چارپایوں کے اُن کو ہانکتے ہوئے دوزخ کی طرف لیجا رہے ہیں اور نہایت شدید پیاس اور بھوک میں ان کو کانٹے ضریع کے کھلاتے ہیں میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ ان سبھوں نے زکوٰۃ مال اور صدقۂ فطر اور قربانی ادا نہیں کی تھی اور حقدار فقیر و محتاج کو نہیں دیا تھا، اور نہ اس پر رحم کیا۔ پھر کچھ آگے بڑھے تو دیکھا کہ مرد اور عورتیں ہیں کہ انکے آگے طرح طرح کی نعمتیں رکھی ہوئی ہیں اور دوسری طرف گوشت مُردار نجس رکھا ہوا ہے اور وہ نعمتیں سب چھوڑ کر گوشت مُردار نجس کھاتے ہیں اور نعمت پاکیزہ کی طرف نہیں دیکھتے ہیں۔ میں انہیں دیکھکر بڑا ہی متحیر ہوا۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا سب جورو خصم ہیں۔ مرد اپنی جورو کو چھوڑ کر اور جورو شوہر کو چھوڑ کر حرام کاری اور بے حیائی کا کام کرتے تھے اور حلال کسب نہیں کھاتے تھے۔ چوری دغابازی اور فریب سے کھاتے تھے۔ اور پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کو آگ کی سولی پر چڑھایا ہے اور وہ سب خوب چلا رہے ہیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بولے یہ حال ان سبھوں کا ہے جو سر بازار اور راہ میں بیٹھکر لوگوں پر ہنستے تھے اور لباس اور شکل پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے اور لوگوں کو ہنسانے کے واسطے نام خراب لیکر پکارتے تھے۔ اور ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کو انہی کے بدن کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھلاتے ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ اپنے بھائی مسلمان کی غیبت و شکوہ اور عیب کرنے والوں کا حال ہے اور پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ انکے آگ کی قینچی سے ہونٹ اور زبان کاٹی جا رہی ہے میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون

لوگ ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ سب بسبب طمع کے بادشاہوں اور امیروں اور دولت مندوں کی خوشامد کے واسطے جھوٹی بات کیا کرتے تھے اور یہ سب لیڈر اور واعظ ہوتے ہیں یہ لوگ دوسروں کو تو حق بات کی نصیحت کرتے تھے لیکن خود بدعمل کرنے کے مرتکب ہوتے تھے اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے تھے۔ پھر چند آدمیوں کو دیکھا کہ منہ انکے سیاہ اور آنکھیں انکی نیلی اور نیچے کا ہونٹ انکے پاؤں پر اور اوپر کا ہونٹ انکے سر پر ہے اور لہو پیپ اور نجاست انکے منہ سے بہتی ہے اور گدھوں کی طرح سے چلاتے ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ حال نشہ پینے والوں کا ہے۔ اور پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ زبان انکی پیچھے کی طرف کھینچ کر نکالی ہے اور شکل انکی مانند سور کے ہے اور وہ آگ کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ حال جھوٹی گواہی دینے والوں کا ہے' اور پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ پیٹ انکا پھولا ہوا مانند گنبد کے اور رنگ ان کا زرد اور ہاتھ پاؤں میں آتشی زنجیریں اور گردنوں میں طوق آتشی ہے اور سانپ بچھو انکے پیٹ کے اندر سے نظر آتے ہیں اور جب وہ اُٹھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو پیٹ کے بوجھ سے گر پڑتے ہیں اور آتش کے اندر جلتے ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ حال سود اور رشوت خوروں کا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک گروہ عورتوں کا دیکھا ان کے منہ سیاہ اور آنکھیں نیلی پیلی اور آتشی کپڑے پہنے ہیں اور فرشتے انکو آگ کے گرزوں سے مارتے ہیں اور وہ مانند کتیوں کے چلاتی ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کن لوگوں کا حال ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ وہ عورتیں ہیں کہ جو اپنے شوہرونکی نافرمان تھیں۔ اور اپنے شوہروں کو ناخوش رکھتی تھیں اور بے حکم شوہروں کے اِدھر اُدھر پھرتی رہتی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا کے حکم کے خلاف کام کیا کرتی تھیں۔ پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ اُلٹے ہوا میں لٹکے ہوئے ہیں اور فرشتے بدشکل آگ کے گرزوں سے انکو مارتے ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ حال منافقوں کا ہے۔ پھر اسکے بعد ایک فرقہ کو دیکھا کہ وہ آگ کے جنگل میں قید ہے اور آگ انکو سختی سے جلاتی ہے اور تمام بدن میں زخم مانند جُذام کے ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی ہے اور کھانے پینے اور رہنے کے مکان کے واسطے ان کو تکلیف دی اور اپنے ماں باپ سے بے ادبی کرتے تھے ناشائستہ گفتگو کرتے تھے اور پھر وہاں سے آگے بڑھکر ایک میدان بہت بڑا دیکھا کہ اس سے مشک و عنبر کی خوشبو اور اسکے ساتھ ایک آواز بھی آتی تھی اس مضمون کی۔ یاالٰہی جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے پورا کر۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ بوئے خوشبو اور آواز کہاں سے آتی ہے تو جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ خوشبو اور آواز بہشت کی ہے۔ نعمتیں اور میوے رنگ برنگ اور مکان سونے چاندی اور یاقوت اور مروارید وغیرہ سے اللہ تعالےٰ نے تیار کر کے رکھے ہیں اور اس کی آواز کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص خدا اور رسول پر ایمان لاویگا اور بحکم

قرآن وحدیث کے چلے گا اور شرک اور بدعت سے دور رہیگا تو میں اس شخص کو تجھ میں داخل کرونگا اور بہشت کہتی ہے کہ یاالٰہی مَیں راضی ہوں۔ اسکے بعد پھر ایک میدان میں گھسے اس میں سے بدبو اور آواز گریہ کی آئی حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ بدبو دوزخ کی ہے اور وہ زنجیر آواز طوق اور سانپ اور بچھو وغیرہ کی ہے اور دوزخ فریاد کرتی ہے یاالٰہی وعدہ میرا پورا کر۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوتا ہے کہ جو کوئی شخص شرک اور کفر اور بدعت کریگا اور صحیح طور پر میری پرستش نہ کرے گا اور میرے رسول کی تکذیب کریگا اسکو میں تیرے حوالے کردونگا اور دوزخ کہتی ہے کہ یاالٰہی میں راضی ہوں۔ پھر وہاں سے دوسرے آسمان کے دروازے پر گئے اور دروازے پر جبرائیلؑ نے دستک دی ملائکہ نے پوچھا تم کون ہو کہا کہ میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ یہ محمدؐ حبیب اللہ ہیں۔ اسی وقت فرشتوں نے دروازہ کھولا اور نہایت تعظیم وتکریم سے لیگئے اور ان فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں چنانچہ تمام فرشتوں نے آکر السلام علیکم کہا اور پھر مجھ سے آکر معانقہ کیا اور پھر سب کے سب کہنے لگے کہ مرحبا یا رسول اللہ آپ کی تشریف آوری سے آسمان روشن ہو گیا۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھا تو وہاں حضرت یحییٰؑ پیغمبر اور حضرت عیسیٰ روح اللہ نے آکر باتعظیم وتکریم السلام علیکم کہا اور پھر کہنے لگے مرحبا یا اخی الصالح ونبی الصلح۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک فرشتہ مہیب شکل ہے اور اسکے ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ یہ دیکھکر میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ مہتر قاسم ہے کہ اسکے ہاتھ میں تمام مخلوقات کی روزی ہے جو حق تعالیٰ نے اس کے سپرد کی ہے اور ہر روز اور ہر وقت جسقدر اللہ تعؑ نے اندازہ کیا ہے اسی قدر اس شخص کو پہونچاتا ہے۔ پھر وہاں سے تیسرے آسمان کے دروازے پر پہونچے وہاں مہتر مائیل جو سب فرشتوں کے سردار ہیں انہوں نے آکر السلام علیکم مرحبا یا رسول اللہ کہکر معانقہ کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے آکر مجھ سے ملاقات کی اور سلام کیا تعظیم دی اور پھر کہنے لگے مرحبا یا نبی الصلح۔ پھر وہاں سے چوتھے آسمان پر گئے اور وہاں پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے آتے ہی السلام علیکم پیش کیا اور پھر کہا مرحبا یا نبی الصلح۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے دیکھا کہ ایک فرشتہ ہیبتناک اور ہر دو طرف اس کے فرشتے کھڑے ہیں اور چار چار مُنہ انکے تھے اور داہنا ہاتھ ان کا مغرب میں اور بایاں ہاتھ ان کا مشرق میں ہے اور آسمان وزمین انکے دونوں پاؤں کے ٹخنے پر ہیں اور سامنے انکے لئے ایک تخت عظیم ہے حضرت جبرائیلؑ سے میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ کہا یا رسول اللہ یہ مہتر عزرائیلؑ ہیں۔ تب میں انکے سامنے گیا اور کہا کہ السلام علیکم یا ملک الموت اُنہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ اسی وقت حکم ہوا کہ اے عزرائیل جواب سوال کا میرے حبیب کو دے اور جو کچھ وہ تجھ سے پوچھے اس کا جواب بخوبی دینا۔ تب اسوقت عزرائیل نے اپنا سر اُٹھا کر کہا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اور پھر مجھ سے نہایت شوق وجذبہ سے معانقہ کیا اور

نہایت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا۔ اور پھر کہا کہ یا حبیب اللہ جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جب ہی سے خلق اللہ کے بہت کام میرے سپرد کیئے ہیں۔ ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں ملتی کہ میں کسی سے بات کروں اور آج مجھ پر حکم ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا اس واسطے میں بات کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے عزرائیل تم روحوں کو کس طرح قبض کرتے ہو اُنہوں نے کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے سامنے یہ جو درخت ہے اسکے پتوں کے شمار کے موافق خلائق ہیں اور ہر ایک کا نام ہر پتے پر لکھا ہوا ہے۔ جب موت قریب ہوتی ہے چالیس روز آگے اس پتے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور جس روز موت واقع ہوتی ہے اس روز یہ پتہ درخت سے نیچے گرتا ہے اور میں اس پتے پر نگاہ رکھتا ہوں اگر وہ بندہ اہل رحمت میں ہے تو داہنی طرف کے ملائکہ رحمت کو بھیجتا ہوں اور اگر وہ بندہ بد اور لعنتی ہے تو بائیں طرف کے ملائکہ عذاب کو بھیجتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا اے عزرائیل حقیقت روح کیا ہے بیان کر دیعنی وہ کیا چیز ہے؟ اُنہوں نے کہا یارسول اللہ میں نہیں جانتا کہ روح کیا چیز ہے لیکن وقت قبض کے ایک بوجھ سا میری ہتھیلی پر معلوم ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمہارے چار مُنہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ کہا یارسول اللہ سامنے کا مُنہ جو نور سے ہے ان سے مومنوں کی روح قبض کرتا ہوں اور داہنے طرف کا مُنہ جو غصہ سے ہے اس سے جان گنہگاروں کی قبض کرتا ہوں اور بائیں طرف کا مُنہ جو قہر سے ہے اس سے منافقوں کی روح قبض کرتا ہوں۔ اور پیچھے کا مُنہ جو دوزخ کی آگ سے ہے اس سے جان مشرکوں کی اور کافروں کی قبض کرتا ہوں۔ پھر کہا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو خوش خبری دیتا ہوں کہ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا ہے اس دن سے فرمان حق تعالےٰ کا مجھ پر یوں ہوا ہے کہ جان امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اس آسانی سے نکالو جیسے بچہ سوتی ہوئی ماں سے پستان کھینچ کر پیتا ہے اور اس سے ماں کو کچھ بھی ضرر نہیں پہونچتا۔ مَیں یہ سُنکر سجدۂ شکر بجا لایا۔ پھر پوچھا اے عزرائیل کبھی تم کو اس کرسی سے اُٹھنے کی نوبت پہونچی یا نہیں کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اُٹھنے کی نوبت پہونچی۔ پہلی مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بنانے کے لئے مٹی لانے کو اور پھر دوسری مرتبہ حضرت آدمؑ کی روح قبض کرنے کو اور تیسری مرتبہ حضرت موسیٰؑ کی روح قبض کرنے کو۔ پھر میں نے پوچھا اے عزرائیل تم نے روح قبض کرتے وقت کبھی کسی پر رحم کیا ہے یا نہیں۔ کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو شخصوں کے واسطے میں نے بہت غم کھایا۔ پہلی مرتبہ اس عورت پر کہ وہ دریا پر کشتی میں بچہ جنتی تھی۔ اسکے بعد اسکی جان قبض کرنے کا حکم ہوا۔ اور دوسری مرتبہ شداد ملعون کی جان قبض کرنے پر کہ جب اس نے چار سو برس کی مدت میں باغ ارم بنایا اور اسکے دیکھنے کے واسطے ایک پاؤں اس کا چوکھٹے کے اندر اور دوسرا چوکھٹ کے باہر تھا اس وقت اس کی جان قبض کی گئی۔ پس وہ بادشاہ شداد معہ اپنی بیس لاکھ فوج کے ساتھ وہیں ہلاک ہوا اور اپنی بنائی ہوئی بہشت کو دیکھنے نہ پایا۔ پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں آسمان کے دروازے پر گئے۔ اس دروازے پر مہتر اسمٰعیل علیہ السلام سب

ملائکہ کے سردار ہیں اُنہوں نے آکر مجھ سے السّلام علیکم کہا اور پھر معانقہ کیا اور پھر کہا کہ مرحبا یا نبی الصالح پھر وہاں سے آگے بڑھا ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے بھی کہا یا اخی الصالح مرحبا۔ پھر وہاں سے چھٹے آسمان کے دروازے پر تشریف لیگئے وہاں مہتر ہائیل جو سب فرشتوں کے سردار ہیں اُنہوں نے بھی آکر سلام پیش کیا اور مرحبا کہا اور پھر معانقہ کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی اور اُنہوں نے السلام علیکم کیا اور پھر کہا مرحبا یا نبی الصلح۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ رب العزت کی طرف سے آپکی اُمت پر فرض کیا جاوے آپ خوب سمجھ کر قبول کیجئے اس واسطے کہ آپ کے اُمتیوں کی عمر تھوڑی ہے اور بہت ضعیف اور ناتواں ہیں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے آگے بڑھے ایک فرشتہ ہیبتناک دیکھا کہ جسکو دیکھنے سے عقل و ہوش گم ہوجاویں اور وہ ایسا تھا کہ اسکے داہنے مونڈھے سے بائیں مونڈھے تک ایک برس کی راہ ہے اور بہت سے فرشتے بدصورت گرداگرد اس کے حاضر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یا اخی جبرائیل یہ کونسا فرشتہ ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نام مالک ہے اور یہ اُنیس ہزار فرشتوں کا سردار ہے اور دوزخ کا داروغہ ہے جس طرح حکم الٰہی ہوتا ہے یہ اسی طرح بجالاتا ہے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے پاس گئے اور اسکو السّلام علیکم کہا جواب سلام کا اس نے نہ دیا۔ پھر اسی وقت حکم الٰہی ہوا۔ اے مالک یہ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء میرے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تم نے انکو سلام کا جواب نہ دیا اور ان کی تعظیم کیوں نہ کی۔ تب مالک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام سُن کر اُٹھا اور تکریم سے بٹھایا اور پھر کہا مرحبا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مقام انبیاؤں پر آپ کو افضل کیا ہے اور تمام پیغمبروں کی اُمت تمہاری اُمت کی پیروی کریگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے مالک ماہیت دوزخ کی بیان کر تاکہ میں اس سے خبردار رہوں۔ مالک نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھنے اور سُننے کی طاقت نہ ہوگی۔ اتنے میں درگاہِ الٰہی سے حکم آیا اے مالک جو کچھ میرا حبیب تم سے پوچھے اسکو اچھی طرح بیان کر۔ تب مالک نے کہا یا رسول اللہؐ سات دوزخ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیظ و غضب سے پیدا کئے ہیں اور اس کا طول و عرض ہر ایک کا مانند زمین و آسمان کے ہے اور اس میں آتش گوناں گوں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور درمیان دوزخ کے سترّ ہزار میدان آگ کے ہیں اور ہر ایک میدان کے بیچ میں سترّ ہزار پہاڑ آگ کے ہیں۔ اور ہر ایک پہاڑ کے سترّ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے میں سترّ ہزار مکان آگ کے ہیں اور ہر ایک مکان میں سترّ ہزار کوٹھریاں آگ کی ہیں اور ہر ایک کوٹھری میں سترّ ہزار صندوق آگ کے ہیں اور ہر ایک صندوق میں سترّ ہزار سانپ اور بچھو آگ کے ہیں اور وہ آگ ہی کہ اگر ایک ذرّہ اس سے روئے زمین پر پہونچے تو تمام آدمی۔ پہاڑ اور درخت وغیرہ کو بھسم کرڈالے۔ معاذاللہ منہا۔ پھر کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے مکانات اور میدان وغیرہ میں نے ذکر کیے

ویسے ہی ہر ایک دوزخ کے اندر ہیں اور ایک دوزخ تو برف سے پیدا کی ہے اور ہر سال دو مرتبہ دوزخ اپنی سانسیں چھوڑتی ہے اسی واسطے چھ مہینے سردی اور چھ مہینے گرمی دنیا میں رہتی ہے اور اسی طرح گوناگوں عذاب ذلت کا بیان کیا پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر بہت غمگین ہو کر ساتویں آسمان کے دروازے پر گئے تو وہاں دیکھا کہ کثیر تعداد میں فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ یہ مشاہدہ کرکے بہت خوش ہوئے اور پھر وہاں سے آگے بڑھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے بعد سلام کے کہا مرحبا یا نبی الصلح اور وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک فرشتہ نیک صورت خوش خلق عظیم الشان کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے ہر چہار طرف نور چمکتا ہے اور دائیں بائیں اس کے بہت سے فرشتے نیک صورت جمع ہیں۔ جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس فرشتے کا نام رضوان ہے اور یہ بہشت کا داروغہ ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے تشریف لے گئے اور کہا السلام علیکم یا رضوان الجنت اس نے جلد سلام کا جواب دیا اور فوراً ہی معانقہ کیا۔ اور پھر کہا مرحبا یا حبیب اللہ۔ اتنے میں حکم الٰہی ہوا کہ اے رضوان میرے حبیبؐ کو مالک دوزخ نے دوزخ کی باتیں سُنا کر غمگین کیا ہے تم انکو بہشت کی باتیں سُنا کر خوش کردو۔ تب رضوان نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صفت اور ثناء آپ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائی ہے اور اُمت آپکی اور پیغمبروں کی اُمت سے پہلے بہشت میں داخل ہوگی۔ یہ کہہ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر جنت الفردوس میں واسطے سیر کرانے باغوں کے لیگئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طرح طرح اور اقسام اقسام کی نعمتوں سے آگاہ ہوئے۔ پھر ایک آواز غیب سے آئی۔ اے حبیب میرے تیری امتوں کے واسطے یہی سب نعمتیں بہشت کی ہم نے تیار کی ہیں۔ اور امت تیری ابدالآباد بہشت میں خوش و محفوظ و معزز و مکرم رہے گی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکر قاضی الاحاجات بجا لا کر آگے بڑھے اور وہاں سے بیت المعمور میں پہونچے اللہ تعالےٰ نے بیت المعمور کو یاقوت اور موتی اور سبز زمرد سے بنایا ہے اس میں تیرہ ستون یاقوت سُرخ کے ہیں اور صحن اسکا موتی کا ہے اور اس جگہ پر دو رکعت نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کے ساتھ پڑھی اتنے میں تین پیالے بھرے ہوئے دودھ، شراب، شہد سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے پہونچے، اور ایک روایت میں ہے کہ چوتھا پیالہ پانی کا بھی تھا۔ تب جبرائیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسمیں سے جو آپ کی خواہش ہو قبول کیجئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ دودھ کا پیا یہ دیکھکر پھر سب فرشتوں نے آپ کو آفریں کہی اور پھر کہنے لگے یا حبیبؐ اللہ اگر آپ پیالہ پانی کا اختیار کرتے تو سب اُمت آپ کی پانی میں غرق ہوتی۔ اور اگر آپ پیالہ شراب کا اختیار کرتے تو سب امت آپ کی نشے میں مشغول ہوتی۔ اور اگر شہد کا پیالہ اختیار فرماتے تو سب اُمت آپکی لذت دنیا میں مستغرق ہوتی۔ لیکن آپ نے پیالہ دودھ کا اختیار فرمایا اس لئے آپ کی اُمت آفت و بلا سے دنیا کی نجات پاوے گی لیکن تھوڑا سا دودھ جو آپ نے پیالہ میں چھوڑا ہے

اس سبب سے تھوڑا سا گناہ آپ کی اُمّت سے ضرور ہوگا۔ پھر آپنے چاہا کہ جو دودھ باقی رہا ہے اسکو بھی پی جاؤں۔ تب جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اگر آپ اسوقت پئیں گے تو کچھ مفید نہ ہوگا اور اب جو کچھ ہوا سو ہوا کیونکہ حکم الٰہی رَد نہیں ہوا کرتا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے غمگین ہو کر سدرۃ المنتہیٰ کو گئے جو جبرائیلؑ کے رہنے کی جگہ ہے اس جگہ پر پیغمبر خداؐ اپنی براق سے اُترے اور پھر جبرائیلؑ بھی وہاں سے رخصت ہوئے اور کہا کہ میرا مقام یہاں تک تھا اور اب آپ خود ہی آگے تشریف لیجائیے اور مجھ کو سر مو برابر آگے جانے کا حکم نہیں ہے۔ یہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اخی جبرائیلؑ مجھ کو اس جگہ تنہا چھوڑ کر جاؤ گے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یا حبیب اللہؐ اور دوسرے فرشتے آگے آپ کو یہاں سے لیجائیں گے آپ کسی طرح سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور میری صرف ایک التماس ہے کہ آپ جناب باری تعالےٰ میں عرض کیجئے اور میرے حسب خواہش جواب کیجئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کیا بات ہے۔ تب جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو آرزو ہے کہ قیامت کے دن اپنے پروں کو پُل صراط پر بچھاؤں اور آپ کی اُمّت کو سلامتی کے ساتھ پار اتاروں۔ اتنے میں اسرافیل تخت نورانی لیکر حکم الٰہی سے آئے جسکو رف رف کہتے ہیں اسکو نور سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس میں ستّر ہزار پردے جواہرات کے تھے اور مسافت ایک ایک پردہ کی پانچسو برس کی راہ تھی۔ آخر وہ راہ طے کر کے مقام رف رف میں جو اسرافیل کی جگہ ہے پہونچے اور پھر عرش نے وہاں سے جلدی اُٹھا لیا۔ خطاب آیا جناب باری تعالیٰ سے کہ اے حبیب آگے آؤ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نعلین پاؤں سے اُتاریں تب عرش مجید جنبش میں آیا۔ حکم ہوا اے حبیب نعلین مت اُتارو مع نعلین کے آؤ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کی یا الٰہی موسیٰ کو حکم ہوا تھا کہ وہ چالیس روزے رکھیں اور اپنے پاؤں سے نعلین اُتار کر طور سینین پر آئیں اور یہ مقام تو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کیونکر میں نعلین سمیت آؤں پھر حکم ہوا اے حبیبؐ موسیٰ کو اس واسطے نعلین اُتارنے کا حکم دیا تھا کہ خاک طور سینین کی انکے پاؤں میں لگے جس میں ان کو بزرگی حاصل ہو۔ اور تیری خاکِ نعلین سے عرش کو بزرگی دونگا۔ چنانچہ آپنے وہاں دیکھا کہ داہنی طرف کے تین سو بارہ ممبر ہیں اور بائیں طرف ایک ممبر بڑا عظیم الشان جڑاؤ جواہرات سے مرصع نظر آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ممبروں کا احوال دریافت کیا۔ خطاب آیا کہ داہنی طرف کے سب ممبر اور پیغمبروں کے لئے بنائے گئے ہیں اور بائیں طرف کا ممبر صرف تمہارے واسطے بنایا گیا ہے کیونکہ عرش کے دائیں طرف بہشت ہے اور بائیں طرف دوزخ ہے۔ جس وقت کہ تو بائیں طرف ممبر پر بیٹھے گا تو ضرور ہے کہ دوزخیوں کا گذر اسی طرف سے ہوگا۔ اسوقت اگر کوئی تیری اُمّت میں سے دوزخیوں میں شامل ہو جائے گا اور تو اس کی شفاعت کریگا تو میں اسکو بخشوں گا۔ غرض کوئی گنہگار تیری اُمّت میں سے ہمیشہ دوزخ میں گرفتار نہ رہے گا۔ پھر رف رف نے آ کر مجھکو اُٹھا لیا اور حجاب کبریائی تک پہونچا کر وہ بھی غائب ہوا اور میں اس جگہ تنہا رہا۔ جب مجھ کو خوف کبریائی ہوا تب ناگاہ مانند آواز ابوبکر صدیق کے یہ آواز میں نے سُنی اے محمدؐ

صلے اللہ علیہ وسلم توقف کر کہ بیشک پروردگار تیرا صلوٰۃ میں مشغول ہے اس دم میں نے اس آواز سے متعجب ہو کر اپنے
جی میں کہا یا الٰہی اس جگہ آواز ابوبکر کی کہاں سے آئی لیکن اس آواز سے وحشت میری جاتی رہی اور میں نے عرض کی
جناب باری تعالیٰ میں یا الٰہی تو نماز پڑھنے سے پاک ہے اور آواز ابوبکرؓ کی کہاں سے آئی۔ حکم ہوا اے میرے حبیبؐ
صلوٰۃ میری رحمت ہے تجھ پر اور تیری اُمت پر اور آواز ابوبکرؓ کی سی اس واسطے تھی کہ وہ تیرا یار غار ہے اور انیس و
وفادار ہے۔ پس ایسے مونس کی آواز سُننے سے وحشت تیری اس مقام میں دفع ہوگی۔ اس واسطے میں نے ایک فرشتہ
بصورت ابوبکر کے پیدا کیا اور آواز اس کی مثل آواز ابوبکر کے ہے اسی نے آواز دی تھی۔ چنانچہ اس سے تیری وحشت جاتی
رہی۔ اور بعض نے یوں بھی روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا اس وقت ایک قطرہ پانی کا
کہ شیریں زیادہ شہد سے اور ٹھنڈا زیادہ برف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نظر آیا اور اس سے علم اول و آخر کا
معلوم ہوا۔ تب وحشت دل سے جاتی رہی۔ پھر ستّر ہزار پردۂ نور سے گذر کر قاب قوسین میں پہونچے اور وہاں پر
احدیت کا ظہور پایا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نور احدیت کا دیکھا فوراً اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھا اور
پھر ایک آواز آئی کہ اے دوست میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ
وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبٰتُ۔ یعنی ہر قسم کی عبادت خواہ وہ مالی ہو یا بدنی یا روحانی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ پھر اس کے
جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی سلام ہے
تجھ پر اے نبی اور رحمت اللہ تعالیٰ کی اور برکتیں اسکی۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی
عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ یعنی سلام ہو ہم پر اور سارے نیک بندوں پر پھر اسی مقام میں فرشتوں نے کہا۔ اَشْھَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود
سوائے اللہ تعالیٰ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ بندے اُس کے اور رسول اسکے ہیں اور وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ
لَہٗ اس مقام میں اس واسطے نہ کہا کہ وہاں کوئی مشرک نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیبؐ جو کچھ میں نے
اور تو نے اور فرشتوں نے اس وقت کہا اسکو ہر نماز کے قعدے میں پڑھا کیجئے۔ پھر فرمایا اے حبیبؐ میرے عرش و
کرسی لوح و قلم زمین و آسمان نباتات و جمادات بلکہ جزو کُل مخلوقات چھ ہزار عالم خشکی اور بارہ ہزار عالم تری کے
اور آفتاب اور مہتاب اور ستارے اور برج اور بہشت اور دوزخ تیری محبت کے سبب سے میں نے بنائے
ہیں اور اسوقت تیرے واسطے اجازت ہے جو چاہے سو مانگ میں تیری مُنہ مانگی مراد پوری کرونگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنا سر مُبارک سجدے میں رکھ کر خداوند قدوس سے عرض کی کہ میں اُمت گنہگار رکھتا ہوں اور تیرے
عذاب سے ڈرتا ہوں لہٰذا تو میری اُمت کے گناہ بخش دے اور اسکو دوزخ کی آگ سے پناہ دے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ ہم نے تہائی گناہ تیری اُمت کے بخشے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرتے ہوئے عرض کی کہ یا الٰہی

تمام گناہ میری اُمّت کے اپنے فضل وکرم سے بخش دے پھر جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ میں نے تیری اُمّت کے گناہ آدھے بخش دیئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرتے ہوئے عرض پیش کی تو جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ جو کوئی صدق دل سے کلمۂ طیب ایک بار پڑھے گا اور اس کے مضمون پر اعتقاد کامل کرے گا اسکو میں ضرور بخشوں گا اگرچہ وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر وہ کفر و شرک تک پہونچا ہوگا تو اسکو ہرگز نہ بخشونگا اور اس کو جہنّم کے عذاب سے نجات نہ دونگا۔ پھر حکم ربانی ہوا کہ اے دوست تو نے دُنیا کے درمیان فقیری اور غریبی اختیار کی اگرچہ دُنیا فانی ہے مگر تو دُنیا چاہے تو تمام جمادات اور نباتات وغیرہ وغیرہ کو سونا چاندی بنا دوں اور دُنیا کو دار القرار کر دوں۔ اور یاقوت اور زمرّد اور لولو اور مرجان جا بجا پیدا کر دوں تاکہ اپنی اُمت کو لیکر ابد الآباد بے موت کے گذران کرو۔ اور تمام نعمتیں بہشت کی وہیں موجود کر دوں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک سجدے میں رکھ کر مناجات کی خداوندا دنیا تو مردار نجس ہے۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ۔ یعنی دُنیا مُردار ہے اور اسکے طالب کُتّے ہیں اور میرے لئے تو دنیا سے آخرت بہتر ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا اے حبیبؐ سوال جبرائیلؑ کا تو بھول گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کی یا الٰہی تو دانا و بینا ہے اور سوال اسکا تو خوب جانتا ہے۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا اے دوست سوال جبرائیل کا تیرے دوستوں اور اصحابوں کے واسطے میں نے منظور کیا۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے کہا تھا یا رسول اللہؐ مجھے تمنّا ہے کہ قیامت کے دن اپنے بازوؤں کو پُل صراط پر بچھاؤں اور آپ کی اُمّت کو سلامتی کے ساتھ پار اُتار دوں۔ اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کی مغفرت کے واسطے درگاہ غفور الرحیم میں دعا کی اور جناب کبریا نے اسے قبول فرمالیا اور پھر بہشت کی سیر کے واسطے حکم کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نعمتیں بہشت کی دیکھیں اور جو جو مکان اہل بیت اور اصحاب کبار کے واسطے تیار ہوئے ہیں جُدا جُدا دیکھ کر حمد و ثنا خالق کون و مکان کی بجالائے۔ اور جناب باری تعالےٰ سے حکم آیا اے دوست تو مکان اپنی اُمت کا دیکھکر خوش و راضی ہو۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی خداوندا بندے کو کیا طاقت ہے کہ اپنے خدا کی نعمت سے ناراض ہو۔ تب جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ یہ سب نعمتیں بہشت کی میں نے تیرے دشمن کے واسطے حرام کی ہیں اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقات دوزخ کے دیکھنے کیلئے متوجہ ہوئے اور دوزخ کے طبقات ملاحظہ کرتے رہے۔ پہلے طبقات میں بہ نسبت طبقات دوسرے کے رنج و عذاب کم تھا پھر دیکھا کہ اسکے اندر ستّر ہزار دریائے آتشی ناپیدا کنار ایسے جوش و خروش سے بہتے تھے کہ اگر تھوڑا سا بھی شور اس دُنیا میں پہنچے تو کوئی خلقت زمین کی زندہ نہ رہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مالک سے جو دوزخ کا داروغہ ہے پوچھا کہ یہ طبقہ کس خلقت کے واسطے بنایا گیا ہے اس نے یہ سُنکر اپنا سر جھکا لیا کچھ جواب اس کا نہ دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ یہ شرم کی وجہ سے آپ سے عرض نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان کرو۔ شاید آج اسکا تدارک

ہو سکے۔ تب پھر مالک نے رو کر عرض کی کہ یہ طبقہ آپ کی اُمّت کے گنہگاروں کے واسطے تیار ہوا ہے۔ لہذا آپ اپنی اُمّت کو بہت زیادہ نصیحت فرمایئے اور اچھی طرح سمجھایئے تاکہ وہ گناہوں سے باز رہیں ورنہ قیامت کے دن مجھے مجال تخفیف عذاب و رنج کی مطلق نہ ہوگی۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُنکر اور اپنا عمامہ اپنے سر مبارک سے اُتار کر باب دیدہ مناجات کرنے لگے کہ خداوندا مجھ کو اس کے دیکھنے سے ایسا خوف آیا کہ مجھے تاب و طاقت اسکے دیکھنے کی نہ رہی اور امت تو میری بہت ہی ناتوان و ضعیف ہے وہ کیونکر اس عذاب کو برداشت کرے گی۔ خداوندا تو غفور الرحیم ہے اور مجھ کو تو نے اُمت کا پیشوا بنایا ہے اور عزت و آبرو بھی میری تیری قدرت کے قبضے میں ہے۔ پس پھر حکم اللہ تعالیٰ کا ہوا کہ اے میرے حبیب تو کچھ غم نہ کر قیامت کے دن میں تمہاری شفاعت سے اتنے لوگ بخشوں گا کہ تم اس سے راضی رہو گے۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا قسم ہے تیری ذات پاک کی میں ہرگز راضی نہ ہونگا جب تک ایک ایک شخص کو میری اُمّت میں سے بہشت میں نہ لیجائیگا۔ اسی طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نوّے ہزار کلمات راز و نیاز اور امر و نہی کے ارشاد کیے۔ پھر جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ ہر روز پچاس وقت کی نماز اور چھ مہینے کے روزے ہر سال میں تم پر اور تمہاری اُمّت پر ہیں نے فرض کیے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مُبارک سجدے میں رکھکر الحاح و زاری کی اور پھر کہا یا الٰہی میری اُمّت ضعیف و ناتواں ہے اور عمر بھی بہت تھوڑی ہے اسقدر بارِ گراں نہ اُٹھا سکے گی۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ ہر روز پچیس وقت کی نماز اور تین مہینے کے روزے فرض کیے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مُبارک سجدے میں رکھا اور اپنے دل میں ارادہ کیا اگر رات دن میں پانچ وقت کی نماز اور ایک سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہو دیں تو پھر بخوبی ادا ہو سکیں گے۔ چنانچہ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ میں ارحم الراحمین ہوں اس وجہ سے اے میرے حبیبؐ جو دل میں تو نے ارادہ کیا ہے وہ میں نے قبول کیا اور پچاس وقت کی نماز اور چھ مہینے کے روزوں کا ثواب تجھ کو ملے گا۔ میں نے تجھ کو یہ بخشا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے درگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کی کہ یا الٰہی میری اُمّت مجھ سے پوچھے گی کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہدیہ و تحفہ ہمارے واسطے عنایت فرمایا تو میں انکو کیا خوشخبری دونگا۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اوّل نماز پنج وقت کی اور روزے ایک مہینے رمضان المبارک کے اور تیس ہزار کلمات دینی و دنیاوی ان کو دینا اور تیس ہزار کلمات جو راز داری کے ہیں اسکا کسی سے نہ کہنا اور باقی تیس ہزار کلمات جو ہیں اسکو چاہو کہو یا نہ کہو۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا اور پھر اپنا سر مبارک سجدے میں رکھکر عرض کی کہ یا الٰہی جو کچھ میں نے دیکھا اور سُنا ہے یہ میں کس کو کہوں اور کون میری اس بات کا اعتبار کریگا۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ پہلے تم ابوبکر صدیقؓ سے کہو وہ تمہاری بات کو سچ جانیگا پیچھے اس کے پھر ہر ایک مانے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدۂ شکر بجا لائے اور پھر بارگاہِ الٰہی سے رخصت ہوئے اور رف رف پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے اور وہاں پر حضرت جبرائیلؑ منتظر تھے براق لیکر آگے بڑھے پھر وہاں سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت الاقصیٰ میں پہونچے اور نبی و مرسل وہاں آپ کا انتظار کر رہے تھے، اُن سبھوں نے دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دی اور معانقہ و مصافحہ کیا پھر حضرت جبرائیلؑ نے اذان دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی اور جملہ انبیاء کرام نے مقتدی ہو کر نماز پڑھی اسکے بعد وہاں سے رخصت ہوئے بی بی اُمّ ہانی کے گھر میں تشریف لائے اور حضرت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان پر پہونچا کر اور براق لیکر اپنی جگہ پر چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لائے تو بستر کو گرم پایا اور جس جگہ پر وضو کیا تھا وہاں سے پانی کو بہتے اور حجرے کی زنجیر کو ہلتے دیکھا۔ اس واقعہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی حقیقت کو اور یہودی کا مسلمان ہونا وغیرہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر کے کچھ واقعات معراج شریف کے حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرماتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات صداقت آیات سنتے ہی کہا کہ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اس سبب سے ان کا لقب بھی صدیق ہوا اور جب ابوجہل وغیرہ نے یہ سنکر کہا کہ کَذَبْتَ اس واسطے خطاب اُن کافروں کو کذاب و زندیق و ملعون کا دیا گیا۔ اور جو کوئی حضرت ابوبکرؓ کے موافق رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج پر تصدیق کریگا وہ بیشک مثل ابوبکر صدیقؓ کے صدیقوں کے مرتبے میں ہے اور جو کوئی منکر معراج کا ہوگا وہ یقیناً مطابق ابوجہل کے لعین اور مردود ہوگا۔ اور اس محفل میں ایک یہودی گنوار نے معراج کا حال سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا اور حضرتؐ کے پاس سے اُٹھ کر بازار میں آکر ایک بڑی مچھلی مول لیکر اپنی بیوی کو دی اور اس سے کہا کہ جلدی اس مچھلی کے کباب بناؤ میں بھوک سے بیتاب ہوں اور مجھے سخت بیقراری ہو رہی ہے اتنا دن آیا اب تک نہار منہ ہوں۔ جب میں دریا سے نہا کر آؤنگا تو پھر کھانا کھاؤنگا وہ یہودی یہ کہہ کر لب دریا چلا گیا اور اپنے کپڑے کنارے پر رکھ کر پانی میں غسل کرنے کو اُترا اور پھر اس نے غوطہ لگایا جب اس نے اپنا سر اُٹھایا اپنے تئیں ایک عورت جوان صورت پایا اور جو کپڑے کنارے پر رکھے تھے وہ بھی اسکو نہ ملے۔ یہ ماجرا عجیب و غریب دیکھکر بہت گھبرایا اور پھر اس نے اسی گرداب تحیر میں غوطہ کھایا۔ کنارے کے پاس آکر پاسِ آبرو کے سبب آنکھوں سے اپنی آبرو پر رو رو کر آنسو بہایا۔ بار بار ہاتھ پر ہاتھ اور اپنے منہ سے ہیہات ہیہات پکارتا اپنا ننگا بدن دیکھکر اس کو شرم آئی تو اس نے درختوں کے پتوں سے اپنی شرم گاہ چھپائی۔ اور اتنے میں ایک گنوار

جو گھوڑے پر سوار تھا اس طرف سے گذرا دیکھا کہ ایک عورت حسین خوبصورت ننگی بیٹھی ہے اس نے نہایت خوش اور شیدا ہو کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اور پھر اس کو اپنے نکاح میں لایا۔ غرض سات برس اسکو اس جوان کی خانہ داری میں گذرے اور تین فرزند بھی اس سے تولد ہوئے۔ ایک دن وہ عورت اپنے ہمسایہ کی عورتوں کے ساتھ دریا میں نہانے کو گئی اور جس جگہ پر اس نے پہلے کپڑے رکھے تھے اسی جگہ پر اب کی بار بھی اُتار کر کپڑے رکھے اور اپنے خیال سے وہ واردات بھول کر نہانے میں مشغول ہوئی۔ جب اس نے غوطہ مار کر اپنا سر اٹھایا تو اپنے تئیں صورت اصلی پر دیکھا اور کنارے پر جو مردانے کپڑے پہلے رکھے تھے وہاں پر وہی پائے۔ اور جب وہ اپنے کپڑے پہن کر اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ وہ مچھلی جو بازار سے لاکر اپنی بیوی کو دی تھی وہ اب تک زندہ تڑپ رہی ہے اور اس کی عورت کے ہاتھ میں جو کام تھا وہی کام کر رہی تھی۔ اور بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ اسکی عورت سوت کات رہی تھی اور ابھی تک وہ پونی اسکے ہاتھ سے تمام نہ ہوئی تھی۔ پھر اس نے اپنی عورت سے جاکر کہا کہ تم نے اب تک مچھلی نہ پکائی اتنی دیر تو نے پکانے میں کیوں کی ہو۔ اسکی عورت بولی کیا خیر تو ہے، کچھ پی کر آئے ہو ابھی مچھلی لائے ہو۔ ایک لمحہ میں کہیں مچھلی پکتی ہے۔ پھر اس نے اپنی بیتی ہوئی واردات کو اس سے بیان کیا۔ وہ بولی اجی ابھی بہت دور ہو اور معلوم ہوتا ہے کہ تم نشے میں چور ہو۔ اس نے یہ بات سُنکر اپنے جی میں جانا کہ میں نے حال معراج کا سچ نہ جانا تھا اور میں نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھا تھا اسی سبب سے یہ حال مجھ پر گذرا اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ پس میں نے یقین کامل کیا کہ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں۔ اور دین اسلام برحق ہے۔ الغرض حاصل کلام یہ ہے کہ اس یہودی کو دین اسلام کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ وہ اسی وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا دیکھا کہ آپ معراج شریف کا حال بیان فرماتے ہیں اس نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معراج کو میں جھوٹا جانتا تھا میں نے اسکی تعذیر پائی۔ اسکے کہنے پر صحابۂ کرامؓ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا تعزیر پائی تب اس یہودی نے سب حقیقت مچھلی اور غسل اور صورت بدلنے اور نکاح اور اولاد اور پھر سات برس گزرنے اور پھر اصلی صورت پر آنے کی کیفیت بیان کی۔ یہ بات سُنکر تمام صحابۂ کرامؓ سجدۂ شکر جناب رب العلمین کا بجالائے۔ اور پھر کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ معجزہ خاص آپکے واسطے ہے کسی نبی کو ایسا معجزہ عنایت نہیں ہوا۔ آخر وہ یہودی ایمان لایا اور ابوجہل کو کچھ اثر نہ ہوا اور پھر اس نے کہا کہ یہ سب فریب بازی اور افترا سازی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ (ترجمہ) یعنی جسکو اللہ تعالیٰ راہ دے پھر کوئی نہیں بہکانے والا اس کا اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکاوے پھر اسکو کوئی راہ دینے والا نہیں۔ اور جب خبر معراج شریف کی مکہ معظمہ میں مشہور ہوئی تب اکثر اہل مکہ متفق ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ تمام احوال بیت المقدس کا

ہم سب سے بیان کریں تو ہم آپ کے معراج کے حال پر ایمان لے آوینگے اور صدق دل سے مسلمان ہو جاویں گے کیونکہ ہم لوگ بیت المقدس کی علامات کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اگر آپ آسمان پر گئے ہونگے تو وہاں کا حال بھی آپکو معلوم ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو نشانات بیت المقدس کے بیان کرو۔ یہ بات سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ تامل سا ہوا اس واسطے کہ احوال بیت المقدس کا بیان کرنا اس وقت کچھ ضرور نہ تھا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا کے حکم سے بیت المقدس کو اپنے پروں پر اُٹھا لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا اس وقت جو لوگ جو حال بیت المقدس کا پوچھتے تھے تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس کو بیان کرتے تھے۔ اسکے بعد جو لوگ نیک اصلی اور سعید ازلی تھے وہ تو ایمان لے آئے اور اُنہوں نے فوراً ہی صدقت یا رسول اللہ کہا اور جو لوگ بدبخت ذاتی تھے اُنہوں نے جسم خاکی کا آسمان پر جانا خلاف قیاس سمجھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے غافل ہو کر انکار کیا۔ پس اے نیک طالع مہربانو ہیئت اس دقیقہ کی بدرجۂ احسن جانو کہ عالمیان ہیئت و نجوم نے رصد اور ہندسہ کی دلیل سے ثابت کیا ہے کہ ماہتاب اگرچہ ستاروں میں چھوٹا ہے مگر جرم اس کا زمین سے بہت بڑا ہے اور بسبب گردش فلک کے ہزاروں برس کی راہ ایک ہی لحظہ میں طے کرتا ہے اور اپنی حرکت سے مشرق و مغرب تک سینکڑوں برس کی راہ ایک گھڑی میں جاتا ہے۔ جب یہ سیر بسرعت ماہتاب کی عند العقل محال نہیں ہے پھر آفتاب نبوت کا جس کے نور سے سب کچھ پیدا ہوا ہے اگر تھوڑی سی رات میں عرش تک جاوے اور پھر آوے تو کیا کوئی عجب بات ہے۔ اور پھر شیطان بدترین خلق اللہ سے ہے وہ ایک لحظے میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جاتا ہے اور جو شخص بہترین مخلوقات ہو اگر تھوڑی رات میں آسمان پر جائے اور پھر واپس آئے تو کیا محال ہے۔ اے نیک بختو ذرا غور کرو کہ فرشتے جبرائیل وغیرہ ہزاروں بار زمین پر آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ اگر ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ وہ تمام فرشتوں سے اور تمام مخلوقات سے بہتر اور افضل ہیں۔ زمین سے آسمان پر تشریف فرما ہوویں تو کیا یہ بعید معلوم ہوتا ہے اے لوگو! ہوشیار و بیدار سمجھو کہ نور البصر العنان کا بمجرد آنکھ کھولنے کے ساتوں آسمان کے ستاروں تک پہونچا ہے اور جس کا جسم شریف کروڑوں درجہ نور البصر سے پاکیزہ ہو وہ اگر ایک رات میں طاقت الٰہی سے آسمان پر پہونچے کیا عجب ہے۔ اسی طرح ہزاروں دلیلیں ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج کی صداقت کی۔ مگر میں اس جگہ پر طوالت کلام میں نہیں دیتا۔ بس اہل ایمان کے واسطے جو قدردان ہیں، ان کے لئے اس قدر ہی کافی ووافی ہے۔ لہٰذا میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں، خداوند قدوس ہم سب کو پکا مسلمان بنائے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ✣

بیان معجزات وبزرگی اور خصائل حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ (۱) حضرت ابوبکر صدیق بن قحافہ سے روایت ہے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظلم وستم سے قریشیوں کے گھر چھوڑ کر میدان میں جاکر ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے اور آپ نے اپنی تلوار کو اس درخت کی شاخ پر لٹکادی تھی اچانک ایک یہودی اعرابی نے وہ تلوار لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے واسطے اُٹھائی فوراً درخت نے اپنی شاخ سے اس یہودی کو ایسا مارا کہ اس کا مغز مُنہ سے نکل پڑا اور پھر عذاب ابدی میں گرفتار ہوا۔ معجزہ (۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی رکانہ بن غبن اسفندیار مثل تہمتیں بکریاں چراتا تھا ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر بولا اے محمدؐ تو ہمارے معبودوں کو باطل کہتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں بیشک، تب اس نے کہا کہ ہم تم دونوں امتحان کریں۔ تو اپنے خدا کو پُکار اور میں اپنے معبودوں کو پُکارتا ہوں۔ اگر تو مجھ سے جیتا تو میں تجھ پر اور تیرے خدا پر ایمان لاؤں گا اور میں جیتا تو سب میرے معبود بزرگ ہیں۔ یہ بات کہہ کر رسولِ خداؐ کو پکڑ کر ایسا زور کیا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو اس کو بھی اپنی جگہ سے اُکھاڑ دیتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک موئے مُبارک کو جنبش نہ دے سکا۔ پھر اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زورِ نبوّت سے اسکو اُٹھا کر ایسا پٹکا کہ جیسے دھوبی کپڑا پاٹ پر مارتا ہے۔ تب اس نے جانا کہ محمدؐ صادق ہیں اور اُن پر جو نازل ہوا ہے وہ سب سچ ہے اور ہمارے معبود جھوٹے ہیں۔ بالآخر ایمان لایا اور مسلمان ہوگیا۔ معجزہ (۳) اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مٹکا گھی کا حضرتؐ نے مالک ابن انس کی ماں کو عنایت کیا تھا کہتے ہیں کہ اس مٹکے سے تقریباً پینتالیسؔ برس تک گھی خرچ کیا لیکن وہ خالی نہ ہوا مگر پھر بعد میں اسکو ایک دھکا لگنے سے وہ مٹکا ٹوٹا۔ اس کے بعد وہ ختم ہوگیا۔ معجزہ (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو چند خرمے بخشے تھے اور میں نے انکو ایک ہانڈی میں تقریباً بیسؔ برس تک رکھا تھا۔ اور میں بھی اس میں سے کھاتا تھا اور دیگر لوگوں کو بھی خدا کی راہ میں دیتا تھا لیکن وہ کم نہ ہوتے تھے مگر حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کے دن سے وہ برکت جاتی رہی۔ معجزہ (۵) جس دن مکہ معظمہ فتح ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے آپ کے دست مُبارک میں ایک چابک تھا اس چابک سے بتوں کی طرف جو کعبے کے اندر تھے اشارہ کرتے اور پھر یہ آیت پڑھتے قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (ترجمہ) یعنی حق آیا اور جھوٹ نکل بھاگا، اسی وقت سب بُت سرنگوں ہوکر گر پڑے۔ معجزہ (۶) ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم داہنے ہاتھ سے کھانا کھایا کرو اس شخص نے مکرو بہانہ سے کچھ عذر پیش کیا اور کہنے لگا اسی وجہ سے میں داہنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاسکتا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اب تو نہ کھا سکے گا پھر تا عمر وہ شخص اپنے داہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکا۔ **معجزہ (۷)** حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت پتھر بھی کہتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ اور جب کسی سنگریزے کو آپ اپنے ہاتھ میں اُٹھاتے تو وہ تسبیح پڑھنے لگتا تھا۔ **معجزہ (۸)** ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے تھے۔ بعد چند روز کے منبر تیار ہوا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اس وقت اس ستون سے آواز فریاد وزاری کی نکلی اس واسطے کہ حضرت کی پشت کی برکت سے وہ محروم ہوا یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے اس سے معانقہ کیا تب اسکو قرار آیا۔ **معجزہ (۹)** ایک دن ایک ہزار چار سو آدمی کا لشکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ لیکن پانی نہ تھا۔ تمام کار ضروریات کے واسطے سب کے سب عاجز و مجبور تھے اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی شہادت کی زمین پر ٹیک دی اسی وقت اس سے پانی جاری ہو گیا۔ چنانچہ تمام لشکر وضو اور غسل اور کار ضرورت سے فارغ و آسودہ ہوا۔ **معجزہ (۱۰)** ایک دفعہ خندق کی لڑائی کے دن چار سیر جو کی روٹی سے ہزار آدمیوں کے لشکر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیر کرایا اور وہ روٹی پھر اسی قدر موجود رہی۔ **معجزہ (۱۱)** ایک دفعہ جنگ تبوک میں تیس ہزار آدمیوں کے لشکر میں ایک آدمی کے لائق پانی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تیر اسی میدان میں کھڑا کیا فوراً اس جوش و خروش سے پانی نکلا کہ سارا لشکر آسودہ ہوا۔ **معجزہ (۱۲)** ایک مرتبہ کئی شخص انصار سے آئے اور اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اونٹ بہت شوخی کرتے ہیں اور اپنی پیٹھ پر سے بوجھ نیچے ڈال دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹوں کے پاس جا کر کچھ پڑھا پھر اُن اونٹوں نے کبھی سرکشی نہ کی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب حیوان آپ کو سجدہ کرتے ہیں کیا ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر سجدہ کرنا آدمیوں کو روا ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورتیں اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ **معجزہ (۱۳)** ایک مرتبہ ایک اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے مالک کا شکوہ کیا۔ کہ وہ مجھ سے بہت محنت لیتا ہے اور مجھے پیٹ بھر کھانے کو نہیں دیتا اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں لہذا آپ مجھ کو اس سے خرید لیجئے یا پھر میری طرف سے اس سے سفارش کیجئے۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے مالک سے کہا کہ تو اونٹ کو بقیمت واجبی بیچ دے ورنہ تو اس کو پیٹ بھر کر کھانے کو دے۔ **معجزہ (۱۴)** ایک دن ایک اعرابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اس نے کہا کہ آپکے پیغمبری کی کیا دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ درخت جو میرے سامنے ہے یہ گواہ ہے۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بُلایا۔ چنانچہ وہ درخت خدا کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور پھر تین مرتبہ اس درخت نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ تب وہ اعرابی یہ حال دیکھکر فوراً ایمان لے آیا۔ **معجزہ (۱۵)** ایک دن ایک اونٹ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر عرض کی کہ میں جن لوگوں میں ہوں وہ لوگ نماز عشاء کی نہیں پڑھتے ہیں اور قبل نماز عشا کے وہ لوگ سو جاتے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو طلب فرمایا اور نماز کی ادائیگی کی سخت تاکید فرمائی۔ معجزہ (۱۶) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ اور ان کے لڑکوں کے حق میں دعا فرمائی تو اس مکان کے در و دیوار اور پتھروں نے فصیح زبان سے آمین کہا۔ معجزہ (۱۷) ایک لڑکا جس دن تولد ہوا اسی دن اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے۔ حضرتؐ نے پوچھا اے لڑکے! میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے اسکے واسطے برکت کی دعا کی۔ معجزہ (۱۸) ایک شخص گونگا مادر زاد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے بے تامل کہا کہ آپ رسولِ خدا ہیں۔ معجزہ (۱۹) ایک عورت اپنے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکے کو جنون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر پھیرا فی الفور اس کا جنون جاتا رہا۔ معجزہ (۲۰) ایک شخص اپنے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور کہا اے حضرتؐ یہ لڑکا مثل گونگے کے چپ رہتا ہے اور بات نہیں کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا پانی اپنی کلی کا پلایا وہ فی الفور باتیں کرنے لگا اور پھر ایسا بڑا عالم اور عقلمند ہوا کہ اکثر لوگ اس سے تعلیم پاتے تھے۔ معجزہ (۲۱) ایک شخص کو استسقا کی بیماری تھی بلکہ وہ قریب الہلاک ہو چکا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دعا کی درخواست کی اور اس مہلک بیماری سے شفا کی خواہش ظاہر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آبِ دہن تھوڑا سا خاک میں ملا کر اس کو دیا اس نے وہ خاک اپنی زبان پر رکھی بحکم خدا وہ فی الفور ٹھیک ہو گیا۔ معجزہ (۲۲) غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں شدت کا درد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے واسطے شفاء کی دعا کی اور پھر تھوڑا سا لعاب دہن مبارک کو آنکھوں میں لگایا۔ بحکم خدا آنکھوں کو فی الفور آرام ہو گیا۔ معجزہ (۲۳) ایک شخص کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں اور اسکو کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اسکی آنکھوں پر کچھ پڑھکر پھونکا۔ بفضل خدا اس کی آنکھیں اپنی اصلی حالت پر آگئیں اور وہ شخص اچھی طرح سے دیکھنے لگا۔ معجزہ (۲۴) ایک شخص کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اسکے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر پھیرا۔ بحکم خدا فوراً جڑ مل گیا اور اس نے اس بیماری سے شفا پائی۔ معجزہ (۲۵) ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے کو آپ زندہ کر دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤنگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے ساتھ اسکی قبر پر گئے وہاں جا کر آپ نے اس لڑکے کو آواز دی کہ اے لڑکے کیا تیری خواہش ہے پھر دنیا میں آنے کی؟ اس نے کہا کہ نہیں اور پھر کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے تو آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے ماں باپ مشرف باسلام

ہوتے ہیں اگر تیری خواہش دُنیا میں آنے کی ہو تو اپنے ماں باپ کے ساتھ آ کر رہ۔ اس نے کہا کہ ماں باپ سے زیادہ مہربان تو میں نے خدا کو پایا۔ معجزہ (۲۶) ایک دن حضرت جابرؓ نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور اس میں ایک بکری ذبح کی تب حضرت جابرؓ کے بیٹے نے کھیل سمجھ کر اپنے ایک چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ اسکی ماں یہ حال دیکھکر دوڑی اور لڑکا مارے ڈر کے بھاگ کر چھت پر چڑھ گیا۔ اور جب اس لڑکے نے اپنی ماں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ بہت زیادہ ڈرا اور چھت سے کود کر وہ بھی مر گیا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابرؓ کے گھر پر تشریف لے آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ تمہارے لڑکے کہاں ہیں۔ اس وقت حضرت جابرؓ نے گمان کیا کہ اگر میں ان دونوں کا مرنا بیان کرونگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھانا نہیں کھائیں گے اور ناخوش ہونگے مزید آپ نے جابر سے فرمایا کہ بھائی انکو تلاش کر کے لاؤ اور ہم سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ تب ناچار ہو کر لڑکوں کی ماں نے انکے مرنے کا احوال بیان کیا۔ چنانچہ یہ بات سُن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیقرار ہو کر ان دونوں کی لاش پر جا کھڑے ہوئے اور پھر دعا کی۔ چنانچہ فوراً دونوں لڑکوں نے زندہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ اس بکری کا گوشت کھاؤ اور اسکی ہڈی نہ توڑو۔ پھر بعد اسکے ہڈیوں کو جمع کیا اور اپنا دستِ مبارک اس پر رکھکر کچھ کلام پڑھا اور پھر اس پر دم کیا۔ چنانچہ فوراً وہ بکری بھی زندہ بحکم خدا ہو گئی۔ معجزہ (۲۷) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس کے حق میں دعا فرماتے تھے ان کی تین پُشت تک اس دعا کا اثر باقی رہتا تھا۔ معجزہ (۲۸) ایک دن حضرت انسؓ بن مالک نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے واسطے کچھ دعا دُنیا کی کیجئے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا الٰہی مال اولاد میں انس کو برکت دے حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسقدر دولت مند ہوا کہ دولت میری کبھی کم نہ ہوئی اور پھر جو عیش وخوشی میں نے کی ہے سو کسی کو نصیب نہ ہوئی اور اولاد بھی میری تقریباً ایک سو سے زائد ہوئی۔ معجزہ (۲۹) ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمنؓ ابن عوف کیواسطے دعا برکت کی کی سو انکے واسطے دروازہ روزی کا اسقدر کشادہ ہوا کہ اگر وہ پتھر اُٹھاتے تو اسکے نیچے بھی سونا چاندی پاتے۔ پہلے وہ فقیر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایسے امیر ہوئے کہ انکی موت کے بعد پچاس ہزار بموجب وصیت محتاجوں کو دیئے گئے اور چار لاکھ دینار چاروں بیبیوں کے حصے میں آئے۔ حالانکہ وہ خود بھی بہت کچھ خیرات کر چکے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہشت کی بشارت دی تھی معجزہ (۳۰) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر مُبارک پر ہاتھ پھیرا اور پھر دعا اللہ تعالیٰ سے کی اس دعا کی برکت سے حضرت عمرؓ ہر وقت جوان معلوم ہوتے تھے حالانکہ وہ اسّی برس کی عمر رکھتے تھے۔ معجزہ (۳۱) ایک دن ایک شخص کے چہرہ پر دستِ مبارک پھیرا ایسی صفائی اور لطافت ان کے چہرے پر نمودار ہوئی کہ دوسرے کا منہ اسکے منہ میں مثال آئینے کے نظر آتا تھا۔ معجزہ (۳۲) ایک دن تھوڑا سا پانی حضرت زینبؓ کے منہ پر آنحضرتؐ

صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈال دیا تب وہ بی بی ایک حسینہ اور خوبصورت ہوگئیں اور پھر ان کے حسن وجمال میں کسی کو نہ پایا معجزہ (۳۳) ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے بدن پر واسطے دفع مرض کے اپنا ہاتھ پھیرا اس کے بدن سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ بوئے مشک وعنبر پر وہ غالب تھی ہر چند کہ عورتیں اسکے اقسام طرح کی خوشبو ملتی تھیں۔ لیکن وہ خوشبو سب پر غالب تھی۔ معجزہ (۳۴) حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لیگئے تو اسوقت حضرت فاطمہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تین دن سے کچھ کھانا نہیں کھایا ہے۔ یہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلّی دی اور پھر اپنا شکم مبارک کا کپڑا اُٹھاکر دکھایا کہ میں نے بھی چار پتھر باندھے ہوئے ہیں تاکہ تم کو اچھی طرح سے تسکین وتسلّی ہوجائے۔ یعنی چار دن سے کھانا تناول نہیں کیا۔ پھر اسکے بعد اپنی صاحبزادی کی بھوک سے غمگین ہوکر صحرا کی طرف تشریف لے گئے وہاں ایک اعرابی اونٹوں کو پانی پلواتا تھا اسکو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اعرابی کوئی مزدوری بتا اس نے کہا کہ تم کنوئیں سے پانی نکالو ایک ڈول پر تین خرمے مزدوری کے دونگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ جب پہلے ڈول کی اُجرت میں تین خرُمے ملے خود تناول فرماکر پھر پانی نکالنے میں مشغول ہوئے۔ جب آٹھ ڈول اور نکالے قضاء الٰہی سے رسّی ٹوٹ کر ڈول کنوئیں میں گر پڑا۔ یہ دیکھکر اعرابی بہت ہی غصّہ ہوا اور ایک طمانچہ بھی رسید کیا۔ پھر کسی ترکیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ڈول بھی کنوئیں سے نکالا۔ اور جو بیس خرمے اپنی اُجرت کے لیکر حضرت فاطمہؓ کے گھر میں تشریف لائے۔ اعرابی نے جب حضرت کا صبر وتحمّل دیکھا تو اسنے اپنی حرکتِ نامعقول سے نادم وپشیمان ہوکر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس کے درد سے بیہوش ہوگیا۔ جب تھوڑا سا ہوش آیا پھر حضرت فاطمہؓ کے گھر کے دروازے پر آکر شور وغوغا کرنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اعرابی کی خبر سُنکر باہر تشریف لائے اس اعرابی نے آپ سے بہت عذر پیش کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے پوچھا ہاتھ اپنا تونے کیا کیا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تقصیر معاف کیجئے میں نے نادانستہ گستاخی کی ہے اسکے خوف سے میں نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ آپ سے عفو تقصیر کا خواہاں ہوں آپ بیشک رحمۃ اللعالمین ہیں لہٰذا میرے حال پر رحم کیجئے اور میرے کٹے ہوئے ہاتھ کو درست کیجئے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے کٹے ہوئے ہاتھ کو ملاکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پھونک دیا۔ بحکم خدا اس کا ہاتھ بدستور سابق ہوگیا۔ اور پھر وہی اعرابی اس معجزہ کو دیکھکر فوراً ایمان لے آیا۔ معجزہ (۳۵) ایک روایت میں ہے کہ ایک دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکڑیاں واسطے تعمیر مسجد مدینہ منوّرہ کے درکار ہیں یہ لکڑیاں کہاں ملیں گی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکے میں میرا مکان ہے اس مکان میں لکڑیاں بہت عمدہ ہیں اگر وہ کسی طرح سے آسکیں تو پھر مسجد بہت آسانی سے تعمیر ہوجائے گی۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں التجا کی خدا کے فضل وکرم سے از غیب وہ لکڑیاں مدینہ منورہ میں آگئیں اور پھر وہ

مسجد نبوی میں لگائی گئیں۔ **معجزہ (۳۶)** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبوّت کی شہرت کے وقت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اہل قریش کے ظلم وستم زیادہ ہو گئے تھے لیکن اسوقت ایک یہودی بڑا ہی عقلمند تھا اور مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ ہمیشہ توریت کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک دن توریت میں صفت اور نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا دیکھا مارے غصّہ کے اپنی بیوی سے قینچی منگوا کر صفت و نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کاٹ دیا۔ پھر دوسرے دن اپنے معمول کے مطابق توریت پڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ پھر اسی مقام میں نام مبارک موجود ہے۔ پھر نام کو کاٹنے پر مستعد ہوا فوراً ایک آواز غیب سے آئی کہ اے ملعون اگر تو ہزار بار بھی صفت اور نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مٹاوے گا تو تو ہرگز ہرگز مٹا نہ سکے گا۔ تب یہودی ڈرا اور جانا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسولِ خدا ہیں۔ اسی وقت وہ مدینۂ منورہ سے جاکر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور سچّا مسلمان ہو گیا۔ **معجزہ (۳۷)** حضرت ابوبکر صدیق رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرتؐ اپنے صحابہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک یہودی بکری کے کباب بنا کر گوشت میں زہر ہلاہل ملا کر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور پھر کہا کہ اے محمد ابن عبد اللہ میں یہ کباب آپ کے واسطے لایا ہوں تناول کیجئے۔ جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کھانے کا کیا تب وہ گوشت بولا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس گوشت کو نہ کھاویں کیونکہ اس گوشت میں زہر قاتل ملا ہوا ہے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی اس گوشت میں تو زہر ملا ہوا ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ سچ فرمایا آپ نے۔ لیکن یہ تو بتایئے کہ آپ کو اس بات کی کس نے خبر دی آپ نے فرمایا اس گوشت نے۔ پھر اس یہودی نے آپ سے عرض کی کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو آپ اس گوشت کو کھایئے اور زہر آپ کو اثر نہ کرے تو پھر ہم جانیں گے کہ آپ بیشک نبی سچے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھکر ایک ٹکڑا اس میں سے کھایا اور بقیہ اپنے صحابہ کو تقسیم کر دیا اور سب صحابۂ کرام بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر کھا گئے اس کی برکت سے کسی پر زہر نے اثر نہ کیا۔ پس اکثر یہودیوں نے اس معجزہ سے دین اسلام قبول کیا۔ **معجزہ (۳۸)** روایت ہے ایک مرتبہ بارہ ہزار آدمی اہل یمن کے واسطے حج کرنے مکّہ معظمہ میں آئے تھے اور ان کے ساتھ ایک بُت بھی تھا جس کا نام ہبل تھا۔ وہ بہت ہی جڑاؤ جواہرات سے مرصّع تھا اور ریشمی کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا اور وہاں کے لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ یہ دیکھکر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تب ان لوگوں نے کہا کہ تمہاری پیغمبری کی کیا دلیل ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمہارا ہبل میری پیغمبری کی گواہی دیوے تو تم سب مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ کہا اُنہوں نے ہاں اگر ایسا ہوویگا تو ہم ضرور سب آپ پر ایمان لادیں گے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ہبل بت کو اپنے پاس منگوایا اس نے آتے ہی آپ کے حضور لبیک کہا۔ پھر آپ نے اس سے کہا کہ اب تم اِدھر کو آؤ۔ چنانچہ وہ ادھر کو لبیک یارسول اللہؐ کہتا ہوا آیا اور پھر رسولِ خدا

کے سامنے باادب کھڑا ہوگیا۔ پس اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی اسکو ماری اور پھر اس سے فرمایا کہ تو کہہ کہ میں کون ہوں؟ وہ بولا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (ترجمہ) یعنی آپ رسولِ خدا ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق بندگی کے مگر اللہ تعالیٰ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ بندے اللہ کے اور بھیجے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میں تو ایک پتھر ہوں ان لوگوں نے مجھے اپنی معبودی میں پکڑا ہے اور یہ محض غلط ہے۔ جب ان لوگوں نے یہ حال دیکھا تو وہ ایک بارگی ہی بارہ ہزار سب کے سب سجدہ میں گر پڑے اور اپنے اپنے گناہوں کی توبہ استغفار کرنے لگے اور پھر سب اسی وقت مسلمان کامل ہوگئے۔ معجزہ (۳۹) ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوکر ابوایوب انصاریؓ کے گھر اُترے تو انکی صرف ایک ٹکڑا زمین تھی اور اس میں غلہ وغیرہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی گیہوں اس زمین میں بکھیر دیئے۔ چنانچہ چند ہی ایام میں اُگے اور پک کر تیار ہوئے کھیت کاٹا گیا اور پھر گندم کو پیس کر کھایا گیا اور اس کے کاٹنے کے بعد اس کی جڑوں سے بینگن کا درخت پیدا ہوا۔ معجزہ (۴۰) ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے روز حضرت عائشہ صدیقہؓ کھانا پکاتی تھیں آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اس چولھے میں کہ تیز آگ جلتی تھی داخل کیا اور پھر دیر تک اس کے اندر اپنا دست مُبارک رکھے رہے لیکن آپ کے ہاتھ کو کسی طرح کی کچھ ضرر نہ ہوئی۔ معجزہ (۴۱) روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص انصار میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ میری چار بیبیاں ہیں لیکن فرزند ایک سے بھی نہ ہوا یہانتک کہ وہ سب بوڑھی ہوگئیں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیویوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس دعا کی برکت سے انکی بیویوں کے استقرار حمل ہوا اور پھر فرزند تولد ہوئے۔ معجزہ (۴۲) روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی راہ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک مقام پر اترے وہاں ساتھیوں نے شکایت کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھانا پکانے کیواسطے لکڑیاں نہیں ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بجائے لکڑیوں کے پتھر رکھ دیئے وہ مانند لکڑیوں کے جلتے رہے۔ معجزہ (۴۳) روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر غار ثور میں تشریف فرما ہوئے تو آپ کے ساتھ اس وقت درندے اور چرندے چلے آتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ معجزہ (۴۴) ایک روایت میں ہے کہ اہل طائف نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ اگر اس پتھر سے ایک درخت میوہ دار پیدا ہووے تو ہم سب آپ پر ایمان لاویں گے۔ یہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اس پتھر پر رکھ دیا۔ قدرت الٰہی سے ایک درخت میوہ دار اس پتھر سے پیدا ہوا۔ پھر اہل طائف اسی معجزے پر ایمان لائے۔ معجزہ (۴۵) خبر ہے کہ حدیبیہ کی لڑائی کے روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو پکارا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن کی راہ میں تھے اُنہوں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اس آواز کو سُنکر حضرت فاطمہؓ نے عرض کی کہ اے میرے اباجان میں بہت بھوکی ہوں۔ معجزہ (۴۶) روایت ہے کہ خندق کی لڑائی کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے مانند آفتاب کے روشنی ظاہر ہوئی اور اسی روشنی کی شعاع سے بہت سے لوگ غشی میں آگئے۔ معجزہ (۴۷) ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری قوم خزرج میں مقتول ہوا تھا اور انکو قاتل کا دریافت کرنا مشکل تھا تب اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول پر کسی درخت کی شاخ رکھی تب اس مقتول نے حکم الٰہی سے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلایا۔ معجزہ (۴۸) ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبوک میں آئے۔ تو وہاں آپنے ایک قوم کو دیکھا کہ ان کے ساتھ بُت ہے اور وہ بُت سونے کا ہے یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا یہ بت لکڑی ہے اور آپ نے اپنا دست مبارک اس لکڑی پر رکھ دیا چنانچہ وہ بُت لکڑی کا ہو گیا۔ یہ معجزہ دیکھکر اکثر بت پرست آپ پر ایمان لے آئے اور اُنہوں نے ہمیشہ کے لیئے بُت پرستی چھوڑ دی۔ معجزہ (۴۹) ایک روایت میں ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم سے بنی قریظہ قتل ہوئے خون سے انکے زمین بھر گئی لیکن حضور کی دُعا کی برکت سے بدبو جاتی رہی۔ معجزہ (۵۰) ایک مرتبہ شہر جدہ سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف تشریف فرما ہوئے اور وہ کئی دن کی راہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مابین طائف اور جدہ زمین تہ بتہ قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاوی مانند تھان کپڑے کے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساعت میں وہاں پہونچ گئے۔ معجزہ (۵۱) ایک روایت میں ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن یزید النخعی کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ وہ بولا کہ پتھر کے معبودوں کو اگر تم سونا بنا دو تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ آنحضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اس دعا کی برکت سے وہ سب سونے کے ہو گئے اسکو دیکھکر وہ سب ایمان لے آئے اور سچے مسلمان ہو گئے۔ معجزہ (۵۲) ایک دن حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی یا رسول اللہ حسنینؓ بھوکے ہیں اور ہمارے پاس کچھ کھانے کی قسم سے موجود نہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے ایک خوان کہ جس میں مچھلی تلی ہوئی اور اسکے علاوہ اس میں طرح طرح کی نعمتیں بھی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بھیجا سب نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا اور پھر دیکھا کہ کھانا اسی طرح سے پھر موجود ہے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ معجزہ (۵۳) ایک بار لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ روٹی اور سالن کو ہوا پر پکا دو تو ہم سب ایمان لے آئیں گے۔ پھر اسکے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس کی برکت سے روٹی اور سالن ہوا سے پکایا گیا اور پھر سب نے اسکو کھایا اور سارے اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ معجزہ (۵۴) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک انصاری کو جو کہ عرصہ سے برص اور جزام کی بیماری میں مبتلا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفا ہو گئی اور وہ انصاری بھلا چنگا ہو گیا۔

معجزہ (۵۵) ایک روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قوم عیسوی کو دعوت اسلام دی۔ تو اُن لوگوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام تو مٹی کی چڑیاں بناکر پھونک مارتے تو وہ خدا کے حکم سے زندہ ہوکر اُڑجاتی تھیں۔ اگر آپ بھی ہم کو ایسا معجزہ دکھا سکیں تو ہم لوگ آپ پر ایمان لاوینگے۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی خاک اُٹھاکر چڑیا کی صورت بناکر بسم اللہ پڑھ کر پھونک ماری خدا کے حکم سے وہ زندہ ہوکر اُڑگئی۔ معجزہ (۵۶) ایک روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک مرد قریشی نے آکر کہا یارسول اللہ ابوجہل پر دس ہزار دینار میرے واجب ہیں اور وہ مجھے دیتا نہیں ہے ہر روز مجھے لیت ولعل میں رکھتا ہے اور مجھے سخت حیران کرتا ہے کیونکہ وہ زبردست ہے اور میں کمزور ہوں۔ اگر آپ اسکے پاس جاکر دلادیں تو مجھ پر بہت ہی احسان ہوگا۔ یہ باتیں سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنے ہمراہ لیکر ابوجہل کے پاس تشریف فرما ہوئے اور وہ اس وقت قریشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی اور پھر کہا کہ آپ کس ارادے سے تشریف لائے ہیں اے ابوجہل دس ہزار دینار اس غریب کے کیوں نہیں دیتا۔ یہ سُنتے ہی فوراً ابوجہل نے دس ہزار دینار اسکو دیئے پھر وہ مرد قریشی خوش ہوکر اسی وقت آپ پر ایمان لے آیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب وہاں سے تشریف لائے تو ابوجہل کی بیوی ابوجہل سے لڑنے لگی کہ کیوں تونے اپنے دشمن کی خاطر ومدارات کی اور ان کے کہنے سے اپنا مال بھی اپنے ہاتھ سے کھویا۔ اس نے کہا کہ جب محمد ابن عبداللہ میرے پاس آئے تھے تو میں نے دیکھا کہ دو اژدہے انکے دونوں کاندھوں پر موجود تھے اور جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو قریب تھا کہ وہ مجھے اپنے مُنہ میں رکھکر نگل جائیں۔ میں نے اس ڈر اور خوف کی وجہ سے اسی وقت اس مرد کی واجب الادا رقم دیکر فوراً ہی رخصت کردیا۔ معجزہ (۵۷) ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل بارہا قریشیوں کی مجلس میں کہا کرتا تھا کہ بمجرد دیکھنے محمد ابن عبداللہ کے مجھے شدید خوف اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بہت نیزے بردار اور شیر اور سانپ گرداگرد ان کے مجھ کو نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص محمدؐ ابن عبداللہ کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی اور نامعقول گفتگو کریگا تو اس کو ہم سب مار ڈالیں گے۔ بس اسی طرح کا جادو ہروقت محمدؐ ابن عبداللہ کے ساتھ رہتا ہے۔ سچ ہے خدا جس کو گمراہ کرے اسکو راہ پر کون لائے وہ لعین یہ سب معجزے دیکھکر جادو ہی شمار کرتا تھا۔ معجزہ (۵۸) ایک روایت میں ہے کہ جب خبر نبوت پیغمبر کی اطراف عرب میں مشہور ہوئی تو اکثر لوگ ہر چہار طرف سے آنے لگے ایک مرتبہ بہت لوگ اعرابی بقصد ایمان مکے کی راہ سے آتے تھے۔ قریش اور ابوجہل نے کہا کہ تم محمد ابن عبداللہ کے پاس جاتے ہو۔ مگر تم لوگ ان پر بغیر معجزے کے ایمان نہ لانا۔ یہ سُنکر ان سب نے کہا کہ معجزہ ان سے طلب کریں تو ان سب نے کہا کہ چلو ہم سب بھی تمہارے ساتھ مل کر کوئی معجزہ طلب کریں۔ تب وہ سب مل کر آئے اور پھر اُنہوں نے آکر کہا اے محمدؐ ابن عبداللہ اہل قریش اور اعرابی سب جمع ہوئے ہیں اگر تم ایک معجزہ دکھلاؤ تو ہم سب تم پر ایمان لے آویں گے۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ تم لوگ کیا معجزہ چاہتے ہو بیان تو کرو۔ اُنہوں نے کہا ایک پتھر سفید اس میدان میں پڑا ہے اس پتھر کا رنگ مثل گلِ سُرخ کے ہو جاوے اور پھر اس سے ایک درخت سونے کا جسکی چھ شاخیں ہوں پیدا ہووے اور اسکی ہر شاخ میں سو سو پتّے ہوں اور وہ شاخیں پھولوں سے بھری ہوں اور ہر پتّے پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہووے اور اس کی ہر شاخ میں چھ قسم کے میوے اور ہر میوے میں چھ قسم کا مزہ مانند کھجور کے اور امرود اور سیب اور انار اور بیر کے ہو اور ہر شاخ میں ایک چڑیا سفید پیدا ہووے کہ منقار اسکی سونے کی اور پاؤں اسکے مانند لعل کے ہوں اور وہ فصیح زبان سے تمہاری پیغمبری پر گواہی دیوے تو پھر ہم سب تم پر ایمان لے آویں گے۔ یہ باتیں انکی جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنیں اور سُنکر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ ھٰذِہِ الْمُعْجِزَۃَ (ترجمہ) یعنی خدایا مجھ کو یہ معجزہ بخش دے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السّلام حاضر ہوئے اور اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو آپنے درخواست کی ہے وہ جناب باری تعالیٰ میں مقبول ہوگئی ہے۔ اب جو آپ کو مطلوب ہو آپ اس پتھر سے طلب کیجئے خدا کے فضل وکرم سے وہ سب ظہور میں آویگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتّھر کی طرف اشارہ کیا تو۔ اس اشارہ سے اس پتھر پر درخت وچڑیا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اُنہوں نے کہا تھا ویسا ہی موجود ہوا۔ یہ معبود برحق کا معجزہ دیکھکر تمام کے تمام اعرابی اسی وقت ایمان لے آئے۔ لیکن اہل قریش پھر بھی ایمان نہ لائے اور پھر اہل قریش نے کہا کہ یہ سب جادو ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! یہ جادو نہیں یہ تو قدرت الٰہی ہے۔ **معجزہ (۵۹)** ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل لعین نے ایک دن کہا کہ میرے گھر میں ایک پتھر ہے اگر اس پتھر میں سے ایک عجیب قسم کا طاؤس نکالو تو میں پھر ایمان لے آونگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزّت سے دعا کی تو وہ پتھر پھٹا اور اسمیں سے ایک طاؤس نکلا اور اس طاؤس کا سینہ سونے کا اور سر زمرد کا اور بازو اس کے موتی کے۔ ابوجہل لعین نے یہ امر عجیب اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بھی وہ اپنے ارادے سے نہ پھرا اور ایمان نہ لایا۔ **معجزہ (۶۰)** ایک روایت میں ہے کہ ایک دن ابوجہل ایک یہودی کو اپنے ساتھ لیکر بوقت شب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد ابن عبداللہ اسوقت کوئی معجزہ ہم کو دکھاؤ نہیں تو تیغ بے دریغ سے تمہارا سر جُدا کر دونگا۔ آپنے فرمایا کہو کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ وہ یہودی ابوجہل سے بولا کہ محمد ابن عبداللہ تو سخت جادوگر ہے اور جادو جو ہے وہ آسمان پر نہیں چلتا۔ چنانچہ ان سے کہو کہ چاند کو آسمان پر دو ٹکڑے کردیں تب ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے پاس جادو ہے یا معجزہ۔ پس ابوجہل کے کہنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی اُنگلی اُٹھاکر چاند کی طرف اشارہ کیا۔ تو اسی وقت چاند شق ہوگیا بحکم خداوند تعالیٰ کے یعنی اسی وقت دو ٹکڑے ہوگئے اور ایک ٹکڑا مشرق کو اور دوسرا مغرب کو چلا گیا۔ پھر یہ دیکھکر ابوجہل بولا کہ آپ پھر دونوں ٹکڑوں کو ملا دیں۔ چنانچہ پھر آپنے اشارہ فرمایا تو وہ دونوں ٹکڑے آپس میں آکر مل گئے۔ بس وہ یہودی تو ایمان لے آیا اور ابوجہل کہنے لگا کہ محمدؐ ابن عبداللہ نے ہماری آنکھیں جادو سے باندھ کر دو ٹکڑے دکھائے ہیں۔ اب اسکی تحقیقات

ان مسافروں سے کرنی چاہئے جورات کو سفر میں تھے کہ فلاں تاریخ کو چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے تم لوگوں نے دیکھا ہے یا نہیں۔ الغرض اس نے مسافروں سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا ہاں فلاں رات کو ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا جب لوگوں نے یہ گواہی دی تب بھی ابوجہل ایمان نہ لایا۔ معجزہ (۶۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نویں سال ہجری میں ایک دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی مسجد میں فرمایا۔ کہ اے میرے صحابیو! انجاشی بادشاہ نے وفات پائی ہے اور اس کی نماز جنازہ اسی وقت ہونی چاہئے۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام کھڑے ہوئے اور نماز جنازہ ادا کی۔ بعد نماز کے صحابہ کرام رضؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن مجھکو حضرت جبرائیل ؑ نے اس کی وفات کی خبر دی تھی، اور اس کی لاش کو میں نے دیکھا اس واسطے نماز جنازہ ادا کی اور پھر تمہاری بھی نماز جنازہ میری اقتدا میں درست ہوئی۔ الغرض جیسے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے ایسے معجزات اور کسی نبی یا مرسل یا غیر مرسل سے ظہور میں نہیں آئے اور جو جو کرامتیں اس اُمت کے اولیاء اللہ سے ظاہر ہوئی ہیں در حقیقت وہ بھی ایک قسم کے معجزات ہیں اور وہ قیامت تک اسی طرح درخشاں رہیں گی۔

بیان ہجرت نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ایک روایت میں ہے کہ جب معراج کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک عرب میں ہر طرف مشہور ہوئی تب اکثر اہل عرب حضرات آپ پر ایمان لے آئے اور بعض شدید مشرک لوگ ایذا اور تکلیف دینے پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعد ہوگئے اس لئے جناب باری تعالیٰ سے حضرت جبرائیل ؑ آئے اور پھر فرمایا اے رسول مقبول صلعم بعد سلام اور درود کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے ساتھیوں کو مدینہ منورہ میں بھیجو سوائے ابوبکر رضؓ کے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو بلایا تو ان میں حضرت مصعب رضؓ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضؓ اور عمار رضؓ اور بلال رضؓ اور سعد رضؓ وغیرہ تقریباً چھبیس ۲۶ صحابۂ کرام کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کو روانہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منتظر وحی الٰہی کے رہے اور ادھر ابوجہل لعین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مار ڈالنے کا کافروں سے حتمی مشورہ کیا اس مشورہ میں ابلیس خبیث علیہ اللعنۃ ایک پیر مرد کی صورت بن کر ان کافروں کے پاس آیا اور کہا اے صاحبو! میں بوڑھا ہوں اور نجد کا رہنے والا ہوں اور میں تمہاری مدد کیواسطے آیا ہوں اور میں مال اور آدمی بہت رکھتا ہوں پھر یہ سنکر اُنہوں نے اس ابلیس کو اپنے لوگوں میں بیٹھنے کی جگہ دی اور اپنی مجلس شوریٰ میں شریک کر لیا۔ اسوقت ابوجہل نے کہا اے بڈھے کہو کہ محمد ابن عبداللہ کے حق میں کیا تدبیر کی جائے۔ یہ سنکر اس لعین مردود نے کہا کہ اے ابوالحکم (ابوجہل) محمد ابن عبداللہ نے تو اپنے باپ دادا کے دین کو جھوٹا کیا ہے اور وہ

اپنے جھوٹے دین کو جادو کے ذریعے سے جاری کرنا چاہتا ہے اور تم حاکم مکہ ہو قوم تمہاری بے شمار ہے اور لشکر بھی کافی تعداد میں ہے اور محمدؐ ابن عبداللہ تو اسوقت تنہا ہیں کیونکہ اس وقت انکے ساتھی بھی سب کے سب مدینہ چلے گئے ہیں اور جس وقت کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر سوتے ہیں ایک شخص اسی وقت جاکر ان کا سر کاٹ لاوے اور اس طرح سے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے یہ رائے پسند کی اور آپس میں یہ بات مقرر ہوئی۔ تب ابوجہل لعین نے کہا کہ اے یارو آج کی رات محمدؐ ابن عبداللہ کا سر کاٹنا ضروری ہے۔ غرض اس کام کے لئے بیس آدمی جری بہادر کار آزمودہ کو قوم قریش میں سے مقرر کیا اور حضرت جبرائیلؑ نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آج قریش کی مجلس شوریٰ میں یہ بات قطعی مقرر ہوئی ہے کہ آج کی رات سر آپ کا تن سے جدا کریں گے اور حکم جناب باری تعالیٰ کا یوں ہوا ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیکر مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں اور اب تمام کام اسلام کے وہیں سے انجام پائیں گے۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی حقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیان کی۔ جب رات ہوئی علی مرتضیٰؓ کو اپنے بستر پر سلا کر ابوبکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ لیکر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں غروہ ماہ ربیع الاول شب دوشنبہ کو نبوت کے تیرھویں سال اور شب معراج کے آٹھ مہینے کے بعد کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ترپین ۵۳ برس کی تھی ہجرت فرمائی۔ اور اسی شب میں ان بیس آدمیوں نے جو ابوجہل لعین نے متعین کئے تھے انہوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر پر جاکر محاصرہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وہاں پر ان پر ایک خواب ایسا مسلط کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس محاصرے سے نکل گئے اور ان کو اصلاً خبر نہ ہوئی۔ پیچھے ایک ساعت کے ابلیس نے نیند سے اٹھا کر کہا کہ اے یارو محمدؐ ابن عبداللہ تو بھاگنا چاہتے ہیں۔ تب بیس آدمی اپنے ہاتھوں میں تلوار لیکر آنحضرت کے بستر پر آئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سو رہے ہیں۔ انہوں نے ان کو اٹھایا اور ان سے پوچھا کہ محمدؐ ابن عبداللہ کہاں ہیں۔ علی مرتضیٰؓ نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں پھر انہوں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہیں پایا۔ پھر انہوں نے مجبور ہو کر اس امر کی خبر ابوجہل لعین کو کی۔ پھر شیطان نے کہا کہ اے ابوجہل میں جانتا ہوں کہ محمدؐ ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لیکر مدینہ کی طرف بھاگے ہیں تم لوگ ان کا جلدی پیچھا کرو یقیناً وہ تم کو ضرور ملیں گے وہ لوگ غار الطحل جبل ثور میں جاکر چھپ رہیں گے تم انکو وہاں پاؤ گے۔ پس تمام قریش نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی خانہ تلاشی لی انکو بھی نہ پایا۔ تب پھر وہ لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں حضرت جبرائیلؑ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ تمام قریش آپ کے پیچھے آتے ہیں اور وہ آپ کو ایذا دینا چاہتے ہیں آپ اس غار الطحل میں ہی چھپ رہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے ساتھ اس غار میں جاکر چھپ گئے اور خدا کے حکم سے مکڑی نے اس غار کے منہ پر جالا بنا اور پھر دو کبوتروں نے اس میں دو انڈے بھی دیئے اور حضرت جبرائیلؑ نے آکر خاک وغیرہ بھی

اس پر بچھادی تاکہ وہ پرانا معلوم ہو۔ اس طرح سے آنے والے کفار نہ پہچان سکیں۔ جب وہ بدخواہ غار اطحل میں پہونچ گئے اور ہر طرف تلاش کرنے لگے۔ ابلیس لعین کو معلوم تھا اس نے چاہا کہ آدمی کی صورت بن کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلاوے اسوقت حضرت جبرائیلؑ نے اپنا پر شیطان کو مار کر دریائے محیط میں گرا دیا۔ اور پھر وہ بدخواہ اس غار کے دروازے پر آکر تلاش کرنے لگے کوئی کہتا تھا کہ شاید اس غار کے اندر گھسے ہیں۔ اور کسی نے کہا کہ نہیں اس کے اندر کیونکر جاویں گے مُنہ تو اس کا بہت ہی چھوٹا ہے اور کسی نے کہا کہ پھر یہاں سے محمد ابن عبداللہ کہاں گئے چنانچہ اسی طرح کفار عرب آپس میں کہہ رہے تھے کہ دو کبوتر اس غار کے مُنہ سے اُڑ گئے۔ جب کبوتر کے انڈے اور مکڑی کا جالا خاک اور کوڑا اس پر پڑا ہوا دیکھا تو وہ ناچار و مجبور ہو کر واپس لوٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک اسی غار کے اندر خدا کے آگے سجدہ ریز رہے اور حضرت ابوبکرؓ نے جو دیکھا کہ اس غار کے اندر چاروں طرف سانپ بچھو کے سوراخ بہت ہیں تو اُنہوں نے اپنے کپڑے اور اپنی دستار کو پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ صرف ایک کپڑا ازیر جامہ کو ثابت رکھا اور کپڑا نہ ہونے کے سبب ایک سوراخ باقی رہا اور وہ بند نہ ہو سکا۔ حکم الٰہی سے ایک مار زہردار نے چاہا کہ اس سوراخ سے نکل کر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک چومے اسی وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر اس پر پڑی چنانچہ اُنہوں نے اپنے پیر کو اسی سوراخ پر رکھ دیا۔ اور اس کے باہر آنے کی راہ کو بند کر دیا پھر اس غار کے اندر سے سانپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں میں کاٹا اور پھر زہر نے ان پر غلبہ کیا جسکی وجہ سے ان کے تمام بدن میں لرزہ پڑا۔ لیکن باوجود اتنی شدید تکلیف کے اپنا پاؤں اس غار کے مُنہ سے نہ ہٹایا اور مثل ستون کے قائم رکھا۔ اِدھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ حال دیکھکر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیا حال ہے تمہارا۔ اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ ایک بڑا سانپ اس سوراخ سے نکلتا تھا۔ اس واسطے میں نے اس سوراخ کو اپنے پاؤں سے بند کیا اور اس سانپ نے میرے پاؤں میں کاٹا اور اسکے زہر نے مجھ پر غلبہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنا پاؤں اس سوراخ سے کھینچ لو۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا پاؤں اس سوراخ سے کھینچ لیا۔ یکایک وہ سانپ اپنے اس سوراخ سے نکل آیا اور اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب میں نے دیکھا کہ ابوبکر صدیقؓ آپ کے قدم چومنے سے مجھے محروم کرتے ہیں۔ اسی واسطے میں نے انکے کاٹا ہے۔ یہ کہہ کر وہ ایمان لایا اور وہ پھر قدم بوس ہو کر اپنے سوراخ کے اندر گھُس گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخم کو تین بار چوس چوس کر تھو کا اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو شفاء کامل بخشی اور پھر چوتھے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ صدیق اس غار سے نکل کر مدینے کی طرف روانہ ہو گئے اور ادھر ابوجہل نے سراقہ بن ابو جسشم کو یہ خط لکھا کہ محمدؐ ابن عبداللہ یہاں سے بھاگ کر مدینے کی طرف جاتے ہیں لہٰذا مناسب ہے تم کو کہ وہ جہاں بھی ملیں ان کو پکڑ کر میرے پاس بھیجدینا۔ اس ہدایت پر سراقہ بن جسشم نے اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ میں آگھیرا اور اپنا نیزہ داہنے ہاتھ میں پکڑا اور اپنے گھوڑے کو دوڑا کر ارادہ کیا کہ وہ دفعۃً رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آوے اور پھر انکو پکڑ لیوے۔ خدا کے حکم سے اس وقت زمین اسکے گھوڑے کو پیٹ تک نگل گئی اس وجہ سے سراقہ نے سمجھا کہ محمدؐ ابن عبد اللہ سچے رسول ہیں اور پھر وہ اپنی عذر خواہی کرنے لگا اور اقرار کیا کہ اگر آپ مجھکو چھوڑا دیں گے تو میں اب واپس چلا جاؤنگا اور مزید کہنے لگا کہ جو بدخواہ آپ کے پیچھے آتے ہیں ان کو بھی پھیر دونگا اور میں ان سے کہونگا کہ میں نے اس طرف بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہیں پایا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین کو فرمایا یَا اَرْضُ خَلِیْہِ۔ یعنی اے زمین اسکو چھوڑ دے تب زمین نے اسکے گھوڑے کے پاؤں کو چھوڑا اور سراقہ اس طرح خلاص ہو کر واپس گیا اور اسکی جب بدخواہوں سے ملاقات ہوئی تو سراقہ نے وہی باتیں کیں جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے کراع الغنم میں پہونچے تو وہاں کا سردارِ قوم بریدہ اسلمیؓ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر سنکر اپنے ساتھ تقریباً سات سَو آدمی لیکر پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے استقبال کو آیا۔ اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے ماہ ربیع الاول کی سولھویں تاریخ دوشنبہ کے روز قبا میں پہونچے اور قبا ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ کے قریب میں واقع ہے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اسکے نتیجے میں بہت سے لوگ ایمان لائے اور وہاں چار روز پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم رہے۔ جب اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر پائی تو وہاں کے تمام سردار معہ اپنے اصحابہ کے حضرت عمرؓ اور حضرت امیر حمزہؓ وغیرہما حضرت کے استقبال کو آئے غرض ربیع الاول کی بیسویں تاریخ بروز جمعہ مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں اُترے اور پھر وہیں سے اشاعت اسلام و تبلیغ کے سلسلے کو جاری کیا گیا۔ ہجرت کے بیان کا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان جنگ بدر الکُبرٰے

ایک روایت میں آیا ہے کہ ہجرت کے بعد ایک برس تک جہاد کا اتفاق نہ ہوا۔ ہجرت کے دوسرے سال ہی بدر الکبرٰی واقع ہوئی اور ہجرت کے پانچویں سال میں بدر الصغرٰی واقع ہوئی اور اسی طرح دس برس کے اندر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو پچیس ۲۵ لڑائیاں کفاروں سے لڑنا پڑیں اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ستائیس ۲۷ اور بعد نزول اس آیت کے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (ترجمہ) یعنی قتل کرو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ لیکن ان میں سے سات لڑائیوں میں یعنی جنگ بدر اور جنگ اُحد اور غزوہ خندق اور بنی قریظہ اور بنی مصطلق اور خیبر اور طائف میں آپ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے تھے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وادی القریٰ اور غابہ اور بنی نضیر میں گئے تھے ایسی ہی اور پچاس لڑائیاں ہوئیں ان میں صرف لشکر ہی کو آپ نے بھیجا اور خود تشریف فرما

نہ ہوئے اور اس مدت کے اندر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سوائے دعوت اسلام اور تعلیم احکام دین اور کافروں سے جہاد کرنے اور مسجد کے بنانے کے سوائے کوئی دوسرا کام نہ تھا یہانتک کہ دین کمالیت کو پہونچا اور لڑائی بدر الکبریٰ کے ہونے کا یہ سبب تھا۔ کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور وہ آکر کہنے لگے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّے کے مشرک سوداگر ابوسفیان اور عمر بن العاص کی طرف سے آتے ہیں۔ آپ اپنے صحابہ کرام کو بھیجو تاکہ وہ اُن سب کو ماریں اور مال غنیمت حاصل کریں اور ان سے کسی طرح کا خوف نہ کریں خدا کے فضل وکرم سے تم کو فتح ونصرت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو فرمایا اور ایک سَو مرد مسلمان جمع ہوئے ان میں تیرہ آدمی گھوڑے کے سوار اور اسّی آدمی شتر سوار اور باقی پا پیادہ تھے اور کسی کے پاس ہتھیار لڑائی کا نہ تھا۔ مگر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک لاٹھی تھی۔۔ ان کافروں سے لڑنے کے واسطے۔ جب چاہ بدر کے نزدیک پہونچے تو ان سوداگروں کو یہ احوال کسی طرح سے معلوم ہو گیا۔ آخر اُنہوں نے یہ خبر مکّے میں پہونچائی کہ محمد ابن عبداللہ نے جماعت کثیر لیکر ہماری راہ بند کی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارادہ تاخت وتاراج کا رکھتے ہیں۔ پس ابوجہل نے یہ بات سُنکر منادی کی کہ تمام اہل مکّہ ایک ہزار ایکسو سوار ہمراہ رکھتے ہیں۔ پس ابوجہل ان سواروں کو لیکر خود لڑنے کو آیا اور حضرت جبرائیل یہ خبر لیکر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ تم سے لڑنے کو ابوجہل کا اتنا بڑا لشکر آتا ہے اور خدا کے فضل وکرم سے تمہاری ہی نصرت ہوگی اور وہ سب کے سب ذلیل وخائب وخاسر ہونگے جو لوگ مومن تھے یہ بات سُنکر بہت خوش ہوئے اور ادھر دوسرے دن ہی دونوں طرف سے لشکر جمع ہوئے اور جب ابوجہل نے آنکھیں اُٹھا کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر بہت ہی تھوڑا

معلوم ہوا اور اپنے لشکر کو دیکھا تو بہت بڑا معلوم ہوا اس واسطے وہ خوش ہو کر کہنے لگا کہ میرے ساتھ اتنا لشکر ہے کہ ہم لوگ تو محمد ابن عبداللہ کے خدا سے بھی لڑ سکتے ہیں اور اس لشکر کے واسطے تو ہمارا تھوڑا لشکر ہے۔ جب یہ بات رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہونچی تو آپ اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اپنے خداوند قدوس سے التجائیں کرنے لگے کہ اے خداوندا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے سو وہ پورا فرما اور ہم کو اس جم غفیر لشکر پر فتح دے۔ پس اول لشکر سے ابوجہل کے عتبہ اور شیبہ اور ولید بن مغیرہ جنگ گاہ میں آ کھڑے ہوئے اور لشکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ ابن رواحہؓ اور عوف ابن حارثؓ اور مسعود ابن حارثؓ لڑائی میں آئے۔ تب لشکر ابوجہل کے لوگ حقارت سے کہنے لگے کہ اول نام اپنا بتاؤ پیچھے ہم سے لڑو۔ پھر ان تینوں مومنوں نے اپنا نام بتایا۔ پھر مشرکوں نے کہا کہ تم لوگ ہماری لڑائی کے قابل نہیں ہو۔ واپس چلے جاؤ۔ اسکے بعد ایک بلند نعرہ مارا کہ اے محمدؐ ابن عبداللہ! ہمارے مقابل میں ہمارا ہمسر بھیج۔ پس پھر آپ نے حضرت حمزہؓ علی مرتضیٰؓ اور عبیدہؓ بن حارث کو بھیجا۔ پھر دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔

حضرت حمزہؓ نے ابوجہل کے لشکر سے شیبہ کا سر کاٹا اور علی مرتضیٰؓ نے مغیرہ کو مارا۔ اور عتبہ نے حضرت عبیدہؓ کا پاؤں توڑا تھا۔ لیکن پھر بھی حضرت عبیدہؓ نے عتبہ مردود کو قتل کیا اسکے بعد رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے تو آپ نے انکو بہشت کی بشارت دی اور انکے پیچھے سے مشرکوں نے تیر مار کر چار پانچ مومنوں کو شہید کیا۔ پھر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں آکر دعائے نصرت طلب فرمائی۔ تب خدا عزّوجل نے ایک ہزار فرشتے بھیجے اُنہوں نے آکر مشرکوں کو جہنم واصل کیا۔ اور عبداللہ بن مسعود نے جنگ گاہ میں ابوجہل کا سر کاٹا اور سجدۂ شکر بجالائے اور اس دن بہت کافر مارے گئے اور بہت سے قید کر لئے گئے اور بہت سے شکست پاکر بھاگ گئے اور ایک روایت میں ہے کہ جس دن کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے مارنے کا قصد کیا تو خدا کے حکم سے اس دن خودبخود ان کافروں کے سر کٹ کر زمین پر گرے اور ان کافروں کی لاشوں کو خندق میں ڈال دیا گیا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے کنارے کھڑے ہوکر کہا کہ اے بدبختو! اقارب ہمارے تم ہی تھے۔ صحابۂ کرام نے یہ دیکھکر متعجب ہوکر پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ مقتولوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ مُردے بات سُنتے ہیں، لیکن وہ بول نہیں سکتے۔ پھر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے فتحیاب صحابۂ کرام کے ہمراہ مدینۂ منوّرہ میں تشریف لائے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں سے صرف تیرہ آدمی شہید ہوئے تھے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اسیروں کو اپنے پاس بُلایا عتبہ کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور اسکی تکلیفیں دی ہوئی یاد آگئیں پھر آپ نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے فرمایا کہ تم عتبہ کو قتل کرو اسی وقت علی مرتضیٰؓ نے عتبہ کی گردن اُڑا دی اور وہ ہمیشہ کے لئے داخلِ جہنم ہوا۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ نے کہ نام انکا سودہ تھا قیدیوں کو قتل کے وقت کہا کہ تم اگر لڑائی میں مارے گئے ہوتے تو اس وقت اس خرابی سے کیوں مارے جاتے۔ یہ بات سُنکر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ پر غصّہ ہوئے اور پھر ان کو طلاق دیدی۔ سودہ نے غمگین ہوکر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بہت مِنّتوں اور سفارش اور عفو تقصیر پر راضی کیا۔ چنانچہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سفارش منظور کی اور حضرت سودہؓ کو پھر نکاح میں لائے۔ اس کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت عباس سے جو کہ اس وقت اسیر ہوکر آئے تھے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تم کو آزاد کردونگا۔ اس وقت حضرت عباس مسلمان ہوگئے اور اس طرح سے دولت ایمان انکے ہاتھ لگی اور وہ جنت کے مستحق ہوئے۔ چنانچہ میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

بیان احوال جنگ اُحد

ایک روایت میں آیا ہے کہ مشرکوں نے جنگ بدر کی ہزیمت کے بعد لڑائی کا سامان پھر تیار کیا اور اس وقت سردار قریش ابوسُفیان تھے وہ کافر معہ جم غفیر و لشکر کثیر لیکر مدینہ کو بارادہ تاخت وتاراج آئے اور

حضرت جبرائیل امین نے یہ خبر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ فوج کفّار کی مدینہ کے متصل آئی ہے۔ لہٰذا لشکرِ اسلام مسلح ہو کر ہمرکاب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے جبل اُحد پر آیا جو کہ مدینہ منورہ سے دو کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن زبیر کو ستر تن تیر انداز کے اسی کوہ پر شکر وغیرہ کی حفاظت کو متعین کیا اتنے میں لشکر دونوں طرف سے صف کشیدہ ہوئے اوّل تیروں کا مینہہ برسا پھر شمشیر وخنجر بجلی کی طرح چمکتے اور خون کے دریا بہاتے رہے۔ الغرض اسلامی فوج نے پروردگار کے فضل وکرم سے لشکرِ کفار پر فتح ونصرت پائی اور مشرکوں نے ہزیمت وشکست کھائی اور تقریباً ستر نگہبان کوہ اُحد کے باوجود ممانعت عبداللہ ابن زبیر کے یہ ہزیمت دیکھکر غنیمت لوٹنے کو دوڑے۔ کفار کی فوج موقعہ کو غنیمت جان کر اس پہاڑ پر پہونچی اور پھر لشکرِ اسلام مغلوب ہوا اور پھر اس مغلوبیت میں ستّر آدمی مسلمان کچھ زخمی اور بعضے شہید ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک بھی اسی جگہ پر ایک پتھر کی ضرب شدید سے شہید ہوئے اور آپ کے دہن مبارک سے خون بہا اور ایک صحابی اپنی پگڑی سے آپکا لہو مبارک پونچھتے تھے۔ ابلیس لعین نے یہ حال دیکھکر پہاڑ پر چڑھکر پکارا کہ اے لوگو! محمّد ابن عبداللہ تو مقتول ہو گئے ہیں۔ یہ آواز سُنکر کافروں نے خوش ہو کر لشکرِ اسلام پر حملہ کیا اسوقت بہت سے مسلمان مجروح ہوئے اور کتنے ہی شہید ہونے اور چند لوگ غازی بنے اور بعضے بھاگے اصحاب کبار وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر گیری کو آئے اُنہوں نے آکر دیکھا کہ آپ کا دندان مبارک شہید ہوا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت حمزہؓ اور دو اور صحابیؓ نے شہادت پائی اور کافروں نے اپنے ظلم وستم سے انکو مثلہ کیا۔ یعنی ناک کان ہاتھ پاؤں کاٹے۔ یہ دیکھکر اصحاب کبار کی آتشِ خشم نے جوش مارا پھر فوراً اپنی فوج کو لیکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور مانند برق کے ان پر گرے اور نہایت جوشیلے فلک شگاف نعرے مار مار کر کفاروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور جناب حضرت علی شیرِ خدا نے حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھکر کہا کہ اے چچا جان خدا کے حکم سے ستّر آدمیوں کو تمہارے عوض مثلہ کرونگا یہ کہکر اُنہوں نے اپنے برق رفتار گھوڑے کو چمکایا اور اپنے ہاتھ میں تلوار لیکر نعرہ بلند کیا۔ اور پھر اپنے گھوڑے کو برق کی طرح سے کفاروں پر ڈالدیا۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی باگ حضرت عباسؓ پکڑے ہوئے تھے کہ فوراً حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور اُنہوں نے آتے ہی کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے آپکی مدد کو آتے اور کافروں کا سر تن سے جُدا کرتے ہیں۔ غرض لشکرِ اسلام نے فتح وکامیابی پائی۔ پھر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اسی وقت علی مرتضیٰؓ کو مدینۂ منورہ میں خوشخبری دینے کے لئے بھیجا۔ ادھر تمام اہل مدینہ اور اہلبیت آوازۂ بد سے گھبراتے تھے خبر ظفر وکامیابی کی سُنکر شاد ہو گئے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی مسلمانوں کی لاشیں بعد نماز جنازہ دفنائیں اور کچھ لاشوں کو مدینہ منورہ میں لے آئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑھیا نے اپنے بیٹے اور بھائی کو دیکھکر کہا کہ اگر ہزار بیٹے اور

بھائی ہوتے تو بھی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ پر تصدق کرتی اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مدینۂ منورہ کی طرف تشریف لیگئے آپ نے وہاں جاکر دیکھا کہ ہر ایک آدمی اپنے مُردوں کی تعزیت کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر فرمایا کہ اگر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کوئی ہوتا تو ان کی بھی تعزیت کرتا۔ یہ فرمان سُنکر سب مرد وزن نے اپنے مُردوں کو چھوڑ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی بلکہ اب تک ملک عرب میں یہ رسم جاری ہے کہ کوئی بھی کسی مردے کی تعزیت کے واسطے آوے تو وہ پہلے تعزیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی کی کرے گا اور بعد میں اسکی کرے گا جسکے واسطے وہ وہاں گیا ہے۔ اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان احوال جنگ بدر الصغریٰ

ایک روایت میں آیا ہے کہ جنگ اُحد کی لڑائی سے اگلے سال مکۂ معظمہ میں بڑا قحط پڑا سب لوگ وہاں کے خراب وتباہ ہوئے۔ پھر کافروں نے خوف اور ڈر سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مل کر آپس میں تدبیر و مصلحت صلاح کی ٹھہرائی اور ایک قاصد بنام مسعود کو مدینۂ منورہ میں بھیجا اس شخص نے اپنے مکر و فریب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا کہ یا رسول اللہؐ گذشتہ سال باوجود کم جمعیتی کفار کے آپ کی فوج بہت ماری گئی اور اس سال تو ان کو زور جمعیت خوب ہے ہرگز آپ اس طرف کا قصد نہ فرمائیں۔ لیکن آپ نے اس بات پر قطعاً عمل نہیں کیا اور آپ لشکرِ اسلام کو اپنے ہمراہ لیکر مکے کو جاکر محاصرہ میں لائے مگر کفاروں میں سے کوئی شخص لڑنے کو نہ آیا بلکہ بہت سے آدمی تو خفیہ طور پر آکر مسلمان ہوگئے پھر فخر دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ کو مراجعت فرمائی اور پھر سال آیندہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ بقصد حج اور اپنے ہمراہ شتر دنبے قربانی کیلئے لے کر روانہ ہوئے۔ یہ دیکھکر اہل مکہ نے جمع ہوکر جنگ کا قصد کیا۔ اور اسوقت تمام مسلمان احرام میں تھے انکو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ اتفاقیہ قضاء الٰہی سے کفاروں کو لشکرِ اسلام دیکھکر ایسا رعب غالب ہوا کہ وہ خود بخود بھاگ گئے۔ پھر ان کافروں نے دو قاصد ایک ابومسعود ثقفی دوسرے اسمٰعیل بن عمرو کو بھیج کر حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بارادہ حج تشریف لائے ہیں اور جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ تب وہ لوگ خوش ہوکر حرب صلح درمیان میں لائے اور اُنہوں نے آکر عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سال ہم قحط کے مارے ہوئے ہیں آپ کی خدمت بھی نہ ہوسکے گی اس واسطے یہ آرزو ہے کہ ابھی آپ مدینے کو پھر جائیں اور ایک تمنا صلح کی بھی ہے۔ رسول خُدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحم آگیا۔ اور ان کی التماس قبول کرلی۔ پھر عہد وپیمان آشتی وصلح کا لکھا گیا۔ پھر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام کو ہدیہ اور تحفہ بھجوایا اور بہت سے مساکین لوگوں کو خیرات دی اور اپنے صحابیوں کو اپنے ہمراہ لیکر مدینۂ منورہ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔

بیان احوال جنگِ خیبر

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ساتویں سنہ ہجری میں حج مبارک سے فارغ ہو کر جعفر طیار سے مژدہ مسلمان ہونے نجاشی کا سُنا، پھر خبر صلح پارس کی پہونچی۔ اسکے بعد آپ نے خیبر کی طرف بارادہ جہاد کوچ فرمایا۔ اور مع لشکر وہاں پہونچے اور ادھر خیبر کے یہودبھی فوج کثیر لیکر مقابلہ کو آئے۔ جب لشکر دونوں طرف کا صف کشیدہ ہوا تب ایک مردِ مسلمان نے سات آدمی یہودی جہنم رسید کئے اور پھر اس نے شہادت پائی پھر سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو بُلوا کر حکم جنگ کا صادر فرمایا اور اس وقت حضرت علی مرتضیٰ کی آنکھوں میں درد شدید تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے واسطے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول فرمایا۔ آرام ہوتے ہی حضرت علی مرتضیٰؓ اپنے تیز برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنی تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیکر میدانِ جنگ میں آکر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ یہ سُنتے ہی یہودیوں نے آپ پر شدید حملہ کیا۔ شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے ایک ہی حملہ میں بہت سے کافروں کو فی النار والسقر کیا اس عرصے میں ایک یہودی پہلوان رستم زماں لاف مارتا ہوا آیا اور اس نے آتے ہی شیرِ خدا پر حملہ کیا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس کو ایک ہاتھ ایسا مارا کہ آپ کی تلوار سے وہ گھوڑے سمیت دو ٹکڑے ہوا۔ کافروں نے یہ حال دیکھکر ہزیمت اور شکست کھائی اور پھر اُنہوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لی۔ پس اس وقت حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے درِ خیبر کو پکڑ کر زورِ کرامت کا دکھایا تو تمام قلعہ میں لرزہ زلزلے کا سا پڑ گیا اور خدا کے حکم سے دروازہ اُکھڑ کر حصار اور فصیل کے پیچھے گرا پھر تو لشکرِ اسلام بھی قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہاں مال و دولت بہت کچھ ہاتھ آیا۔ اور بہت یہودی قتل ہوئے اور کثیر تعداد میں مرد و زن گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ اسمیں سے ایک عالی خاندان بی بی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ اِن بی بی نے ایک خط مُہری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے موقوفی خراج میں لکھوا کر اپنی قوم کو دیا چنانچہ وہ خط ان کے پاس اب تک موجود ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بیان وفات آنحضرت محمّد مصطفیٰ صلّے اللّٰہ علیہ وسلم

ایک روایت میں ہے کہ آٹھویں تاریخ ذوالحجہ خاتم الانبیاء نے اپنے تمام صحابۂ کرام کیساتھ عرفات میں دو رکعت نماز ادا کی اتنے میں حضرت جبرائیل یہ آخری آیت لیکر حاضر ہوئے۔ قولہ تعالیٰ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (ترجمہ) یعنی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پھر میں راضی ہوا تمہارے دین اسلام سے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سید المرسلین نے جان لیا کہ اب سفر آخرت میرا بالکل قریب آچکا ہے اسی واسطے آپ بعد فراغت حج بیت اللہ کے اپنے آباؤ اجداد کے مکانات دیکھنے گئے اور پھر مدینے کی طرف روانہ

ہو کر آپ نے فرمایا کہ شاید دوسرے سال مکّہ معظمہ میں میرا آنا نہ ہوگا۔ یہ فرمان سُنکر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم گریہ وزاری میں مصروف ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مقام پر درد پیدا ہوا۔ چنانچہ تیرہ نمازیں آپنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں پڑھیں۔ پھر آپ مدینۂ منوّرہ تشریف لائے۔ الغرض ماہ صفر کو بروز بدھ کے میمونہ خاتون کے گھر میں جو کہ زوجۂ آنحضرت صلعم کی تھیں۔ دردِ سر اور بخار شروع ہوا۔ شدّتِ مرض کی وجہ سے سب ازواج مطہرات تیمارداری کیواسطے وہاں آئیں پھر وہاں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اہلبیت میں سے کسی کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر عائشہ خاتونؓ کے حجرے میں تشریف لائے اور اپنا سر مبارک انکے زانو پر رکھکر آپنے آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدن مبارک آپکا بہت گرم ہے۔ آپنے فرمایا کہ اے عائشہؓ تم سے مفارقت کا دن بالکل قریب آگیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سُنکر آہ سرد دل پُر درد سے بھری۔ آپنے فرمایا اے عائشہؓ تم صبر و شکر کرو کیونکہ موت کا شربت ہر ایک کو چکھنا ہے اور دوسرے دن جمعہ تھا حضرت بلالؓ سے اذان سُنکر سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم چند صحابۂ کرام کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھکر مسجد میں باوقت تمام پہنچکر فرمایا مجھ میں بوجہ ضعف کے طاقت نہیں ہے لہذا میری اجازت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ امامت کے فرائض انجام دیں۔ یہ فرمان آپکا سُنکر تمام صحابۂ کرامؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپکے فرمان سے امامت کرائی اور آپنے انکی اقتداء میں بدشواری نماز ادا کی اور پھر آپنے چند امور کی وصیت فرمائی کہ اے میرے بھائیو! میں نے وحی الٰہی کے موافق سب نیک و بد سے آگاہ کیا اور اب وقت میرا آخر آپہونچا ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نیک کاروبار کرتے رہنا اور اس کاروبار کو نہایت ہوشیاری سے میرے بعد کرنا۔ تمام صحابۂ کرام میں گریہ وزاری شروع ہوگئی پھر ابوبکر صدیقؓ نے دست بستہ ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات ایک خواب میں نے دیکھا ہے۔ آپنے فرمایا کہ اسکو بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دیکھا ہے کہ چادر عائشہؓ کے سر سے اڑ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا تعبیر اس خواب کی اسکے بیوہ ہونے کو ظاہر کرتی ہے اسکے پیچھے حضرت عمر فاروقؓ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ عدل میرا ٹوٹ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسکی یہ تعبیر ہوئی کہ وہ عدل میں ہوں۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک ورق قرآن شریف سے ہوا پر اُڑ گیا ہے۔ فرمایا آپکے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اے عثمانؓ ورق قرآن مجید کا عبارت میری روح سے ہے اور تن سے مُراد ہوا ہوگی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ میری ڈھال ٹوٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سپر تیری میں تھا اور اس کا ٹوٹنا میرا اس دارِ فانی سے جانا ہے۔ اسکے بعد حسنینؓ نے کہا یا جدی ہم نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت بزرگ گر پڑا۔ آپنے اس خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ اے میرے فرزندو، وہ درخت میں ہوں کیونکہ میں اس جہان سے جاؤنگا۔ اسکے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ خواب دیکھا کہ میرے گھر کا ستون گر پڑا۔ آپنے اسکی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ اے عائشہؓ جو عورت یہ خواب دیکھے تو مستقبل قریب میں اسکا شوہر ہی مرتا ہے۔ اسوقت سب صحابۂ کرام اور تمام بیبیاں اور سارے اہلبیت زار زار روئے اور بہت ہی پریشان و مضطرب و بیقرار ہوئے۔ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے صحابیو!

بیماری کی شدت مجھ پر بہت ہے آپ لوگ بلال سے کہو کہ وہ سارے مدینہ میں اعلان کردیں کہ صرف دو روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے باقی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیں کہ جس شخص کو دعویٰ کسی قسم کا مجھ پر ہو وہ آکر مجھ سے وصول کرلے اور اپنا حق قیامت کے دن پر موقوف نہ رکھے۔ الغرض ایک مرد عکاشہ نامی نے دعویٰ تازیانے کا کیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد میں آپ کے ہاتھ سے میری پیٹ پر کوڑا لگا تھا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اسکا عوض مجھے مل جائے۔ چنانچہ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سے وہ کوڑا جو کہ سات سیر وزن کا تھا منگوایا اور تمام لوگوں کو عکاشہ کے بدلہ لینے کی خبر معلوم ہوئی ہر ایک صحابہؓ کبار وغیرہ اس سے کہتے تھے کہ اے عکاشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے ہمارے بدن پر دس دس بیس بیس چالیس چالیس کوڑے مارلے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت شدید بیماری میں مبتلا ہیں ان سے درگزر کردے لیکن وہ کسی طرح سے راضی نہ ہوا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عکاشہ کوڑا اپنے ہاتھ میں لے اور جتنا چاہے مار۔ آپکے فرمان کے مطابق عکاشہ نے دُرّہ اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو ننگی پیٹھ پر کوڑا کھایا تھا اور آپ تو کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن اُتار دیا اور موجودہ حاضرین اسوقت زار وقطار روتے تھے اور اپنی زبان سے کہتے جاتے تھے۔

عکاشہ تو نے آخر بات ہم سب کی نہیں مانی چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مُسلمانی!

چنانچہ عکاشہ پشت مبارک کے قریب آکھڑا ہوا اور پھر اس نے مہر نبوت کی اپنی آنکھوں سے زیارت کی فوراً اس نے بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا۔ پھر کوڑا ہاتھ سے پھینک کر آپکے قدم مبارک پر گرا اور کہنے لگا اے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کمینے کی کیا طاقت ہے کہ آپکے غلاموں کی پُشت تک بھی کوڑا لیجاسکوں میں کمینہ نالائق آپ کی درگاہ کا ہوں۔ میری پیٹھ پر جس روز تازیانہ لگا تھا میں نے اسی روز بخش دیا تھا۔ اب تو غرض میری یہی تھی کہ میں اس حیلہ سازی سے مُہر نبوت کی زیارت کروں اور پھر آتش دوزخ سے بیفکر رہوں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عکاشہ زہے نصیب تیرے کہ آگ دوزخ کی تجھ پر حرام ہوگئی۔ پھر ربیع الاول کی دوسری تاریخ پیر کے روز اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر ادب سے کھڑے رہنا اور بے اجازت انکی جان قبض نہ کرنا۔ چنانچہ ملک الموت نے اعرابی کی صورت بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آواز دی کہ میں اندر آنے کیواسطے حکم چاہتا ہوں۔ اگرچہ ادب سے آواز آہستہ تھی تو بھی سب مکان گونج گئے اسوقت حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے اعرابی اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہوشی ہے اور تکلیف سے بیچین ہیں۔ لیکن اس نے نہ سُنا اور وہ باربار پُکارتا رہا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں وہ آواز پہونچی تو آپنے اپنی آنکھیں کھول دیں اور پھر پوچھا اے فاطمہؓ کیا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ ایک اعرابی اپنے ہاتھ میں تلوار لئے دروازہ پر چلاتا ہے اور گھر میں آنیکی اجازت چاہتا ہے اس سے ہرچند کہتی ہوں مگر وہ واپس نہیں جاتا۔ یہ سُنکر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے فاطمہ وہ اعرابی نہیں ہے کہ وہ چلا جاوے بلکہ یہ شخص وہ ہے کہ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنائے۔ تم اسکو اندر بُلالو۔ پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور نہایت مؤدبانہ طور سے کھڑا ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے برادر عزرائیل تم میری زیارت کو آئے ہو یا میری جان

قبض کرنیکو۔ اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپ کی جان قبض کرنے کو آیا ہوں۔ مگر آپ کے حکم سے آپ کی جان قبض کروں گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ٹھہرو حضرت جبرئیلؑ ابھی آویںگے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں حضرت جبرائیلؑ آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی جبرائیل فرمان الٰہی تھا کہ عمر میری نوّے برس کی ہوگی اور ابھی تو میری عمر کے صرف تریسٹھ ہی برس گزرے ہیں۔ یہ سُنکر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپکے ستائیس برس معراج میں گذرے اور کہا حکم الٰہی یوں بھی ہے کہ اگر آپ دنیا میں رہنا منظور کریں تو جتنی عمر چاہیں عنایت کردوں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا مرضی الٰہی کس میں ہے؟ انہوں نے کہا کہ مرضی الٰہی تو آپ کو جنّت میں بلانے کی ہے کیونکہ دوزخ کی آگ سرد کیگئی ہے اور آپکے واسطے جنت کو آراستہ کیا گیا ہے اور وہاں کے حور و غلماں آپکے منتظر ہیں وہ تمام اپنا بناؤ سنگار کرکے مستعد خدمت کے ہیں۔ یہ سُنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی راضی برضائے مولا ہوں پھر فرمایا یا اخی جبرائیل میرے جانے کے بعد تم اس دُنیا میں آؤگے یا نہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپکے بعد دسؔ بار اور دُنیا میں آؤں گا کہ ہر ایک بار ایک چیز دُنیا سے لے جاؤنگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیا کیا چیزیں ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل بار تو گوہر صبر دُنیا سے لیجاؤنگا اور دوسری بار گوہر شرم اور تیسری بار گوہر محبت اور چوتھی بار گوہر عدل اور پانچویں بار گوہر برکت اور چھٹی بار گوہر سخاوت اور ساتویں بار گوہر صداقت اور آٹھویں بار گوہر حلال اور نویں بار گوہر علم اور دسویں بار برکت قرآن مجید کو لیجاؤں گا بس یہ دس چیزیں میں آپکے بعد لینے آؤنگا پھر اس کے بعد آثار قیامت ظاہر ہونگے اور اسرافیل صور پھونکیں گے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ میرے بعد میری اُمّت کا حال کیسا ہوگا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ اپنی اُمّت کو میرے ذمّے سونپ دو اور پھر میں بروز قیامت اسکو واپس کردونگا۔ پھر آپنے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ غسل میّت میری کا کون دیوے گا اور کون کفن پہنائے گا اور نماز جنازہ کون پڑھائے گا اور میں کہاں دفنایا جاؤں۔ یہ سُنکر جبرائیلؑ دربار الٰہی میں گئے اور پھر وہاں سے واپس آئے اور آکر بولے کہ اللہ تعالیٰ کا یوں فرمان ہوا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ امامت کریں اور حضرت علی مرتضیٰ غسل دیں اور کفن پہنائیں اور آپ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں دفن ہوکر آرام فرمائیں۔ پھر اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اے میرے صحابیو! حلال و حرام میں فرق جاننا اور اپنے مال کی زکوٰۃ دینا اور فقیروں کو انکے حق سے محروم مت کرنا اور زن و فرزند یتیم و ہمسایہ پر شفقت کرنا اور ان کو کسی طرح سے تکلیف نہ دینا۔ اور اسوقت سب حاضرین مجلس کا غم سے عجب حال تھا اور مانند نقش دیوار ہوگئے تھے خصوصاً حضرت فاطمہؓ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جگر گوشہ میری رنج نہ کرنا کیونکہ بعد چھ ماہ کے تم بھی میرے پاس آجاؤ گی اس وقت خاتون جنت کو تسکین ہوئی۔ پھر حضرت پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا اے عزرائیل اب اپنے کام میں مشغول ہو۔ چنانچہ پھر ملک الموت نے اپنا ہاتھ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا پھر پیغمبر خدا صلعم نے ایک آہ بھری اور پھر فرمایا۔ اے ملک الموت مجھ کو ایذا پہونچی میں نے جانا کہ ایک پہاڑ میری چھاتی پر آپڑا ہے اور پھر فرمایا کہ کیا میری اُمّت کو بھی ایسی ہی تکلیف ہوگی عزرائیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تو آپکی روح مبارک بہت

آسانی سے قبض کر رہا ہوں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عزرائیل جتنی سختی اور تکلیف جان کنی کی عالم میں ہے وہ تو مجھے ہی دیدے۔ لیکن میری امّت کو جان قبض کرنے کے وقت ذرا ایذا نہ دینا کیونکہ وہ بہت ہی ضعیف و کمزور ہے۔ تب ملک الموت نے عہد کیا کہ جو کوئی آپکی اُمّت میں سے بعد نماز فریضہ کے آیۃ الکرسی پڑھے گا اس کی جان ایسی آسانی سے قبض کرونگا جیسے سوتے ہوئے بچّے کے مُنہ سے ماں اسکی اپنی چھاتی نکال لیتی ہے۔ اور اس بچّے کو اسکی خبر نہیں ہوتی۔ پھر حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت یہ کی کہ اے میرے صحابیو! بدی اور گناہ کے کام مت کرنا اور اپنا آئینۂ سینہ کو زنگ کینہ سے پاک رکھنا۔ اسکے بعد صحابۂ کرام نے مؤدبانہ التماس کرتے ہوئے آپ سے دریافت کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کب آویگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب دیا مگر اشارہ کیواسطے اپنی شہادت کی اُنگلی کو اُٹھایا۔ کہ بعد ایک برس کے کوئی سمجھا بعد ایک ہزار برس کے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حال تو معبود برحق ہی جانتا ہے کسی کو کچھ خبر نہیں۔ بس اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان مُبارک بحق تسلیم کی اور تمام حاضرین نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؕ اسی دم تمام صحابہ اور اہل بیت وغیرہ کی جو غم سے کیفیت طاری ہوئی کیا ممکن کہ وہ بیان تحریر میں لاسکوں۔ اور کئی روز تک تمام صحابۂ کرام پر عالم بیہوشی رہا۔ بہر صورت اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فرمانے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے غسل دیا اور کفن پہنایا اور جنازہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تیار ہوا۔ مُلک مُلک کے آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی اور زمین و آسمان کے فرشتوں نے بھی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے حجرے میں دفن کیا۔ اور بموافق وصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امامت اور خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہونچی۔

چند اشعار برائے تعزیت

دفن جسدم کہ زمیں میں شہِ لولاک ہوا ۔۔۔ رتبہ روئے زمین غیرتِ افلاک ہوا

غم ہوا سب کو یہاں اور خلد میں آئی شادی ۔۔۔ حور و غلماں نے دی مل کر مبارک بادی

بس اے غلام نبی دل سے ہو غلام نبی ۔۔۔ بر آویں کام ترے سب طفیل نام نبی

اس غم سے دل قلم کا زبس چاک چاک ہے ۔۔۔ جانا ضرور سب کے تئیں زیرِ خاک ہے

زبان خامہ کر اب بند دے نہ طول کلام ۔۔۔ خدا کے فضل و کرم سے ہوئی کتاب تمام

بیان فضیلت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عابد اور زاہد اور عارف اور خائف تھے۔ ریاضت و مجاہدہ و خلوت و مشاہدہ ان کا خارج از بیان ہے۔ انکے احوال عبادت کا تو یہ حال ہے کہ حماد بن سلیمان کہتے ہیں کہ وہ تمام رات

عبادت الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اوّل نصف شب وہ جاگتے تھے۔ ایک روز راہ میں تشریف لیے جاتے تھے اچانک ایک آدمی نے کہا یہ شخص تمام رات عبادت الٰہی کیا کرتا ہے۔ بعد اسکے وہ تمام رات عبادت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں۔ کہ لوگ میری توصیف بیان کریں جو مجھ میں نہ ہو اور انکے احوال زہد کی یہ کیفیت تھی کہ ایک روایت ہے ربیع بن عاصم سے کہ بلایا میرے تئیں یزید بن عمر بن میسرہ نے پس میں ابوحنیفہؒ کو لے گیا۔ پس یزید بن میسرہ ان کو بیت المال سونپنے لگے لیکن ابوحنیفہؒ نے انکار کیا۔ اس شخص نے تقریباً بیسؔ چابک مارے پس آپ نظر کریں کہ کس طرح وہ ولایت سے بھاگے۔ اور چند اصحاب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپنے دیکھا ہے۔ چنانچہ انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ اور واثلۃ بن الاسقع سے نقل ہے کہ عبداللہ بن مبارک کے روبرو کسی نے ابوحنیفہؒ کو بُرائی کے ساتھ یاد کیا اسوقت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ تم ذکر ایسے شخص کا کہ تمام دنیا اسکی طرف متوجہ ہے اور وہ شخص دنیا سے بھاگتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ جب روضۂ مقدس مطہر پہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوئے تو آپنے سب سے پہلے کہا السلام علیک یا سید المرسلین۔ اور آپ جو رہے بھی مشرف ہوئے اور آواز آئی کہ وعلیک السلام یا امام المسلمین۔ محمد بن شجاع سے ایک روایت ہے کہ امیر المومنین ابوجعفر عباسی نے دس ہزار درہم حضرت ابوحنیفہ کے پاس بھیجے ان کو لیکر اپنے بیٹے سے کہا کہ تم ان درہموں کو رکھ چھوڑو۔ اور جب میں مرجاؤں تو یہ درہم واپس کردینا اور اُن سے کہنا کہ یہ وہی تمہاری ودیعت ہے جو آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس چھوڑدی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو خلیفہ نے ولایت قضا دینے کے واسطے بلایا تو آپ نے فرمایا کہ میں لائق قضا کے نہیں ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپنے یہ کس واسطے فرمایا تو آپ نے اس سے کہ اگر یہ بات میری سچی ہے تو میں قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر یہ سچ نہیں ہے تو جھوٹا بھی قاضی ہونے کے لائق نہیں ہے۔ ایک روایت شریک نخعی سے ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کثیر السکوت تھے اور بہت کم سخن فرمایا کرتے تھے لیکن جب زیادہ ضرورت ہوتی تو آپ گفتگو فرمایا کرتے ورنہ آپ خاموش اور سکوت فرمایا کرتے تھے۔

بیان فضیلت حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی ذکر عبادت ان کا یہ تھا کہ وہ رات کو تین حصّوں پر تقسیم کرتے تھے۔ ایک حصّہ میں علم تدریس کی تکرار وغیرہ رہتی تھی اور ایک ثلث میں نماز پڑھتے تھے اور ایک ثلث میں آپ آرام کیا کرتے تھے۔

حضرت ربیع سے ایک روایت ہے کہ حضرت امام شافعی رمضان المبارک میں سات قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور یہ ساتوں مرتبہ کا پڑھنا قرآنمجید کا نماز میں ہوتا تھا۔ حسین ترابی سے ایک روایت ہے کہ میں کئی رات امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہا تو میں نے دیکھا کہ وہ بقدر ثلث شب کے نماز پڑھتے تھے کبھی آپ پچاس آیتیں اور کبھی سو آیتیں پڑھتے تھے اور جب آپ آیات رحمت پر پہونچتے تو سوال کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے اسکی رحمت کا واسطے اپنے اور سب مسلمانوں کے واسطے بھی اور جب

گزرتے آیات عذاب سے تو اس جگہ نجات چاہتے تھے اپنے واسطے بھی اور جمیع مومنین کے واسطے بھی گویا رجا اور خوف ان کی ذات شریف میں جمع تھا اور فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دس برس کی عمر سے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ اس واسطے کہ غذا میرے بدن کو ثقل کرتی ہے اور دل کو سخت کرتی ہے اور دینی سمجھ بوجھ کو زائل کرتی ہے اور نیند کو بڑھاتی ہے اور عبادت الٰہی سے باز رکھتی ہے۔ پس غور کیجیے کہ شکم سیر ہونے میں کتنی خرابیاں بیان فرماتے ہیں اور کم کھانے میں کتنی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام شافعیؒ نے کہا کہ نہیں قسم کھائی میں نے کبھی نہ سچی اور نہ جھوٹی۔ پس نظر کیجیے ان کی حرمت و توقیر پر کہ انکے تئیں خداوند قدوس کا کیا مرتبہ تھا اور یہ دلیل ہے انکے کمال پر جو انکو جلال الٰہی سے حاصل ہوا تھا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا ایک مسئلہ دریافت کرنے کیواسطے پس آپنے اس سے سکوت فرمایا۔ کچھ دیر بعد اس شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ جواب کس واسطے نہیں دیتے۔ آپنے اس سے کہا کہ میں سوچتا ہوں کہ میری فضیلت میرے سکوت میں ہے یا جواب دینے میں' اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ آپ کس درجہ محافظت زبان کی کیا کرتے تھے اور سکوت انکا باعث فضیلت اور طلب ثواب تھا۔ ایک روایت حضرت امام شافعیؒ سے ہے کہ ایک حکیم نے دوسرے حکیم کو لکھا کہ جب تجھ کو علم ملا تو اسکو تو آلودہ مت کر گناہوں کی ظلمت سے ورنہ تو پل صراط کی تاریکی میں حیرت زدہ رہیگا اور اہل علم کے نور سے گذر جائینگے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دعوی حب دنیا اور حب خالق کا ایک دل میں رکھے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے۔ حضرت حمیدؒ سے روایت ہی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بعض والیان ملک کے ساتھ یمن کیطرف تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں سے دس ہزار درم لیکر مکے میں تشریف لاتے تھے آپنے مکے سے باہر ایک خیمہ استادہ کیا اور شام تک وہ سب درہم تقسیم فرما دیئے — ایک بار آپ حمام میں تشریف لیگئے اور حمامی کو مال کثیر دے کر تشریف لیگئے۔ ایک روز بر سواری آپکے ہاتھ سے چابک زمین پر گر پڑا۔ ایک شخص نے فوراً اُٹھا کر آپ کو دیا۔ آپنے اسکو اسی وقت پچاس دینار کا انعام دیا۔ اور سخاوت آپکی بیان تحریر سے باہر ہے۔ اور یہ سخاوت آپکی زہد پر دلیل ثابت کرتی ہے۔ اس واسطے کہ محب دنیا دولت کا امساک کرتا ہے اور زاہد پاکباز دنیا کی تفریق سے اپنے دل کو پاک کرتا ہے اسکی نظر میں دنیا حقیر شئے کے مانند ہے در حقیقت ایسا ہی شخص زاہد و پاکباز ہوتا ہے اور شدت خوف خدا اس درجے پر تھی کہ سفیان بن عیینہ نے ایک روز حدیث شریف خوف دلانے والی پڑھی اسکے سنتے ہی حضرت امام شافعیؒ کو غش آگیا۔ لوگوں نے سفیان سے عرض کی کہ اس حدیث نے محمد بن ادریس کی جان قبض کی ہے۔ فرمایا اگر سچ ہے تو افضل زمانہ میرا ہے۔ عبداللہ بن محمد سے روایت ہی کہ میں بغداد میں نہر کے کنارے وضو کرتا تھا اور اسوقت امام شافعیؒ عراق سے تشریف لائے اور فرمایا کہ اے غلام پورے طور سے وضو کر اپنا تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے عقبیٰ میں نیکی کرے اور تجھ کو اپنا پسندیدہ بنالے۔ چنانچہ میں وضو سے بافراغت ہو کر جلدی سے آپکے پیچھے گیا۔ پھر انہوں نے میری طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھ کو کچھ حاجت ہی۔ میں نے اسکے جواب میں عرض کیا کہ تم مجھ کو سکھاؤ وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سکھایا۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا جان تو جو کوئی سچ بولے گا یقیناً نجات

پاویگا اور جو کوئی اپنے دین میں ڈریگا وہ ہلاکت سے سلامتی میں رہیگا اور جسمیں تین خصلتیں ہونگی اس کا دین کامل ہوگا۔ ایک جو دوسرے کو امر نیک بتلائے اور پھر اس پر آپ بھی عمل پیرا ہو۔ دوسرے وہ جو کار بد سے منع کرے اور آپ بھی اس کار بد سے باز رہے۔ تیسرے حدود اللہ کی حفاظت کرے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حدیں شرع میں باندھی ہیں ان سے تجاوز نہ کرے اور جو دنیا سے زاہد اور عاقبت میں راغب رہا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا رہا۔ وہ سخاوت پاویگا۔ کسی نے امام شافعیؒ سے پوچھا کہ ریا کیا چیز ہے۔ آپنے فرمایا کہ ریا ایک بذات خود فتنہ ہے کہ خواہش نفسانی نے علماء کے دلوں پر اور انکی آنکھوں پر گرہ باندھی ہے اسوجہ سے وہ نفس کی بدی اور گناہ کا خیال کرتے ہیں۔ اور اسی واسطے وہ اپنے اعمال کا ابطال کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جو شخص اپنے تئیں نگاہ رکھے اسکو علم کوئی نفع نہ دیگا اور جو کوئی علم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریگا تو اس پر اسرار الٰہی کھلیں گے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب احوال لکھکر فرمایا کہ خلوص نیت امام شافعیؒ کی اور بے ریائی انکی اس درجے پر تھی کہ فرماتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ لوگ میرے علم سے متمتع ہوں اور میری طرف وہ علم منسوب نہ ہو۔ پس غور کیجیے کہ آفت علم اور طلب شہرت اور رہم سے اس درجہ نفرت تھی کہ سوائے وجہ اللہ کے دوسری طرف التفات ہی نہ تھا۔ اور اسی قسم کی ایک روایت اور بھی ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے کسی علمی بحث میں کبھی تکرار نہیں کی مگر اسوجہ سے تکرار کرتا تھا کہ خطا سے محفوظ ہو جاؤں اور تمنا یہ ہوتی تھی کہ اس نیک کام کے کرنے کی توفیق خداوند قدوس عنایت فرمائے اور یہ چاہتا تھا کہ اس تکرار سے حق ظاہر ہو جائیگا خواہ میری زبان سے ادا ہو یا دوسرے کی زبان سے اور جو شخص کہ بروقت مناظرہ کے حق بات کو مجھ سے قبول کرتا تھا۔ تو اسکی ہیبت میرے دل میں آتی تھی اور میں اسکا معتقد ہوتا تھا اور جو کوئی مکابرہ کرتا تھا یعنی واسطے حق چھپانے کے حجتیں کرتا وہ میری نظروں میں حقیر ہو جاتا تھا۔ اور ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ سے ہے کہ میں چالیس برس سے نماز کے بعد امام شافعیؒ کے واسطے دعا مانگتا ہوں۔ ایک روز ان کے بیٹے نے کہا کہ اے ابا جان امام شافعیؒ کون ہیں جسکے واسطے تم ہمیشہ دعا مانگتے ہو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اے بیٹے میرے وہ امام شافعی دنیا کا آفتاب تھا اور اسکے دل میں عافیت خلق کی ہر وقت موجزن رہتی تھی اور نہیں ہے کوئی شخص دُنیا میں کہ دوات قلم واسطے قلم کے چھوئے گا مگر امام شافعیؒ کی سنّت اس کی گردن پر ہوگی حالانکہ امام احمد ابن حنبلؒ بذات خود تین لاکھ حدیث کے حافظ تھے باوجود اس فضائل کے پھر بھی امام شافعی رحمۃ اللہ کے شاگرد ہوئے میں نے تو نہایت مختصر احوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے ورنہ مناقب شافعیؒ کثیر ہیں۔

بیان فضیلت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم کی تعظیم میں نہایت ہی مبالغہ سے کام لیتے تھے اور جب آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھانے کو بیٹھتے تھے تو وضو کرکے خوشبو لگا کر کمال وقار سے اور نہایت شان و شوکت سے بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں اور نیز فرماتے تھے کہ علم ایک نور ہے

اور اللہ تعالیٰ جہاں مناسب خیال کرتا ہے اسکو عنایت فرماتا ہے اور انصاف بھی ان کا مسائل میں ایسا تھا کہ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ میں امام مالکؒ کے پاس حاضر تھا کہ کسی شخص نے اُن سے اٹھائیس ۲۸ مسئلے پوچھے تو اُنہوں نے بیس ۲۰ مسئلوں میں فرمایا کہ لَا اَدْرِیْ ۔ یعنی میں نہیں جانتا ۔ جس شخص کو للہیت نہیں ہوتی اس کا نفس کب قبول کرتا ہے جو اقرار کرے کہ میں نہیں جانتا۔ اسواسطے فرمایا امام شافعیؒ کہ جس وقت ذکر کیا جاوے علماء کا پس امام مالکؒ ان میں مانند نجم کے ہیں اور نہیں ہے کسی کا احسان مجھ پر زیادہ امام مالک سے اور زہد بھی انکا اس درجے پر تھا کہ امیر المومنین مہدی نے ان سے پوچھا کہ تمہارا گھر ہے فرمایا نہیں۔ لیکن میں نے ربیع بن عبد الرحمن سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے نسبت آدمی کی گھر اسکا ہے۔ ہارون رشید نے پوچھا کہ تمہارا گھر اپنا ہے فرمایا نہیں۔ پس اس نے انکو ایک ہزار دینار دیئے اور فرمایا کہ اس سے گھر خرید و۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہ دینار خرچ نہ کئے۔ ویسے ہی رکھ لئے۔ جب ہارون رشید نے ارادہ مدینے سے چلنے کا کیا تب امام مالکؒ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ چلو۔ میں لوگوں سے تمہاری کتاب مؤطا پر عمل کراؤنگا جسطرح کہ حضرت غنیؓ نے اپنے صحیح کئے ہوئے قرآن مجید پر عمل کرایا اور دوسروں کے لکھے ہوئے موقوف کر دیئے۔ حضرت امام مالکؒ نے کہا کہ مؤطا پر عمل کروانے کی تو کوئی سبیل نہیں ہے۔ اسواسطے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ملکوں میں متفرق ہوئے ہیں اور اُنہوں نے احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمات میں بھر پور حصّہ لیا ہے اور تمام اہل شہر کے پاس علم موجود ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ بہتر ہے واسطے لوگوں کے اگر وہ جانیں اسکی قدر و منزلت کو اور مدینہ میں یہ خاصیت ہے کہ آدمی کی خباثت کو ایسا نکالتا ہے جیسے بھٹی میں لوہے کا میل نکل جاتا ہے۔ اور وہ جو آپکے دینار ہیں سو وہ حاضر خدمت ہیں اگر مزاج چاہے تو اسکو لیجاؤ۔ یا پھر اس کو چھوڑ جاؤ۔ یعنی تو مدینہ منورہ کی مفارقت کی مجھکو تکلیف دیتا ہے بسبب اس مال کے اور میں مدینۃ الرسول پر کسی چیز کو اختیار نہ کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان کا علم دُنیا میں منتشر ہوا تو ہر طرف سے لوگ مال کثیر بھیجتے تھے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان سب چیزوں کو خیر کے کاموں میں صرف کیا کرتے تھے اور امامؒ فرماتے تھے کہ نہ ہونا مال کا زہد نہیں ہے بلکہ زہد تو فارغ کرنا قلب کا ہے۔ محبت مال سے اس واسطے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود اس سلطنت ہفت اقلیم کے زاہد تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ میں نے دروازے پر امام مالک کے خراسان کے بچھڑے اور مصر کے خچر دیکھے کہ ایسے بہتر پھر کہیں نہیں دیکھے تھے میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ کیا خوب ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ سب میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ اپنی سواری کے واسطے رکھ لیجئے۔ کہنے لگے کہ میں شرماتا ہوں خداوند قدوس سے کہ میں پامال کروں دابے سے اس خاک کو کہ جس جگہ قدم مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس پر پڑا۔ نقل ہے کہ ایک روز ہارون رشید نے کہا کہ تم ہمارے یہاں آیا کرو تاکہ ہمارے لڑکے تم سے تمہاری کتاب مؤطا پڑھیں۔ یہ سُنکر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اَعَزَّ اللّٰہُ الْاَمِیْرَ یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے پس اگر تم عزت دوگے تو عزیز ہوگا اور تم ذلت دوگے تو ذلیل ہوگا اور علم آپ کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ علم کے پاس سب آتے ہیں۔ یہ سُنکر ہارون رشید نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر اپنے بیٹوں سے کہا کل سے تم بھی مسجد

میں دیگر لوگوں کی طرح سے جایا کرو۔

بیان فضیلت حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا

کتاب تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ بشر حافیؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ میں ایسی خصلت ہے جو مجھ میں نہیں ہے کہ وہ وجہ الحلال کھاتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلاتے ہیں۔ سرّی سقطیؒ سے مروی ہے کہ معتزلہ نے حاکم کوفہ کو ورغلا کر امام احمد بن حنبلؒ کو پکڑوا منگایا تاکہ ان سے قرآن مجید کو مخلوق کہلوائیں۔ چنانچہ امام موصوفؒ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ہزار تازیانے مارے تاکہ وہ اس ناقابل برداشت کو دیکھکر قرآن مجید کو مخلوق خدا کہیں۔ لیکن اُنہوں نے ہمیشہ اور ہر وقت یہی کہا کہ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے میں کس طرح اس کو خدا کی مخلوق کہوں اسی حالت میں آپ کا ازار بند کھل گیا۔ ہاتھ تو بندھے ہوئے تھے مگر غیب سے ایک ہاتھ پیدا ہوا اور اس نے آپ کا ازار بند باندھ دیا۔ جب یہ حال کرامت دیکھی تو پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ کہتے ہیں کہ اسی ضرب شدید کی وجہ سے اور اسی صدمہ سے آپ کی وفات ہوئی۔ نقل ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کسی شہر میں وضو کرتے تھے اور دوسرا شخص بھی اس سے اوپر وضو کرتا تھا۔ اس شخص نے اپنے جی میں کہا کہ شاید امام احمد بن حنبلؒ کو یہاں میرے وضو کرنے سے کراہیت آوے اس لئے اُٹھ کر امام احمد بن حنبلؒ کے قریب زیر دست بیٹھ کر اپنا وضو کیا۔ جب وہ مرگیا تو کسی نے خواب میں اسے دیکھکر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا اس نے کہا اے یار کوئی سبب میری نجات کا نہ تھا بس یہی ایک روز میں نے احمد بن حنبلؒ کی حرکت و دفع کراہیت کے باعث زیر دست بیٹھکر وضو کیا تھا وہی سبب میری رستگاری کا ہوا۔ کہتے ہیں کہ آپ بغداد میں رہتے تھے مگر آپ نے روٹی بغداد کی کبھی نہ کھائی اس واسطے کہ بغداد کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غازیوں کے واسطے وقف کیا تھا آپ ہر روز موصل سے روٹی منگا کر کھاتے تھے۔ ایک بیٹا ان کا جس کا نام صالح تھا وہ ایک سال اصفہان میں قاضی کے عہدے پر رہا تھا زیدو صلاح آراستہ وبہ تقویٰ وصلاح پیراستہ صائم الدہر قائم اللیل تھے ایک دن اپنے سامنے روٹی رکھی ہوئی دیکھکر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ آج کی روٹی روز جیسی نہیں ہے اس کا کیا سبب ہے کیونکہ روٹی کی وضع بدلی ہوئی ہے۔ خادم نے کہا کہ آج کا خمیر آپ کے فرزند صالح کے گھر سے لائے تھے۔ فرمایا کہ وہ قاضی تھا اسکے یہاں کا خمیر میں نہ کھاؤنگا۔ لہٰذا اس روٹی کو دروازے پر رکھو۔ اور جو سائل آوے اس سے کہدو کہ آٹا احمد کے گھر کا اور خمیر صالح کے گھر کا ہے۔ اگر تم چاہو تو اسکو لو، کہتے ہیں کہ چالیس دن تک وہ روٹی دھری رہی لیکن اس روٹی کو کسی محتاج نے نہ لیا۔ آخر الامر وہ روٹی دریا میں ڈال دی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے پوچھا کہ وہ روٹی کیا ہوئی تو عرض کیا کہ وہ روٹی دریا میں ڈالدی۔ چنانچہ احمد بن حنبلؒ نے اسوقت سے اس دریا کی مچھلی بھی نہ کھائی۔ منقول ہے کہ آپ سے جو کوئی مسئلہ پوچھتا تھا جواب دیتے تھے اور اگر مسئلہ حقائق کا پوچھتا

تو بشیر حافیؒ کا حوالہ دیتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ رضا کے کیا معنیٰ ہیں۔ جواب دیا کہ اپنے سب کام خدا کو سونپنا۔ پھر پوچھا کہ محبت کے کیا معنیٰ ہیں۔ تو فرمایا کہ اس مسئلہ کو بشیر حافی سے دریافت کر لو۔ پھر پوچھا کہ زہد کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ زاہد کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو حرام کا ترک کرنا اور یہ زہد عوام ہے دوسرا زیادتی حلال کی ترک کرنا اور یہ زہد خاص ہے۔ تیسرا اس چیز کا ترک کرنا جو خدا کو بھلا دیوے اور یہ زہد عارفاں ہے۔ جب امام احمد بن حنبلؒ اپنی وفات کے قریب پہونچے تو لوگوں نے انہیں زخموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا تو آپ نے بھی اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ ابھی مکمل آرام نہیں ہوئے ہیں پھر آپ کے فرزند نے پوچھا کہ آپ اسوقت کیا فرماتے ہیں۔ کہا کہ میرے سامنے شیطان کھڑا ہے اور وہ ہاتھ مل مل کر نہایت افسوس سے کہتا ہے کہ اے احمدؒ تو اپنا ایمان میرے ہاتھ سے بچالے گیا۔ تو میں اسکو جواب دیتا ہوں کہ ابھی نہیں۔ ابھی تو چند تنفس باقی ہیں اے فرزند ابھی قریب شیطان اور سلب ایمان سے بہت نڈر نہیں ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کے جنازے پر ہزارہا پرندے آکر رونے لگے اور اپنی بیتابیاں دکھانے لگے۔ یہ حالت دیکھکر چالیس ہزار گبرو ترسا و یہود مسلمان ہوئے اور اپنی زناریں توڑ ڈالیں اور پکار پکار کر بولے لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ محمد بن خزیمہؒ نے امام احمد بن حنبل کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا تو انہوں نے ان سے پوچھا یا امام المومنین اللہ تعالیٰ سے کیسا معاملہ رہا۔ تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے افضال عمیم و الطاف قدیم سے مجھے بخش دیا اور تاج کرامت کا میرے سر پر رکھا اور پھر فرمایا کہ یہ اسی کا بدلہ ہے جو تو نے میرے کلام کو مخلوق نہ کہا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کے لوگ کم تھے لیکن انکے ورع اور زہد کے احوال مشہور ہیں۔ اور کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم ان کی خوبی اور کمال سے بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو انکی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

کتاب ختم شُد

مطبوعہ

مشہور آفسٹ پریس مشہور محل کراچی